U299 9-12-09.

Title - TAREEKHUL ISLAM.

Creator - Mohd. Ahsan ullah Al Abbasi.

Publisher - Munshi Mohd. Saeed (Gorakhpur).

Date - N.A.

Pages - 393.

Subject - Islam - Tareekh.

مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب

بھائیو اسلمان ہونا تو کئی صدی پہلے سے نادر الوجود تھا اور صرف مسلمانوں کی سی صورت بنانے کا دستور چلا آتا تھا اب وہ بھی ہمارے مذہبی اقبال بھی بننا معیوب سمجھا جاتا ہے ہان تکمیت کی بدولت یہ زیادہ سننے میں آتا ہے کہ پدرم سلطان بود لیکن تاریخی واقعات کی ناواقفیت سے یہ پارٹ بھی پورے طور پر ادا نہیں ہوتا اسلیے زمانہ حال کے مذاق میں

مولوی محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت ضلع گورکھپور

مولف و مصنف

فسانہ دلپذیر۔ تاریخ حکمائے یونان۔ ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو

زائدہ ادوار الاسلام نے

تاریخ الاسلام

لکھکر

قوم کے سامنے پیش کی ہے جس میں عرب کی ابتدائی کیفیت کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ولید بن عبد الملک کی خلافت تک بالتفصیل اور پھر اسکے بعد بالاجمال زمانہ موجودہ تک کے اسلام اور اسلامی سلطنتوں کے حالات ہیں

منشی محمد سعید مدار نے اسدی پریس گورکھپور میں چھاپا اور وہیں سے شائع کیا

بار اول ایک ہزار (۱۰۰۰) جلد

تاریخ الاسلام کے باب اور فصل کی تفصیل

تمہید

میری کسی قانون کی شرح لکھتا - کوئی ڈائجسٹ بناتا یا قانونی مسائل پر کوئی مضمون لکھتا تو ایک بات تھی - وکالت کا پیشہ اور لکھنا مذہبی کتاب - وہ بھی ذرا ایک نہیں متعدد - چھوٹے چھوٹے رسالے نہیں بلکہ ضخیم کتابیں - مفتیوں یا مولویوں کا کام نہیں - بلکہ برسوں کی محنت - ناظرین کو اس سلسلہ کا لکھنا بہت ممکن ہے کہ حیرت ہو - وجہ بھی ایک عجیب واقعات پر مبنی تھی - اسلیے بیان کرنا ہی مناسب معلوم ہوا - ان کتابوں سے زیادہ تر قوم کی اصلاح مقصود ہے تو پھر انکی نوعیت کا بیان کر دینا بھی قرین صواب سمجھا گیا تاکہ قوم اسکی قدر کرے - خود کو مستفید اور مؤلف کو ماجور بنائے -

ہند کے مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ قرآن سے شروع کرتے ہیں - ممکن ہے کہ اور بلاد اسلام میں بھی ایسا ہی ہو - لیکن ہندوستان میں تو کوئی گھر اس سے مستثنی نہیں ہے جس طرح قرآن پڑھانے کا التزام ہے ویسا ہی یہ بھی معمول ہے کہ شروع میں مطلب سمجھ کر نہ پڑھا جائے - طوطے کی طرح بچے قرآن پڑھ جاتے ہیں اور پھر کہیں ہزار میں ایک ایسا لڑکا ہوتا ہے جو صرف - نحو - منطق - یعنی - بیان اور فلسفہ پڑھ کر قرآن کو بامعنی پڑھتا ہے - دینیات کی تعلیم میں اسقدر بیلوتہی مسلمانوں کے لیے بہت ہی شرمناک ہے -

شروع شروع بچوں کی تعلیم کا شوق بھلے مانسوں کے دل میں ضرور پیدا ہوتا ہے - ہر سمجھدار کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مہینوں اور برسوں کی تعلیم دنوں اور ہفتوں میں پوری ہو جائے - والدین کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ علم کو پانی میں گھول کر ایک ہی مرتبہ اپنے بچوں کو پلا دیں اور ہمیشہ کے لیے جھگڑا ہو جائے -

شروع میں اسی خیال نے مجھے بھی گھیرا - میں نے چاہا کہ لڑکے انگریزی شروع کرنے کے پہلے

یا پانچ ہی چھ مہینہ میں معاملات اور عبادات کے متعلق شرعی مسائل سے پورے طور پر واقف
ہو جاتیں - اور اسلیئے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو حرف شناسی کے بعد ہی پڑھائی جاسکے
بچوں کی طبیعت کا میلان قصے کہانی کی طرف زیادہ ہوتا ہے اسلیئے میں نے غلط یا صحیح طور پر یہ رائے قایم
کی کہ اسی پیرایہ میں مذہب تعلیم کیا جائے تو اچھا - اس خیال نے بی بی نا ہدہ کی ایک فرضی زندگی
لکھنے پر مجھے مائل کیا - طبیعت انگریزی ناولوں کے دیکھنے سے حاضر ہو رہی تھی اور ہوا و جم تھا ہی -
دو ڈھائی مہینے میں اتنا ہو گیا کہ اب کچھ بھی نہ لکھوں تو ایک خاصہ ناول طیار ہے - بے تکلف لکھتا چلا گیا -
اور یہ نہ سمجھا کہ یہ کتاب بچوں کے کام کی نہ رہی - کتاب ختم ہونے پر معلوم ہوا کہ مذہبی تعلیم کے لیے دو طرح
اچھی ہے - نوجوان جو مذہبی کتاب پڑھنے سے گھبراتے ہیں اُنکی مذہبی تعلیم کا یہ ایک نیا طریقہ ہے - لیکن مشکل
یہ ہے کہ بچوں کے سلیقے سے باہر ہے اور انکی قابلیت سے زیادہ ہے - انگریزی تعلیم نے جنکے دماغ کو خراب کر دیا
فلسفہ کی تعلیم نے مذہبی خیال دل سے بھلا دیا ہے اُن گمراہوں کے لیے یہ کتاب بیشک ایک مشفق معلم
ہے - لیکن بچوں کی لیے اتنا اہتمام بیکار ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ شروع ہی سے قصہ اور کہانی کی ترغیب لڑکوں کے اخلاق پر
بُرا اثر ڈالنے کا احتمال رکھتی ہے -

اب اس خیال نے مجھے ایک دوسری کتاب کی طرف متوجہ کیا - میرے ذہن میں آیا کہ سیدھے
سیدھے طور پر قرآن کا اُردو ترجمہ پڑھا دینا میرے مطلب کو پورا کر سکتا ہے - قرآن کے ترجمے متعدد ہیں
مجھے رائے قایم کرتے وقت یہ خیال نہ تھا کہ یہ تبدیل رائے مجھے مفسر اور مورخ بنانے پر منتج ہوگی -
اُردو ترجمے جو ہاتھ میں لیتا ہوں تو ہر ایک بجاے خود چیستان - عربی عبارت بخوبی سمجھ میں آگئی لیکن
ترجمہ اپنی زبان میں گا اور پھر سمجھ میں نہیں آتا - میں نے خیال کیا کہ ان ترجموں کا پڑھانا پھر بھی بچوں کو طوطا بنانا ہے
اب میں نے نہایت استقلال سے یہ رائے قایم کی کہ ایک ترجمہ قرآن کا میں خود لکھوں اور اسکی ترتیب
اس طور پر ہو کہ ایک جدا کتاب معلوم ہو جس طرح اُردو کی تمام مذہبی کتابیں ہیں اسی طرح یہ قرآن بھی
ایک جدا کتاب ہو اور عام فہم ہو - شروع سے آخر تک طالب علم سلسلہ وار بے تکلف پڑھتا اور سمجھتا چلا جائے
میرا ارادہ تو یہ ہوا کہ اصل قرآن کا ترجمہ ایک کتاب کی صورت میں لکھا جائے لیکن ضعف خیال نے اس بدعت
حسنہ پر جرأت نہ کر سکا - اب ترجمہ یوں شروع ہوا کہ ایک کالم میں اصل قرآن عربی کا - اور دوسرے کالم میں اُردو
زبان میں اسکا ترجمہ - قرآن جس وقت نازل ہوا تھا اُسوقت اُسپر شرح یا حاشیہ کی ضرورت نہ تھی - لیکن

رجانے اور حالات کے متغیر ہو جانے سے اب حالت یہ ہی کہ ترجمہ کتنا ہی صاف ہو بغیر شرح کے اکثر
مقامات سمجھ میں نہیں آسکتے اسلیے نیچے حاشیہ بھی لکھنا پڑا اور جس کتاب کو میں ترجمہ سمجھتا تھا وہ تفسیر ہوگئی
ظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میری محنت اور ذمہ داری کی نوعیت اب کیا ہی - کام شروع کرچکا تھا اسلیے منھ موڑنا
ناسب نہ معلوم ہوا - سورہ بقر ختم نہ ہونے پائی تھی کہ میرے احباب نے میرے خیالات کی تائید کی اور
ن تائید نے میرا حوصلہ بڑھایا - لوگوں نے ترجمہ کو چھپاکر شایع کرنیکی مجھے صلاح دی اور مجھے
ننا ہی پڑا - پہلے اپنے بچوں کی تعلیم مقصود تھی اور اب تمام قوم کے بچوں اور بڑے بڑے بوڑھوں کو فائدہ
ہنچانا مدنظر ہوا - بعض دوستوں نے مجھے رائے دی کہ ایک مطبع جاری کیا جائے اور اخبار نکلے
رکتاب لگانے میں چھپ جائے گی - میں یہ بار عظیم اپنے سر کب لیتا - لیکن میرے عنایت فرما منشی
ور سعید نے کمر ہمت باندھی اور کہا تم روپیہ دو اور یہ سمجھو کہ قرض دیا - اہتمام میں کرتا ہوں - میری مستعدی
ور میری مالی مدد سے منشی صاحب نے اخبار اور مطبع جاری کیا - الوقت (اخبار) نکلنے لگا - الوقت
کیا اہتمام سے ہمارے عنایت فرما کو کہاں چھٹی کہ اس تفسیر کی طرف انکو توجہ ہوتی - اخبار کی کثرت اشاعت
ورنامہ ہندون کی بھرمار سے اُس بیچارے کی عافیت تنگ تھی - اگر میں اپنے قرض کا تقاضا
خواست نہ مطالبہ کرتا یا اب کرون تو اُس بیچارے کا کہیں ٹھکانا نہ لگے - ایک غلطی یہ بھی ہوئی کہ باوجود
زشت کارکے قرآن کی اشاعت بھی شروع ہوگئی - جنکے پاس پہلا پارہ پہنچا انکو دوسرے کا انتظار ہی -
نا خریدنے کے خطوط میرے پاس بھی چلے آتے ہیں - صلاح نشد بلا شد - نیک نامی تو کیا ہوتی تمام
ہندوستان میں میری سہل انکاری ثابت ہوگئی - کسی قدر زیادہ توضیح کے ساتھ اس امر کے بیان
رنے کی ضرورت اسلیے ہوئی کہ اس سے اچھا موقع مجھے اپنی صفائی بیان کرنے کا حاصل نہ ہوتا -
بیش برس ہونے کہ سورہ بقر شایع ہوئی تھی اور اب تک صرف دس ہی پارے شایع ہوتے ہیں -
مطبع پر بالکل الزام نہیں ہی کچھ میرے تبدیل خیال کو بھی اسمین دخل ہی - قرآن کا پورے طور پر
سمجھنا پیغمبر خدا کے وقت کے حالات جاننے پر بہت کچھ منحصر ہی - اسلیے قرآن کا ترجمہ ختم نہیں ہوا تھا
میں نے پیغمبر خدا کے حالات لکھنے شروع کردیے اور ارادہ یہ ہوا کہ ایک مختصر سا رسالہ قرآن کے
ساتھ شایع کیا جائے - آنحضرت کے حالات لکھنے کے بعد کچھ دلچسپی بڑھی اور جی چاہا کہ خلفا کے اور کچھ
حالات بھی منضبط کیے جائیں تو اچھا - پھر اسکے بعد تاریخی مذاق پیدا ہوا اور یہ رائے قایم ہوئی کہ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ سے زمانہ حال کے مسلمانوں تک سلسلہ وار تاریخی حالات منضبط کیے جائیں
اور ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو آپ اپنی نظیر ہو۔ اس خیال نے مجھ پر اتنا بار ڈالا کہ نوک قلم سے
بیان نہیں ہو سکتا۔ کتاب دیکھ کر قدردان خود ہی اندازہ کر لیں گے۔

اس خیال نے مجھے ترجمہ قرآن کی اشاعت سے بالکل روک دیا اور میں تاریخ لکھنے کو ہمہ تن
مصروف ہو گیا۔ کئی تصنیفیں میری ناتمام تھیں اسلیے میں نے یہ قصد کیا کہ اس کتاب کے چھپ جانے
تک میں کسی سے کوئی تذکرہ نہ کروں۔ ہلال بدر بننے تک چھپا رہے اور پھر نکل آئے تو اچھا جس کوشش اور
مستعدی سے میں نے اس کام کو شروع کیا تھا میں سمجھتا تھا کہ یہ کتاب فی الواقع ایسی ہی ہوگی جیسی میں نے
ابھی تخیل دی۔ لیکن افسوس کہ میں اپنے ارادوں میں پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا بے زری یا عدیم
الفرصتی کا تو چنداں گلہ نہیں ہے۔ گلہ اپنی طبیعت سے ہے کہ وہ اتنا بار نہ اٹھا سکی جتنا میں نے پہلے اندازہ
کیا تھا۔ اور کچھ یہ بھی خیال ہوا کہ بھلا ایک کتاب تو کسی طرح شائع ہو جائے منصوبہ ہی منصوبہ ٹھیک نہیں
اسی اثنا میں لکھنؤ کے ایک صاحب مجھ سے ملنے آئے اور دو سو صفحے پروف سیٹ کے دیکھنے کو اٹھا
لے گئے۔ پھر یہ سنا گیا کہ وہ پرچے لکھنؤ پہنچ گئے۔ دبیر اور انیس اپنے شاگردوں سے تمام عمر خائف
رہے ہیں ڈرا کہ لکھنؤ کے کسی عیار کے قبضہ میں وہ پرچے آگئے اور مجھ سے پہلے اس نے اتنی ہی شائع
کر دی تو میری تمام کوششیں بیکار ثابت ہونگی۔ اس خیال نے مجھے اور بھی نامناسب عجلت پر مائل کیا۔

تاریخ نویسی کے لیے پچھلی کتابوں کا ذخیرہ اور موجودہ حالات سے واقفیت یہ دو باتیں بہت
ضروری ہیں۔ پہلے تو بغیر توسل شاہی کے تاریخ لکھنا ممکن ہی نہ تھا لیکن اب مطابع کی کثرت نے اہل علم
کو شاہی کتب خانوں سے کسی قدر بے نیاز کر رکھا ہے لیکن پھر بھی کہاں تک۔ موقت الشیوع پرچوں
کی کثرت نے تمام دنیا کی خبروں کی اشاعت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے گو صحت میں کبھی کبھی کچھ تامل ہوتا ہے لیکن
آسانیوں نے مجھے اتنے بڑے کام کی جرأت دلائی۔ مگر پھر بھی چند وجوہ سے آخر آخر مجھے اس امر کا تجربہ ہوا
کہ شخص واحد اتنا بڑا کام بمشکل انجام دے سکتا ہے۔ اٹھارہ صدی تک مستند کتابوں کی حالات کا منتخب
کرنا میرا کام تھا جسمیں میں نے حتی الوسع کوشش کی اور کامیابی حاصل کی۔ واقعات نہایت صحت کے
ساتھ درج کیے گئے۔ نہایت بے تعصبی سے واقعات لکھے گئے اور ایسی رائیں ظاہر کی گئیں۔ ناظرین کو غور کرنے
سے یہ معلوم ہوگا کہ مؤلف نے اپنے کو صرف محمدی سمجھا ہے نہ کسی فرقہ کا وہ پیرو ہے اور نہ مذہبی تعصب کے جوش میں

تا مصنفانہ امر کمنا پسند کرتا۔

انیسوین صدی کے حالات بھی نہایت اہتمام سے منضبط کیے گئے ہین۔ لیکن جن ذریعون کو مین نے قابل وثوق سمجھا ممکن ہی کہ آیندہ چل کر وہ غیر معتبر ثابت ہون۔ اسلیے یہ محض احتیاط کا درجہ ہو کہ انیسوین صدی کے حالات کی نسبت مین اتنا وثوق ظاہر نہین کرتا جتنا کہ اُسکے پہلے کے حالات بالکل یقینی اور احتمال صدق وکذب سے میرے نزدیک بہت زیادہ مبرا ہین۔

مین نے یہ چاہا تھا کہ تمام دُنیا کی اسلامی ریاستون سے بذریعہ مراسلت صحیح حالات دریافت کیے جائین۔ زمانہ موجودہ کی آسانیون پر نظر ڈال کر اس ارادہ مین کامیاب ہونا کوئی امر مشکل نہ تھا۔ لیکن صحابت نے اجازت نہ دی اور یہ بھی ایک خیال پیدا ہوا کہ جب اس کتاب کی طبع ثانی کی نوبت آئے گی تو اس قسم کے مواد نہایت آسانی سے بہم پہنچ سکین گے۔ جب تک مین اور میری تالیف گمنامی کی حالت مین ہی ممکن ہی کہ میری عرضداشت کیسی ہی پُر اثر لفظون مین کیون نہ ہو حصول مدعا کے لیے ناکافی ثابت ہو۔

محمود غزنوی کے وقت سے عربی اور فارسی کے الفاظ سنسکرت کے ساتھ ملنے لگے اور اسطرح جو بھاکا بنتا رہا اُسمین شاہجہان کے وقت مین ایک تغیر عظیم لاحق ہوا اور اب وہ بھاکا اُردوے معلیٰ کی صورت مین آگئی۔ مغلون کی سلطنت زائل ہوسکنے پر ممکن تھا کہ یہ زبان بھی مِٹ جاتی لیکن اس نئی زبان کی مقبولیت بھی حیرت انگیز ہی کہ روز بروز ناسکو ہوتی ہے۔ اور اب تمام ہندوستان کی مُلکی زبان اگر ہوسکتی ہی تو یہی اُردو ہی۔ شاہجہانی فوج کی زبان اُردو تھی۔ شاہجہان اور عالمگیر کے وقت مین شاہی فوج تمام ہندوستان مین پھری اور ہر جگہ اپنا رنگ جاتی آئی۔ یون تو تمام ملک کی یہ زبان ہو لیکن صحت اور لطافت کے اعتبار سے دلی اور لکھنؤ بس انھین دو مقامات کو اہل زبان ہونے کا فخر حاصل ہی۔ پہلے دلی کا نمبر اوّل تھا لیکن اب شعر و شاعری کی کثرت سے لکھنؤ کی زباندانی بڑھا جاتی ہی۔ مین نے اس امر کا اہتمام کیا کہ میری تاریخ لکھنؤ کے روزمرّہ مین لکھی جائے اور آیندہ چل کر معلوم ہو کہ مؤلف کے وقت مین اُردو زبان کہان تک ترقی کر چکی تھی۔ اس خیال نے مجھے ادرکن دقت مین ڈالا۔ محض لکھنے پڑھنے سے اہل زبان ہونا مشکل ہی۔ مین خود نہ دہلوی ہون اور نہ لکھنوی ہون اُردو زبان کے مواد بھی ایسے درست نہین ہین کہ اُنکے ذریعہ سے کچھ کام چل سکے۔ حضرت جلال لکھنوی

سے دو چار رسالے خاص اس بیان میں لکھے ہیں رفع ضرورت کے لیے تو وہ کافی نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی مجھے ممنون بنانے کے لیے بہت ہیں۔ اپنے نزدیک تو میں نے بہت کوشش کی ہو لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اہل زبان میرے چھوٹے منھ اور بڑی بات کو کہاں تک سکوت کے ساتھ سن سکتے ہیں۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ تاریخی معلومات میں نے کیونکر بہم پہنچائی۔ ظاہر ہو کہ کوئی خاص کتاب میرے تمام اغراض کو کافی نہ تھی اسلیے عربوں کے حالات عربی کتابوں سے لیے گئے۔ شاہان عجم کے حالات لکھنے میں میں نے فارسی کتابوں کو ترجیح دی۔ شہروں کے نام اور ملکوں کے نقشے اور جغرافیہ کے متعلق انگریزی کتابوں کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا اور پچھلے حالات کے لکھنے میں بھی انگریزی کتابوں سے بے نیازی نہیں ہوسکی۔ پرانے ناموں کو نئے ناموں سے مطابق کرنے کی غرض سے بھی انگریزی کتابوں کی ضرورت ہوئی۔ غیر قوموں کے خیالات دریافت کرنے کو بھی انگریزی کتابیں دیکھی گئیں تاکہ جابجا مخالف رایوں کی تردید بھی کی جائے۔ لیکن انگریزی کتابوں سے پرانے زمانے کے حالات کا انتخاب نہیں کیا گیا۔ اور جن مورخوں نے ایسا کیا ہو غلطی کی ہو۔ انگریزی کتابوں کا ماخذ بھی عربی کتابیں ہیں۔ عربی اور فارسی تاریخوں سے اپنی علمی استعداد کے مطابق اور قومی تعصب کے انضمام کے ساتھ جو واقعات یوروپین مورخوں نے نقل کیے ہیں اُنپر ایک مسلمان مورخ کو اپنی تالیف کا مبنی کرنا بہت ہی شرمناک بات ہو۔

اُردو اور انگریزی کی چھوٹی چھوٹی کتابوں اور موقت الشیوع رسالوں سے قطع نظر کرکے میں اُن بڑی بڑی کتابوں کا نام لکھتا ہوں جنسے میں نے تاریخی معلومات حاصل کیے ہیں۔

(۱) تاریخ ابن اثیر — عربی ۔ (۲) تاریخ ابن خلدون — عربی
(۳) الشجرۃ المحمدیہ — عربی (۴) ترجمہ تاریخ طبری — فارسی
(۵) روضۃ الاحباب — فارسی (۶) روضۃ الصفا — فارسی
(۷) تاریخ فرشتہ — فارسی (۸) ترجمہ قران سیل صاحب — انگریزی
(۹) گبن صاحب کی تاریخ اسلام — انگریزی (۱۰) سلسلہ تاریخ رومن امپائر — انگریزی
(۱۱) تاریخ اسپین — انگریزی (۱۲) تاریخ ٹرکی — انگریزی
(۱۳) + — انگریزی (۱۴) + — +

تاریخ الاسلام کے ابتدائی حالات جب لکھے جاتے تھے تو کبھی کبھی مجھپر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی - قانون پیشہ ہونے کی حیثیت سے اور نیز اخبار بینی اور کتب بینی کے شوق سے اقوام کی اکثر مہذب گورنمنٹون کے ملکی قانون مجھے معلوم ہین اور مسلمانون کے قانون تو مکتب ہی مین سکھا دیے گئے تھے - مین نے غور کیا تو اقوام دنیا کے لیے مسلمانون کا قانون سب سے افضل ثابت ہوا - مین نے ارادہ کیا کہ تمام اہم مسائل سے جدا جدا بحث کر کے مسلمانون کے قانون کی افضلیت ثابت کی جائے - طبیعت حاضر ہونے پر مین نے مختلف مسائل شرعی سے محققانہ اور منصفانہ بحث کر کے جو کتاب طیار کی اُسے گویا "الیوم اکملت لکم دینکم و رضیت لکم الاسلام دینا" کی تفسیر ہی سمجھنا چاہیے اور اسی رعایت سے کتاب کا نام "الاسلام" رکھا گیا ہے - خدا نے چاہا تو اپنے وقت پر یہ بھی شایع ہوگی - اور تاریخ اشاعت تک اسمین اضافہ ہی ہوتا رہیگا لیکن اسوقت مجھے مناسب معلوم ہوا کہ الاسلام مین جو حمد و نعت مین نے لکھی ہے اُسے اس کتاب مین بھی نقل کر دون صرف اسلیے نہین کہ مسلمان مورخون مین حمد و نعت سے ابتدا کرنا محمود سمجھا جاتا ہے - بلکہ اسلیے بھی کہ مذہب اسلام کی مین تاریخ لکھتا ہون اُسکی نوعیت سمجھانے کے لیے ان چند سطرون مین ایک خاص اثر ہے -

محمد احسان اللہ

۳۰ - جولائی سنہ ۱۸۹۵ء
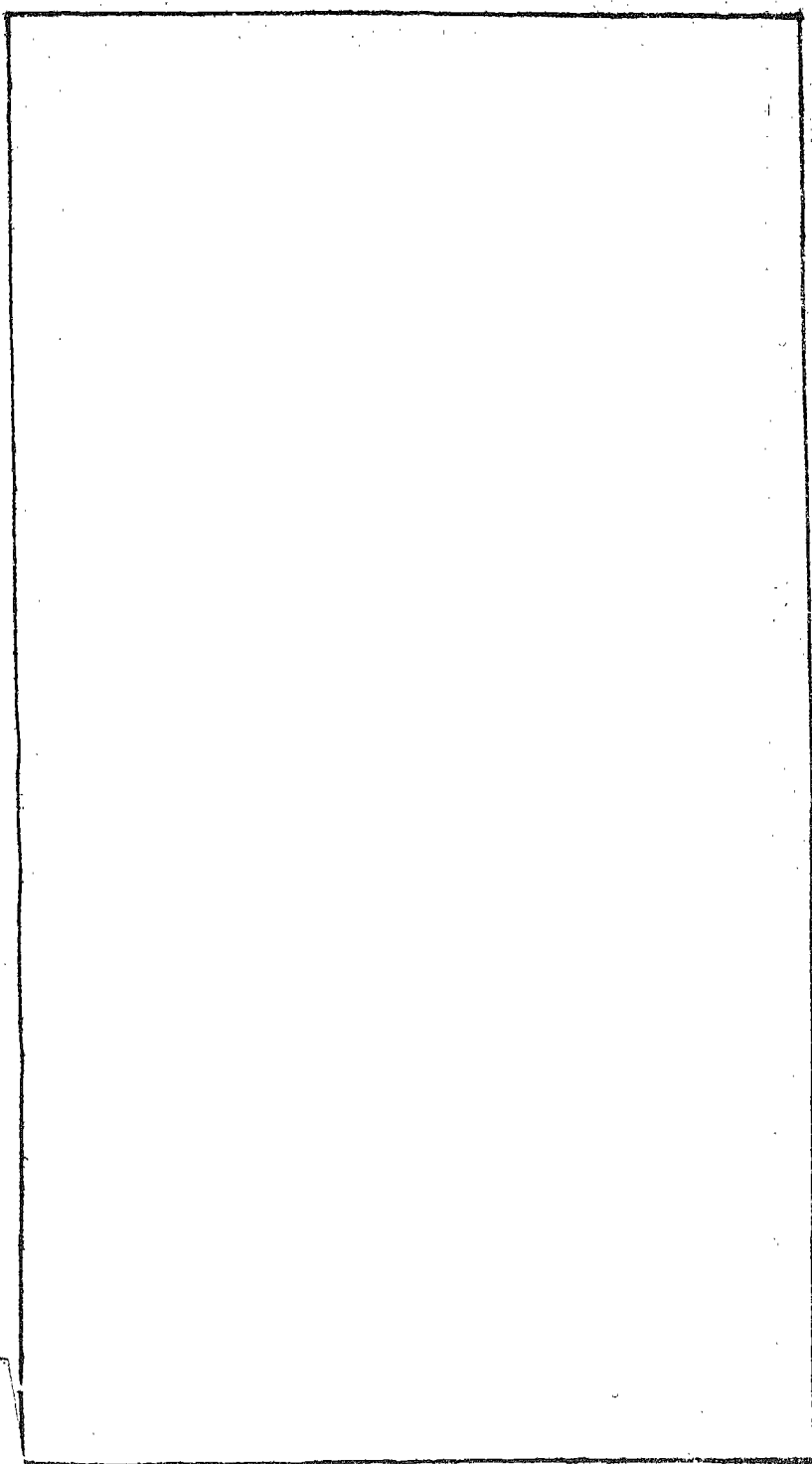
حمد و نعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آفتاب - ماہتاب - ستارے - زمین - ابر - دریا - پہاڑ - آگ - پانی - ہوا - مٹی - نباتات - جمادات - حیوانات - وغیرہ وغیرہ کے وجود سے تو انکار نہیں ہو سکتا - اور وجود بھی کیسا ہر ایک بجائے خود تماشا - اور بجائے خود نمونہ قدرت - انکا وجود تو ضرور ہے - لیکن انکے وجود پر بغور نظر کرنے والے کم ہیں - مثلاً تغیر موسم ہی کو دیکھو کہ وہ خود ایک تماشہ ہے - ابھی گرمی تھی سارا جسم پھنکا جاتا تھا - کہ دفعتاً پروائی ہوا چلی ابر گھرا - مینہ برسنے لگا - زمین سے آسمان تک کرۂ نار تھا اور دو ایک منٹ میں طبقہ زمہریر ہو گیا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلے آتے ہیں - زمین سطح آب کی طرح سپید ہو رہی تھی کہ نباتات نے زمین سے اپنا سر نکالا - بوئے ہوئے بیج دو ہی چار روز میں جم گئے - سبزہ زمردین سے تمام زمین بھر گئی درختوں میں بھی نئی نئی کونپلیں نکلیں - جامہ سبز پہن کر تمام درخت اکڑے ہوئے کھڑے ہیں -

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار　　ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

برسات کے موسم جانے پر جاڑے کا موسم شروع ہوا اور جاڑے کے بعد گرمیاں آئیں - جاڑوں میں جو چیزیں انسان کو پیاری تھیں وہ گرمیوں میں خود بخود بیکار ہو کر نظروں سے گر گئیں - برسات میں یہ سمجھا گیا تھا کہ پانی نباتات کی جان ہے - جاڑے کی شب شبنم کی وجہ سے نصف برسات ہے لیکن پھر بھی سبزہ زار زندگی سے ناخوش ہے اور اپنی صورت سے بیزار ہے - درختوں کے پتے گر گئے ہیں سوکھی ٹہنیاں کھڑی موسم بہار پر ماتم کر رہی ہیں یا آیندہ بہار کے خیر مقدم کیلیے برہنہ تن خوابگاہ سے اٹھی ہیں - جاڑوں میں تو کچھ شبنم کا آسرا تھا اب جیٹھ کی ہوا نے اسے بھی اڑا دیا - زمین جیسی دن کو خشک ویسی ہی رات کو

خشک۔ پچھوا ہوا نے سطح زمین کو سوکھی راکھ سے مشابہ بنا دیا ہی۔ قیاس ہوا چاہتا ہی کہ سبزہ برسون دیکھنے
مین نہ آئیگا کہ دفعتًا تغیر موسم نے اپنا زور دکھایا۔ موسم برسات نے بھی کہین زیادہ خوشنما حالت مین سبزون
پھولون کے تاج رکھے ہوئے نئی پتیان نمودار ہوئی ہین۔ دُنیا کے انقلابات کا بظاہر ایک سبب ہی لیکن وہ
سبب محض تسکین طلب کے لیے ہی نہ کوئی کلیہ ہی اور نہ کوئی معین قاعدہ ہی۔ جو حالت پیدا ہوتی ہی انسان اُسکے
لیے راے قایم ہی کرلیتا ہی اور اس تھوڑی تھوڑی کی راے زنی کو وہ اپنا علم یا کمال دانش سمجھتا ہی لیکن جو جتنا ہی
سمجھدار ہی وہ اُتنا ہی معاملات دُنیا مین اپنی راے کو ناقص اور عقل کو ناکافی محض سمجھتا ہی۔

علم طب کے پڑھنے والے اور علم تشریح کے واقفکار زیادہ انہماک سے فرصت نہین پاتے ورنہ صنعت
کردگار کے معائنہ سے دیوانے بنجاتے۔ انسان پیدا ہوا۔ بڑھا جوان ہوا۔ بوڑھا ہوا۔ کمزور ہوا۔ اور مرگیا
اور کبھی چلتے چلتے گرا اور قبل از وقت مرگیا۔ اس درمیان مین اُسکی حالت مین بے انتہا تغیرات ہوتے ہین
جنمین اکثر خود اُسے محسوس نہین ہوتے۔ خود اُسکی ترکیب جسم کے متعلق ایسے ایسے راز اور ایسی ایسی حکمتین ہین کہ تمام دُنیا
کا علم حاصل ہونے پر بھی انسان اپنے کو پہچان نہین سکتا۔ اور نہ اپنے جسم کی ماہیتون کا مدرک کامل ہو سکتا
الحمد اللہ کچھ ٹھیک ہی جس طرح آنکھ کے تل مین تمام عالم سمایا ہی اسی طرح انسان جزو ضعیف تمام قدرت کا
ایک خلاصہ ہی یا دوسرے معنون مین کہیے تو قادر مطلق کی بے انتہا صنعتون کا ایک ادنی نمونہ یا باغ عالم
کا ایک ادنی شگوفہ ہی۔

بہرحال انتظام عالم پر غور کیا جائے۔ خود اپنے وجود اور ترکیب جسم پر لحاظ کیا جائے۔ دُنیا کے انقلابات
اور عالم کے موجودات پر بغور نظر ڈالی جائے تو اِن تمام چیزون مین کم سے کم ایک قوت کا ادراک تو ہر فرد بشر کو ہوگا
اور یہ معلوم ہوگا کہ اُسی قوت سے چیزون کا وجود قایم ہی۔ پھر اس وجود کے اسباب پر غور کیا جائے تو ہر ایک
اپنے پندار کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ لیگا سوچنے والے ذرا بھی سوچینگے تو اِن قوتون کو جُدا جُدا خالق
ماننے کی جرأت نہ کرینگے اور نہ یہ کہہ سکینگے کہ یہ اسباب باہم ایک دوسرے سے بے تعلق ہین۔ اب یہ قوتین
بحیثیت مجموعی یا یہ اسباب بشکل واحد کسی قوت یا سبب پر خواہ مخواہ منتہی ہونگے بس اسی علت العلل کو اسلام
مین الہٰ یا خالق سے تعبیر کرتے ہین اور اُسی ذات واحد کو مختلف اعتبارات سے قادر مطلق۔ رب۔ رحیم
رزاق وغیرہ وغیرہ پیارے نامون سے پکارتے ہین۔

ش　اسلام پہلے یہ سکھاتا ہی کہ مختلف قوتون کو تم اللہ نہ کہو اور نہ مختلف اسباب کو خالق سمجھو یہ ضرور ظاہر کر

کہ اللہ نے ہر چیز کے وجود یا عدم کیلیے اسباب بنا رکھے ہین عملی طور پر ان اسباب کے خلاف نہین ہوتا
ان اسباب پر غور کرنا انسان پر فرض ہی۔ بلکہ ایک قسم کی عبادت یہ بھی ہی لیکن اسلام یہ تسلیم نہین کر سکتا کہ خالق مطلق
نے عالم کو پیدا کرکے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ دنیا کا گورکھ دھندا بنا کر خود وجود معطل بن بیٹھا۔ بیشک اللہ اسکو
پسند نہین کرتا کہ وہ اسباب سے قطع نظر کرکے ہر وقت اپنے اختیار تمیزی کو نافذ کرتا رہے (علم اور تجربہ کہتا ہی کہ خدا
ایسا نہین کرتا) لیکن یہ کہنا کہ وہ چاہے جب بھی نہین کر سکتا۔ بھائیو چھوٹا منہ بڑی بات ہی۔

اسکی توضیح

خدا کو ایک اور قادر مطلق ماننے مین جو مصلحت ہی اُسے یون سمجھ سکتے ہین۔ دنیا مین جتنی باتین وقوع
وقوع پذیر ہوتی ہین اُنکے لیے ایک نہ ایک سبب ضرور ہوتا ہی۔ سبب یا تو ایسا ہی کہ انسان اُسکو بادی النظر مین
یا ذرا غور کرکے بعد سمجھ سکتا ہی یا ایسا ہی کہ انسانی عقل اُسکے ادراک سے عاجز ہی۔ آخر الذکر صورت مین بسا اوقات
انسانی کمزوری گمراہی کی طرف منجر ہوتی ہی۔ مثلاً بیماری کی حالت مین طبیب کے پاس جانا عطار سے دوا مانگنا حجام کی منت
کرنا بیجا نہین ہی کیونکہ دنیا عالم اسباب ہی۔ اسباب کا محتاج بننا گویا قانون قدرت کے بالکل موافق ہوتا ہی۔ لیکن
بیماری کو خطرناک سمجھ کر اسباب ظاہر سے چشم پوشی کیجائے اور کسی جاہل کے کہنے سے بیمار اپنے جسم کے برابر دھاگا
ناپ کر پیپل کے درخت مین لپیٹ آئے اور یہ امید رکھے کہ پیپل شفا بخشنے مین اپنا اثر دکھائے گا تو یہ عقلاً
بہت معیوب ہی اور اسلام اسکو شرک بتاتا ہی اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہی کہ "انھین کم فہمیون کے مٹانے کے
لیے مین زیادہ تر ضروری سمجھا جاتا ہون" یعنے اسباب ظاہر کے ہوتے ہوئے کسی شی کو بے وجہ قادر مان لینا قادر مطلق
کی قوت سے انکار کرنا ہی اور اسی کو اصطلاح شرع مین کفر کہتے ہین۔ یا ایسی ہی حالت مین کسی کو اللہ کا ساتھی سمجھ
لینا شرعی اصطلاح مین شرک کہلاتا ہی۔ مین یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ کفر و شرک نوع انسانی کے لیے کیون مضر
ہین۔ جس طرح عالم اسباب ظاہر مین بسا اوقات حاکم وقت کی اطاعت لازم ٹھہرتی ہی۔ بغیر اسکے انسان کو آرام
میسر نہین آسکتا ویسے ہی اسباب مخفیہ مین ایک قوت (اللہ) کو قادر مطلق ماننا۔ صبر۔ قناعت
دلجمعی۔ اطمینان کا سبب ہوتا ہی۔ اور لوگ سمجھ سکتے ہین کہ بغیر ان باتون کے سچی خوشی جسکی احتیاج سے
کوئی بے نیاز نہین ہو سکتا کسی طرح حاصل نہین ہوتی۔ مجھے اس کتاب مین مذہب کو لامذہبی پر ترجیح دینا
نہین ہی بلکہ صرف یہ دکھانا ہی کہ مذہب اسلام تمام مذاہب سے افضل ہی۔ اسلیے اس بحث پر مجھے صرف
اسیقدر لکھنا ہی جسقدر اسلام کی ماہیت دریافت کرنے مین نفس مذہب کا مفہوم جاننا ضروری ہی۔ کلمۂ اسلام یعنی
(لا الٰہ الا اللہ) اسکا مطلب صرف یہ نہین ہی کہ ذات [illegible] قدرت سمجھو بلکہ پہلے یہ سمجھو کہ دنیا مین جتنی باتین ہوتی ہین

ہو رہی ہیں یا ہونگی اِن سب کا سبب صرف وہ قوت ہے جسکو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور چونکہ وہ ایسی قوت یا ایسا
سبب ہے جہاں تمام قوتیں یا اسباب منتہی ہوتے ہیں اسلیے اس قوت یا سبب کا قادر مطلق ہونا لازم ہے اور کسی کو
قادر مطلق نہیں کہہ سکتے جب تک اُسکے شریک یا ہمتا کا وجود ممتنع نہ ہو۔

منہ سے لا الہ الا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام امور دنیاوی میں اللہ کو صحیح سبب سمجھا جائے
خدا کی عظمت اور جلالت کسی حالت میں کم نہو عملی طور پر یہ دکھا دیا جائے کہ کلمہ گو کے دل سے کسی انسان یا حیوان کا
خوف یا دنیاوی طمع اللہ کے قادر مطلق ہونے کے علم اور یقین کو ذرا بھی کم ہونے نہیں دیتی۔ مسلمان کسی سے ڈرتا ہے
تو صرف اُسی حالت میں کہ وہ ڈرنے کو اپنے اوپر شرعاً فرض جانتا ہے۔ بیجا خوشامد بے موقع چاپلوسی۔ ناروا کامی یہ سب اہل
اسلام کا شعار نہیں ہے۔ ہاں یہ اہل اسلام جائز امور میں فرمانروا ے وقت کے مطیع اور زیر حکم رہنے کو ہی طیار رہتے
ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس خصوص میں نص قرآنی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم تاویل کی گنجایش نہیں رکھتی اسلام
جو شجاعت تعلیم کرتا ہے اُسکا اقتضا یہ ہے کہ اگر لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ قرآن میں نہ آتا تو اہل اسلام بوقت حاجت سانپ
ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ شیر کے منہ میں کلائی ڈال دینے یا دریا میں کود پڑنے میں بھی دریغ نہ کرتے۔ غرض کہ موحدین
کی شان سے ہے کہ وہ اللہ کو ہر دم حاضر و ناظر سمجھیں اور بھی اُن تمام تعریفوں اور کمالات کی جو پچھلے مسلمانوں
کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ زمینداروں کے نزدیک تحصیلدار مالگزاری خدا سے حلقہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن
سائیں تحصیل کے لیے کوئی چھوٹا سا مجسٹریٹ ضلع یا کمشنر قسمت آجائے تب دیکھیے کہ تحصیلدار ہے کہ ادنیٰ چپراسی
کی وقعت بھی عوام کی نظر میں نہیں رکھتا تھوڑی دیر کے لیے گویا اُسکی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ مشعل کے
آگے چراغ کی روشنی زائل ہوئے بغیر رہ نہیں سکتی۔ دن میں سورج کے سامنے مشعل کی کیا مجال کہ اپنی روشنی پھیلا سکے
اور یہ تو گویا ضرب المثل ہو رہا ہے کہ نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ بس یونہی سمجھیے جو اللہ کو پورے یقین کے
درجہ پر حاضر و ناظر اور قادر مطلق جانتے ہیں اُنکو پھر کوئی دوسری شے قابل لحاظ معلوم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ نہ خوف
بیجا کو قریب آنے دیتے نہ ناحق کی طمع دل میں رکھتے۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا۔ غیبت۔ کبر۔ لالچ۔ بغض۔ حسد وغیرہ
وغیرہ اخلاق مذموم ایسے اس طرح فرار کرتے ہیں جس طرح تاریکی شب سے نور اور حرارت آفتاب سے شبنم۔ منہ سے
موحد بننا تو آسان ہے لیکن دل سے اور اپنے یقین سے موحد ہونا ذرا مشکل ہے اور اس زمانہ میں تو بہت
مشکل ہے۔ اسلام نے سمجھایا ہے کہ کافر کلمہ پڑھنے سے ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آج ماں کے پیٹ سے نکلا۔ توحید
کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں سچے دل سے اگر اختیار کی جائے تو آدمی کی ماہیت اُس سے بدل جاتی ہے۔ صانع جب ہی

سانپ جس طرح کینچلی سے نکل کر نئی حالت پیدا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی موحد بننے سے ایک نئی دنیا مین آجاتا ہے۔ اس توحید سے کچھ ایسے خیالات حمیدہ اور عقائد حسنہ پیدا ہوتے ہین کہ انسان اپنی پہلی حالت سے کوئی نسبت ہی نہین رکھتا۔ سچے اسلام نے اپنا جلوہ دکھایا نہین کہ جہین جاتا رہا بہت بڑہ گئی دل و دماغ مین قوت آگئی۔ خیالات مین تازگی اور شادابی پیدا ہوئی۔ حق اور باطل مین تمیز ہونے لگی۔ تاریکی خیالات زایل ہوئی۔ مختصر یہ کہ اسلام سے دفعتاً نوعیت ہی بدل گئی کیسی گاؤن کے دیہاتیون سے ایک کاشتکاری کے کام مین لگا ہوا ہو چھوڑ دیا جائے اور چھوٹا سا کیمبرج یونیورسٹی مین تعلیم پانے کے لیے انگلینڈ بھیجدیا جائے۔ اب آٹھ دس برس بعد چھوٹا بھائی اپنے گھر واپس آئے تو ظاہر ہو کہ اُسکے بھائی کو اس سے کوئی نسبت نہ ہوگی انگلینڈ کی تعلیم اور صحبت پچھلے لڑکے پر کچھ ایسا اثر ڈالدیگی کہ اُسکی فطرت ہی بدلی ہوئی نظر آنے لگی۔ اس سے کہین زیادہ حیرت افزا وہ ترقی تھی جو باعث اثر اسلام کی بدولت آناً فاناً عرب اور اُسکے گرد نواح کے باشندونکو حاصل ہوئی مسلمانون کی صحبت نصیب ہوتے ہی تمام باتون مین زمین اور آسمان کا فرق معلوم ہونے لگا۔ اسکا سبب صرف یہ تھا کہ پیغمبر خدا کے اکثر صحبت یافتہ لوگ توحید کے معنی سمجھتے تھے اور اُسپر دل سے یقین کرتے تھے اور بے تکلف اس قابل تھے کہ اپنے یقین کے فیض صحبت سے دوسرون کی طرف منتقل کرسکین۔

تصدیق رسالت کے ساتھ مُنہ سے کلمہ توحید کہنا اور دل سے اُسپر یقین کرنا اسلام کے لیے کافی ہے۔ یہ تو ایک مسلم بات ہوئی۔ اب گفتگو یہ ہے کہ یقین یا تصدیق بالقلب کیا شے ہے۔ بعضون نے تو یہ لکھا ہے کہ جو شخص بغیر القول بڑے بڑے معاصی کا مرتکب ہو وہ ہرگز مسلم نہین ہے اور صحیح یہی ہے کہ خدا کو سچے دل سے حاضر و ناظر جاننے والا یا دل کی آنکھ سے اُسکا دیکھنے والا ارتکاب جرایم کرہی نہین سکتا اگر کسی فوری اثر یا دلوانہ وار جوش کی وجہ سے وہ جادہ اعتدال سے کبھی پھر بھی گیا تو خدا کا خیال اُسے پھر اپنی اصلی حالت پر ضرور کھینچ لائیگا۔ اسی بازگشت کو اصطلاح شرع مین توبہ کہتے ہین۔ خیر یہ تو ایک دوسری بحث ہے لیکن ایک امر سمجھ مین نہین آتا اور وہ یہ کہ ایک شخص مُنہ سے تو کلمہ پڑھتا ہے لیکن اُسکے افعال بالکل مسلمانون کے سے نہین ہین اگر یہ مسلمان ہے تو پیغمبر کے زمانہ مین منافق کسکو کہتے تھے منافق وہی ہے جو خوف طمع یا مصلحت پر نظر ڈالکر کلمہ تو پڑھ لیا کرے لیکن اُسکے دل مین کچھ اسلام کا خیال نہ ہو تو اب زمانہ حال کے مسلمان اپنی طبیعتون پر غور کرین کہ وہ کلمہ گو محض اسلیے ہین کہ اُنکے باپ دادا کلمہ پڑھتے چلے آئے ہین یا وہ خود اسطرح توحید کے دلدادہ ہین کہ اگر وہ مسلمان گھرانے مین پیدا نہ ہوتے جب بھی توحید کی محبت اُنھین اسلام کی طرف ضرور کھینچ لاتی۔ اب ہر شخص بطور خود فیصلہ کرلے کہ اُسکے اسلام کی نوعیت کیا ہے

مجھے اس زمانہ کے اسلام پر کوئی گھمنڈ نہیں ہے لیکن اسقدر لکھنے سے میرا قلم رک بھی نہیں سکتا کہ زمانہ گذشتہ کی
حالت کچھ بھی ہو اس زمانہ میں صرف کلمہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔ وہ زمانہ انھیں نیک
لوگون کے ساتھ گیا کہ ادھر کلمہ پڑھا اور ادھر فیض صحبت نے کلمہ کا مفہوم دل پر کالنقش فی الحجر کندہ کر دیا جس کلمہ گو کو تصدیق
قلب پر بھی مجبور ہونا پڑا۔ اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ ہم خود ہی مسلمان نہیں ہیں دوسرون کو کیا مسلمان کرینگے ہم
خود راہ بھولے ہیں دوسرونکو کیا راہ بتائینگے۔ کئی صدی پہلے سے مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب کہا جاتا
تھا۔ اسکو گر اور اکثر کتابون کے نشانات بھی باقی نہ رہے اسلیے یون کہیے کہ مسلمان و مسلمانی ہر دو در خواب خیال
ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ مجھے یہان موجودہ اسلام کی تفضیح مقصود ہے میں ایسا کرون تو کچھ بیجا بھی نہیں ہے لیکن چونکہ
یہ بحث اس کتاب کی موضوع نہیں ہے اسلیے مین اسپر زیادہ لکھنا نامناسب سمجھتا ہون۔ مجھے خیال یہ پیدا ہوا اور
سچا پیدا ہوا کہ مین اس کتاب مین یہ ثابت کرنا چاہتا ہون کہ اسلام نعمت خدا ہے۔ میری تمام دلیلون کے پڑھنے
کے بعد مسلمانون کی حالتیں دیکھکر کہیں مخالفین کہنے لگین کہ اگر یہی نعمت خدا ہے تو ہم اس نعمت سے درگزرے
یہ مسلمانون ہی کو مبارک رہے اسلیے مختصر طور پر یہ دکھا دینا لازم ہوا کہ زمانہ حال کے مسلمان اور خصوصاً اہل ہند کے
مسلمان بمشکل اپنے کو مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ کچھ دنون پہلے یہان کے مسلمان اہل اسلام کی صورت اور شکل بنا کر
غیر اسلام کے نقال سمجھے جاتے تھے۔ اب زمانہ کے ایر پھیر سے وہ بات بھی جاتی رہی۔ اب مسلمانونکو مسلمانی صورت
بنانے سے بھی نفرت ہے اہل اسلام ہونا اور اسلام پر فریفتہ ہونا کیسا۔ میں جس اسلام کی عظمت اور حکمت اس کتاب میں دکھانا
چاہتا ہون وہ اسلام معدوم تو نہیں ہے اور نہ معدوم ہو سکتا لیکن بہت ہی خاص خاص لوگون میں ہے اور وہ بھی اسطرح
کی بے سروسامانی کی حالت مین پڑا اپنے منانے چاہنے والون کی سوگ مین ماتم کر رہا ہے اگر اسلام کا نمونہ اپنا عملی طور
پر دیکھنا ہو تو پچھلے مسلمانون کے کارنامے تاریخون کے صفحے الٹ کر پڑھ لیجیے اور سمجھیے کہ جب تک اسلام اسلام کی طرح سمجھا گیا
اُسنے کیسے کیسے سلوک اپنے معتقدین کے ساتھ کیے اور اپنے چاہنے والون کو کیا سے کیا کر دیا اور انھین کہان سے
کہان پہنچا دیا۔ اب بھی جو لوگ اسکے چاہنے والے ہیں یہ اپنی نعمت سے انکے ساتھ دریغ نہیں کرتا لیکن ذرا ایک تقسیم یا
دو چار کی حالت کس شمار میں ہے اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا جب لوگ ایک دل اور ایک جماعت ہو کر سچے دل سے اسکی
پیروی کرین تو معلوم ہو کہ اسلام کا چشمۂ فیض کبھی خشک نہیں ہو سکتا اور نہ اسکے سچے اور مستحکم اصول کسی حالت اور کسی زمانہ
مین نامناسب کہے جا سکتے ہیں ہر وقت مردہ سینے کو بیدار ہے بشرطیکہ اسکے مناسب طور پر برتا جاہی جائے نوع انسانی کی اصلاح
کے لیے اسلام سے اچھا قانون بن نہیں سکتا لیکن تعجب تو یہ ہے کہ خود اہل اسلام جب چاہتے ہیں کہ اپنی حالتیں درست کرین تو

اسلام

سلام کے سوا دیگر قواعد کی پیروی کرتے ہیں اسلام جسنے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا آج وہ صرف اپنی مسجد
کے گنبد میں ارکان عشرہ کی صحت درستی صف نماز جنازہ وغیرہ وغیرہ چند مسائل و امور میں منحصر ہو رہا ہے اور اسکی [illegible]
یہ علما کی تنگ خیالی یہ کہتے ہیں کہ انھیں چند ارکان میں اسلام کی ساری روشنی کا ظہور ہے۔ دنیاوی امور میں اسلام پر چلنے
اگر اپنے کو اتقا کی کتابوں میں معاملات کا پڑھنا پڑھانا بھی متروک ہے۔ غضب ہے کہ اہل اسلام اور وہ بھی کیسے کہ بڑے بڑے متقی
ہو گئیں، الحمد مسئلہ یا نماز کی صف سیدھی دیکھ کر مرنے کو طیار ہو جائیں یہ بھی نہیں جانتے کہ اللہ نے وعدہ کیا تھی ہے معاملات
شرعیہ میں دیانت کا کیا اقتضا ہے۔ بد عہدی انکا مفہوم کیا ہے اور رزق حلال کسکو کہتے ہیں

دوم "محمد رسول اللہ" محمد خدا کا پیغامبر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تین لفظ کا جملہ بہت ہی آسانی سے بولا جا سکتا ہے لیکن جیسا کہ
اور اسکا سچا سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ ظاہر ہے اسکو کہنا ایمان کی تکمیل کے لیے وحدانیت کے ساتھ یہ بھی ماننا
ضرور ہے کہ محمد خدا کا پیغمبر ہے یعنی جتنی باتیں محمد نے سکھائی ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور اسلیے وہ سب
حکمت سے بھری ہیں۔ "اللہ کی طرف سے ہیں" یہ سمجھنا اعتقاد و یقین پر مبنی ہے لیکن انکا حکمت سے پر ہونا
ہم آئندہ ثابت کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ انپر غور ہو یا اس اعتقاد و یقین کی استواری میں بہت کچھ مدد ملے
جب ہم یہ دکھا دینگے کہ جو قانون آنحضرت محمد رسول نے جاری کیا وہ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ قوانین سے عقلاً افضل
تو خود بخود عقل سلیم یہ مان لیگی کہ ایسا مستحکم اور لازوال قانون حکمت اور [illegible] بھرا ہوا [illegible] انسان کے دماغ کا
بنایا ہوا ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا کا گھر۔ خدا کی کتاب۔ خدا کا قانون۔ خدا کا حکم ان سب میں اضافہ محض اظہار
کی غرض سے ہے۔ ورنہ کوئی گھر کوئی کتاب کوئی قانون کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو خدا کے علۃ العلل ہونے کے لحاظ سے
کا نہ سمجھا جائے "شریعت خدا کا قانون ہے" اسکا مطلب یہ ہے کہ جس قانون قدرت سے انتظام عالم قائم کیا ہے اسی کا تقاضا
یہ ہے کہ انسان جو لطف زندگی بسر کرنے میں شریعت محمدی یعنی اس قانون کا پابند رہے جسکو قانون ربانی کہا جاتا ہے "قرآن
کلام اللہ" ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے جو قانون بندوں کے لیے بنایا اسکا اسمیں ذکر ہے اور اللہ نے بندوں
کی تعلیم کے لیے اپنے رسول پر اتارا ہے۔ یونہی تو ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور ساری چیزیں اسی کی اتاری ہوئی ہیں لیکن
قانون شریعت اور قرآن کی نسبت اسکی تخصیص انھیں معنوں میں بیان کیجاتی ہے جنکی توضیح ہم اوپر کر چکے
پیغمبر کو ریفارمر سے تعبیر کیا جائے تو نئے خیال والے بخوبی سمجھ سکینگے۔ تاریخ جاننے والے اسپر متفق ہیں کہ پیغمبر
سے ہمیشہ اصلاح حالت ہوتی رہی ہے۔ کوئی زمانہ کوئی قوم مذہبی خیال سے خالی نہیں رہی۔ خلقت آدم سے مذہبی
خیالات کا [illegible] نوع انسانی کے ساتھ ہی مذہب بھی پیدا ہوا۔ عقل سے کام نہ لینا بڑا ظلم ہے خلقت

انسانی کے ساتھ مذہب کا لزوم روز ازل سے ہے تو آخر کچھ اسکی وجہ بھی سوچنا چاہیے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جس نظرت نے انسان پیدا کیے اُسی نے انسان کی یا اس زندگی بسر کرنے کے لیے قانون بھی بنا دیے قانون بتانے والے اصطلاح مذہب میں رسول اور نبی کے نام سے پکارے گئے اصول میں یہ قوانین یکساں ہیں جہاں کچھ اختلاف ہے وہ بہت ہی ضعیف اور ناقابل لحاظ ہے ۔ ایک جدید پیغمبر کا آنا اس غرض سے نہ تھا کہ کسی نئے دین یا نئے خدا کا وجود اسکو قایم کرنا تھا بلکہ ایک پیغمبر کے احکام کو جب اُسکی اُمت بھولنے لگتی تو اصلاح حالت اور یاد دہانی کے لیے دوسرا پیغمبر یا رفارمر آتا اسوقت دنیا کے مختلف مذاہب میں جو اختلاف ہے وہ محض اُمت کی غلط فہمیوں یا تعصب کا نتیجہ ہے اور یہی ایک بڑا ثبوت اس امر کا ہے کہ کیوں پے درپے پیغمبروں کے آنے کی ضرورت ہوئی پیغمبر آخر الزمان کا درجہ جو اور پیغمبروں سے فائق سمجھا جاتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ انکی بعثت ایسی زمانہ میں ہوئی کہ دُنیا بہت کچھ ترقی کر چکی تھی ۔ جو کام پہلے انبیا کے تعلق تھا وہ پیغمبر آخر الزمان کے علماے اُمت کے تعلق کیا گیا ۔ علما اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل ۔ دیکھیے ہر قرن اور ہر فرقہ میں سوا قرآن کے کتنی مذہبی کتابیں قرآن کی موافقت یا اُسکی تفسیر میں تصنیف ہوئیں اصلاح اُمت کے لیے کیسے کیسے لوگ پے درپے پیدا ہوتے رہے اور انھیں سچائی اشخاص کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم اسلام کو مانیں یا نہ مانیں اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اسلام کی تصویر کہیں سے میلی یا خراب ہونے نہیں پائی ۔ اب جس پیغمبر کی امت میں انبیاء بنی اسرائیل کی طرح علما پیدا ہوں اُسکے خاتم النبین افضل البشر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ؟ محمدؐ کی افضلیت کی آپ ایک چھوٹی سی دلیل میں نے بیان کر دی ورنہ ایسی سیکڑوں دلیلیں ہیں ۔ مجھے اس کتاب میں لکھنا کچھ اور ہے اسلیے ان باتوں میں اُلجھے رہنا میں پسند نہیں کرتا ۔

بعضوں کا خیال یہ ہے کہ امور دنیا ایک معین قانون قدرت پر چلتے رہتے ہیں ۔ خدا کو پیغمبر پیدا کرنا اُسکے پاس جبریل کی معرفت کتاب بھیجنا معجزات سے اپنے پیغمبر کو سچا ثابت کرنا اس دخل در معقولات سے کیا واسطہ ؟ میں اسکے جواب میں وہی کہونگا جو پہلے لکھ چکا ہوں کہ اہل اسلام کیا دُنیا کا کوئی سمجھدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے دُنیا کا گورکھ دھندا بنا کر اپنے کو وجود معطل کر دیا ۔ انسان جو یہی نہیں سمجھ سکتا کہ خالق مطلق نے پہلے انڈے سے مرغی پیدا کی یا مرغی سے انڈا اُسکی یہ مجال کہ تحقیق عالم او اُسکے انتظام پر کوئی ایسی قطعی رائے قایم کرلے کہ اُس سے عدول کرنے کو بے عقلی سمجھے ع حیف بر این دانش و فرزانگی لیکن جو لوگ ایسے ہی ضدی ہیں کہ جو بات ذہن میں سمائی اُسکے خلاف سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ آنسے ہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

از ابتداے عالم تا ولادت محمدؐ رسول عربی

فصل اول

ملک عرب کا جغرافیہ اور اسکے مختصر حالات

[illegible] کتاب مین مسلمانون کی تاریخ لکھی جاتی ہے۔ اسلام کی ابتدا تو عرب سے ہوئی لیکن آگے
[illegible] تمام دُنیا پر اثر ڈالا اور اسلیے اسلام کی تاریخ لکھنا گویا بالاجمال تمام دُنیا کی تاریخ لکھنا ہے
[illegible] تاریخ لکھنے کے پہلے اُسکا جغرافیہ بیان کرنا ضرور ہے اور اسلیے اس کتاب مین جب کسی ملک کا
[illegible] اپنے موقع پر اُسکا نقشہ اور جغرافیہ بھی ضرور بیان کیا جائیگا۔ ممکن ہے کہ اِس کتاب کے
[illegible] دُنیا [illegible] ایسے مذہبی خیال کے لوگ ہون جو دُنیا کا نقشہ نہین جانتے یا اچھی طرح اُنکو
[illegible] ملکون کے مواقع مستحضر نہین ہین اسلیے پہلے یہان تمام دُنیا کا نقشہ کھینچ کر دکھایا جاتا ہے کہ عرب
[illegible] واقع ہے اور دوسرے ممالک سے اسکو کیا کیا تعلقات ہین۔

ایک اعتبار سے دُنیا کے دو حصے کیے جاتے ہین۔ نئی دُنیا اور پرانی دُنیا۔ نئی دُنیا مین امریکہ شمالی

امریکہ جنوبی اور آسٹریلیا تین بڑے ٹکڑے شامل ہین - اسلام کی ابتدا یا اسکی رونق کے زمانہ مین
ان ممالک کا کہین پتا نہ تھا اور نہ اب تک معلوم ہوا کہ اُس زمانہ مین یہان کون انسان اور کیسے لوگ
آباد تھے یا آباد تھے بھی یا نہین - یہ ممالک حال مین یورپ والون کی تحقیقات سے دریافت ہوئے
ہین - کچھ تو یہان کے قدیم وحشی باشندے مہذب بنائے گئے ہین اور کچھ ویسے ہی اب [illegible]
پڑے چھپے پھرتے ہونگے - لیکن زیادہ تر ان ممالک مین یورپ کے لوگ جاکر آباد ہوئے ہین - اسلام کو اس نئی
دنیا سے کوئی واسطہ نہین اسلیے صرف پرانی دنیا کا نقشہ دکھایا جاتا ہے جسمین ایشیا - یورپ اور افریقہ
یہ تین برّاعظم ہین اور پھر انکی ضمنی تقسیمین ہین

پرانی دنیا

اس نقشہ مین پہاڑ دریا اور شہر نہین دکھائے گئے

اسلام کی تاریخ عرب سے شروع ہوتی ہے اسلیے عرب کا نقشہ اور جغرافیہ کسی قدر مختصر تاریخی حالت کے ساتھ لکھنا ناگزیر ہوا۔ گو عرب کا ملک ہر ایک دنیا مین بخوبی دکھائی پڑتا ہے اور اسکے حدود بھی اچھی طرح واضح ہین لیکن مناسب معلوم ہوا کہ ایک بڑے پیمانہ کا نقشہ بھی علیحدہ بنا دیا جائے۔

نقشہ عرب

نقشۂ ملک عرب
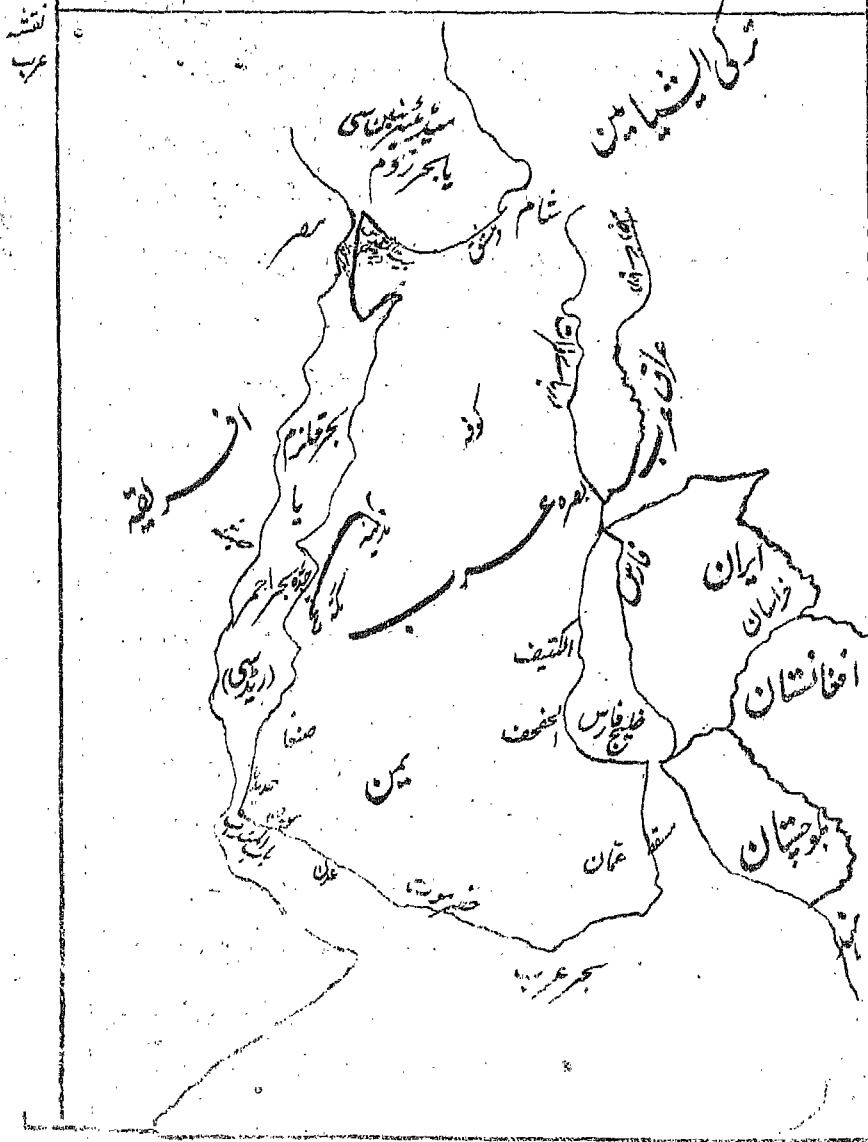
اس نقشہ سے ظاہر ہی کہ عرب ایک جزیرہ نما ہی اور یہی وجہ ہی کہ مورخین اسکو جزیرہ عرب یا جزائر عرب کہتے ہین اسکے اوتر شام کا ملک ہی۔ دکھن بحر عرب ہی پورب خلیج فارس اور پھر ایران۔ پچھم بحر قلزم اور پھر افریقہ واقع ہی۔ گوشۂ مغرب و شمال مین یہ ملک افریقہ سے جدا نہ تھا نہر سوئز حال مین بنی ہی جسنے مصر (افریقہ) سے اس ٹکڑہ کو علیحدہ کر دیا ہی۔ طول اس ملک کا ڈیڑھ ہزار میل اور عرض قریب ہزار بارہ سو میل کے ہی۔

حدود اربعہ

اس ملک کی دو تقسیمین ہین یا دو صوبون مین یہ شروع سے منقسم ہی یمن اور حجاز تہامہ۔ نجد اور یمامہ یہ بھی جدا جدا صوبہ ہین لیکن ان سب کو حجاز ہی مین شامل سمجھتے ہین۔

عرب کا جنوبی حصہ یعنے مکّہ سے دکھن عدن تک اور پورب خلیج فارس تک یہ سب یمن مین داخل ہی۔ اس صوبہ مین اور بھی چھوٹی چھوٹی ضمنی تقسیمین ہین۔ حضرموت۔ عمان اور نجران وغیرہ وغیرہ۔ صنعا اس صوبہ کا دارالحکومت ہی۔ یہ شہر بہت پرانا ہی۔ آب و ہوا اس صوبہ کی نہایت ہی عمدہ ہی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ سکندر اعظم نے ہندوستان سے پھر کر یمن کو صرف اس غرض سے فتح کرنا چاہا تھا کہ اس ملک مین اپنا دار السلطنت قایم کرے لیکن موت نے اسکے ارادے کو پورا ہونے نہ دیا۔

یمن

یمن کے اوتر مین جتنا ملک رہ جاتا ہی وہ سب حجاز کہلاتا ہی۔ حجاز مین دو شہر بہت مشہور ہین مکّہ جو محمد رسول اللہ کا مولد ہی۔ اور مدینہ جہان آپ کا مدفن ہی۔

حجاز

مکّہ مین ایک گھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے بیٹے حضرت اسمعیل کے ساتھ ملکر بنایا تھا جو اب تک موجود ہی۔ اتنے روز کی عمارت کس طرح قایم رہ سکتی ہی۔ وقتاً فوقتاً اسکی مرمت ہوتی رہی لیکن اُسکی جگہہ نہین بدلی۔ اس گھر کا نام کعبہ ہی۔ خدا کی پرستش کے لیے یہ بنایا گیا تھا۔ پہلا گھر دنیا مین عبادت الٰہی کے لیے یہی بنا اور حضرت ابراہیم کی یادگار کا بھی کچھ لحاظ ہوا اسلیے اسلام کے قبل اور اسلام کے بعد بھی لوگ اسکا احترام کرتے تھے اور کرتے ہین۔ مذہب اسلام مین تو حج کعبہ دین کا ایک رکن ہی قرار پایا ہی۔

کعبہ

مکّہ ایک درہ کوہ مین آباد ہی۔ اسکے چار و طرف بہت ہی چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین۔ دنیا کے بڑے شہرون مین اسکا شمار ہوتا ہی۔ اسکی آبادی شمالاً جنوباً دو میل اور شرقاً غرباً کوہ اجیاد سے کوہ

مکہ معظمہ

کو انکا عان تک ایک میل ہو۔ مکہ اور اسکے گرد کوسون تک نام کو سرسبزی نہین ہو۔ مکہ سے ستر میل پر ایک مقام طائف ہو جہان سبزہ زراعت زیادہ ہو۔ مکہ کے خرچ کو غلات وہین سے آتی ہین اور دوسری ضروری چیزین یمن۔ شام اور مصر سے آتی ہین۔ مکہ سے تین میل پر ایک ٹکڑہ قابل زراعت تھا جو شریف مکہ کے مکان اور خانہ باغ مین صرف ہو گیا۔ مکہ کی پہاڑیون مین صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیان ارکان حج کے اعتبار سے زیادہ معروف ہین۔ مکہ مین صرف ایک کنوان زمزم ہو۔ پہلے لوگ کنوئین یا بارش کا پانی پیتے تھے۔ پانی کی ضرورت تھی۔ محمد رسول اللہ کے وقت مین زبیر قریشی نے ایک نہر جبل عرفات سے لانا چاہی۔ وہ ناکام رہا اور سلیمان (سلطان) کی بی بی نے اُسے اب پورا کیا۔ لیکن اسکی تکمیل کے پہلے ایک دوسری نہر المقتدر (خلیفہ عباسیہ) نکال چکا تھا اور اسلیے اب وہان پانی کی کچھ قلت نہ رہی۔ یہ کیفیت مکہ کے ساتھ مختص ہو۔ ورنہ عام طور پر مکہ سے باہر نکل کر سواحل کے تمام پہاڑ سرسبز نظر آتے ہین میوہ جات کے درخت بکثرت ہین۔ مواشی گھاس چرتے ہین۔ درختون مین پھل آتے ہین۔ گوشت دودھ اور میوہ جات بس یہی زیادہ تر خوراک وہان کے لوگون کی ہو۔

مدینہ منورہ

مکہ سے اوتر قریباً ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر مدینہ واقع ہو۔ مکہ سے اسکا رقبہ نصف ہو اس شہر کے چارون طرف شہر پناہ قدیم زمانہ سے بنی ہو۔ یہان بھی جا بجا پتھریلی زمین اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین اور ایسی تو گویا کم و بیش سارے عرب کی زمین ہو۔ لیکن یہان کی زمین مکہ کی طرح جلی بھنی ہوئی نہین ہو۔ یہان میوے دار درخت بہت ہین۔ اسکے اُتر دکھن اُحد اور ثابر کی پہاڑیان نخلستان کے لیے زیادہ مشہور ہین۔ مکہ مین تو موسم سرما گویا ہوتا ہی نہین لیکن یہان جاڑون مین خاصی سردی پڑتی ہو۔ عرب کا مُلک بہ نسبت ہندوستان کے خط استوا سے زیادہ بعید ہو اور ہندوستان کی طرح وہ بھی تین طرف سمندر سے گھرا ہی عرب کے بعض مقام پر ہندوستان سے کم سردی یا بالکل سردی نہین پڑتی تو اسکے اسباب کچھ اور ہین۔

عرب مین غلہ بہت کم پیدا ہوتا ہو اور بعض مقام کے باشندے تو جانتے ہی نہین کہ غلہ کا درخت کیسا ہوتا ہو۔ مصر و اصل [illegible]

اور بعض بعض جگہ غلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یمن اپنی آب و ہوا کی وجہ سے صرف مشہور نہیں ہے بلکہ ملکی
پیداواروں کے اعتبار سے بھی معروف ہے۔

تجارت عرب

عرب تجارت پیشہ ہمیشہ سے ہیں اور وجہ صرف یہ کہ انکے ملک کی پیدائشوں سے تمام انسانی
ضرورتیں رفع نہیں ہوسکتیں۔ جنگلی درختوں کی میوے مویشیوں کے بال اور چمڑے وغیرہ یہاں سے
مصر اور شام کو لیجاتے تھے اور وہاں سے بدلے میں تمام ضروری چیزیں کھانے پہننے کی لاتے
تھے۔ عرب کے لوگ اپنی بود و باش کے اعتبار سے دو طرح کے تھے اور یہ تقسیم حضرت [illegible] (۱)
کے وقت سے آج تک ایک حالت پر پائی جاتی ہے یعنے شہری اور جنگلی۔ جنگلی کو بدو کہتے
ہیں۔ ملک میں بدویوں کی تعداد شہریوں سے زیادہ ہے۔ بدو گھر نہیں بناتے صرف سرکیاں
ڈال کر یا خیمہ نصب کر کے یا یونہی باہر ہی رہتے ہیں۔ خانہ بدوش تاتار یا ہندوستانی
کنجڑوں سے وہ اس خصوص میں زیادہ مشابہ ہیں۔ عموماً حجاز کا قافلہ تجارت موسم سرما میں یمن
اور گرما میں شام و مصر کو جاتا تھا اور اسی تجارت پر ملک کی مرفہ الحالی کیا ملک کی انسانی حالت
موقوف تھی۔ مکہ سے چالیس میل پر جدہ کا بندر ہے جہاں سے حجاز اور خصوصاً مکہ والے سامنے
کے افریقہ کے مشرقی ساحل پر کشتی کے ذریعہ سے پہنچتے تھے۔ اس حصہ ملک کو مسلمان مورخوں نے
حبشہ اور انگریزوں نے ابی سینیا لکھا ہے حال کے جغرافیہ میں اسے مصری سوڈان کہتے ہیں
(کیونکہ اصل سوڈان وہ ہے جو اسکے سوا یا مین مغربی ساحل افریقہ پر واقع ہے) غرضکہ صورت یہ تھی اور
اب بھی ایسا ہی ہے کہ تجارت کی چیزیں شہریوں کے پاس بدو لاکر اکٹھا کرتے تھے اور شہری ایک
کاروان یا قافلہ ہوکر دور دور کا سفر کرتے تھے۔ اس سفر میں جو چیزیں وہ باہر سے لاتے تھے اُس سے اپنی اور
بدویوں کی ضرورت رفع کرتے تھے۔ بدویوں پر شہریوں کی کوئی حکومت تھی تو اسکی نوعیت یہی تھی
اور یہی انکی باہمی طرز معاشرت کا سچا فوٹو بھی ہے۔ دوسرے ملکوں کی سیر کرنے سے شہری عربوں
میں تہذیب زیادہ تھی۔ بدویوں کی اصلاح جو کچھ ہوسکتی تھی ان شہری عربوں کے توسل سے

قومی تفریق

عرب میں قومی تفریق بھی تھی اور کم و بیش اب بھی ہے لیکن نہ ہندوؤں کی طرح ایک سے
دوسرا بالکل الگ اور نہ انگریزوں کی طرح کہ انگلستان میں یوں آنے کو تو سیکڑوں قومیں باہر سے
آئیں لیکن باہم اسطرح مل جل [illegible] گئیں کہ آج ایک دوسرے سے ایک

الجھے کے لیے بھی ممیز نہیں ہو سکتا تھا۔ عربوں میں علم الانساب کا کچھ ایسا چرچا تھا اور انساب کے متعلق ہر ایک کو بجا سے خود ایسا فخر تھا کہ اسپر اسلامی اُخوت بھی متصرف نہ ہو سکی۔ یہاں نسب میں ملاوٹ کا بالکل خیال نہ تھا اسلیے ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلے سے شادی بیاہ کرتا ہر طرح کا میل جول رکھتا پھر بھی ایک خاندان دوسرے خاندان میں مل کر تباہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر شخص اپنا نسب نامہ آدم تک یاد رکھتا تھا۔ جس طرح ایک کھیت میں کئی قسم کا دانا بو یا جائے یا کئی قسم کا دانا ایک جا ملا کر رکھدیا جائے اور پھر بوقت ضرورت دانہ دانہ الگ کر لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح عرب کے لوگ اپنی قومیت کو ہمیشہ علیحدہ علیحدہ دکھلا دینے کو مستعد رہتے تھے اور زمانہ کو ایسا موقع نہیں دیتے تھے کہ مختلف دانوں کو اپنی چکی میں وہ پیس کر آٹا کر دے اور پھر قومی تفرق نہ ہو سکے غرضکہ عرب نسب کے معاملہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے حتی الوسع ایک مورث کی اولاد ایک جگہ رہنا چاہتی تھی۔ قبیلوں میں ہمیشہ ضمنی تقسیمیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور ہر قبیلہ جد مشترک کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔

قومی تفرق

نسب کے اعتبار سے پوچھیے تو عربوں کی تین قسمیں ہیں۔ عرب قدیم۔ اصلی عرب۔ مستعرب۔ اور پھر اسکے بعد سیکڑوں ہزاروں ضمنی تقسیمیں ہیں۔

قدیم عرب اب پائے نہیں جاتے۔ پائے نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تباہ ہو گئے۔ مر گئے۔ مارے گئے۔ عرب سے نکل کر دوسرے مقامات پر بے سر و سامانی کی حالت میں پہنچے اپنے قبیلہ یا اپنے بزرگوں کے نام کو زندہ نہ رکھ سکے۔ دوسری قوموں میں مل جل کر اپنے نام و نشان کو گنوا بیٹھے۔

قدیم عربوں میں سے جن قبیلوں کا پتہ مورخین نے ڈھونڈ ڈھونڈ نکالا ہے اُنکے نام یہ ہیں۔ عاد۔ ثمود۔ طسم۔ عبد ضخم۔ جرہم سابق۔ عمالقہ۔ ان قوموں کا مختصر حال لکھنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔

عاد

نوح کے پڑپوتہ کا پوتا عاد حضرموت تا عمان حکمران ہوا اسکی اولاد سے جو قوم پیدا ہوئی وہ اسی کے نام سے پکاری گئی۔ شداد بادشاہ جس سے مسلمانوں کے چھوٹے بڑے بچے واقف ہیں۔ ۔۔۔ اسی عاد کا بیٹا تھا اسی قوم کو راہ راست پر لانے کی غرض سے حضرت ہود نبی مبعوث ہوئے تھے

کچھ تو ہود کے سامنے ہی یہ قوم غارت گئی اور جو رہ گئے تھے وہ بعد کو مٹ مٹا گئے۔

ثمود

ثمود بھی نوح کے پوتے کا پوتا تھا اسکی قوم بھی اسی کے نام سے موسوم ہوئی۔ صالح پیغمبر جنکی اونٹنی کا قصہ مشہور ہے اسی قوم کی ہدایت کو مبعوث ہوئے تھے۔ صالح اپنی قوم سے تنگ آکر بعد میں سلیم کو گئے اور پھر وہان سے مکہ چلے آئے۔ قوم ثمود بھی انکے بعد غارت ہوگئی۔ جب کوئی قوم گر کر پھر سنبھلتی نہیں ہے۔

طسم اور جدیس یہ دو قومیں ترقی کے زینہ پر آکر آپس مین لڑ جانے کی وجہ سے برباد ہوگئیں۔ اب انکا کہیں نشان نہیں ملتا۔

جرہم

جرہم سابق (سابق کی قید اسلیے کہ ایک جرہم عرب خاص کے بیان مین آگے آئیگا) کو مورخین ان اسی آدمیون مین سے ایک کی اولاد لکھتے ہین جو نوح کے ساتھ طوفان سے بچنے کو کشتی مین سوار ہوئے تھے۔ نوح کو آدم ثانی اسلیے نہین کہتے کہ طوفان کے بعد وہی ایک زندہ رہے بلکہ اسلیے کہ انکے اور ساتھیون مین سے کسی کا سلسلہ نسب آگے پایا نہین جاتا۔ انکی نسلون کا یا تو خاتمہ ہوگیا یا وہ ایسی گمنام حالت مین جا پڑین کہ اس غرض خاص کے لیے وہ اب مُردون ہی کے حکم مین داخل ہین۔ جرہم قوم عاد کے ہمعصر تھے اور اسی طرح یہ بھی بالکل نیست و نابود ہوگئے۔

عمالقہ

عمالقہ وہ لوگ کہلاتے ہین جو عمالقہ بن الیفز بن عیسو کی نسل مین ہین۔ بعضون نے عمالقہ کو سام ابن نوح کی اولاد مین بتایا ہے۔ یہ لوگ بہت طاقت پکڑ گئے تھے۔ حضرت یوسف کے پہلے مصر جنوبی الفون نے فتح کرلیا تھا۔ انکی فتح کے وقت مصر کا بادشاہ ولید تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے فرعون کا لقب اپنے لیے پسند کیا تھا۔ مصر مین کچھ روز حکومت کرنے کے بعد یہ لوگ مصر سے نکال دیے گئے اور آخرکار بنی اسرائیل کے ہاتھ سے بالکل تباہ ہوگئے۔

قدیم

قدیم عرب کا تذکرہ تو ختم ہوا اب اصل عرب اور مستعرب رہ گئے۔ قدیم عرب کے بعد بعض مورخین نے ایک ہی قسم مستعرب کی رکھی ہے۔ لیکن یہہ مناسب سمجھا گیا کہ اصل عرب اور مستعرب کو جدا جدا بیان کیا جائے یون سمجھیے کہ قدیم عرب تو نام سے سمجھ مین آگیا اصل عرب وہ تھے جو قدیم عرب کے بعد عرب مین بسے اور مستعرب وہ جو سب کے پیچھے آکر بسے۔

قحطان

اصل عرب کے سلسلہ کا پتہ قحطان تک بخوبی چلتا ہے۔ قحطان کے دو بیٹے جرہم اور یعرب۔ بعضوں کے نزدیک اسی یعرب کے نام پر یہ ملک عرب کہلایا۔ جرہم کو حجاز کی حکومت ملی اور یعرب کو یمن کی۔

بنو یعرب

بنی یعرب کی حکومت کوئی تین ہزار برس تک یمن میں تھی۔ یعرب کے دو پوتے حمیر اور خلان تھے۔ انھیں دونوں کی اولاد میں ہو پھر کر مختلف طریقہ سے (کبھی بطور سلطنت اور کبھی از قسم طائف الملوکی) ہمارے یمن کی حکومت پیغمبر خدا کی ولادت سے ستر برس قبل تک قائم تھی۔ لیکن بادشاہی خاندان بڑے بیٹے حمیر کے نام موسوم رہا۔ اخیر میں یہاں ساحل مغربی پر عیسائی مذہب پھیل گیا تھا اسلیے وہ قبیلے یا وہ خود مختار ریاستیں جو عیسائی ہو گئی تھیں اپنے کو نجاشی (شاہ حبشہ) کی حمایت میں اسطرح سمجھتی تھیں جس طرح شام کے خود مختار روسا اپنے کو انطاکیہ کے بادشاہ ہرقل کا ماتحت سمجھنے کی وجہ رکھتے تھے۔ عیسائیون کی مدد کے لیے شاہ حبشہ نے کچھ فوج بھیجی جو آکر ملک پر قابض ہوگئی۔ اسی زمانہ میں صنعا میں ایک بڑا کنیسہ کعبہ کے جواب میں بنا۔ پھر عیسائیون نے اپنے بادشاہ ابرہہ بن صباح کی سعیت میں ہاتھی

ابرہہ

اصحاب فیل

نشین فوج لیکر مکہ گرانے کی غرض سے چڑھائی کی۔ اصحاب فیل سے یہی لوگ قرآن میں تعبیر کیے گئے ہین۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب اسوقت سردار قریش تھے۔ اللہ کی غیبی مدد سے دشمن زبون ہوکر پسپا ہوئے۔ پھر حمیر کا آخری شاہ سیف بن ذوالیزن خسرو انوشیروان سے مدد لیکر عیسائیون سے لڑا۔ لڑائی میں تو وہ غالب رہا مگر پھر وہ کسی طرح سے مارا گیا۔ ایرانی جو آئے تھے وہ رہ گئے اور یمن میں ایک گورنر ایران کا رہنے لگا۔ آخری گورنر نعمان آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مسلمان ہوا اور یمن مسلمانون کے قبضہ میں آیا۔

یمن میں کسی زمانہ میں طوفان آیا تھا اسوقت خلان کی نسل سے دو قبیلے شام اور عراق میں چلے گئے تھے پہلے نے غسان کی عیسائی سلطنت شام میں اور دوسرے نے عراق میں حیرا نام ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ چھ سو برس کے قریب یہ دونون سلطنتیں قائم رہکر خلفاے اول اور دوم کے وقت میں تباہ ہوئین۔

فصل دوم

(حضرت اسمعیلؑ اور اُنکے اسلاف واخلاف)

جرہم کی اولاد میں نوین درجہ پر مداد کی بیٹی سے حضرت اسمعیلؑ ابن حضرت ابراہیمؑ کا عقد ہوا اس سے جو نسل پہیلی جسمین شاید حضرت اسمعیلؑ کی دوسری بیبیون کے بطن کی اولاد بھی شامل ہو اسکا نام متعرب ہوا جسکے معنی ہین عرب مین آکر بس جانے والا۔ حضرت اسمعیلؑ کے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بابل (ملک شام کے قریب) کے رہنے والے تھے زبان انکی عبرانی تھی عرب مین آکر انکا بسنا آیندہ بیان کیا جائیگا۔ حضرت اسمعیلؑ سے عدنان دوم تک سلسلہ انساب مین کچھ اختلاف ہی۔ اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ بعض نام مکرر آئے ہین نا واقفیت سے لوگ اوّل اور ثانی کو ایک سمجھکر درمیانی نام نکال ڈالتے ہین۔ عدنان ثانی کی دسوین نسل مین فہر نام ایک شخص پیدا ہوا جسکا لقب قریش تھا۔ فہر کی اولاد مین جتنے تھے وہ سب قریش کہلائے اور بعضون کے نزدیک النضر کا لقب قریش تھا۔ ایک ضعیف قول یہی ہی کہ کنانہ کو قریش کہتے تھے تاریخ اسلام مین زیادہ تر اسی خاندان قریش سے کام ہی۔ اسی قریش مین اللہ کے رسول محمدؐ بن عبداللہ پیدا ہوئے۔ رسولؐ کا شجرہ خاندانی ذیل مین درج کیا جاتا ہی۔ گو عرب اپنے حافظہ کی بدولت علم انساب مین تو بڑے مشّاق تھے لیکن مختلف وجوہ سے معد ابن عدنان کے پہلے نامون مین اختلاف ہوگیا ہی۔ مولف کے نزدیک جو اقوال زیادہ تر صحت کے قریب تھے اُنکے مطابق خاندان نبوت ذیل مین درج کیا جاتا ہی

متعرب

اجداد نبی

۱ آدم　۲ شیث　۳ انوش　۴ قینان　۵ مہلائیل　۶ برد　۷ اخنوخ　۸ متوشلخ　۹ لمک　۱۰ نوح　۱۱ سام　۱۲ ارفخشد
۱۳ شالخ　۱۴ عابر　۱۵ فالغ　۱۶ ارغو　۱۷ ساروغ　۱۸ ناحور　۱۹ تارح　۲۰ ابراہیم خلیل اللہ (۱۹۹۶ قبل مسیح)
۲۱ اسمعیل ذبیح اللہ　۲۲ قیدار　۲۳ عوام　۲۴ عوص اول　۲۵ مر　۲۶ سمائے　۲۷ رزاح　۲۸ ناجب　۲۹ مقصر　۳۰ ایہام
۳۱ افناد　۳۲ عیسی　۳۳ حسان　۳۴ عنفا　۳۵ ارعوا　۳۶ بلحی　۳۷ سحری　۳۸ ہرتی　۳۹ نبین　۴۰ حمران　۴۱ الرعا
۴۲ عبید　۴۳ عنف　۴۴ عبقی　۴۵ ماحی　۴۶ ناحور　۴۷ فاحم　۴۸ کالح　۴۹ بدلان　۵۰ یلدرم　۵۱ حرا
۵۲ ناسل　۵۳ ابی العوام　۵۴ مشادیل　۵۵ بہود　۵۶ عوص دوم　۵۷ سلامان اول　۵۸ الہمیسع اول　۵۹ اد اول
۶۰ عدنان اول　۶۱ معد اول　۶۲ حمل　۶۳ نابت　۶۴ سلامان دوم　۶۵ الہمیسع دوم　۶۶ الیسع　۶۷ اد دوم
۶۸ اد　۶۹ عدنان دوم　۷۰ معد ثانی　۷۱ نزار　۷۲ مضر　۷۳ الیاس　۷۴ مدرکہ　۷۵ خزیمہ　۷۶ کنانہ

النضر مالک فہر غالب لوی کعب مرہ کلاب قصی
عبد مناف ہاشم عبد المطلب عبد اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے لکھا گیا ہے کہ عربون مین اپنے خاندانی شجرہ کی حفاظت نہایت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس کتاب کا مؤلف عباس ابن عبد المطلب عم رسول کی نسل مین ہے اور اسکے پاس بھی ایک شجرہ خاندانی ہے جو آدم تک پہنچتا ہے۔ عبد المطلب تک تو شجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کافی ہین ادھر کے نام اور لکھدیے جاتے ہین۔ جو لوگ عرب کے علم انساب سے واقف نہین ہین انکو جاننا چاہیے کہ دنیا کے پچھلے حالات کی تاریخ اگر صحیح سمجھی جاسکے تو پہلے عرب کی قوۃ حافظہ پر اعتبار کیا جائیگا اور وجہ اسکی صرف یہ ہے کہ وہ لوگ اس علم کو اپنا قومی فخر سمجھتے تھے یہان صرف یہ دکھانا ہے کہ سیکڑون برس سے جو خاندان عرب سے الگ ہے اسکے خیالات بھی اس خصوص مین کسقدر وجہ کو مضبوط ہین۔ ورنہ نسب نامہ لکھنے سے کوئی ذاتی فخر اس زمانہ مین حاصل نہین ہوتا۔ بلکہ گمنام ہوکر بری حالت مین رہنا اس سے اچھا ہے کہ بڑے بڑے لوگون سے اپنی نسبت ظاہر کرکے اپنے کو بے وجہ ناخلف ثابت کیا جائے

شجرۂ خاندان مؤلف

عبد المطلب۔ عباس۔ عبد اللہ۔ علی۔ محمد۔ ابو العباس عبد اللہ سفاح ابو سفیان عبد الملک منصور ابو العباس اسمٰعیل ابو الخیر عبد الصمد ابو تراب جعفر ابو ظفر ابو الخیر ہاشم ابو تراب زین العابدین ابو نظام الدین ابو العباس قاسم ابو الحسن ابو الفیض محمد ابد ابو البرکات محمد شریف ابو العباس محمد صالح ابو العلا احمد ملیح ابو القاسم فصیح ابو الجلال فخر الدین ابو العلا عز الدین مولانا اسمٰعیل یوسف حسن قاضی نور قاضی افضل قاضی حسن قاضی عبدان (معروف بڈھن) قاضی جلال قاضی منصور قاضی محمد ماہ قاضی ابو الحسن قاضی محمد اسمٰعیل قاضی محمد پناہ قاضی سید علی منشی گوہر علی منشی عز الدین احسان اللہ (مؤلف)

احداد مؤلف

یہ امر مسلم ہے کہ پیغمبر آخر الزمان کے احداد مین پانچ پیغمبر حضرت اسمٰعیل۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت نوح۔ حضرت شیث۔ حضرت آدم علیہم السلام گزرے ہین۔ اسلامی تاریخ کی اغراض کیلیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ کے وقت سے ابتداے اسلام تک مختصر حال بیان کردینا ضروری ہے۔

سمجھی گویا ملۃ ابراہیمی کا پورا خاکہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ملک بابل میں کوثہ کے قریب ایک مقام میں پیدا ہوئے۔ نمرود شاہ بابل کے ساتھ قبل ولادت سے جو جو واقعات پیش آتے گئے وہ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ملتے جلتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ بتوں سے بے ادبی کرتے تھے یا یہ کہ اپنی قوم کی جہالت پر ہنستے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ آذر بت تراش بت پرست نمرود پرست اور مقرب بارگاہ شاہی تھا۔ نمرود کو دعویٰ خدائی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بھلا اسکی خدائی کب ماننے والے تھے۔ اسلیے نمرود اور آذر یہ دونوں حضرت ابراہیمؑ کے دشمن ہوگئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے درمیان جو معاملات پڑے انکی تصریح یہاں ضروری نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ پہلے یہ شام اور پھر شام سے مصر گئے۔ آخر کو مصر سے واپس آکر انھوں نے شام کو اپنا وطن قرار دیا۔

ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بی بی سارہ خود انکے کنبہ کی لڑکی تھیں جو ابتدا میں حضرت ابراہیمؑ کے خدا پر ایمان لائی تھیں۔ دوسری بی بی ہاجر مصر کے قبطی خاندان کی تھیں۔ یہود ہاجر کو لونڈی بتا کر انکی اولاد کو قابل عزت نہیں ٹھہراتے اور مسلمان اس اعتراض کے رفع کرنے میں تاویلیں کرتے ہیں۔ مصر کے شاہی خاندان کی لڑکی انکو قرار دیتے ہیں۔ کچھ ہی ہو لیکن اسمیں کلام نہیں ہے کہ اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق سارہ خاتون کہی جاتی تھیں اور ہاجر باندی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ عربوں اور شامیوں میں درستی نسل کے لیے ماؤں کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے تھے اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ باندی کا لفظ کوئی ذلت ظاہر نہیں کرتا جسطرح غیر ملک والوں کو عجمی کہتے تھے اسی طرح غیر قوم کی لڑکی کسی کے پاس ہوتی تو اسکو جاریہ کہتے جسکا ترجمہ فارسی زبان میں باندی کیا گیا۔ بگڑی ہوئی حالت اور کبھی کبھی غربت (مسافرت) بھی یہ لقب پیدا کر دیتی تھی۔ دیکھیے ایک وقت یزدجرد شہنشاہ ایران کی بیٹی شہربانو پر گزرا ہے کہ وہ مدینہ میں آکر باندی کہلائیں

ابراہیمؑ کی اولاد

ہاجر کے بطن سے حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے۔ سارہ کو سوتن کا رشک تھا ہی اسپر اپنی لاولدی اور سوتن (سوت) کا صاحب اولاد ہونا اور زیادہ اکھرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاجر کو اپنے لڑکے حضرت اسمعیلؑ سمیت ملک شام چھوڑنا پڑا۔ یہ بحث یہاں فضول ہے کہ ہاجر خود چلی آئیں یا ایسا کرنے پر مجبور کی گئیں اور جبر کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے یا انکی پہلی بی بی سارہ نے۔ خلاصہ یہ کہ

اسمعیلؑ کی پیدایش اور انکا سفر

میں کیا جاتا ہے۔ شرجیل کا بھائی سدوس مقابلہ میں آکر مارا گیا۔ شرجیل نے ڈر کر اپنے کو قلعہ میں بند کیا
اور ہرقل سے مدد مانگی۔ بعض مسلمانوں نے بھی حضور رسول اللہ کو مدد کے لیے لکھنا چاہا تھا لیکن کثرت رائے
اسپر ہوئی کہ جب شہادت میں بھی عین کامیابی ہے تو پھر مدد مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ عیسائیوں کی فوج
بلقا کے قریب جمع ہوئی۔ تین ہزار مسلمانوں کا اتنے لوگوں سے لڑنا آسان نہ تھا۔ مسلمان شہید
ہونے شروع ہوئے۔ زید بن حارثہ جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ باری باری سے علم بردار

زید بن حارثہ اور جعفر طیار شہید ہوئے

سردار لشکر ہوئے اور مارے گئے۔ خالد بن ولید سب کے بعد علم بردار ہوئے۔ تھوڑی
دیر کے بعد آفتاب چھپنے سے لڑائی موقوف ہوئی۔ مسلمان تو مرنے کو گئے ہی تھے انکو کیا ڈر ہوتا۔ لیکن مسلمانوں
کی ثابت قدمی دیکھ کر عیسائیوں کو بڑی تشویش ہوئی۔ دوسرے دن خالد نے فوج کی کل نئے طور
سے کی۔ آگے کی فوج پیچھے اور داہنے جانب کی بائیں جانب کرکے کچھ اس طور پر پھرا کیا کہ دشمنوں
کو یقین ہوگیا کہ کچھ نئے لوگ مدد کو آئے ہیں اور پھر اس سے انکے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس اثنا
میں مسلمان بھی منہ موڑ چلے تھے لیکن بعض جانبازوں کے قدم جمانے سے پھر انکے جی کڑے ہوگئے
عیسائیوں کے بھاگنے پر خالد نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور تعاقب میں کچھ مال بھی ہاتھ آیا۔
راستہ میں ایک مسلمان کو ایک عیسائی نے بلا وجہ مار ڈالا تھا۔ پھر تو وقت اسکی قوم کا بھی قلع
قمع مسلمان کرتے آئے۔ اسی لڑائی سے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو سیف اللہ خطاب دیا۔

خالد سیف اللہ

یہ لڑائی علاقہ شام میں دمشق کے قریب موتہ نام ایک گاؤں میں ہوئی تھی اسلیے اس سریہ کو بھی
سریہ موتہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ کچھ دور تک آنحضرتؐ بھی ساتھ گئے تھے اسلیے غزوہ موتہ بھی کہتے ہیں۔

جعفر بن ابی طالب کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ باغ جنان میں اڑتے پھرتے ہیں
اسی دن سے انکے نام کے ساتھ طیار کا لفظ بڑھایا گیا۔ جعفر علیؓ کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت زید بن
حارثہ خدیجہؓ اور علیؓ کے بعد ہی ایمان لائے تھے اسلیے انکا بڑا درجہ تھا۔ ان دونوں کا مرنا آنحضرتؐ پر بڑا شاق
گزرا۔

جعفر طیار

مسلمان لڑائی سے کامیاب ہوکر پھرے لیکن جنہوں نے منہ لڑائی سے پھیرا چاہا تھا اہل
مدینہ اُنپر بہت افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاد میں شرکت کی اصلی غرض ہوئی ہے شہادت تو پھر
گلا کٹوانے سے منہ موڑنا کیا معنی۔ ان لوگوں کی ندامت اسوقت تک نہیں گئی کہ رسول اللہ نے

کم ہمتوں کا بیان

حذوا اپنے شخص سے کہا کہ "اگر طبیعت ذرا سی رک گئی تھی اور اسکے بعد ہی سنبھل گئی تو کچھ پروا نہیں نتیجہ پر نظر ہونا چاہیے کہ کیا ہوا"

مدینہ میں خبر پہنچی کہ قبیلہ بلی۔ قضاعہ اور بنو القین کے لوگ جمع ہوکر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں۔ سعد بن وقاص کو آنحضرتؐ نے انکی سرکوبی کے لیے تعنات کیا۔ حضرت سعد کو فن حرب میں بھی مہارت تھی اور اسکے علاوہ قبیلہ بلی سے اُنسے قرابت بھی تھی۔ انکی تعیناتی میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ باہمی مصالحت سے معاملہ کی رفع دفع ہو جائیگی اسکے بعد ابو عبیدہؓ۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ بن خطاب وغیرہ بھی سعد کی مدد کے لیے بھیجے گئے۔ حضرت سعد رات کو چلتے تھے اور دن کو ٹھہرتے تھے رات کو آگ جلانے نہ دیتے تھے تا کہ مسلمانوں کی قلت مخالفین پر ظاہر نہ ہو۔ رات کو سردی کی تکلیف تھی اسپر سے آگ جلانے کی ممانعت اہل فوج حضرت سعد سے رنجیدہ تھے۔ عمرؓ بن الخطاب اور ابو عبیدہؓ بھی سعد سے کچھ بے لطف ہوگئے۔ حضرت سعد کے مزاج میں سختی تھی اور امارت لشکر کا خیال تھا۔ ادھر اعلی سے اعلی مسلمانوں کے دل سے وہ بات نہیں بھولتی تھی کہ حضرت سعد کفر کی حالت میں کیسے تھے۔ یہ سب سہی لیکن حضرت سعد اپنی حکمت میں کامیاب ہوگئے مخالفین کی تعداد کہیں زیادہ تھی لیکن انکو مسلمانوں کی حالت کا اندازہ نہ ہوسکا اور ہیبت اسلام نے انکو بھاگنے پر مجبور کیا۔ جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی۔

سریۂ ذات السلاسل

اسی سال میں ابو عبیدہ قبیلہ جہنیہ کی سرکوبی کو روانہ کیے گئے تھے۔ راستہ میں فوج نے بھوک کی تکلیف اٹھائی۔ درختوں کی پتیاں کھانے کی نوبت پہنچی۔ اسی سفر میں دریا کے کنارے ایک مردہ مچھلی پہاڑ کے ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی دستیاب ہوئی۔ تمام فوج نے عرصہ تک اسکا گوشت کھایا اور سکھا کر مدینہ تک ساتھ لائے۔

سریۂ خبط

عجب سے فتح مکہ کا سامان مہیا ہوگیا۔ حدیبیہ کی صلح کے وقت یہ شرط ٹھہری تھی کہ قریش مسلمانوں کے حلیفوں یعنی ہم عہدوں سے مزاحم نہ ہوں اور نہ قریش کے حلیفوں سے مسلمان مزاحم ہوں۔ مکہ کے قریب خزاعہ اور بنو بکر دو قومیں آباد تھیں۔ اول الذکر مسلمانوں کے حلیف تھے اور ثانی الذکر قریش کے حلیف تھے کسی وجہ سے انمیں باہم تکرار ہوئی۔ قریش نے بنو بکر کی طرفداری کی۔ خزاعہ کے چند آدمی مسلمانوں کے پاس دوڑے آئے۔ آنحضرتؐ نے نقض عہد کے لیے ایک معقول وجہ پائی۔

فتح مکہ کا سامان

خیال تھا کہ دیکھیے کسکو آنحضرتؐ امین سمجھتے ہین اور ابو عبیدہ کے انتخاب پر آپ کو یہ خیال بھی گذرا کہ مین کیون منتخب نہ ہوا اور اسی عظمت نے خلافت کے بعد ہی خالد بن ولید کی جگہ پر ابو عبیدہ کو مقرر کروایا جسکا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ مورخین نے لکھا ہو کہ نجران کے نصاریٰ تھوڑے ہی دنون کے بعد مسلمان بھی ہو گئے۔

باذان حاکم یمن کی وفات

اسی سال مین باذان حاکم یمن نے وفات پائی۔ بجاے اسکے شہر بن باذان - عامر بن شہر ہمدانی - ابوموسی اشعری - علی ابن امیہ اور معاذ بن جبل ارزائی پانچ شخص مقرر ہوئے اور یمن کے حصون کا علیحدہ علیحدہ انتظام کیا گیا۔ اور پھر علی ابن ابی طالب یمن کی طرف سے سوارون کے ساتھ روانہ کیے گئے اور یہ تاکید کی گئی کہ جب تک کوئی مقابلہ کی ابتدا نہ کرے تم ہتھیار نہ اٹھانا۔

اصحاب رسولؐ اور علیؓ یمن کی طرف جانا

بریدہ اور علیؓ

اس سفر مین بریدہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا۔ اسنے پھر کر کچھ شکایت حضرت علیؓ کی آنحضرتؐ سے کی۔ آنحضرتؐ نے کہا علیؓ کو برا نہ سمجھو مین اس سے ہون اور وہ مجھسے ہی اور وہ تمہارا ولی بھی ہی۔ بریدہ کا بیان ہی کہ اسکے بعد دنیا مین علیؓ سے زیادہ کوئی دوسرا مجھکو پیارا نہ تھا۔ یمن مین قبیلہ ہمدان کے سب لوگ علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آنحضرتؐ نے یہ خبر سنکر سجدہ شکر ادا کیا۔

حجۃ الوداع

آنحضرتؐ نے حج کا احرام باندھا ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان ساتھ تھے۔ علیؓ بھی یمن سے آکر شریک ہوگئے تھے۔ تمام بیبیان آنحضرتؐ کے ساتھ تھین۔ حضرت فاطمہؓ بھی ساتھ تھین۔ بروز شنبہ ۲۵۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آنحضرتؐ مدینہ سے چلے۔ بے سیا ہوا کپڑا یعنے تہمت اور چادر سے احرام باندھا۔ عرفہ کے دن آنحضرتؐ نے اونٹ پر سوار ہوکر نہایت بلیغ خطبہ سنایا۔ عام طور پر پند و نصائح کے کلمات کہے۔ سب سے زیادہ آپسمین لڑنے جھگڑنے کی ممانعت کی۔ عورتون اور مردون کے طریقہ گذران کی نسبت بھی کچھ ارشاد فرمایا۔ احکام قرآن کے مطیع رہنے کی سخت تاکید کی۔ پھر لوگون سے پوچھا کہ قیامت کے دن اگر تم سے پوچھا جائے کہ محمدؐ تم مین کیسا تھا تو کیا جواب دوگے۔ لوگون نے کہا کہ ہم کہین گے کہ اُسنے رسالت اور امانت کا حق ادا کیا۔ ارشاد اور نصیحت کی شرط پورے طور پر بجا لایا۔ اسی حالت مین عبد اللہ ابن عباس کی مان نے دودھ کا بھرا پیالہ بھیجا اور آنحضرتؐ نے اسے پی لیا۔ آنحضرتؐ نے اُس روز فرمایا کہ مین نے اور میرے پہلے تمام پیغمبرون نے جو کچھ کہا سب سے بہتر کلام "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" ہو۔ یعنے سواے اللہ کے دوسرا

کلمات نصیحت

نہیں وہ تنہا ہے اور اپنا شریک نہیں رکھتا ملک اسکا ہے اور تعریفوں کا سزاوار وہی ہے - کیونکہ تمام چیزوں
پر اُسی کو قدرت ہے -

الیوم اکملت لکم دینکم

اُسی روز آیت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"
اُتری جسکا ترجمہ ہے - آج میں نے تم لوگوں کے لیے تمھارا دین مکمل کردیا - اپنی نعمت تم پر پوری کی
تمھارے لیے دین اسلام ہمیں نے پسند کیا - اس آیت سے سمجھا گیا کہ پیغمبر خدا کے وفات کا زمانہ
قریب ہے کیونکہ تکمیل دین کے بعد رسول کے رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی - چنانچہ ایسا ہی ہوا
کہ چند مہینوں کے بعد آنحضرت صلعم نے دنیا سے رحلت کی - اس حج کے بعد پھر آنحضرت صلعم کا حج کرنا
نہ ہوا اسلیے اسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں اور اس خیال سے کہ یہی ایک بار [illegible] حج حضرت صلعم کی
موجودگی میں ہوا حجۃ الاسلام بھی اسکا نام رکھا گیا ہے - اس حج میں آنحضرت صلعم نے اپنے سر کا بال منڈوایا
تھا - بال ہوا میں پریشان ہونے نہیں پائے مسلمانوں نے اپنے پاس تبرکاً رکھ لیا - آج گھر گھر موے
مبارک کی زیارت ہوتی ہے جنمیں سے اکثروں کی نسبت لوگ فرضی ہونے کا گمان بھی کرتے ہیں
غالباً اسی واقعہ سے موے مبارک کو تبرکاً رکھنے کی ابتدا ہوئی ہے -

قرآن اہل بیت

حضرت صلعم نے لوگوں سے کہا کہ قرآن اور اہل بیت یہ دو چیزیں ہم تم لوگوں کے لیے سب سے
بڑی چیز چھوڑتے ہیں اسکا منشا بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمھارے لیے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں
جو ضروریات زندگی میں تمھارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانے کے لیے اہل بیت یعنی میرے
گھر والے عموماً سب سے زیادہ قابل ہیں کہ فیض صحبت نے انھیں دوسرے اصحاب سے زیادہ تر
فیضیاب بنا رکھا ہے - اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ آئندہ چل کر ایک زمانہ اپنے کو سید (آل رسول) بنا کر
اپنی پرستش کرائے تو اچھا ہے - لیکن اسکے کہنے کا یہ منشا بھی نہیں ہے کہ اگر کسی کو آل رسول سمجھ کر
اُس محبت کے جوش میں جو رسول کے ساتھ ہر شخص کو ہونا چاہیے کوئی سلوک کیا جائے
تو یہ عمل بیکار جائیگا -

اسی موقع پر آنحضرت صلعم نے یہ بھی کہا تھا کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جسکا میں مولا ہوں علی
بھی اسکا مولا ہے - زمانہ وفات قریب تھا اسلیے مسلمانوں کی آئندہ رہنمائی کے لیے یہ سب باتیں اس طور پر
کہی گئیں جس طرح عموماً مرنے والے وصیت کے طور پر وقتاً فوقتاً اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے ہیں -

تھے کہ جاہل پھنس ہی جاتے تھے۔ اسلام میں کرامتیں کچھ قابل لحاظ ہوتیں تو آنحضرتؐ کے زمانہ میں جو پیغمبر پیدا ہوئے تھے وہ کذاب نہ کہلاتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس زمانہ میں بہتیرے مکار مسلمانوں کی صورتوں میں مسیلمہ کذاب اور اسود سے بھی بدتر ہیں۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب اصل حال سنیے کہ مسیلمہ نے حکمت عملی سے اس عورت کے ساتھ عقد کر لیا اس عقد سے مسیلمہ کو اور بھی قوت پہنچی۔ مسیلمہ کے مرنے پر سجاح ایک گمنام حالت میں رہی اور پھر معاویہ کے عہد میں مسلمان ہو گئی۔

اسود ایک شعبدہ باز اور کاہن تھا۔ کاہن کو نجومی یا رمال یا سحر کے عمل جاننے والے کے قریب قریب سمجھو۔ اس نے بھی اپنے کو پیغمبر ظاہر کیا اور باذان کے مرنے پر صنعا یمن کی دار الخلافہ پر قابض ہو گیا۔ یہ مسلمان جو یمن کے مختلف حصوں پر آنحضرتؐ کے حکم سے مامور تھے انہوں نے آنحضرتؐ کو مطلع کیا۔ آنحضرتؐ نے لکھا کہ تم سب اتفاق کر کے اسود کا مقابلہ کرو۔ اب یہاں سے مورخین میں اختلاف ہو گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کے وقت میں اسود کو مسلمانوں نے کسی حکمت سے سوتے ہوئے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں وہ ان فوجوں کی مدد سے قتل کیا گیا جو عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مسلمانان یمن کی کمک کے لیے بھیجی گئی تھی۔

قبیلہ بنی اسد سے طلیحہ نے خروج کیا تھا اس کے خروج کی خبر آنحضرتؐ کے جیتے جی مدینہ میں نہیں پہنچی تھی۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں سیف اللہ خالد ابن ولید اس کی سرکوبی کو مامور ہوئے اس کے ساتھی خالد کے حملہ کی تاب نہ لا سکے وہ سب بھاگ گئے۔ طلیحہ بھی بھاگ کر شام چلا گیا طلیحہ کے سبب سے جو قبائل مرتد ہو گئے تھے وہ پھر مسلمان ہو گئے اور طلیحہ بھی آ کر مسلمان ہوا اور ایرانیوں کے ساتھ جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔

۲۶ صفر ۱۱ھ کو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جنگ روم کی طیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن اسامہ ابن زید بن حارثہ سے کہا کہ تم افواج اسلامی لے کر اپنے باپ کے مقتل پر جاؤ اور اتنی عجلت کرو کہ وہاں کے لوگوں تک تمہارے پہنچنے کے پیشتر تمہارے آنے کی خبر نہ پہنچے۔ انشاء اللہ تم کو فتح نصیب ہوگی"۔ ۲۸ کو آنحضرتؐ پر بیماری کے آثار ظاہر ہوئے اور یہی مرض الموت تھا۔ حالت مرض میں آپ نے اسامہ کا جھنڈا اپنے ہاتھ سے درست کر کے فوج کو روانہ کیا۔ اور تمام اکابر اصحاب ابوبکر صدیق عمر فاروق

اسود
طلیحہ
[illegible]
[illegible]

عثمان ذی النورین، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان
وغیرہ کو اسامہ کے ماتحت جانے کا حکم دیا۔ اسامہ کا باپ زید بن حارثہ غلام تھا۔ غلام کا سردار فوج
ہونا لوگوں کو ناگوار معلوم ہوا۔ آنحضرت کو اسکی خبر پہنچی۔ آپ نے سب کو بلا کر سمجھایا کہ زید بن حارثہ بھی
فوج کا سپہ سالار ہوا تھا، پھر لوگوں کو کیا اعتراض نہ ہوا؟ اسامہ اسی کا بیٹا ہے، اسمیں کیا ہرج ہے؟ اور علاوہ
اسکے زید سب سے پہلے مسلمان ہوا اور اسلام کے پہلے سے آنحضرت کا رفیق بھی تھا۔ مسلمانوں میں
اسکا درجہ بہت بلند تھا۔ جب لوگ یہ سمجھے تو اپنی حرکت پر نادم ہوگئے اور اسامہ کے ساتھ چلنے کو
شہر سے نکل کر باہر لشکر میں جمع ہونے لگے۔

مرض الموت

اتوار کو آپ کی طبیعت بہت بگڑ گئی۔ لوگ لشکر سے ملنے آئے۔ اسامہ بھی رخصت ہونے
آیا۔ لشکر میں پہنچ کر دوسرے دن وہ کوچ کی تیاری کر رہا تھا۔ کوچ کے ذرا پہلے آنحضرت سے بھی
مل گیا تھا کہ دفعۃً روانگی لشکر کے وقت فوج میں خبر پہنچی کہ حضرت کی حالت بہت خراب ہو گئی۔
لشکر رک گئی اور پھر کئی مہینے نہ جا سکا۔ ابو بکر صدیق نے اپنے عہد خلافت میں اسامہ کو پھر روانہ کیا جسکا ذکر
آگے آئیگا۔

امامت مسجد

بیماری کی اخیر حالت میں تین روز کہ آنحضرت صاحب فراش تھے اور امامت مسجد کی بابت
کے تعلق یہی بیان کیا جاتا ہے کہ ابو بکر صدیق نے بحکم تعمیل حکم سے امامت قبول کی ورنہ آنحضرت کی
جگہ پر کھڑا ہونا بہت ہی گراں گذرا تھا اور حضرت عائشہ نے بھی کوشش کی تھی کہ نماز پڑھانے
کے لیے کوئی اور مامور ہو، وہ سمجھتی تھیں کہ ابو بکر کی رقت قلب اس کام میں حارج ہوگی۔ لیکن آنحضرت
نے دوسرے کا امام ہونا پسند نہیں کیا۔ مسجد کی امامت سے لوگ قیاس کرتے ہیں کہ آنحضرت نے
اپنے بعد ابو بکر صدیق کا خلیفہ ہونا مناسب سمجھا تھا۔ لیکن یہ کوئی قوی قیاس نہیں ہے۔

دوات قلم

اخیر وقت میں آنحضرت نے اصحاب سے ایک مرتبہ کہا کہ دوات قلم لاؤ میں تمہارے لیے
کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ بعضوں نے دوات قلم دینا چاہا۔ بعض نے کہا کہ پیغمبر محض
بیمار ہیں۔ دوات قلم دینا ان کے آرام ہونے کو ملتوی کر دیگا۔ بعضوں کا خیال یہی ہوا کہ اس وقت دوات
قلم منگانا ایسا ہی ہے جیسا کہ بیماری کی شدت میں مریض بہکا کچھ کہہ دیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا بھی تاکہ
مرضی مبارک معلوم ہو لیکن آپ نے پھر کچھ نہ کہا۔ میں اتنا ہی کہ ان میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے

خطاب سے ابھی ہی عمر فاروقؓ نے لوگوں سے کہا "رہنے بھی دو بیمار کو تنگ نہ کرو" حسبنا کتاب اللہ
اللہ کی کتاب ہمکو کافی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں کی بحث سنکر آنحضرتؐ نے کہا کہ پیغمبر
کے سامنے اتنی گفتگو بیجا ہے۔ میرے سامنے سے اٹھ جاؤ۔ اس تمام حکایت کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ
نے مرنے سے پہلے کچھ بات قلمبند کرانی چاہی [illegible] بیماری کا ہذیان سمجھا بات تو بہت مختصر تھی
لیکن جب حضرت کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوئے تو کچھ لوگ علیؓ ابن ابی طالب کا خلیفہ ہونا چاہتے
تھے جسکا اظہار آنحضرتؐ کی زندگی میں [illegible] نہیں ہوا تھا اور جب علی برابر [illegible]
کی خلافت کے لیے مرجح دلائل کی ضرورت ہوئی تو یہی سمجھا گیا کہ کاغذ مانگنا اس غرض سے تھا کہ
علیؓ ابن ابی طالب کی خلافت کے لیے وصیت نامہ لکھا جاتا اور عمر بن خطاب مانع ہوئے آخر
زمانہ میں حضرت علی کی شان میں جو اقوال آنحضرتؐ کے تھے انکو اس خیال سے ملا کر سوچا جائے
تو ایک بات پیدا ہو سکتی ہے۔ اسکے خلاف بحث پیش کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کا
امامت کے لیے منتخب کیا جانا اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ یہی جانشین رسول تھے۔
لیکن سچی بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی حیات میں کسی کو صاف صاف جانشین قرار نہیں دیا۔ جانشین قرار
نہ دینے میں مصلحت کیا تھی اسے سمجھنا آسان نہیں ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد ابوبکر مسلمانوں کے انتخاب
سے امیر المومنین ہوئے اور عمر فاروق انکی وصیت اور عام مسلمانوں کی خواہش سے امیر ہوگئے
انکے وقت میں اسلام نے خوب ترقی کی اور کسی قسم کا فساد مسلمانوں میں برپا نہیں ہوا اور نہ کبھی بحث
پیش ہوئی کہ رسولؐ کے بعد رسولؐ کی خواہش کے مطابق کسکو خلافت ملنا چاہیے تھی۔ ہاں عثمان
بن عفان کے اخیر وقت یا انکے بعد مسلمانوں میں فساد کی بنیاد قائم ہوئی اور پھر اسوقت بعضے
شخصی خیال کے یہ ایک جماعت کا خیال ہوا کہ حضرت عثمان بن عفان خلافت کے لائق نہ تھے
اور پھر کچھ دنوں کے بعد یہ بھی سوچا گیا کہ آنحضرتؐ کے بعد ہی حضرت علی کو خلافت ملتی تو کیسا تھا
اور پھر اسوقت تمام اگلی پچھلی باتوں کو اکٹھا کرکے مطلب نکالے گئے اور اسلام میں جتنا ہی ضعف
آتا گیا اس بحث کو بھی رونق ہوتی گئی۔ اب حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل کہنے والے اہل تشیع
کہلاتے ہیں۔ اور انکو خلیفہ چہارم سمجھنے والے اہل سنت و جماعت بولے جاتے ہیں۔ ایک فرقہ
اہل خوارج کا بھی ہے جو حضرت علیؓ کو سب سے برا سمجھتا ہے لیکن اسکا وجود بہت کم پایا جاتا ہے۔

دستور ہے کہ مردہ سلاطین کے دفن کرنے کے پہلے ہی جانشینی کی بحث طے کر لی جاتی ہے اور ولیعہد گدی پر بیٹھ لیتا ہے جب کہیں بادشاہ کی نعش دفن کیجاتی ہے۔ افسوس کہ خاندان نبوت بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہ سکا۔ ابھی حضرتؐ دفن نہیں ہوئے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت پر بحث شروع ہو گئی۔ عمرؓ اور ابوبکرؓ کو خبر لگی کہ وہاں لوگ انصار میں سے کسی کو رسولؐ کا جانشین کیا چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میرا جانشین قریش سے ہوگا۔ اور علاوہ بریں جس اسلام کو مکہ والوں نے اس مشکل سے پھیلایا تھا اسکا انصار کے ہاتھ میں جا کر کمزور ہونا کیونکر پسند کیا جاتا۔ سب پر روشن تھا کہ عرب کے دبانے کے لیے اگر کوئی بادشاہ ہو سکتا ہے تو اسکو قریش سے ہونا چاہیے۔ مدینہ والے عوام کی نظروں میں یہ قدرت نہیں رکھتے تھے کہ تمام عرب کی سلطنت کا بار اٹھانے کی قابلیت ہوتی۔ علاوہ اسکے جو آنحضرتؐ پر ابتدا میں ایمان لائے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اسلام پھیلانے میں ہم پیغمبر کے شریک ہیں اور یہ سمجھنا انکا کسی طرح دنیاوی کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ انکو انس اسلام سے ایسا ہی تھا کہ اسلام کا بگڑنا وہ اپنے گھر لٹنے سے بدرجہا برا جانتے تھے۔ عمر فاروقؓ کی ابھی اسی کچھ تو رسولؐ خدا کی مفارقت پر تھی اور کچھ اس لحاظ سے بھی تھی کہ دیکھیے اب اسلام کی باگ کس کے ہاتھ میں رہتی ہے اور اسکی حالت میں کیا انقلاب واقع ہوتا ہے۔ یہ بار کون اٹھاتا ہے یا کسی سے اٹھتا بھی ہے یا نہیں۔

دفن کے پہلے خلافت

اگر خلافت بنی ہاشم میں موروثی ہو جاتی تو علیؓ ابن ابی طالب جانشینی کے مستحق تھے۔ اگر یہ مسلمانوں میں سے کسی کا انتخاب کیا جانا مناسب ہوتا تو اسمیں شک نہیں کہ یہ انتخاب بہ لحاظ انہیں لوگوں میں سے ہونا چاہیے تھا جو جنگ بدر کے پہلے زمرہ مہاجرین میں شامل ہو چکے تھے یعنی جنگ بدر کے پہلے مسلمان ہو کر مکہ کی سکونت ترک کر چکے تھے۔ گو اس وقت بالاتفاق حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا پسند نہیں کیا گیا لیکن یہ ضرور لحاظ رکھا گیا کہ ابتدائی مہاجروں سے انتخاب کا ہونا اولیٰ ہے۔ چنانچہ اسی طور پر چار خلیفہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کی جانشینی پے در پے تسلیم کی گئی۔

حق خلافت

اب یہ کہ انکی جانشینی کی ترتیب کس لحاظ سے
رکھی گئی اسکا تذکرہ آئندہ اپنے موقع پر کیے جائینگے

باب سیوم

خلفائے اربعہ

فصل اول

خلافت ابوبکرؓ

خلافت ابوبکر ۱۱ھ سنہ ۶۳۲ء

غرضکہ ابوبکرؓ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بعض انصار نے سعد بن عبادہ کو خلیفہ رسولؐ قرار دیا ہے یا دینا چاہتے ہیں۔ بعض انصار کی بحث یہ تھی کہ مدینہ کے رہنے والے ہم لوگ ہیں پیغمبرؐ کی بات اور تھی ان کے بعد دوسری جگہ کا رہنے والا ہم لوگوں پر حکمران نہیں ہو سکتا۔ مہاجرین کی یہ گفتگو تھی کہ خاص قبائل کی حکومت زیر بحث نہیں ہے تمام عرب کی سلطنت کا انتظام پیش نظر ہے سوائے قریش کے کوئی دوسرا فرمانروا ہوا تو سارے ملک میں بدامنی پھیل جاوے گی کیونکہ اسکا دبدبہ نہ مانیں گے۔ اور بعض انصار بھی اس خصوص میں مہاجرین کے ہمزبان تھے منجملہ انکے کہنا "اچھا دو بادشاہ منتخب ہوں ایک مہاجرین سے ہو اور دوسرا انصار میں سے" مہاجرین نے اس شرکت کو بھی پسند نہ کیا۔ مہاجرین میں سے سنجیدہ گفتگو کرنے والے ابوبکرؓ تھے اور سختی سے بات کرنے والے عمر فاروقؓ تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کی شیریں کلامی نہ ہوتی تو شاید مقابلہ کی نوبت پہنچ جاتی۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عمرؓ کی درشت کلامی سے انصار مرعوب نہ ہوتے تو پھر کچھ کام بھی نہ چلتا۔ کسی طرح انصار گفتگو میں دبے تو مہاجرین نے وقت کو غنیمت سمجھا جو لوگ موجود تھے انہیں سرسری طور پر آمادہ کیا گیا۔ عمرؓ نے ابوعبیدہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی کیونکہ پیغمبرؐ نے انکو ایک مرتبہ امین ہذہ الامۃ کہا تھا ابوعبیدہ نے ابوبکرؓ کے لیے رائے دی۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا کہ عمرؓ یا ابوعبیدہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں عمرؓ نے کہا یہ نہ ہوگا آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسوقت علیؓ ابن ابی طالب موجود ہوتے تو کیا ہوتا اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ تمام اصحاب اور اہل بیت کا اکٹھا کرکے امر خلافت کا طے کرنا اسوقت مناسب نہ جانا گیا۔ جلدی میں جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ ابوبکرؓ بلحاظ اول کے نزدیک بہت معزز تھے عمر کے لحاظ سے بھی بزرگ تھے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے انکا بڑا درجہ تھا۔

علیؓ کی طرف اگر لوگ بہ ارادہ دیکھتے تھے تو انکی طرف ادب سے۔ اگر انتخاب کے وقت علی اور ابوبکر دونوں خلافت کے دعویدار ہو جاتے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ کثرت رائے کدھر ہوتی۔ غرضکہ سرسری طور پر ابوبکر منتخب ہو گئے لوگوں نے انکے ہاتھ پر بیعتیں کیں اور پھر اسکے بعد پیغمبرؐ کا جنازہ دفن کیا گیا۔ (نوٹ) اسکے بعد خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی تیمارداری کرتے رہے اور انکی وفات کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی۔ کیونکہ

حضرت علی کو اپنے خلیفہ ہونے پر ضرور کچھ خیال رہا۔ ابوبکر کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت بھی مہینوں کے بعد ... کی۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابوبکر کی قابلیت خلافت میں کچھ اعتراض کرتے تھے مشہور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ ابوبکر خلافت کی کیا کار روائی آپ کرنا چاہیں تو میں فوج سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے اسکا جواب اس طور سے دیا کہ ابوسفیانؓ اپنا سا منھ لیکر رہ گیا۔

آنحضرتؐ کے بعد سلطنت شخصی تھی لیکن تقرر خلیفہ کا کچھ دار و مدار کثرت رائے سے ہو جاتا تھا گو کثرت رائے حاصل کرنیکے طریقے مختلف حالتوں میں مختلف رہے لیکن بعرصہ تک حالات سلطنت میں توریث جاری نہیں ہوئی۔ بے شبہ اس شخصی سلطنت کا بھی یہ رنگ تھا کہ صرف نام کو شخصی سلطنت کہی جاتی تھی ورنہ خلفا کوئی کام بلا مشورہ کے نہیں کرتے تھے۔ سلطنت گویا انھی ان لوگوں کے نزدیک ایک قسم کی عبادت تھی۔ خلیفہ چہارم علی ابن ابی طالب تک یہی اعتدال قائم رہا۔ اور انکے وقت تک سلطان کا پادشاہ دینی اور دنیاوی امور میں مسلمانوں کا پیشوا سمجھا جاتا تھا۔ پھر انکے بعد سلاطین عجم کا رنگ پیدا ہونے لگا اور دینی و دنیاوی خلافت کا منصب گھٹنے لگا۔

تو پیغمبرؐ کے کچھ اصحاب تو ایسے تھے کہ وہ خلافت کے بار سے گھبرا کر اپنے کو دوسروں سے لیاقت میں کم سمجھ کر اُدھر توجہ ہی نہیں کرتے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ خلافت کے خواہشمند رہتے۔ لیکن دنیاوی طمع سے نہیں بلکہ محض اس خیال سے کہ وہ جو نیکی کے کام کرنے چاہتے ہیں امور سلطنت وہ سب اچھی طرح سے انجام دینگے۔ اہل سنت و جماعت کا یہ خیال ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد چار خلفا اسی طور کے ہوئے انکو حکمرانی کی طرف ضرور توجہ تھی لیکن طمع یا حکومت کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ جس اسلام کی بنیاد ان لوگوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ ہو کر قائم کی تھی یا جس اسلامی عمارت کے قائم کرنے کے لیے گھر بار عزیز و اقارب چھوڑ کر ان لوگوں نے آنحضرتؐ کا

علی کا اعتزال

شخصی سلطنت

اصحاب ثلاثؓ

دشمنون کی نظرون مین اپنے کو کمزور دکھایا جاتا۔ گو ابوبکر کا انتخاب سرسری تھا لیکن اسمین شک
نہین کہ لوگون نے بکثرت رائے سے اس انتخاب کو پسند کیا۔

خلیفہ ہونے کے دوسرے دن ابوبکر صدیق بازار کی طرف چلے۔ یہ لوگ زراعت پیشہ نہ تھے
بلکہ تجارت پیشہ تھے۔ بازار جاتے تھے کہ اپنا خرچ کس طرح چلتا۔ عمر اور ابو عبیدہ نے
بازار جانے سے آپ کو روکا اور کہا کہ بازار کی آمد و رفت امور سلطنت مین خلل انداز ہوتا
اور پھر ایک خفیف رقم بیت المال سے آپ کی گزر اوقات کے لیے مقرر کر دی گئی۔

حضرت ابوبکر کے عہد خلافت مین منصب قضا کا عمر ابن خطاب کو دیا گیا۔ عثمان ابن عفان
زید ابن ثابت اور عبداللہ ابن ارقم صاحب قلمدان یعنی وزیر سلطنت مقرر ہوئے اگر یہ لوگ
وزیر تھے تو پولیٹکل امور کے لحاظ سے عمر ابن خطاب وزیر اعظم تھے اور قاضی القضاۃ بھی تھے
ابوبکر کے زمانہ مین عتاب ابن اسید۔ عثمان ابن ابی العاص۔ مہاجر ابن ابی امیہ۔ زیاد ابن
لبید۔ یعلی ابن امیہ۔ معاذ ابن جبل۔ علاء ابن الحضرمی۔ بالترتیب مکہ۔ طائف۔ صنعا۔ حضرموت
خولان۔ جند۔ بحرین کے عامل یا گورنر تھے۔ حضرت ابوبکر کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ" یا "عبد ذلیل
رب جلیل" کندہ تھا۔ ابوبکر اپنے زمانہ خلافت مین بالکل کثرت رائے کے مطیع تھے اور عمر
ابن خطاب گویا اُس کونسل کے پریسیڈنٹ تھے جس سے ابوبکر صدیق مشورہ کیا کرتے تھے
مشہور ہے کہ صرف ایک ہی مرتبہ ابوبکر نے اپنی رائے سے کام لیا اور صرف ایک ہی مرتبہ خالد کے
معاملہ مین عمر ابن خطاب کی رائے سے اختلاف کیا۔ یہ دونون واقعات آیندہ مفصل بیان
کیے جاتے ہین۔

ابوبکر کا پولیٹکل انتظام

پہلے اُس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو تاریخ اسلام مین آنحضرتؐ کے بعد سب سے اہم واقعہ
ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اُسامہ کا لشکر آنحضرتؐ کے حکم سے مدینہ کے باہر پڑا تھا۔ آنحضرتؐ کی موت
نے اُسے روک رکھا ورنہ وہ کب کا کوچ کر چکا ہوتا۔ آنحضرتؐ کے مرنے کے بعد ابوبکر صدیق نے
اُسامہ کو روانگی کا حکم دیا۔ لوگون نے اسکے خلاف رائین دین لیکن آپ نے کہا کہ جس علم کو
پیغمبر نے اپنے خود درست کیا مین اُسے میدان جنگ مین جانے سے روک نہین سکتا۔ اسی
اثنا مین خبر آئی کہ زکوۃ دینے سے کہ یہی اس زمانہ مین ملکی خراج تھا نواح مدینہ کے مسلمان انکار کیتے

ابوبکر کا استقلال

ہین۔ عرب کے مختلف قبیلون کے مرتد ہونے کی بھی خبرین آئین جو پہلے پیغمبر ہو آنحضرت کے
وقت ہی مین پیدا ہو گئے تھے اُنکا بھی خوف لگا تھا یہ سب کچھ تھا لیکن ابوبکرؓ کے استقلال مین
فرق نہ تھا اُسامہ کے ساتھ بڑے بڑے اکابر دمشق کی طرف روانہ کیے گئے۔ لوگون کے کہنے
سے صرف ایک عمرؓ روک لیے گئے تھے۔ مدینہ [illegible] خالی دیکھکر مدینہ پر گرد ونواح [illegible]
حملہ کیا۔ جو لوگ اُسامہ کے ساتھ [illegible] گئے تھے [illegible]
گئے۔ مسلمانون کا یہ استقلال دیکھکر باغی بھاگ گئے [illegible]
[illegible] اور [illegible] آکر باغیون کا شکست [illegible]
سبب ہوا۔ ابوبکرؓ نے [illegible]
سردارون کو روانہ کیا [illegible] مرتد [illegible] زکوٰۃ دینا
منظور کر لے تو اس سے مقابلہ [illegible] اسلام [illegible]
انکار کرو [illegible]
عمرؓ ایسے جابر شخص کو [illegible] تلوار [illegible]
ابوبکرؓ کو معلوم [illegible] استقلال [illegible] عمرؓ نے اقرار کیا ہے کہ
[illegible] ابوبکر کا مرتبہ ہونا اور [illegible] ابتدا سے خلافت مین کبھی
غیر معمولی مستقل مزاجی سے کام لیا یہ دونون اعمال اُنکے میری تمام زندگی کے اعمال سے اچھے ہین

مالک بن نویرہ

جو لوگ مرتدون کی سرکوبی کو تعینات ہوئے تھے اُنمین خالد بن ولید بھی تھے۔ مالک بن نویرہ
مسلمان تھا۔ خالد نے اُسکو قتل کیا۔ ابوقتادہ انصاری نے ابوبکرؓ کے پاس آکر کہا کہ مالک کے قبیلہ
کے لوگ ناحق قتل کیے گئے اُنکی مسلمانی پر قائم رہنے اور نماز پڑھنے پر مین نے خود شہادت دی
لیکن خالد نے اُن اعراب کے قول کو مرجح سمجھا جو مال غنیمت کی طمع مین مسلمانون کے خون
کی پروا نہ کرتے تھے۔ بعض یہ بھی کہتے ہین کہ مالک ابن نویرہ کی بی بی [illegible] حسین تھی اُسکے
حسن نے خالد کو اندھا کر دیا تھا۔ عمرؓ کو خالد کی گردن مارنے پر اصرار تھا مگر ابوبکر صدیق اُنکے
سیف اللہ ہونے کو بھولتے نہ تھے۔ خالد بلوائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے عیب لگایا گر وہ مدینہ مین آئے
اور تخلیہ مین اپنی صفائی ابوبکرؓ سے کر لی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملہ کو غلطی اجتہاد پر محمول کیا کہ

سے بھی خالد کی محبت بھی تھی اور مقتول کے وارثون کو بیت المال سے دیت دلوا دی۔

طلیحہ اور مسیلمہ کذاب کا ابوبکر کے زمانہ مین مغلوب ہونا اوپر لکھا گیا ہی۔ دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہین ان دونون فتوحات مین خالد بن ولید سردار فوج تھے۔ مالک بن نویرہ کا معاملہ طلیحہ پر فتح پانے کے بعد اور مسیلمہ کذاب کے مقابلہ مین روانہ ہونے کے پہلے وقوع مین آیا تھا۔ آنحضرت نے خالد بن ولید کی بہت تعریف کی تھی لیکن اسمین شبہہ نہین کہ خالد کا بے دھڑک قتل پر ہاتھ اٹھانا کبھی کبھی آنحضرت کو بھی کبیدہ خاطر کر دیتا تھا۔ خالد کی نمایان فتوحات نے گو ابوبکر کو شیدا بنا رکھا تھا لیکن عمر بن خطاب کبھی خالد سے خوش نہ رہے۔ عمر بن خطاب مناسب قتل کے جتنے حامی تھے اتنے ہی نامناسب خونریزیون کے مخالف تھے۔ آپ کے مزاج مین عجیب اعتدال اور انصاف تھا۔ خالد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب اپنے عہد خلافت مین کس طرح پیش آئے اسکا ذکر آیندہ کیا جائیگا۔

ارتداد اہل بحرین علاء بن الحضرمی

اوپر لکھا گیا ہی کہ پیغمبر خدا کے زمانہ مین اہل بحرین مسلمان ہو چکے تھے۔ علاء بن الحضرمی دعوت اسلام کے لیے وہان بھیجا گیا۔ اوسکو ہی دوبارہ عامل صدقہ ہوکر بھیجا گیا۔ اسی اثناء مین آنحضرت نے وفات پائی اور وہان کے لوگ دین سے مرتد ہو گئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اسلام پر قایم تھے۔ بنو بکر عموماً مرتد تھے اور عبد القیس اکثر اسلام پر قایم تھے اسی اختلاف کی وجہ سے بنو بکر اور عبد القیس مین لڑائی شروع ہوئی۔ بنو بکر نے کسریٰ شاہ فارس سے مدد چاہی اور عبد القیس نے مسلمانان مدینہ سے اعانت طلب کی۔ ابوبکر نے کچھ فوج مدینہ سے روانہ کی اور حکم دیا کہ راہ مین جتنے مسلمان قبیلے ملتے جائین اُنسے مجاہدین لیے جائین مسلمانون نے قریب پہنچکر دشمنون پر شبخون مارا اور فتح پائی۔ دشمن بھاگ گئے اور مسلمانون کے لیے مال غنیمت چھوڑ گئے۔ مدینہ سے مدد آنے کے وقت عبد القیس قلعہ بند تھا اور علاء بن الحضرمی بھی اُنکے ساتھ تھا۔ اپنے دینی بھائیون کی فتح پانے کے بعد یہ لوگ قلعہ سے نکلے۔ پھر اسکے بعد مسلمانون نے گرد و نواح کے مفسدون کی خبر لینی شروع کی۔ بہت سے بنو بکر مارے گئے۔ لشکر فارس کے لوگ بھی اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ کسریٰ کے پاس شکست کی خبر پہنچانے گئے لیکن منذر بن نعمان جو لشکر عجم کا سپہ سالار تھا صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

ارتداد اہل عمان اور اہل یمن

اسی اثنا میں عمان مہرہ اور یمن کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ انکی سرکوبی کو حذیفہ بن محصن اور عرفجہ بارقی روانہ کیے گئے۔ عکرمہ بن ابوجہل جو جنگ مسیلمہ کذاب سے فارغ ہو کر ابھی یمامہ ہی میں تھا بالا بالا یمن میں پہنچا اور کفار کے مغلوب کرنے میں شریک ہوا۔ یمن میں بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اور کفار جو مقتول ہوئے انکی تعداد بھی مورخوں نے بہت زیادہ بیان کی ہے

ارتداد کندہ و حضرموت

کندہ اور حضرموت کے قبیلے جو مرتد ہو گئے تھے انکی گوشمالی کو زیاد تعینات ہوئے۔ اور پیچھے سے عکرمہ بھی آکر شریک ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کو یہاں بھی فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت ہوئی۔

علی کی بیعت

صحیح قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس تعویق کی وجہ کچھ ہی ہو لیکن بیعت کے قبل کوئی بیجا بات حضرت علی سے سرزد نہیں ہوئی اور بعد بیعت کے تو گویا انھوں نے تبعیت اپنے اوپر لازم ہی کر لی۔

تدوین قرآن

اسوقت تک قرآن کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ لوگ عموماً حافظ قرآن تھے۔ جو لکھے پڑھے لوگ تھے انکے پاس متفرق آیتیں لکھی ہوئی بھی تھیں۔ لیکن کیونکہ پتھروں کے ٹکڑوں پر ہڈی کے پتوں پر کاٹیوں چمڑوں اور تختیوں پر آیتوں کو لکھ رکھا تھا۔ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے قاری (حافظ قرآن) شہید ہوئے تو عمر بن خطاب کو انکے مرنے پر تدوین قرآن کی طرف توجہ ہوئی پہلے تو لوگ اس بدعت سے رکے لیکن پھر عمر بن خطاب کے اصرار پر ادھر متوجہ ہو گئے۔ قرآن کی تدوین تو عمر بن خطاب کے حکم سے ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوئی لیکن سورتوں کی ترتیب جس طرح پر اب قائم ہے عثمان بن عفان کے عہد میں پسند کی گئی اور اسلیے موجودہ قرآن کو بعض لوگ طنزاً عثمان بن عفان کا جمع کیا ہوا قرآن کہتے ہیں اور طنز کرنے والے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت علی نے قرآن کی ترتیب دوسرے طور پر کی تھی لیکن اسکا رواج نہیں ہوا اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ نفس قرآن کی صحت پر [illegible] کرتا ہے۔ اسلیے صحت متن اسمیں کوئی کلام نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اسلام کی مختلف تقسیموں کو نا پسند کرتے ہیں تو انکی طرف توجہ بھی ہے کہ جب قرآن سب فرقوں کا ایک ہی ہے تو پھر مختلف تقسیمیں کیسی؟ جزئیات میں اگر اختلاف آتا ہے

تو اس سے فرقون کے الگ الگ ہو جانے کی ضرورت نہین پیدا ہوئی۔

ابوبکرؓ کی خلافت کے دوسرے سال کے ساتھ ہجرت کا بارہوان سنہ شروع ہوتا ہی آنحضرتؐ کے وقت مین فارس اور شام کی سرحد تک اسلام پھیل چکا تھا۔ آپ کی وفات سے جو ضعف اسلام مین آ چلا تھا ابوبکر کی خلافت کا پہلا سال اسی اصلاح مین گذرا۔ اور دوسرے سال کے شروع ہونے پر پھر وہ خیالات تازہ ہوئے جو آنحضرتؐ کے فرمانے سے پیدا ہوئے تھے کہ بہت قریب ہی وہ زمانہ کہ فارس۔ شام اور مصر مین اسلام کی روشنی پھیلے گی۔ ان ممالک کی فتح کے اسباب جس طرح پیدا ہوئے انکا ذکر آگے آئیگا اسوقت ایران شام اور مصر کے نقشے کھینچ کر موقع کی صورت دکھائی جاتی ہی جو لوگ نقشہ سمجھنے کے عادی نہین ہین وہ پرانی دنیا اور عرب کے نقشے جو ۲ و ۳ صفحون مین ہین انکو دیکھ کر اپنی یادداشتون کو تازہ کر لین۔ کہ ان نقشون کے سمجھنے مین آسانی ہو۔

ایران کی قدیم حالت

ایران کی سلطنت بہت قدیم تھی۔ ہندوستان مصر ایران ان تین ملکون کی نسبت کہنا مشکل ہی کہ انمین سے پہلے کس نے ترقی کی۔ تاریخون سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر ملک نے ایران پر پہلے کبھی سلطنت نہین کی تھی۔ اسکندر اعظم کے وقت مین یونانیون نے ایران پر غلبہ پایا تھا لیکن وہ صرف ایک تماشہ کی صورت تھی۔ یونانیون کو ایران پر حکومت کرنا کبھی نصیب نہین ہوئی۔ اسکے بعد رومیون کی ترقی کا زمانہ آیا لیکن وہ لوگ بھی ایران پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ ترکون سے ایرانیون کا ہمیشہ مقابلہ رہا اور رومیون سے ہمیشہ ہی خرابیان آخر مین ہوتی رہین افغانستان ایران کا باجگذار صوبہ ہمیشہ رہا۔ غرضکہ ایران کی سلطنت بہت قدیم اور بڑی کارگزار تھی۔ لوگ اسکے نام سے ڈرتے تھے کبھی خیال مین بھی نہین آتا تھا کہ عرب جیسے بھی ایران پر حکومت کر سکتے ہین

حدود اربعہ

ایران کے حدود اربعہ۔ اوتر ترکستان اور کیسپین سی (بحیرہ خزر)۔ دکھن خلیج فارس خلیج عمان بحر عرب۔ پورب۔ افغانستان۔ بلوچستان پچھم عراق۔ عرب۔ لیکن جسوقت مسلمانون نے حملہ کیا۔ عراق۔ عرب بھی ایرانیون کے قبضہ مین تھا بلکہ پایہ تخت بغداد کے قریب مدائن مین تھا۔ اب تو ایران کے حدود اربعہ کو ترکی اور روسی سلطنتون نے بہت کم کر دیا
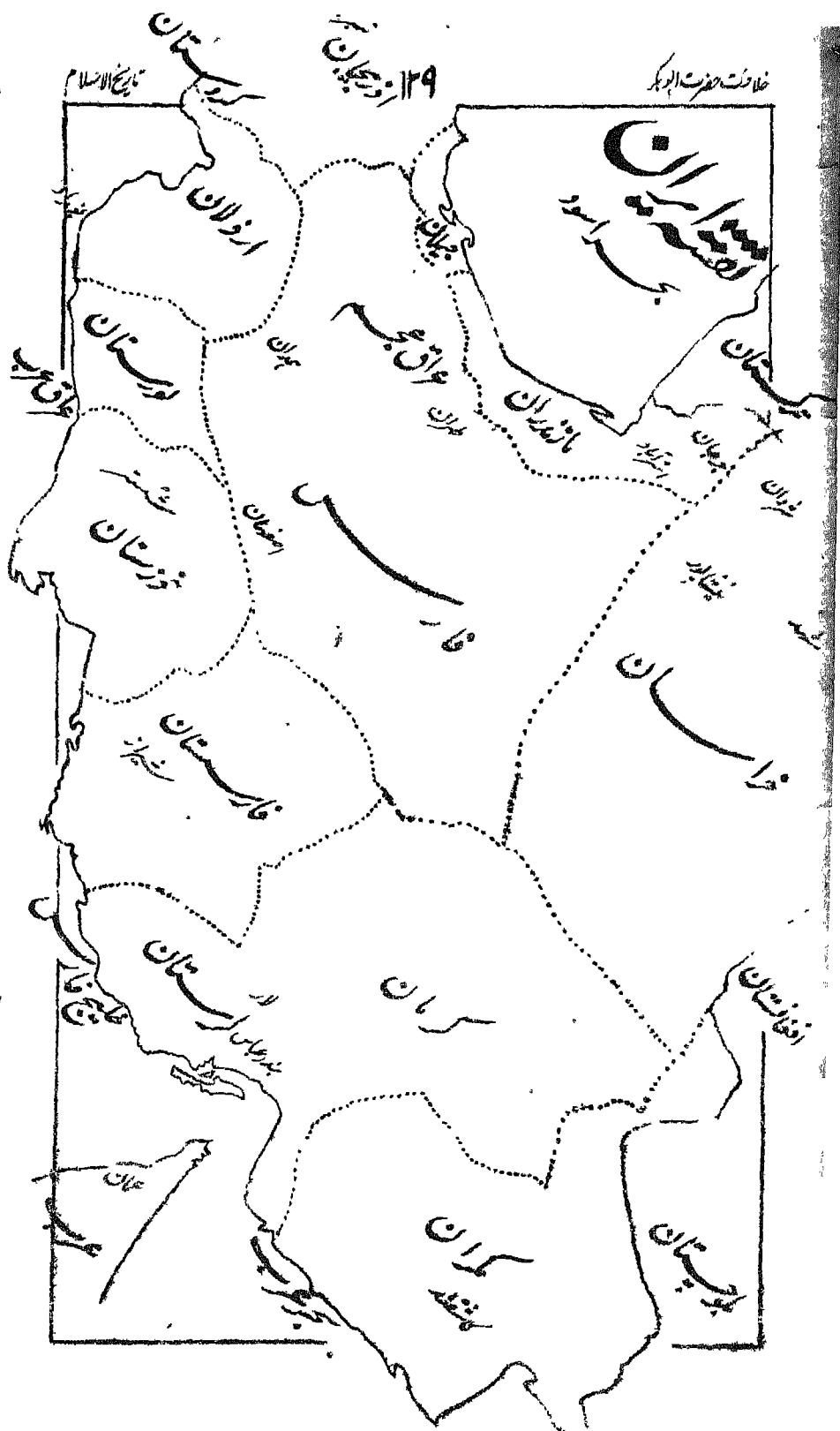
ہین - لیکن مسلمانون کے حملے کے وقت - عراق عرب - عراق عجم - فارس - خراسان - مازندران کرمان - یہ سب ممالک ایرانیون کے قبضہ مین تھے - ایرانیون کو عرب کے لوگ اپنی اصطلاح مین عجمی کہتے تھے اور انکے ملک کو ملک عجم بولتے تھے اور کہین کہین مورخون نے ایران کو فارس اور ایرانیون کو اہل فارس بھی لکھا ہے -

وہ ٹکڑہ زمین کا جسکے اوتر بحر اسود - دکن عرب پورب ایران پچھم یوروپ اور بحر میڈیٹرین واقع ہے اسوقت ترکون کے مقبوضہ ہونے کی وجہ سے ایشیا ئی ترکی کہلاتا ہے لیکن فی الواقع اسمین ارض مقدس - پلسٹائن - شام - عراق عرب - الجزیرہ - کردستان ارض روم - آرمینیا - ترےبزنڈ - وغیرہ مختلف مشہور مقامات داخل ہین ایشیا ئی ترکی کا ایک جدا نقشہ کھینچا جاتا ہے جسمین یہ سب مقامات ظاہر ہو جائین گے -

مسلمانون کے حملے کے وقت یہ تمام زمین کسی قدر شرقی حصّہ چھوڑکر کہ وہ ایرانیون کے دخل مین تھا عیسائیون کی مقبوضہ تھی - یہان عیسائیون کی مختلف خودمختار ریاستین قایم تھین لیکن مذہبی پیشوائی کی حیثیت سے ہرقل سب کا سردار سمجھا جاتا تھا - اصلی پایہ تخت تو قسطنطنیہ تھا - لیکن تھوڑے دلون سے انطاکیہ مشرقی مقبوضات کا دارالسلطنت قرار دیا گیا تھا - ہرقل سے بھی بڑا بادشاہ مذہبی خیال سے روم کا پوپ سمجھا جاتا تھا اور اسی لیے عیسائیون کی سلطنت کو بعض مسلمان مورخ رومیون کی سلطنت لکھتے ہین اور شام سے آگے بڑھکر جو فتوحات ہوئین انکو فتوح روم سے جابجا تعبیر کرتے ہین - جس طرح آجکل افریقی قوم کے لیے گورے اور کالے کا لفظ ہندوستان مین بولتے ہین - اور کالا آدمی تحقیر کے معنون مین ہندوستانیون کے لیے استعمال کیا جاتا ہے - اسی طرح مسلمانون کی ابتدائی فتوحات کے وقت شام اور شام کے شمالی حصّہ کے عیسائی باشندے بنوالاصفر (زرد آدمی) بولے جاتے تھے -

آفریقہ کے صحراے کلان کے پورب اور اتر جو تھوڑی سی آبادی سواحل بحر احمر اور بحر میڈیٹرین پر واقع ہے اُسی کا نام مصر ہے - لیکن آسانی کے لیے شمالی افریقہ کا پورا نقشہ درج کیا جاتا ہے تاکہ دوسرے مواقع کا بھی پتہ لگے -

تاریخ الاسلام
ایشیائی ترکی
ایشیائے کوچک
ارض روم
دیاربکر
کردستان
ایران
عمادیہ
موصل
الجزیرہ
بغداد
کربلا
کوفہ
حیرہ
عراق عرب
بصرہ
عرب
قبرص
اللاذقیہ
حمص
لبنان
دمشق
فلسطین
بیت المقدس
یورپ
روڈس

مشہور ہے کہ یونانیون کے معلم بھی مصری لوگ تھے - مدت سے یہ ملک آباد تھا اور تہذیب اور شائستگی مین بھی شہرہ آفاق تھا - مصریون کے زوال کے بعد یونانیون کو عروج ہوا - یونان کے بعد روم کا دن پھرا - رومیون کا جب عروج رہا تو ایران اور ترکستان کے سوا جتنے ممالک ہین سب انکے زیر فرمان تھے - رومیون سے یہان مراد ہے اٹلی کی دارالسلطنت روم کے باشندے - رومیون کے عروج کے وقت مصر بھی انکا ایک باج گزار صوبہ ہو گیا تھا لیکن زوال سلطنت کے بعد جب بہت سی خودمختار ریاستین قائم ہوتین وہان مصر بھی آزاد ہو گیا - اور مسلمانون کی چڑھائی کے وقت مصر کا بادشاہ ایک خودمختار عیسائی مقوقس نام تھا

مصر کی قدیم حالت

سنہ ۱۲ھ مین بنو شیبان کا ایک رئیس مثنی بن حارثہ مدینہ مین آکر مسلمان ہوا - اور کوفہ پر چڑھائی کرنے کی خواہش ظاہر کی - ابوبکر نے اسے کوفہ روانہ کیا - مثنی کے قبیلہ کے گرد و نواح مین جتنے لوگ تھے وہ سب ایران کی حکومت سے ناخوش تھے - سبھون نے مثنی کا ساتھ دیا - مثنی کی کامیابیون کی خبر مدینہ پہنچی لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سننے مین آیا کہ دشمنون نے ایک بڑا ہو کر جنگ کا بڑا سامان کیا ہے - یہان سے خالد بھیجے گئے - کہنے کو تو وہ مدد کے لیے گئے لیکن فی الواقع وہی سپہ سالار فوج تھے - فارس - حیرہ اور کوفہ کی فتح کو انکی تعیناتی عمل مین آئی اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ ان مہمون سے فارغ ہو کر ایلہ کی طرف بھی بڑھنا چاہیے - بیان کیا جاتا ہے کہ جب کوفہ اور عراق عرب مین خالد پہنچے تو انکے ساتھ دس ہزار مسلمانون کا گروہ تھا - پہلے ابن صلوبا حاکم سواد اور پھر ابن زدیب طائی حاکم حیرہ سے مڈبھیڑ ہوئی - ان دونون نے جزیہ دینا قبول کر لیا - اسکے بعد خالد ایلہ کی طرف گئے - وہان کا گورنر خالد کے ہاتھ سے مارا گیا - اور پھر کسریٰ کے حکم سے اہواز کا گورنر قارن پچاس ہزار کی جمعیت سے خالد کے مقابلہ کو چلا - یہ معرکہ بہت سخت تھا - تیس ہزار آدمی دشمن کے مارے گئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا - جب خالد نے غنیمت کا خمس مدینہ روانہ کیا تو تمام لوگ دیکھ کر پھڑک گئے اور سب نے خالد کو دعائے خیر دی - اس مال کے ساتھ کچھ قیدی بھی تھے - حضرت حسن بصری کے باپ انھین لوگون مین تھے اسکے بعد کچھ فوج شاہ ایران کی قارن کی کمک کو آ رہی تھی جس سے ولجہ اور الیس مین مسلمانون سے مقابلہ ہوا اور مسلمانون ہی کی فتح ہوئی - الیس کے مقام پر جو جنگ واقع ہوا اسکو مورخون

سواد

حیرہ

اہواز

بحر اٹلانٹک شمالی

بحر اٹلانٹک جنوبی

بالائی گرینیا

مصری سوڈان
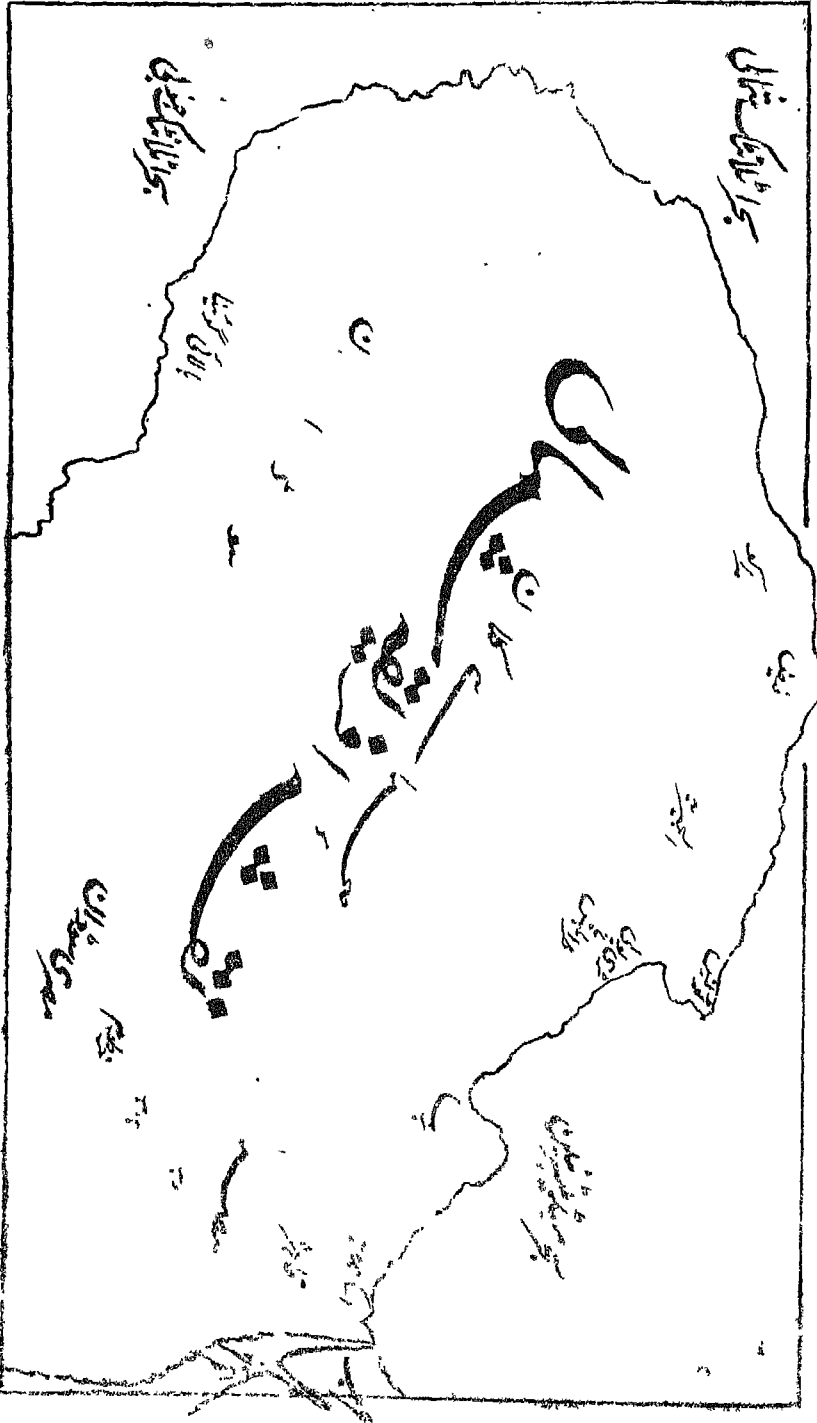
نے لکھا ہی کہ دشمن کا خون پانی کی طرح بہ چلا تھا۔ اسکے بعد انبار، عین التمر اور دومۃ الجندل وغیرہ چند نامی قلعے مسلمانون نے فتح کیے۔

اردشیر

اسی زمانہ مین اردشیر شاہ (کسریٰ) ایران نے وفات پائی۔ خالد کی طبیعت ان فتوحات سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور یون تبدیل سلطنت بھی خواہ مخواہ ایک انقلاب کی صورت پیدا کرہی رہتی ہی۔ یہ موقع غنیمت سمجھ کر خالد نے ایک خط کسریٰ کے نام بھیجا۔

مضمون خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد کی طرف سے بادشاہ عجم کسریٰ کو لکھا جاتا ہی۔ اللہ جس نے تمھاری جمعیت کو متفرق کردیا اور تمھاری سعادت بخت کو شقاوت سے بدل دیا۔ اسکے شکر اور اسکی تعریف کے بعد لکھا جاتا ہی کہ تم اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ نہین تو مین ایسی قوم کو تمھارے پاس بھیجون گا جو موت کو اسی طرح پسند کرتی ہی جس طرح تم زندگی کو چاہتے ہو۔

یہ خط پڑھ کر کسریٰ کے ہوش جاتے رہے لیکن استقلال کو اسنے ہاتھ سے جانے نہین دیا خالد کے مقابلہ کے لیے اسنے فوراً فوج کی درستی کا حکم دیا۔

ایران کی حالت

ایران اور روم کی سلطنتین بہت قدیم تھین۔ ایران کے متعلق تو صرف اتنا کہنا کافی ہی کہ یہ ملک نہین معلوم کس زمانہ سے خود مختار تھا۔ دوسری قوم نے یہان کبھی حکومت نہین کی تھی۔ اور نہ ایران کی سلطنت کبھی مستقل طور پر اور ملکون تک پہنچی تھی۔ ترکستان، شام یا عرب کے بعض صوبون پر کبھی ایران کی حکومت ہوجاتی تھی لیکن اسکی حیثیت سرحدی نزاعون سے زیادہ نہ تھی۔ سکندر کے زمانہ مین ایران پر یونانیون کا قبضہ ہوگیا تھا لیکن وہ زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہا۔ ایران مین آتش پرستون کا مذہب جاری تھا اور وہان کے بادشاہ کو کسریٰ کہتے تھے جیسا کہ روم کے بادشاہ کو قیصر اور حبشہ کے حاکم کو نجاشی کہتے تھے۔ پیغمبر خدا کے زمانہ مین ایرانیون اور شامیون مین کچھ نزاع ہوگئی تھی۔ پہلے ایرانی غالب ہوئے اسکے بعد شامیون کو غلبہ ہوا عرب کے دو حصے ایرانیون کے قبضہ مین تھے ایک تو یمن جو آنحضرتؐ کے زمانہ ہی مین مسلمانون کے قبضہ مین آچکا تھا اور دوسرا عراق عرب جسمین خالد بن ولید کی مداخلت ابھی لکھی جاچکی ہی۔

عراق عرب کے بعد اصل ایران پر مسلمانوں کا حملہ عمر فاروق کے زمانہ مین ہوا جسکا تذکرہ آیندہ آئے گا۔

رومیون کی سلطنت

رومیون کی سلطنت کا ایک وہ زمانہ تھا کہ باستثنا سے ہند چین ایران ترکستان اور تاتار کے تمام دنیا پر وہ حکمران تھے۔ سکندر کے زمانہ کا یہ ذکر نہین ہی۔ بلکہ اسوقت کا ذکر ہی جب عیسائیت نے اٹلی کی دارالسلطنت روم مین عروج پکڑا تھا۔ عیسائیون کا یہ زمانہ کامل عروج کا خیال کیا جاتا ہی۔ تمام یورپ مین تو انکا زور تھا ہی۔ ایشیا اور افریقہ کے اکثر سواحل بحر بھی انکے قبضہ مین تھے۔ رومیون کی سلطنت کا حال کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی۔

سکندر اعظم کے بعد یونانیون کی تہذیب سے اٹلی والون نے فائدہ اٹھاکر جو سلطنت قایم کی اسکا پایہ تخت روم قرار پایا۔ عیسائیت کے پھیلنے سے پہلے ہی سے رومیون کی سلطنت کو پورا عروج ہو چکا تھا۔ عیسوی سنہ کی تیسری چوتھی صدی مین روم کے ایک بادشاہ نے عیسوی دین قبول کیا۔ اس سے عیسائیت کو اسی طرح زور ہوا جیسا دنیاوی قوت کے اعتبار سے عربون کے بعد مغلون اور ترکون کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت پہنچی۔ عیسائی ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک رومیون کی سلطنت کا عروج بدستور قایم تھا پھر زوال یا تنزل شروع ہوا۔ باہم خانہ جنگی ہوئی اور اس خانہ جنگی سے رومیون کی سلطنت کے دو حصے ہو گئے۔ شرقی اور غربی۔ غربی حصہ کا دارالسلطنت روم رہا۔ اور شرقی حصہ کے لیے قسطنطنیہ دارالحکومت قرار پایا۔ قسطنطنیہ کو کنسٹن ٹائن اعظم نے بسایا تھا۔ اپنے موقع کے اعتبار سے قسطنطنیہ یورپ کے تمام شہرون مین اچھا سمجھا جاتا تھا اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا۔ روم کی سلطنت مغربی یورپ پر حاوی تھی اور قسطنطنیہ کی سلطنت مین وہ تمام حصے یورپ ایشیا کے شامل تھے جو آج کل عثمانی ترکون کے ماتحت ہین اور جنکو ترکش ایمپائر سلطنت ٹرکی کے نام سے یوروپین مورخ تعبیر کرتے ہین۔ اور اسکے علاوہ سواحل افریقہ پر بھی بعض بعض جگہ یہ قابض تھے۔

روم اور قسطنطنیہ کی سلطنت مین روز بروز ضعف آتا گیا۔ روم کی سلطنت تو یورپ کے

عام ترقیون سے ضعیف ہوگئی۔ صرف مذہبی امور مین وہ ۱۶وین صدی تک پیشوا سمجھی جاتی تھی لیکن اسکے بعد وہ حالت بھی اسکی زائل ہوئی اور آج وہ یورپین طاقتون کے مقابلہ مین ایک چھوٹی سی ریاست سے زیادہ حیثیت نہین رکھتی۔ رہی قسطنطنیہ کی سلطنت اُسمین اسلام کے پہلے ہی ضعف آگیا تھا۔ اسکے زرخیز حصے شام اور مصر نکل چکے تھے۔ شام کی دارالسلطنت انطاکیہ تھی اسکے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین تھین لیکن نہ اس طرح کہ شاہ قسطنطنیہ کی مخالف ہون۔ مذہبی اور دنیوی امور مین اُس سے بے نیاز ہون یا یہ کہ اس تقسیم سے عیسائیت یا عیسائی قوت مین کچھ کمی آئی ہو۔ بلکہ ہر ایک بجاے خود ایک مستحکم سلطنت تھی۔ ممکن ہے کہ انمین کسی وقت نفاق رہا ہو۔ لیکن مسلمانون کے حملون نے تو انکے باہمی اتفاق کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا اور جس استقلال اور باہمی اتفاق سے ان لوگون نے مسلمانون کا مقابلہ کیا آیندہ بیان کیا جائیگا۔

شام اور مصر کی سلطنتین عمر خلیفہ دوم کے وقت ہی مین مسلمانون کے قبضہ مین آ گئی تھین۔ مگر ایشیاے کوچک، جہان قسطنطنیہ کا بادشاہ عرصہ تک مسلمانون سے موافق رہکر اور مصلحت وقت کا پابند ہوکر عربون کی سلطنت کے زمانہ کو کسی طرح ٹالتا گیا لیکن بعد کو ترکون کی نمایان فتوحات کا مقابلہ نہ کرسکا یا یہ کہ ترکون نے ایسے عمدہ مقام سے الگ رہنا پسند نہین کیا۔

متفصلہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روم جُدا شے ہے۔ قسطنطنیہ الگ چیز ہے۔ شام کی چھوٹی چھوٹی نیم خودمختار یا باج گزار ریاستین جُدا شے ہین۔ لیکن مسلمان مورخ آسانی کے لحاظ سے ان تمام عیسائیون کو رومی لکھتے ہین اور انکے مقابلہ کو رومیون کا مقابلہ کہتے ہین کیونکہ یہ سب قومین اجزا تھین اس زبردست عیسائی سلطنت کی جو روم (رومتہ الکبریٰ) مین کسی زمانہ مین تھی۔ اور قانون مذہب۔ طرز معاشرت اور اخلاق خلاصہ یہ کہ تمام امور مین یہ لوگ پیرو تھے اُن رومیون کے جنکا زمانہ تاریخی صفحون مین ہمیشہ کے لیے یادگار ہے۔

اندرونی فسادات مٹنے کے بعد ۱۳ھ مین رومیون کے مقابلہ کے لیے ابوبکر نے طیاری کی۔ انطاکیہ کے متعلق جو نیم خودمختار ریاستین یا گورنرون کے رہنے کے بڑے بڑے چار مقامات فلسطین۔ حمص۔ دمشق اور اردان تھے اُنکے فتح کرنے کو عمرو بن عاص۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل ابن حسنہ الگ الگ تعنات کیے گئے اور پیکار گیا

سنہ ۱۳ھ ۶۳۴ء

کہ اگر اتفاقاً چارون لشکر ایک جگہ جمع ہو جائین تو ابو عبیدہ کو سردار یا سپہ سالار سمجھنا چاہیے ورنہ عام طور پر ہر ایک اپنے لشکر کا امیر ہی۔ یہ لوگ جُدا جُدا جہاد کو روانہ ہوئے ان سب کے ساتھ جتنی فوج تھی اُسکی مجموعی تعداد سات ہزار سے زیادہ نہ تھی جو اتنے بڑے اہم کام کے لیے بمشکل کافی سمجھی جاسکتی تھی۔

عمرو بن عاص جب فلسطین مین پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ مسلمانون کی خبر پاکر ہرقل شاہ انطاکیہ نے اپنے بھائی تذارق کو مقابلہ کے لیے تعینات کیا ہی اور پچاس ہزار سے زیادہ فوج اُسکے ساتھ ہی۔ جب ابوبکر صدیق کو اس سے اطلاع دی گئی تو اُنھون نے سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشم کو تین ہزار آدمیون کے ساتھ کمک کے لیے روانہ کیا اور پیچھے سے پھر برابر مسلمان جہاد مین شریک ہونے کو آتے گئے اور اسکے ساتھ ہی خالد بن ولید کو بھی حکم دیا گیا کہ عراق عرب سے شام کی طرف توجہ کرین اور بجاے ابو عبیدہ کے فوج کی امارت اُنکے متعلق رہے۔ چنانچہ خالد نے عراق عرب کی حکومت مثنیٰ بن حارثہ کے متعلق کرکے شام کا قصد کیا۔ عراق عرب کو خالد نے ایسی حالت مین چھوڑا کہ کسریٰ کے پاس خالد کا ایلچی جاچکا تھا اور وہ لڑنے کی طیاری کر رہا تھا۔ اگر ابوبکر کا حکم نہ پہنچتا تو خالد ضرور فارس پر چڑھائی کرتے۔ شام کی لڑائی چھڑ جانے سے اسوقت کسریٰ کا مقابلہ ملتوی رہا۔ خالد شام کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ مین چند قلعے فتح کرتے ہوئے بصرے مین ابو عبیدہ سے آملے۔ بصرے والون نے مسلمانون کی کثرت دیکھ کر جزیہ دینے پر صلح کرلی اور اسلیے شام کے ملکون مین سے بصرہ سب کے پہلے مسلمانون کے قبضہ مین آیا

بصرے کی فتح

جنگ اجنادین

اب خالد اور ابو عبیدہ آگے بڑھے۔ ایلیا اور بیت جبرین کے قریب اجنادین ایک مقام ہی وہین مسلمانون اور رومیون سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانون کے لشکر کی تعداد ۳۲ ہزار تھی اور رومیون کی تعداد بیان کرنے مین مورخون نے اختلاف کیا ہی۔ لیکن اسمین کلام نہین ہی کہ مسلمانون سے ہر حالت مین وہ زیادہ تھے۔ مسلمانون نے جب ایک ساتھ حملہ کیا تو رومیون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ کوئی تین ہزار آدمی دشمنون [illegible] خالد کے ہاتھ رہا [illegible] بہت بڑا [illegible] علی ابن ابی طالب سمجھے جائین تو

اجنادین سے بھاگ کر دشمنون نے گرد ونواح کے قلعون مین پناہ لی۔ مسلمانون نے ان قلعون پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ پہلے دمشق کا محاصرہ کیا گیا جسمین بہت سے عیسائی اجنادین سے بھاگ کر پناہ گیر تھے۔ خالد نے عرصہ تک دمشق کا محاصرہ کیا لیکن اسکے فتح کرنے کی نوبت نہین آئی۔ خالد۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان ہر طرف سے دمشق کو گھیرے تھے اندر جانے کی راہ نہ ملتی تھی اور نہ شہر والے مقابلے کو باہر نکلتے تھے اسی اثنار مین یہ خبر آئی۔ دمشق والون کی مدد کو ۲۰ ہزار فوج رومیون کی آتی ہے۔ خالد نے بڑھکر مقابلہ کیا۔ ہزار پانچسو مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن دمشق مین گھسنے کی کوئی راہ نہین نکلی۔

محاصرۂ دمشق

آب وہان ہرقل کی یہ کیفیت تھی کہ اجنادین کی لڑائی کا حال سُنکر اُسنے بڑے اہتمام سے فوج فراہم کی اور کوئی تین لاکھ فوج مسلمانون کے مقابلہ کے لیے روانہ کی۔ خالد نے یہ حال دمشق مین سُنا۔ دمشق مین رہکر لڑنا مناسب حال نہ تھا اسلیے دمشق کا محاصرہ چھوڑکر خالد آگے بڑھے اور میدان یرموک مین دونون فوجون کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانون کی جمعیت تیس ۳۰ چالیس ۴۰ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اور دشمنون کی فوج کا تخمینہ تین لاکھ کیا جاتا تھا۔ خالد کو کسی قدر غیر معمولی اہتمام اور استقلال سے کام لینا پڑا۔ انھون نے کہا کہ فتح اور شکست فوج کی قلت اور کثرت پر منحصر نہین ہے بلکہ مشیت ایزدی پر موقوف ہے۔ فوج سے ایک ہزار مسلمان ایسے چُنے گئے جو پیغمبر خدا کی صحبت سے بہرہ یاب تھے اور وہ سب کے آگے کیے گئے۔ انمین کوئی سو آدمی درویش صفت تھے وہ خداے تعالی کی درگاہ مین گریہ وگزاری کرنے کو الگ بٹھا دیے گئے۔

جنگ یرموک

خالد فوج کی درستی مین مشغول تھے کہ سامنے سے ایک قاصد مدینہ سے آتا ہوا نظر پڑا۔ خالد کے پاس چُپکے سے آکر ابوبکر کے انتقال کی خبر سُنائی۔ خالد نے کہا کہ یہ خبر کسی کو معلوم نہ ہو۔ ورنہ پھر لڑائی کا رنگ بدل جائیگا۔ قاصد نے کہا بہت اچھا۔ پھر خالد نے پوچھا کہ جانشین کون ہے؟ قاصد نے کہا عمر بن خطاب کو۔ خالد کو عمر بن خطاب کی طرف سے ابوعبیدہ۔ یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل ابن حسنہ سے معزول کیا ہوگا۔ قاصد نے کہا ہان۔

خالد کی معزولی

خالد نے کہا کچھ پروا نہین - مین خدا کے لیے لڑتا ہون - امارت کا مجھے شوق نہین ہی
لیکن یہ خبر مین کسی پر لڑائی ختم ہونے تک ظاہر نہ ہون - لڑائی شروع ہونے پر ایک لاکھ ۳۰
ہزار عیسائی مارے گئے اور تین ہزار مسلمان بھی کام آئے - اخیر مین رومیون کے پاؤن
اُٹھ گئے - میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا - اور بے انتہا نقد وجنس غنیمت مین ملا - لڑائی
فتح ہونے کے بعد عمر بن خطاب کا خط ابوعبیدہ کو دیا گیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ خالد ایسا شخص ہی
جس نے مالک بن نویرہ کو مارا اور جھوٹ بولا - اسکو مسلمانون کی سرداری زیب نہین دیتی -
اگر وہ اپنی خطا سے اعتراف کرے تو خیر اپنی جگہ پر رہے ورنہ مین اُسکو معزول کرتا ہون اور
ابوعبیدہ کو اُسکا قایم مقام کرتا ہون - ابوعبیدہ بیت المال کا چارج لے لین اور جو دولت
غنیمت کے ذریعہ سے خالد نے اب تک حاصل کی ہو اُسمین سے نصف بیت المال
مین لے لیا جائے اور نصف خالد کو دیدیا جائے - دستور تھا کہ مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار
تو قاتل کو ملتا تھا باقی مال غنیمت کا ایک جا جمع ہوکر ایک خمس بیت المال خزانہ شاہی کا
جزو ہوتا تھا اور بقیہ کا خمس سپہ سالار کو تنہا ملتا تھا اور اسکے بعد جو بچتا تھا وہ فوج مین
تقسیم ہوجاتا تھا - خالد نے جرم کا اقبال نہین کیا - فوج کی سرداری سے بخوشی الگ ہونا
قبول کیا - اور اپنے مال کا نصف جسکی مقدار چالیس ہزار درہم تھی ابوعبیدہ کے سپرد کردی

خالد کی معزولی

خالد سرداری سے الگ ہوئے لیکن فوج سے علیحدہ نہین ہوئے جس کوشش اور
شوق سے وہ آج تک فوجی کام انجام دیتے آئے تھے مرتے دم تک اسپر قایم رہے - ابوعبیدہ
بزرگی اور ورع کے لحاظ سے امیر تھے ورنہ جنگی امور مین خالد کی راے کو وہ بھی بالا سمجھتے
تھے اور تمام فوج کے لوگ خالد کو نائب سپہ سالار سے زیادہ موقر جانتے تھے -

تمام مسلمان خالد کے مداح تھے - فوج والے تو اُنپر جان دیتے تھے - یہ ایک پورے
سپاہی اور تجربہ کار جنرل تھے - سپاہیون کو دوست رکھتے تھے - فن جنگ سے بخوبی واقف
تھے - بہت سے ایسے چنے ہوئے لوگ انکے ساتھ تھے کہ اُنکے حالات جنگ بالتفصیل بیان
کیے جائین تو ناول اور فسانہ کا مزا آئے - عربی مورخ تو خالد کے مداح ہین ہی - یورپین مورخون
نے بھی انکی بڑی تعریف کی ہو - غزوات احمدیہ کے ہیرو اگر علی ابن ابی طالب سمجھے جائین تو

مالبعد کی لڑائیون مین خالد بن ولید کو ہیرو ماننا پڑتا ہی۔ جنگی امور مین ان دونون کے احسانات بہت کچھ مسلمانون پر ہین۔ یہ سب سہی لیکن جب عمر کے نزدیک خالد ایک گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے اور اسکے ساتھ ہی بظاہر نادم بھی نہ تھے تو وہ فوجی مسلمانون کے سردار ہونے کے ہرگز قابل نہ تھے

خالد اور عمر

اگر خالد نے اپنے اجتہاد مین مالک کے مارنے مین غلطی نہین کی تو عمر بھی خالد کے موقوف کرنے مین خطاوار نہین ٹھہر سکتے۔ خالد کو سب پیار کرتے تھے لیکن پھر بھی عمر کو کسی نے الزام نہین دیا۔ عمر کی نیک نیتی سب پر ظاہر تھی خصوصاً ایسی حالت مین کہ خالد کا جانشین ایسا شخص تجویز کیا گیا جسپر پیغمبرؐ کی خلافت کا مسئلہ طے کرتے وقت نظرین پڑتی تھین۔ پہلے لکھا گیا ہی کہ عمرؓ جتنے سخت دل تھے اُتنے ہی نرم دل بھی تھے۔ سختی کے موقع پر سخت تھے اور نرمی کے موقع پر نرم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانون کی فوج قطاع الطریقون کا مجمع نہین ہی بلکہ صالحون کا ایک گروہ ہی جو اسلام پھیلانے اور سچی راہ بتانے کو اطراف عالم مین بھیجا گیا ہی۔ اسکی امارت کے لیے ایسا شخص لائق ہی جو تمام محاسن اخلاق مین آپ اپنا نظیر ہو اور اپنی خوبی اخلاق سے بھی دلون کے مسخر کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ خالد کے ظاہری اخلاق گو بُرے نہ تھے لیکن پھر بھی ابو عبیدہ سے انکو کوئی نسبت نہ تھی اور ایک بات اور بھی تھی کہ عمر بن خطاب سمجھتے تھے کہ خالد اگر اللہ کے لیے لڑتے ہین تو سرداری جانے پر بھی وہ بدستور لڑتے رہین گے اور دنیاوی عزت یا طمع کی وجہ سے وہ شریک جنگ ہین تو پھر وہ کسی طرح اسلامی فوج کی سپہ سالاری کے قابل نہین ہین۔

عراق عرب مین مثنیٰ کو چھوڑکر خالد تو شام کی طرف چلے آئے اور وہان کا حال یہ ہوا کہ اردشیر نے وفات پائی اور اسکی جگہ پر اسکا بیٹا شہریار تخت پر بیٹھا۔ ہرمز جادو نام ایک شجاع کو تین ہزار فوج کے ساتھ شہریار نے عراق عجم کی طرف روانہ کیا۔ مثنیٰ نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ دشمنون کی فوج کے ساتھ ہاتھی بہت تھے جو معرکہ جنگ مین دیوار قلعہ کی طرح کھڑے کیے گئے۔ مسلمانون کے نیزے سے ہاتھی جو پیچھے بھاگے تو خود وہ ہاتھی دشمنون کی ہزیمت کے سبب ہوگئے اور میدان مسلمانون کے ہاتھ آیا۔ اسکے بعد شہریار مر گیا۔ ایرانی سلطنت کا انتظام نابالغ لڑکون اور شاہی عورتون کے متعلق ہوا۔ اسلیے پھر کوئی حملہ ایرانیون

اردشیر کی وفات

شہریار کی وفات

کی طرف سے نہین ہوا۔ لیکن عمر بن خطاب کے زمانہ مین خود مسلمانون نے ایران پر چڑھائی کی اور تمام ملک فتح کر لیا۔ اسکا مفصل بیان آگے آئیگا۔

سنہ ۱۳ھ
سنہ ۶۳۴ء
وفات ابوبکر

ابوبکر صدیق نے ۶۵ یا ۶۳ برس کی عمر مین ہجرت کے تیرہوین برس وفات پائی انکی خلافت کی مدت کم وبیش دو برس تھی۔ مرنے کے ۲ ہفتہ پہلے انکو بخار آنے لگا تھا اور کچھ سل کی بھی شکایت شروع ہوگئی۔ بعض مورخون نے لکھا ہی کہ غار حرا مین سانپ نے کاٹا تھا اسکا زہراب ظاہر ہوا۔ اور کسی نے لکھا ہی کہ ایک یہودی نے زہر دیدیا تھا اسکا اثر سال بھر کے بعد پورے طور پر نمایان ہوا۔ بہرحال یہ اپنی موت سے مرے اور اپنی حیات مین تحریری وصیت نامہ سے عمر بن خطاب کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کرتے گئے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ یہ انتخاب بکثرت رائے سے ہوا حضرت عثمانؓ۔ اور علی ابن ابی طالب نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تھی۔ ابوبکر نے اپنے کسی عزیز کو نامزد نہین کیا اسلیے انکی نیک نیتی مین کوئی کلام نہین ہوسکتا۔ اور عمر بن خطاب کے زمانہ پر نظر ڈالکر تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ عمر بن خطاب کا انتخاب ابوبکر کے بڑے بڑے اعمال مین شمار کیے جانے کے قابل ہی۔ کیونکہ عمر نے امور سلطنت کو اس لیاقت اور دیانتداری سے انجام دیا کہ پھر انکا سا کوئی دوسرا بادشاہ مسلمانون مین آج تک پیدا نہین ہوا۔

فصل دویم

خلافت عمر بن خطاب

سنہ ۶۳۴ء

حضرت عمر بن الخطاب کی کنیت ابوحفصہ تھی اور الفاروق انکا لقب آنحضرتؐ کا دیا ہوا تھا۔ جیساکہ حضرت ابوبکر کا لقب الصدیق اور حضرت علی کا ابوتراب تھا۔ آنحضرتؐ کے وقت مین یہ رکن اسلام تھے۔ ابوبکر کے زمانہ مین وزیر اعظم اور قاضی القضاۃ تھے اور اب انکے مرنے پر امور دینی کے پیشوا اور عرب۔ شام۔ ایران۔ مصر کے شہنشاہ ہوئے۔

ابوبکر کو لوگ خلیفہ رسول کہتے تھے۔ امیر المومنین کا لقب حضرت عمر کے وقت سے مستعمل ہوا اور پھر اسکے بعد تمام عربی النسل سلاطین خلیفہ اور امیر المومنین کہلائے۔ امیر المومنین کے معنی ہین مسلمانون کا سردار۔ عمر نے از راہ انکسار اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا اور مسلمانون سے کہا کہ خلافت رسولؐ کے لایق تو ابوبکر تھے مین محض تمہارا سردار ہون۔

آپکے مزاج میں پرہیزگاری بہت تھی۔ عیش پسندی بالکل نہ تھی۔ کھانا برا اور تھوڑا کھاتے تھے۔ مزاج میں حلم اور تواضع بہت تھی۔ عبادت اور ریاضت کا بہت شوق تھا اور اسکے ساتھ ہی امور سلطنت کے جزئیات پر بھی خیال رکھتے تھے۔

ریاضت اور عبادت

آپ رات کو مدینہ کی بازارمیں ضعیفوں اور بیماروں کے حالات دریافت کرنے نکلتے تھے اور انکی دستگیری کرتے تھے۔ ایک رات کو کوئی عورت اپنے شوہر کی مفارقت کا تذکرہ کررہی تھی اور عمر فاروق پر الزام دیتی تھی کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہیں اور میرا شوہر مدت سے فوج کے ساتھ مارا مارا پھرتا ہے۔ عمر فاروق نے دوسرے ہی دن اسکے شوہر کی طلبی کا خط بھیجا اور عام حکم جاری کردیا کہ کوئی فوجی شخص چھ مہینے سے زیادہ اپنی بی بی سے الگ نہ رہے کیونکہ اس سے زیادہ عورتوں کو شوہروں کی مفارقت کی برداشت نہیں ہوتی۔ ایک روز اور آپ نے سنا کہ عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ "دودھ میں پانی ملا دے" لڑکی نے انکار کیا ماں نے کہا کہ "اسوقت نہ امیر المومنین ہیں نہ اُسکے اہلکار موجود ہیں تجھے خوف کیا ہے" لڑکی نے کہا یہ مناسب نہیں ہے کہ سامنے تو امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کیجاے اور پیچھے اُسکے حکم کا خیال نہ رہے۔ عمر کو یہ بات بہت پسند آئی اور اپنے بیٹے عاصم کی زوجیت کے لیے اُسے پسند کیا۔ اسی لڑکی کی نسل میں یعنی اسکی بیٹی کی بیٹی سے عمر بن عبدالعزیز کی ماں پیدا ہوئی اور اسی لڑکی کے نیک نفس صحبت کا اثر درجہ بدرجہ عمر بن عبدالعزیز پر ایسا پڑا کہ سلاطین بنی امیہ میں بعد خلفاے اربعہ کے کوئی قابل استناد بادشاہ ہوا تو یہ ہوا۔

زوجین کی مدت مفارقت

عاصم بن عمر کا بیاہ

ایک مرتبہ کوئی مفلس بڑھیا تنگدستی سے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ خدا سمجھے گا عمر سے جسکی خلافت میں میرا حال ایسا تنگ ہے اور وہ اپنی رعایا سے اسقدر غافل ہے۔ عمر یہ سنکر آبدیدہ ہوے اور فوراً واپس آکر کھانے پینے کی چیزیں خود اپنے کاندھے پر لادیں اور بیت المال سے اُسکو بہیا تک پہنچا دیں۔ بڑھیا اس محبت اور کرم کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اے مرد اجنبی تو خلافت کے لیے عمر سے اولی اور انسب ہے" یہ سنکر حضرت عمر مسکراتے ہوئے گھر چلے آئے۔

ایک بڑھیا کے ساتھ سلوک

ایک مرتبہ آپ دھوپ میں پریشان پھر رہے تھے اور پھرنے کی وجہ یہ تھی کہ کوئی صدقہ کا اونٹ گم ہو گیا تھا کسی نے کہا امیر المومنین یہ کام آپ کے لائق نہیں کسی دوسرے کے سپرد کیجیے

صدقہ کا اونٹ گم ہو گیا

آپ نے کہا حفاظت میرے تعلق ہو اور اسلیے قیامت مین بازپرس بھی مجھی سے ہوگی۔ اگر کسی دوسرے سے بازپرس ہوتی تو مین یہ کام اُسکے تعلق کر دیتا۔

امیر المومنین کا خرچ

ابوبکر صدیق نے بقدر ضرورت بیت المال سے لینا شروع کیا تھا وہ طریقہ عمر فاروق کے وقت مین بھی قایم رہا۔ گھر کا خرچ وہ بیت المال سے چلاتے تھے۔ لیکن اوسط حالت مین نہ تنگدستی مین بسر کرتے تھے اور نہ تنعم مین۔ ایک اوسط درجہ کے قریش کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ میرے اختیار مین بیت المال یعنے خزانہ شاہی اس طرح پر ہو جیسے کسی یتیم کا مال اسکے ولی کے سپرد ہو اگر وہ اور طور پر گذر کر سکتا ہو تو مال یتیم چھونا اسکو روا نہین اور اگر کوئی صورت دوسری نہین ہو تو وہ اپنی گزراوقات کے لیے کچھ لے سکتا ہو۔ لیکن وہین تک کہ ضرورت مجبور کرے۔ یہی سختی آپ اپنے عاملون کے ساتھ بھی رکھتے تھے۔

عاملون پر سختی

جب کوئی عامل آپ تعنات کرتے تو تعناتی کے پروانہ کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ تنعم و تجمل اور تزئین سے دور رہنا۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا۔ قیمتی اور باریک کپڑا نہ پہننا۔ سیدے کی روٹی نہ کھانا۔ مکان کا دروازہ بند نہ رکھنا اور نہ دروازہ پر حاجب تعنات کرنا کہ لوگون کو تم تک پہنچنے مین دقت ہو۔ اور عاملون سے آپ اسی قسم کا عہد لیتے تھے اور آپکے تمام بڑے بڑے عامل ملازمان متعمدہ سمجھے جاتے تھے۔

گھر والون کی تنبیہ

جب آپ کوئی نئے طور کی نصیحت کسی کو کرتے تھے تو بالالتزام اپنے گھر والون کو بھی آکر سُنا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا نہو کہ میرے گھر والون کے فعل سے لوگ حجت پکڑین۔

عمال کی نگرانی

موسم حج مین آپ تمام عمال کو بلا بھیجتے تھے۔ یہ موقع رعایا سے عمال کی کیفیت دریافت کرنے کے لیے بہت اچھا ہوتا تھا اس وقت ہر طرف کے مسلمان جمع ہوتے تھے اور عمال کے چال چلن کی تفتیش شروع ہوتی تھی۔ بدچلن عمال پھر اپنے عہدون پر جانے نہ پاتے تھے۔ اس سالانہ امتحان کا خوف عمال کو جادہ اعتدال سے بڑھنے نہ دیتا تھا۔ عمر فاروق کے وقت کی زندگی میں یادگار باتیں یہ ہیں کہ انھون نے

عمر کی یادگار

(۱) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

(۲) قرآن کی تدوین کا حکم دیا۔

(۳) نماز تراویح قایم کی۔

(۴) اسّی کوڑے شرابیون کی سزا مقرر کی۔

(۵) رات کو چھپ کر رعایا کے حالات دریافت کرنے کا دستور نکالا۔

(۶) حبسیون کے لیے زندان بنایا۔

(۷) بیت المال کو باقاعدہ مرتب کیا۔

(۸) ہجوگوئی جو عرب مین مدت سے جاری تھی اسپر سختی سے نظر ڈالی۔

(۹) اُن لونڈیون کے بیچنے کی ممانعت کی جنسے لڑکے پیدا ہوجائین۔

(۱۰) نماز جنازہ پر چار تکبیرین معین کردین۔

(۱۱) اسلام مین وقف کا دستور قایم کیا۔

(۱۲) بڑے بڑے شہرون مین جامع مسجدین بنوانے کا حکم دیا۔

(۱۳) تادیب کے لیے دُرّے کا دستور قایم کیا۔

ممالک مفتوحہ

(۱۴) مفصلۂ ذیل مقامات انھون نے فتح کیے یا انکے وقت مین فتح ہوئے۔

کوفہ[۱] بصرہ[۲] سوادِ عراق[۳] جبال[۴] آذربیجان[۵] نصرہ[۶] اہواز[۷] شام[۸]
فارس[۹] کرمان[۱۰] جزیرہ[۱۱] موصل[۱۲] مرو[۱۳] اسکندریہ[۱۴]۔

عمر کے اہل بیت

آپ کی بیبیون اور اولاد کی تفصیل یون ہے
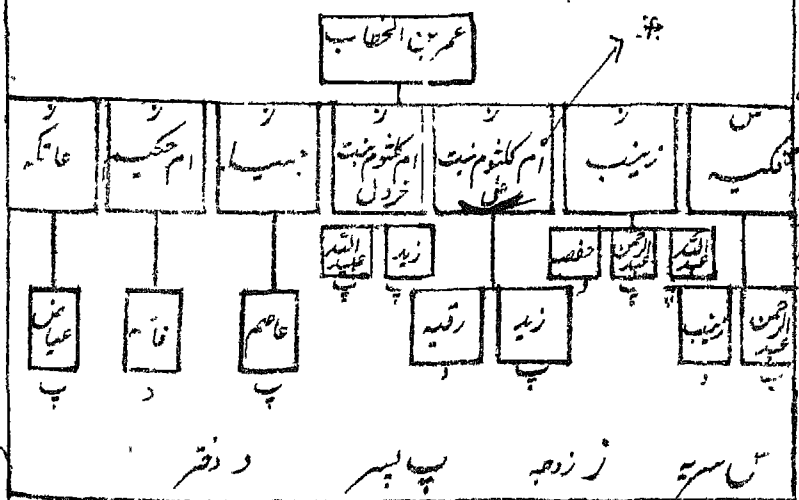
اب کچھ مختصر حال فتوحات اسلام اور پولٹیکل معاملات کا بیان کیا جاتا ہی۔ انکی خلافت کی مدت دس سال اور چار مہینہ تک تھی۔ پیغمبرِ خدا کے وقت یہ مشیر سلطنت تھے ابوبکر کے زمانہ مین وزیر اعظم تھے اب خود بادشاہ ہوئے یا یون کہ علاوہ اپنی ذاتی قابلیت کے رسول اللہ اور خلیفہ اول کی صحبت سے جو تجربہ حاصل ہوا تھا اُس سے کام لینے کا وقت آیا۔ انکے زمانہ مین اسلام نے بڑی رونق پکڑی۔ ملک بہت زیادہ فتح ہوئے اور ہر جگہ امن رہا۔ عمال کے انتخاب مین آپ کمال لیاقت صرف کرتے تھے اور پھر اُنکی نگرانی مین بڑی بیدار مغزی سے کام لیتے تھے۔ مشہور ہو کہ جب ایام حج مین لوگ ہر طرف سے جمع ہوتے تھے تو عمال (گورنر) بھی آتے تھے اور رعایا سے ہر عمال کے عادات اور حالات کا استفسار کیا جاتا تھا۔ عمال کے لیے یہ سالانہ امتحان بہت سخت تھا جسکے خوف سے وہ جادہ اعتدال سے کبھی بہکتے نہ تھے اور جب کبھی ذرا سا بھی فرق معلوم ہوتا تو پھر انکو گورنری پر جانا نصیب نہ ہوتا۔

پولٹیکل معاملات مین بیدار مغزی

خالد کی معزولی

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے جو پولٹیکل کام کیا وہ خالد کی معزولی تھی جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہی۔ اسکے بعد نجران کے عیسائیون (نصرانیون) کو آپ نے جلاوطن کرنے کا حکم دیا اور مصلحت اسمین یہ سوچی کہ جب تک کل عرب مین ایک مذہب نہ ہوگا قومی اتفاق جو ایک بہت بڑی نعمت ہو پیدا نہ ہوگا۔ لیکن افسوس یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمان کے بعد کیا کیا فتنے برپا ہونگے۔

نجران کے عیسائیون کی جلاوطنی

حضرت ابوبکرؓ ہی کے وقت مین مثنیٰ عراق عرب سے مدینہ آگیا تھا۔ ابوبکر نے چاہا تھا کہ اسکو جنگ فارس کے لیے روانہ کرین کہ موت نے جلدی کی۔ ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمرؓ نے مثنیٰ کے ساتھ کچھ مہاجر و انصار بھیجنے چاہے۔ خالد کی معزولی سے لوگ بددل ہو رہے تھے عمرؓ کے کہنے پر لوگون کو تامل ہوا۔ اور ابھی عمرؓ کا رعب بھی خوب نہین بندھا تھا اور نہ لوگون پر انکی قابلیت اچھے طور پر ثابت ہوئی تھی۔ ابوعبیدہ بن مسعود کے کہنے سے لوگ آمادہ ہوئے اور اسلیے وہی اس ایک ہزار فوج کا سپہ سالار قرار پایا جو مثنیٰ کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کی گئی تھی ایرانیون کی طرف سے پہلے رستم سپہ سالار تھا اور پھر بہمن نئی فوج لیکر آیا۔ پہلے رستم کے وقت مین چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین مسلمان کامیاب ہوئے۔ لیکن پھر بہمن کی کمک آنے پر ایک بہت بڑی شکست مسلمانون کو ہوئی جسمین چار ہزار مسلمان مارے گئے بہمن کے ساتھ ایک سفید ہاتھی تھا جسکی

مثنیٰ کی روانگی

کا ٹینے کی بدولت ابو عبیدہ بھی شہید ہوا۔ اس لڑائی سے تمام مدینہ میں کھل بل پڑگئی اور لوگون کو اپنے اعزہ کے ضایع جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ ایک طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ اس لڑائی مین مسلمان ہی کامیاب ہوئے۔

رستم اور بہمن کی باہمی بے لطفی

رستم اور بہمن کے ساتھیون مین کچھ ایسی بے لطفی پیدا ہوئی کہ وہ باہم دو فرقہ ہوگئے۔ اس سے بہمن جادو کے لشکر مین سے دلی پھیلی اور وہ سب مدائن (پایۂ تخت) کو واپس چلے گئے۔ ایرانیون کے انقلاب سلطنت اور آپس کی نااتفاقی نے اور بھی مسلمانون کی ہمتین بڑھادین۔ اسوقت اسکندر (اعظم شاہ یونان) کے حملون کی کیفیت یاد پڑتی ہی کہ اسوقت بھی ایرانیون کے سپہ سالارون ہی کی باہمی نااتفاقیون نے اسکندر کو آسانی سے ایران مین در آنے کا راستہ دیدیا تھا۔

اس لڑائی مین مسلمانون کو پوری کامیابی نہین ہوئی۔ لیکن عراق عرب پر انکا قبضہ مستحکم ہوگیا۔ حضرت ابوبکر کے مرنے پر عراق عرب سے مسلمانون کا قبضہ اُٹھ چلا تھا۔ تبھی جب ابو عبیدہ کو لیکر آیا تھا تو عراق عرب خطرہ کی حالت مین تھا۔ جابجا لغاوتین اور سازشین پھیل چلی تھین۔ رستم نے باشندون کو ذرا کر ہموار کرلیا تھا۔ خیر اس لڑائی سے اتنا تو ہوا کہ عراق عرب کا قبضہ مخدوش نہین رہا۔ اس زمانہ مین کوفہ۔ حیرہ (حلہ) تک مسلمانون کی سلطنت پھیل چکی تھی۔

بصرہ

بصرہ پہلے سے کوئی شہر نہین تھا بلکہ اسی سنہ مین وہ حضرت عمر کے حکم سے پولٹیکل مصالح پر نظر ڈال کر آباد کیا گیا اور پھر بہت جلد اسکی آبادی اور رونق مین ترقی ہوئی۔

فتح دمشق

۱۴ھ کی ابتدا مین دمشق فتح ہوا۔ اور یزید ابن ابی سفیان یہان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ مورخون نے فتح دمشق کا بیان یون لکھا ہی کہ خالد کی معزولی سنکر ہرقل کو دلیری ہوئی اور اُسنے مقام یرموک فوجین روانہ کرنا شروع کین۔ اس حال سے خلیفہ دوم (عمر بن الخطاب) کو اطلاع دی گئی بہان سے یہ ہدایت ہوئی کہ مسلمانون کو چاہیے کہ دمشق فتح کرلین۔ اور دمشق کی لڑائی شروع کرنے سے پہلے یہ بندوبست کرلین کہ حمص اور فلسطین سے نصرانیون کی مدد وہان نہ آسکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ لوگ حموص اور فلسطین کے راستون پر تعنات کیے گئے کہ دشمنون کے آنے کو روکین اور باقی لوگ ابو عبیدہ بن جراح اور خالد کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے۔ دمشقیون نے اپنے مین مقابلہ کی طاقت نہ پاکر کچھ نے تو فرار اختیار کیا اور کچھ شہر مین جا چھپے اور شہر پناہ کا دروازہ بند کرلیا۔

مسلمانون نے عرصہ تک محاصرہ کیا اور اسکے بعد خالد نے کسی حکمت سے شہر کے اندر اپنا گزر کیا اور شہر فتح ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہی کہ اگر خالد پیشدستی نہ کرتے جب بھی وہ شہر فتح ہوتا کہ اہل شہر صلح پر آمادہ تھے۔ بہر حال شہر کا فتح ہونا بزور شمشیر سمجھا گیا اور گرد و نواح کے باشندون پر مسلمانون کا خوف طاری ہوا لیکن شہر والون سے جزیہ دینا قبول کیا اور کچھ مال و متاع لیکر صلحنامہ مرتب ہوا۔ اسی طرح اور بھی کئی شہر فتح ہوئے دمشق کے آس پاس بہت سے قصبے یزید بن ابی سفیان اور معاویہ نے فتح کیے بیسان کو شرحبیل بن حسنہ نے فتح کیا اور ابوالاعور کی طرف طبریہ کی فتح منسوب ہوئی۔ لیکن یہ کل فتوحات

فتح طبریہ

نتیجہ تھین اس ہیبت کی جو خالد نے بٹھا رکھی تھی۔

فتح بعلبک

اسی سال مین بعلبک کو خالد نے فتح کیا۔ اور شرب خمر پر اجراے حد کا حکم بھی اسی وقت مین نافذ ہوا۔ خلیفہ دوم نے خود اپنے بیٹے عبید اللہ یا عبدالرحمن پر دُرّے لگائے جسکے صدمے سے (غالباً) وہ مدینہ کے اندر ہی اندر مرگیا۔ یہ تھی اسلام کی پابندی اور سختی جس سے اسلام نے استحکام کے ساتھ جڑ پکڑی۔

اسی سال مین مثنیٰ بن حارثہ کی مدد کو جریر مع اپنی فوج کے بھیجا گیا۔ اور لکھا گیا کہ جریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دیکھے ہوئے ہی اسکی تعظیم مثنیٰ پر لازم ہی۔ اب ایسی حالت مین یہ تمیز کرنا ذرا مشکل تھا کہ آمر لشکر کون قرار پایا۔ بہر حال مثنیٰ اور جریر کی شرکت مین جو لڑائی فارسیون سے ہوئی اُسمین فارسیون کا سردار مہران تیر کھا کر گھوڑے سے گرا اور اُسکے ساتھیون کا استقلال جاتا رہا۔ مسلمانون کو فتح نصیب ہوئی اور مال غنیمت اتنا ہاتھ آیا کہ اب تک کسی لڑائی مین نہ ملا تھا۔

بغداد کے قریب سکینہ

اسکے بعد مثنیٰ نے اُس مقام کا رُخ کیا جہان آج بغداد آباد ہی۔ پہلے یہان سالانہ بازار یا ایک میلہ لگتا تھا۔ جہان دور دور سے لوگ آکر جمع ہوتے تھے اور بہت کچھ مال تجارت کا لاتے تھے۔ اس بازار کی لوٹ سے مسلمانون نے ہزار اونٹ سونے چاندی اور جواہرات اور قیمتی چیزون سے بھرے ہوئے پائے اور انکے تمول مین اس سے بہت زیادہ ترقی ہوئی۔

ایران پر چڑھائی
۱۴ھ
۶۳۴ء

ایرانیون کی اب آنکھین کھلین انہین مشورے ہونے لگے۔ کثرت راے سے یزدجرد کو جو سلاطین ایران کی اولاد ذکور مین باقی تھا تخت پر بٹھایا گیا اور عربون سے لڑنے کی فکر ہونے لگی۔ سنہ ۱۴ھ کے اخیر مین یہ خبر عمر کو پہنچی آپ نے بھی طیاری شروع کی۔ تمام عربی نوجوانون کو مدینہ

باہر جمع کیا اور پھر تمام اکابر شہر سے مشورہ شروع کیا۔ بعضون نے یہ راے دی کہ خود خلیفہ وقت ایرانیون کے مقابلہ مین جانا چاہیے۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے اسے خلاف مصلحت سمجھا اور اسی پر کثرت راے قرار پائی۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص لشکر عراق کے سپہ سالار تجویز ہوئے اور کفار عجم سے لڑنے کے لیے روانہ کیے گئے۔ مثنی اور جریر کو حکم ہوا کہ وہ انکی مدد مین کام کرین۔

جنگ قادسیہ

غرضکہ ۱۵ھ کے شروع مین سعد بن ابی وقاص قادسیہ مین پہنچے اور انکی مدد کو برابر مدینہ سے فوج آتی رہی۔ جو کوئی مسلمان مدینہ مین آتا تھا اُسے عمر بن الخطاب سعد کے پاس بھیجتے تھے اس طرح بہت سا لشکر سعد کے پاس جمع ہوگیا۔ ابوعبیدہ بن جراح نے بھی کچھ فوج خلیفہ وقت کے حکم کے مطابق شام سے بھیجدی۔ علاوہ مثنی اور جریر کے مغیرہ۔ شعبہ۔ طلیحہ بن خویلد اسدی۔ عمر بن معدیکرب۔ عاصم بن عمر۔ شرجیل کندی۔ عاصم بن زرار وغیرہ وغیرہ نامی سردار سعد کے پاس پہنچ گئے تھے بہت سے لوگ تو ایسے تھے جو جنگ یرموک مین شریک رہ چکے تھے۔ یزدجرد نے بھی مسلمانون کا حال سنکر خوب طیاریان کین اور رستم بن فرخ زاد کو امیر لشکر قرار دیکر مسلمانون کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ سعد نے کچھ لوگ رفع حجت کے لیے یزدجرد کے پاس بھیجے یزدجرد سے دو بدو گفتگو ہوئی۔ ان قاصدون نے اپنی پچھلی ذلیل حالت کو تسلیم کرکے شاہ ایران سے کہا کہ محمد رسول اللہ کے فیض صحبت سے اور اسلام کی برکت سے ہم لوگ کچھ سے کچھ ہوگئے آپ اور آپ کی رعایا بھی اس سے فیضیاب ہو ورنہ ہم لوگ ایران کی تمام دولت چھین لینگے اور کافرون کو تباہ کردین گے۔ یزدجرد کو بہت غصہ آیا۔ قاصدون کا قتل کرنا شان سلطنت کے خلاف تھا اسلیے وہ چپکا ہو رہا لیکن عربون کے ان بیباکانہ کلمات سے جو تعجب اُسکو ہوا اور جسکو اُسنے خود اُسی مجلس مین ظاہر کیا وہ اس قطعہ کا مضمون تھا۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار　عرب را بجائے رسید است کار

که ملک عجم را کنند آرزو　تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

رستم مسلمانون سے لڑنے چلا لیکن نہایت مایوسی کی حالت مین۔ علم نجوم سے وہ عربون کی قسمت جان چکا تھا یہ تو بعض مورخون کا قول ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ عربون کی مستعدی اور استقلال اُسکی

رستم کی ہلاکت

اسکی ہمت کھو دی ہو۔ اسکی بے دلی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہی کہ مدائن (پایہ تخت) سے قادسیہ
تک وہ چار مہینے میں آیا۔ بہانہ یہ تھا کہ فوج اکٹھا کرنے میں عرصہ ہوتا ہی اور دلی مقصود یہ تھا کہ مسلمان
بے لڑے بھڑے واپس چلے جائیں تو اچھا۔ خلیفہ وقت کا حکم تھا کہ مسلمان قادسیہ سے آگے
نہ بڑھیں اور لڑائی میں ایرانیوں کی طرف سے سبقت ہونے دیں۔ رستم کب تک ٹال بال میں دن
کاٹتا آخر ایرانیوں کی فوج عربوں کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوئی اور لڑائی چھڑ گئی۔ رستم بہت بڑا سردار
اور بہادر جنرل تھا۔ جب اُسنے دیکھا کہ لڑے بغیر چارہ نہیں ہی۔ عرب پیچھا نہیں چھوڑتے تو نہایت
مردانگی سے وہ لڑا اور مسلمانوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ ایرانیوں سے لڑنا آسان نہیں ہی۔ تین روز تک
برابر لڑائی رہی۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی تھی۔ طرفین کے لوگ مارے جاتے تھے۔ آخر روز
جنگ کا خاتمہ ہوتا تھا۔ دوسرے دن جنگ پھر شروع ہو جاتی تھی۔ اگر لڑائی کا پورا حال لکھا جائے
تو ایک داستان ہو جائے۔ خیر یہ تو ایک بڑی لڑائی تھی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بھی تفصیلی
حالات اگر بیان کیے جائیں تو فسانہ کا مزا آ جائے۔ آئندہ شام اور مصر کی لڑائیاں ہوئی ہیں
سے ہر ایک لڑائی کی کیفیت شرح وبسط کے ساتھ لکھی جائے تو ناول اور ڈراما کا لطف دکھا جائے
لیکن مجبوری ہی کہ اس کتاب میں ان فروعی باتوں کے بڑھانے کا موقع نہیں ہی۔ مختصر یہ کہ ایرانیوں
کے نامی نامی سردار مارے گئے تیسرے یا چوتھے دن رستم کے قتل پر لڑائی کا خاتمہ ہوا بیشمار غنیمت
مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ اس لڑائی میں کوئی لاکھ کفار (عجمی) مارے گئے اور ساڑھے آٹھ ہزار
مسلمان شہید ہوئے۔

فتوحات ملک روم

اسی سال ابو عبیدہ اور خالد نے مرج الروم[1]۔ حمص[2]۔ لاذقیہ[3] قنسرین[4]۔ انطاکیہ[5] اور
حلب[6] وغیرہ فتح کیے۔ مختصر بیان ان فتوحات کا یہ ہی کہ اس جنگ کے بعد ابو عبیدہ اور خالد
حمص کے فتح کرنے کو آگے بڑھے۔ حمص میں اسوقت ہرقل کا تخت شاہی تھا۔ ہرقل نے
خبر سنکر توذر اور اسنش کو مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ بمقام مرج الروم دونوں فوجوں
میں مقابلہ ہوا۔ ابو عبیدہ نے اپنے کو اسنش کے مقابلہ میں رکھا اور خالد کو توذر کا حملہ روکنے
کو تعینات کیا۔

یہاں کسی قدر جغرافیہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہی تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ دمشق تک

شام کا ملک سمجھا چاہیے۔ دمشق فتح کرنے سے گویا شام پر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا۔ دمشق سے آگے کوئی ایسی قدرتی تقسیم نہین ہو جس سے اُدھر کوئی نیا ملک سمجھا جائے۔ زبان کا بھی چندان اختلاف نہین تھا۔ لیکن دمشق سے آگے جو حصہ واقع ہو اُسے ارض روم کہتے تھے اور اب اوسکو ٹرکی ایشیا یا ایشیاے کوچک بولتے ہین جسطرح اب ترکون کے قابض ہونے سے اُسے ٹرکی کہتے ہین ویسے ہی روم (دارالسلطنت اٹلی جسکو عربی مین روم الکبری بولتے ہین) کی سلطنت جب ان اطراف مین پھیلی تو عرب اور ایران کے لوگ رومیون کی سلطنت کہنے لگے گو ملکی اعتبار سے شامیون کا مقابلہ بھی ایک طور سے رومیون ہی کا مقابلہ تھا۔ لیکن عربی مورخون نے دمشق وغیرہ کی لڑائیون کو فتح شام اور اس سے شمال کی لڑائیون کو فتح روم سے تعبیر کرکے ان لڑائیون کو فتوح الشام والروم لکھا ہو۔

فتح مرج الروم

جب ابو عبیدہ اور خالد کی فوجین نوذر اور سنش کے مقابلہ مین اُتر پڑین تو نوذر کی راے نے مسلمانون کی قوت تولنے مین غلطی کی۔ اُسنے سوچا کہ سنش ان دونون کے مقابلون کو کافی ہو۔ مین ذرا گھوم کر دوسری راہ سے شام کی طرف چلا جاؤن اور وہان کے مقامات جو مسلمانون کے قبضہ مین آگئے ہین چھین لون۔ نوذر کے آنے کی خبر سُنکر یزید والی دمشق مقابلہ کو بڑھا اور پیچھے سے خالد بھی آگئے۔ خالد فن جنگ سے بہت واقف تھے ایسے موقع پر دھوکا کھانا جانتے ہی نہ تھے۔ نوذر پر فتح پاکر خالد مرج الروم مین واپس آگئے اور وہان ابو عبیدہ کے ساتھ ملکر سنش کو مغلوب کیا اور مرج الروم پر قبضہ کرلیا۔

فتح حمص

اسکے بعد ابو عبیدہ اور خالد حمص کی طرف بڑھے۔ ہرقل نے بطریق (گورنر) حمص کے متعلق مسلمانون کا مقابلہ چھوڑا اور خود رہا مین جاکر فوج جمع کرنے لگا۔ حمص والون نے دوبدو لڑنے کی جُرأت نہ کی قلعہ بند ہوگئے اور امید یہ رکھی کہ ہرقل کی مدد پہنچیگی۔ جزائر سے زیادہ امید مدد کی تھی۔ لیکن وہان سعد بن ابی وقاص کی فتوحات نے لوگون کو ایسا سہما دیا تھا کہ وہ خود اپنی فکر مین مبتلا تھے۔ حمصیون کی مدد کو کیا جاتے۔ غرضکہ شہر والون نے دمشقیون کی طرح مصالحت کو اولیٰ سمجھا اور اس طرح حمص بھی مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔ کچھ عرصہ تک حمص مین ابو عبیدہ نے قیام کیا اور پھر اُسکی حکومت عبادہ بن صامت کے متعلق

کرکے وہ آگے بڑھے۔

فتوحات حمص شیزر و لاذقیہ

حمص اور شیزر بے لڑے بھڑے مسلمانون کے قبضہ مین آگئے۔ ہان لاذقیہ مین کچھ عرصہ ہوا۔ لڑنے مین نہین بلکہ محاصرہ کی دقت اٹھانی پڑی لیکن اسکا انتظام یون کیا گیا کہ شہر والون پر مقابلہ سے پہلے مسلمانون کا آنا کھلنے نہ پایا اور پھر مسلمانون کے پہنچ جانے پر نہ انکو لڑنے کی قوت تھی اور نہ دروازہ بند کرنے کا وقت تھا۔ تھوڑی ہی سی لڑائی کے بعد یہ شہر بھی فتح ہوگیا۔

فتح قنسرین

اسکے بعد قنسرین پر چڑھائی کی گئی۔ وہان کے لوگون نے بھی اہل حمص کی طرح معاہدہ صلح کرلیا۔ راستہ مین رومیون سے کچھ لڑنا پڑا تھا اسلیے شرائط صلح مین ذرا سختی رکھی گئی۔

خالد نے ابوعبیدہ سے استصواب رائے کرکے رہا پر جہان ہرقل مقیم تھا فوج کشی کرنا چاہی۔ ہرقل یہ خبر سنکر قسطنطنیہ کی طرف راہی ہوا۔ راستہ مین ہرقل نے لوگون سے مسلمانون کا حال دریافت کیا۔ لوگون نے بیان کیا "کہ یہ دن بھر گھوڑے پر سوار رہتے ہین اور رات بھر خدا کے سامنے ناک رگڑتے ہین" ہرقل نے یہ سنکر نہایت افسوس سے کہا کہ "اگر ایسا ہی ہے تو پھر سب کچھ انھین کا ہے" ہرقل نے قسطنطنیہ پہنچکر اسی دارالسلطنت پر قناعت کی۔ اور حدود روم کے قریب جتنے شہر اجنادین۔ قیساریہ۔ انطاکیہ وغیرہ تھے انکو خوب فوجون سے مستحکم کیا۔

فتح حلب

میدان خالی پاکر ابوعبیدہ نے تھوڑے سے محاصرے کے بعد حلب فتح کرلیا اور نواحی حلب مین مسلمانون کا سکہ بیٹھ گیا۔

قیساریہ کی فتح کو پانچہزار سوار کے ساتھ معاویہ تعینات کیے گئے۔ خلیفہ وقت نے ایسا ہی لکھ بھیجا تھا۔ قیساریہ کے حاکم قیفار کے پاس پچاس ہزار فوج تھی اور اسکے بعد کچھ انطاکیہ سے بھی مدد آئی۔ فتح معاویہ کے ہاتھ رہی اور وہی وہان کے حاکم مقرر کیے گئے۔

فتح اجنادین و غزہ

اسکے بعد امیرالمومنین کے حکم سے ابوعبیدہ نے عمرو عاص کو غزا اور اجنادین فتح کرنے کو روانہ کیا۔ ارطبون حاکم غزا و اجنادین نے عمرو سے شکست کھاکر بیت المقدس کی راہ لی۔

یرموک کی لڑائی خلیفہ اول کے عہد میں لکھی جا چکی ہے۔ مورخون نے خلیفہ دوم کے وقت مین بھی یرموک کی لڑائی قایم کی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ غلطی سے دو وقتون سے منسوب کیا گیا ہو۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یرموک مین ۲ مرتبہ لڑائیان ہوئین۔ جو خلیفہ دوم کے وقت مین ہوئی وہ بہت سخت تھی۔ ہرقل جب قسطنطنیہ چلا تو شمال شام کا ملک سردارون کے تعلق کرتا گیا یہ لوگ مذہبی جوش سے اور نیز اس خیال سے کہ اگر مسلمان مغلوب ہوئے تو شام کی سلطنت ہمین مل جائیگی۔ بہت ہی سامان سے لڑے۔ ماہان اُس لڑائی کا مدار المہام تھا۔ مسلمان یرموک سے بہت آگے بڑھ گئے تھے لیکن رومیون کی طیاریان دیکھ کر پھر آئے اور ملک عرب سے بالکل دور جانا کسی قدر خلاف مصلحت سمجھا۔ یہ پسپت خیالی کسیقدر عمرؓ بن خطاب کو نا پسند ہوئی لیکن نتیجہ بُرا نہین نکلا۔ اسلیے اسپر کچھ خیال نہین کیا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس لڑائی مین کئی لاکھ فوج غنیم کی تھی۔ ستر ہزار تو صرف لڑائی مین مارے گئے۔ مسلمانون کی تعداد صرف چالیس ہزار تھی۔ اس لڑائی مین خالد نے بڑا کام کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ سات تلوارین اُنکی لڑائی مین ٹوٹین اور سیکڑون آدمی انھون نے ہلاک کیے۔

جب ارطبون بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ عمر عاص نے اُسکا پیچھا کیا۔ ارطبون نے در شہر بند کر لیا اور عمر عاص نے محاصرہ کیا۔ کچھ دنون بعد ارطبون نے عمر عاص کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ناحق کوشش کرتے ہو اس شہر کا فتح کرنا تمکو نصیب نہ ہوگا۔ اس شہر کا فتح ہونا جس شخص کے ہاتھ سے ہماری کتابون مین لکھا ہے اُسکا حلیہ تم سے نہین ملتا۔ عمر عاص نے یہ خبر مدینہ کو بھیجی عمر ابن خطاب نے خود بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ انکا منشا اس سفر سے اپنی صورت کا دکھانا تھا یا بیت المقدس کی زیارت اصلی منشا تھا۔ بہرحال وہ خود وہان پہنچے اور اس طرح پہنچے کہ ایک اونٹ پر بالکل معمولی کپڑا پہنے ہوئے عام لوگون کی طرح سادی وضع مین در شہر کے سامنے نمودار ہوئے دشمنون کے دلپر خلیفہ وقت کی سادگی کا بہت اثر پڑا اور اُسکے ساتھ اسلام کے سادے طریقون کی عزت بھی اُنکے دلون مین قایم ہوئی۔ اکثر مورخون کے قول کے مطابق اس امر کے بیان کرنے مین جی کوئی مضایقہ نہین ہے کہ دشمنون نے

جنگ یرموک

فتح بیت المقدس

بیت المقدس کے فاتح کا حلیہ اپنے پیشوایان مذہب کی پیشینگوئیوں کے مطابق پایا۔ ابو عبیدہ، یزید ابن ابی سفیان اور خالد بھی وہاں آگئے۔ بیت المقدس بے لڑے بھڑے فتح ہوگیا بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اسی سلسلہ میں اور بھی چھوٹے چھوٹے مقامات پر قبضہ ہوا بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد پورے طور پر شام میں مسلمانوں کا دور دورہ ہوگیا۔ جس طرح عرب کی حکومت فتح مکہ تک ادھوری تھی ویسے ہی بیت المقدس کی فتح تک شام کی حکومت سے مسلمان مطمئن نہ تھے۔

فتح مداین بابل سابا طوغیرہ

اب خلیفہ وقت نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ تم تمام اہل و عیال لشکر کو قادسیہ میں چھوڑ کر فتح مدائن کے لیے آگے بڑھو۔ راستے میں نہرسیر و برس۔ بابل اور ساباط کو فتح کرتے ہوئے سعد مدائن کے قریب پہنچ گئے سعد کے پاس ۶۰ ہزار سوار تھے۔ یزدجرد نے دیکھا کہ اُسکے امراء لڑائی کا بیڑہ نہیں اُٹھاتے۔ مداین کے درمیان میں دجلہ بہہ رہا تھا جسکے ایک طرف شاہی مکانات تھے اور دوسری طرف عوام کے رہنے کا مقام تھا۔ یزدجرد نے پچھم کا حصہ مسلمانوں کے لیے خالی کرادیا خود دریا پار ایوان شاہی میں جا چھپا اور بیچ کا پُل توڑوا دیا کہ مسلمان عبور نہ کرسکیں۔ گو ان میں اکثر لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے ملک میں دریا کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ پانی سے ڈرنا انکی فطرت کا اقتضا تھا لیکن حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور بخت مساعد تھا۔ پانی کیا آگ کا دریا ہوتا جب بھی یہ لوگ منھ نہ موڑتے۔ ان سب نے گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔ یزدجرد نے دشمنوں کی یہ جرأت دیکھ کر راہ گریز اختیار کی اور جہانتک ہوسکا کچھ دولت بھی اپنے ساتھ لے لی۔ عبور دریا میں عربوں کی ایک سوئی بھی ضایع نہیں ہوئی۔ صرف ایک لکڑی کا پیالہ کسی سپاہی کا بہ گیا تھا جو کنارے پر مِل گیا اور مالک تک پہنچ گیا۔ بعضوں نے اس خصوص میں عربوں کے استقلال کی تصویر مبالغہ کے ساتھ یوں کھینچی ہو کہ پیالے کے مالک نے خود گھوڑا تیرا کر اُس پیالے کو اُٹھالیا اور کہا کہ "نقد را بہ نسیہ گزاشتن کار خردمندان نیست" کل مورخوں نے اس دریا کو پایاب نہیں لکھا ہو۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہو کہ گھوڑوں کے ساتھ اونٹ بھی تھے اور اس سے یہ قیاس ہوتا ہو کہ کسی کسی جگہ دریا ضرور پایاب تھا۔ یزدجرد بھاگتے وقت یہ کہتا گیا تھا کہ مقابلہ آدمیوں سے نہیں ہو۔ جنوں سے ہو۔ جب بادشاہ کی یہ حالت تھی تو لڑنے والا کون تھا

مداین کی طرف سے کچھ لوگ بھاگ کر موصل پہنچے۔ وہان ہرقل کی طرف سے ایک علیہ ما بی حکمران تھا۔ ابن عجیبان نے حاکم موصل سے مل کر مسلمانوں سے لڑنے کا بند وبست کیا عبداللہ

فتح موصل

ابن غنم نے موصل کو فتح کیا۔ اسی زمانہ مین ضرار بن خطاب نے باسندان اور شہروان کو حلوان کے قریب فتح کیا اور اسکے علاوہ بہت سے شہر عیاض ابن غنم اور ابو موسی اشعری نے فتح کیے اور اسی سال مین ابو موسی اشعری کو امارت بصرہ مفوض ہوئی۔

سنہ ۱۷ھ مین کوفہ آباد کیا گیا۔ مداین کی آب و ہوا ناموافق تھی اسلیے فوج کے رہنے کے لیے ایک ایسی زمین تلاش کی گئی جسکو عربی زبان مین کوفہ کہتے تھے۔ پہلے وہ لشکر کے

کوفہ

رہنے کی جگہ قرار پائی پھر یہان سعد آکر رہنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ شہر بہت آباد ہو گیا۔ سعد نے قصر کسری کے نمونے پر اپنے لیے ایک بہت بڑا گھر بنوایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر ایک عتابی فرمان بھیجا۔ کیا تمہارا گھر ضروری ہے۔ حاکم کو محکوم کے حالات سے اسمین خبر نہ ہوگی۔ حاجب اور دربان رعایا کی خبر پہنچنے مین مانع ہونگے۔ یہ گھر فوراً جلا دیا جائے اور دوسری جگہ دو نیچے نیچے گھر بنوائے جائین ایک بیت المال کے لیے اور دوسرا سعد کے لیے۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر بڑے بڑے محلون مین کوئی خاص برکت ہوتی تو آج مداین پر عربون کا قبضہ نہ ہوتا۔ سعد نے حضرت عمرؓ کی نصیحت پر لفظ بلفظ عمل کیا۔ یہ جلا ہوا گھر معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد خلافت تک یونہی ویران پڑا

قصر الامارۃ

رہا۔ معاویہ کے زمانہ مین جب زیاد گورنر عراق ہوا تو اسنے اس ایوان کو درست کرکے اپنا ایوان قرار دیا اور اسکا نام قصر الامارۃ رکھا۔

حاکم بصرہ نے امیر المومنین کے پاس لکھا کہ اکثر احکام ہمارے پاس ایسے آتے ہین جو باہم ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہین مقدم اور موخر معلوم نہ ہونے سے ناسخ اور منسوخ کا پتہ نہین چلتا

سنہ کا رواج

اس وقت کے رفع کرنے کو حضرت عمر نے خطون پر سنہ اور تاریخ لکھنے کا قاعدہ جاری کیا اور سنہ کی ابتدا اس سال کے محرم سے کی جسمین پیغمبر خدا نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سنہ ہجری کی ابتدا یون ہی قایم ہوئی اور رفتہ رفتہ تمام اسلامی ممالک مین اسکا رواج ہوا۔ ورنہ عربون مین اسکے پہلے مختلف واقعات سے مختلف سنون کا شمار کیا جاتا تھا۔ یون کہنے کو تو کئی سنہ نافذ تھے لیکن لکھنے پڑھنے مین تاریخ اور سنہ کا دستور نہ تھا

ہرقل کو قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ لیکن عراق اور شام مین مسلمانون کی ترقی دیکھ کر اُسے یہ خیال ہوا کہ مبادا یہ لوگ بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ تک آئین اور اس خیال نے اُسے پھر مسلمانون سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ حمص مین خبر پہنچی کہ ہرقل نے مسلمانون کے لڑنے کو بڑی طیاری کی ہو اور اُسکی فوج آرہی ہو۔ خالد کی راے سے مسلمان حمص سے نکل کر ہرقل کی فوج کثیر سے مقابل ہوئے۔ چار ہزار دشمن مارے گئے اور چار ہزار نے دین اسلام قبول کیا۔ باقی لوگ مفرور ہوگئے

حمص کی دوسری لڑائی

یہ لڑائی بالکل اجنبی ملک مین ہوئی یہ مسلمانون کے اہل و عیال بھی ساتھ تھے اسلیے ابتداً ابو عبیدہ کو بڑا تردد تھا لیکن ختم جنگ ہونے پر پہلے سے زیادہ اطمینان ہوا اور یہ سمجھا گیا کہ اب دشمنون کی ہمتین بالکل قاصر ہوگئین۔ خالد نے اس جنگ مین بڑا نام پیدا کیا۔

اس لڑائی کے فتح ہونے مین جو بہادری خالد نے کی تھی اُسے ایک شاعر نے منظوم کیا اور خالد نے اس قصیدہ مدحیہ کے صلہ مین دس ہزار درہم شاعر کو عطا کیا۔ یہ خبر امیر المومنین کو پہنچی۔ امیر المومنین نے فوراً ابو عبیدہ کو لکھا کہ خالد کا عمامہ اُتار کر اُس سے اُسکے بازون کو باندھو اور میرے پاس بھیجدو۔ خالد قنسرین سے طلب کیے گئے اور اُنکے ساتھ امیر المومنین کے حکم کے مطابق برتاؤ کیا گیا۔ بیچارہ نے چپ چاپ گردن نیچی کرلی اور مدینہ چلا آیا الزام یہ تھا کہ اگر خالد نے بیت المال سے دس ہزار دیا تو خیانت کی اور اپنے پاس سے دیا تو اسراف کیا اور اللہ اسراف کو پسند نہین کرتا (اللہ لا یحب المسرفین) ؏ رموز مملکت خویش خسروان دانند۔ یہ بھی ظاہر ہو کہ خالد کو حضرت عمرؓ اچھا نہین جانتے تھے۔ بہرحال خالد ایک مرد سپاہی تھا اور فوج والون کو اُسنے کمال اُنس تھا۔ خالد کی برطرفی نے ایک عام ناراضی پیدا کی اور پھر عمرؓ کو یہ عام طور پر کہنا پڑا کہ مین نے خالد کو الزام خیانت مین برطرف نہین کیا بلکہ مصلحت ملکی پر نظر کرکے مین نے ایسا کیا۔ لوگون نے حد سے زیادہ اُسکی بُرائی شروع کی۔ مجھے خوف ہوا کہ جو فتوحات تائید ایزدی سے حاصل ہوتی ہین لوگ اُسے کہین خالد کی طرف منسوب نہ کرنے لگین۔

خالد کا فوج سے الگ ہونا

اس سال امیر المومنین نے کعبہ کی زیارت کی اور مسجد حرام کو وسعت دی۔ مدینہ سے مکہ تک سرائین اور کنوئین جہانتک ہوسکا بنوا دیے تا سفر مکہ مین مسافرون کو تکلیف نہ ہو۔

وسعت مسجد حرام

سنہ ۱۸ھ مین ابو عبیدہ نے لکھا کہ بعض بعض لوگ شراب پیتے ہین اور منع کرنے سے باز

حد شراب خواری

باز نہین آتے۔ امیرالمومنین نے لکھا کہ شراب کی حرمت مین جاے شبہ نہین جو اُسے حرام نہ سمجھے۔ اُسکی گردن ماردو کہ وہ مرتد ہوگیا اور جو اسمجھ کر پیتا ہو تو اُسپر حد شرع (اسنی تازیانہ) جاری کرو۔ پھر کیا تھا شراب پینا لوگون نے یک لخت ترک کردیا۔

عام رمادہ قحط مدینہ

اسی سنہ مین مدینہ مین بڑا قحط پڑا۔ امیرالمومنین نے گوشت۔ گھی۔ دودھ کھانا چھوڑ دیا۔ اور کہا جب رعایا کو کھانا نہین ملتا تو مجھے اچھی غذا کب روا ہو۔ امیرالمومنین کے حکم پر ابوعبیدہ نے شام سے اور عمر عاص نے مصر سے غلہ بھیجے جب کہین قحط رفع ہوا۔ اس قحط سالی کا نام مورخون نے عام رمادہ لکھا ہو۔

طاعون شام

وفات ابوعبیدہؓ

مدینہ مین قحط تھا۔ اور شام مین طاعون (وبائی مرض) پھیلا۔ ابوعبیدہ نے اس دنیا سے اسی مرض مین رحلت کی اور مرتے وقت معاذ بن جبل کو اپنا قایم مقام کرتے گئے پھر معاذ نے بھی عمر عاص کو اپنا قایم مقام کرکے وفات کیا۔ یزید بن ابی سفیان اور بہت سے اکابر اسی بیماری سے مرے۔ مورخون نے ۲۵ ہزار مسلمانون کا مرنا تخمینہ کیا ہو۔ ابوعبیدہؓ اور یزید کے مرنے پر امیرالمومنین نے بڑا تاسف کیا۔ اور لشکر شام کی امارت یزید کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کے تعلق کی۔

عمر عاص کا ذکر

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب ابوعبیدہ روانہ ہوئے تھے تو انکے ساتھ سعد بن ابی وقاص اور عمر عاص بھی روانہ ہوئے تھے۔ ابوعبیدہ شام کے لیے۔ سعد بن ابی وقاص عراق عجم کے لیے اور عمر عاص مصر کے لیے مامور ہوئے تھے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہدیا گیا تھا کہ جب تک تینون سردار یکجا رہین امارت ابوعبیدہ کے تعلق رہے گی۔ عراق عرب کی سمت ہی دوسری تھی اسلیے سعد بن ابی وقاص تو بہت جلد الگ ہوگئے لیکن عمر عاص کچھ دنون تک ابوعبیدہ کے ساتھ رہے اور اسی لیے وہ معاویہ کے پہنچنے تک معاذ کے بعد لشکر شام کے امیر تھے۔ لیکن عام رمادہ مین مصر سے عمر عاص کا غلہ بھیجنا یہ بتاتا ہو کہ وہ شروع ہی سے سورکی طرح علیحدہ ہوگئے تھے! ابوعبیدہ کے پاس انکا مصر سے کبھی کبھی آجانا بھی قرین قیاس ہو۔ بہرحال بعض مورخون کی تحریر کے مطابق عمر عاص کے کارنامے سنہ ۲۰ھ سے بیان کیے جائین گے ناظرین کو یہ معلوم رہے کہ مصر کی لڑائی شروع ہونے کے زمانہ مین مورخون نے اختلاف کیا ہو۔

اور ابو عبیدہ اور عمرو عاص کا قریب قریب رہنا بس یہی سبب اس اختلاف کا ہی۔

مسجد نبوی کی وسعت

سنہ ۱۹ھ مین عباس اور مروان کے مکانات خرید کرکے مسجد نبوی کی وسعت بڑھائی گئی۔ اور اسی سال مین کوہ لبنان پر ایک قبر نکلی جسکے اندر ایک سونے کی تختی تھی اور تختی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابراہیم کے پوتے یا پڑپوتے کے زمانہ کی وہ قبر تھی۔ مصریون کے دستور کے مطابق کسی امیر کے مرنے پر بڑے سامان سے اسمین جنازہ دفن کیا گیا تھا اور تختی زرین پر متوفی کی طرف سے ناپائداری زمانہ کا بیان رومی زبان مین لکھا تھا۔

کوہ لبنان پر پرانی قبر

بیت المقدس مین چڑھائی ارطبون (یا ارطفون) کی وجہ سے کیگئی تھی لیکن ارطبون وہان بھی گرفتار یا مقتول نہین ہوا بلکہ بھاگ کر مصر چلا آیا۔ اب امیر المومنین نے عمرو عاص کو مصر مین بھیجا مصر لڑائی سے فتح ہوا اور ارطبون وہان مارا گیا۔ عمرو عاص نے رعایا سے بڑے میل کی باتین کین اور کہا کہ ہمارا پیغمبر اسمعیل کی اولاد سے ہی جو بیٹا ہے ابو شاہ مصر کا نواسہ تھا۔ اسلیے ہمالوگ کو تم لوگون سے ایک خاص قسم کا تعلق ہی۔ مصر کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور بڑے استحکام سے وہان اسلام کی بنیاد پڑی۔

فتح مصر

اس واقعہ کو بعض مورخون نے سنہ ۲۰ھ مین بیان کیا ہی جیسا کہ بالتفصیل اوپر لکھا گیا۔ اسکے بعد سکندریہ کو مسلمانون نے صلح سے فتح کیا۔

فتح سکندریہ

اسی سنہ مین سعد بن ابی وقاص کوفہ سے بلالیے گئے کسی تہمت سے نہین بلکہ اسلیے کہ لوگ انکے شاکی ہوگئے تھے اور اسلیے انکا وہان رہنا امیر المومنین کے نزدیک پولیٹکل مصالح کے خلاف تھا۔ سعد کی جگہ پر عمار بن یاسر مقرر ہوئے۔

سعد کی علیحدگی

اسی سنہ مین ہرقل نے وفات پائی اور اسکے بیٹے قسطنطین کو سلطنت ملی قسطنطین کے وقت مین مسلمانون نے رومیون کے ساتھ کیا کیا؟ اسکا حال اپنے محل پر بیان ہوگا۔

وفات ہرقل

سعد بن ابی وقاص کی معزولی کی خبر سنکر یزدجرد نے پھر ہمت باندھی۔ رے۔ خراسان۔ ہمدان اور نہاوند کے لوگ ڈیڑھ لاکھ کے قریب نہاوند مین جمع ہوئے۔ فیرزان امیر لشکر مقرر کیا گیا۔ امیر المومنین کو یہ خبر سنکر کسی قدر تشویش ہوئی اور بعد مشورہ کے علیؓ ابن ابی طالب کی راے کے مطابق نعمان ابن مقرن مزنی کوفہ سے مقابلہ کو روانہ کیے گئے۔ کوفہ۔ بصرہ

جنگ نہاوند

سنہ ۳۱ھ

اور مدینہ سے فوجیں بھیجی گئیں۔ سنہ ۲۱ھ میں نعمان نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور نہایت ہی محنت سے جنگ کی صفیں آراستہ کیں۔ معرکہ عظیم کے بعد فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ اور فیرزان مارا گیا۔ نعمان بھی شہید ہوئے۔ لیکن آثار فتح دیکھنے کے بعد نعمان کے بعد حذیفہ بن الیمان جیسا کہ امیر المومنین نے ہدایت کی تھی امیر لشکر فارس مقرر ہوا۔ لاکھ آدمی دشمنوں کے مارے گئے اور بہت بڑی ناکامی یزدجرد کو حاصل ہوئی۔ اسکے بعد وہ عراق عجم کی طرف چلا گیا اور اس فتح کا نام مسلمانوں نے فتح الفتوح رکھا۔ کیونکہ اسکے بعد کوئی بڑی لڑائی عجمیوں سے نہیں ہوئی۔ رفتہ رفتہ تمام ملک چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آتا گیا۔

فتح الفتوح

اسکے قبل عجمیوں کا سکہ ملک میں جاری تھا۔ اب حضرت عمرؓ کو اپنا سکہ جاری کرنا پڑا۔ آپ نے چاندی کے سکے ڈھلنے لگے۔ لا الہ الا اللہ۔ الحمد للہ یا سورہ قل ان سکوں پر مضروب ہوتا تھا قل ہو اللہ احد والی اشرفیاں احدیہ کہلاتی تھیں۔

مسلمانی سکے

اسی سنہ میں برقہ اور طرابلس (دیار مصر) کو بطریق صلح خود عمر عاص نے فتح کیا اور عقبہ بن رافع کو بھیجکر زویلہ (صلح سے) فتح کرایا۔

برقہ طرابلس

اسی سال ایران میں اصفہان عبداللہ بن عتبان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ مکران کا حکم بن عمر۔ کرمان کا سہیل بن عدی اور ناحیہ سیستان کا عاصم بن عمر کے ہاتھ سے فتح ہونا اکثر مورخوں نے اسی سنہ کا واقعہ لکھا ہے۔

فتح اصفہان

کوفہ کے لوگوں نے امیر المومنین سے شکایت کی کہ عمار یاسر ارکان نماز عمدہ طور پر ادا نہیں کرتے۔ عمار کو غصہ آیا اور انھوں نے ایسی امارت پسند نہ کی۔ انکے مستعفی ہونے پر مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ مقرر ہوئے۔

سنہ ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے جو لشکر فارس کے ایک سردار تھے بطریق مصالحہ آذربیجان فتح کیا۔ ہمدان والوں نے کچھ تمردی اختیار کی تھی اسپر انکی گوشمالی کی گئی۔ کچھ لوگ وہاں سے رے کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے انکا پیچھا کیا اور اسی طرح ملک رے پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور اسی سلسلہ میں قومس اور دامغان بھی ہاتھ آگئے

فتح آذربیجان

اسی سال احنف بن قیس نے امیر المومنینؓ کے حکم سے خراسان پر چڑھائی کی یزدجرد

فتح خراسان

وہان سے ترکون کے ملک مین بھاگ گیا اور خراسان پر مسلمان قابض ہوگئے۔ ترکستان کے خاقان نے یزدجرد کا ساتھ دینا چاہا اور خود خراسان تک وہ آیا بھی لیکن مسلمانون سے لڑنے کی ہمت نہ پڑی۔ بے لڑے بھڑے واپس گیا اور یزدجرد بھی اسکے ساتھ ساتھ چلا گیا۔

مازندران اور طبرستان کا زیر حکم ہونا۔

اسی سال والی مازندران نے گرگان و دہستان کا خراج دینا منظور کیا۔ طبرستان والون نے بھی مسلمانون سے مصالحت کی۔ ابوموسی اشعری نے تستر فتح کیا۔

عسقلان و عمودیہ کی فتح

سنہ ۲۳ھ مین عسقلان اور دیگر بلاد روم عمودیہ وغیرہ پر معاویہ نے قبضہ کیا۔

کرمان اور سیستان مکران (فارس) کی فتوحات

کرمان سہیل بن عدی کے ہاتھ سے۔ سیستان عاصم بن عمر تمیمی کی مدد سے۔ اور مکران حکم بن عمیرہ کے ذریعہ سے فتح ہوا۔ اسی وقت یہ خبر پہنچی کہ شہرک حاکم فارس کچھ مقابلہ کا سامان کر رہا ہے۔ امیرالمومنین نے اسکے مقابلہ کو فوجین بھیجین۔ اسی لڑائی مین توج اور شیراز مسلمانون کے

توج شیراز قلعہ اصطخر کی فتوحات

قبضے مین آئے اور قلعہ اصطخر قدیم دارالملک سلیمان پیغمبر پر بھی مسلمانون کا جھنڈا گڑ گیا۔ فسا دار دارالجرد کی طرف جو فوج امیرالمومنین نے بھیجی تھی اُسنے بھی کسی قدر دقت کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ غرضکہ شام، عراق، عرب، مصر اور ملک فارس مین مسلمانون کا تسلط خلیفہ دوم کے وقت مین ہو چکا تھا۔

حج امہات مومنین

اسی سنہ مین امیرالمومنین نے حج کعبہ کا ارادہ کیا۔ تمام امہات مومنین (ازواج پیغمبر خدا) ساتھ تھین۔ بڑے وقار سے انکے ہودج روانہ ہوے۔ سب کے آگے عثمان بن عفان اور پیچھے عبدالرحمن بن عوف محافظت کے لیے تعنات تھے۔

فیروز قاتل خلیفہ دوم

فیروز نام ایک شخص نہاوند کا رہنے والا لڑائی مین رومیون کی قید مین آکر رومی غلام بنا۔ پھر مسلمانون نے رومیون کی لڑائی مین اُسے قید کرکے مدینہ مین پہنچایا۔ اور یہان وہ اپنی کنیت ابولولو سے مشہور ہوا۔ نہاوند کی لڑائی کے قیدی جب مدینہ مین آئے تو ابولولو ہموطنون سے لپٹ لپٹ کر بہت رویا اور بجاے اسکے کہ وہ مسلمانون کا ممنون ہوتا کہ انکی بدولت اپنے ہموطنون کی اسنے صورت دیکھی۔ مسلمانون کی طرف سے اسکے دلمین گرہ پڑی اور امیرالمومنین کی طرف سے تو گویا ایک خاص نفرت اُسے پیدا ہوگئی۔ اسپر طرّہ یہ ہوا کہ ایک روز اپنے مدنی آقا کی کچھ شکایت اسنے امیرالمومنین کے سامنے پیش کی جسپر امیرالمومنین نے کچھ توجہ نہ کی یا یہ کہ اسکے موافق

فیصلہ نہین کیا - ابولولو کے دلمین کدورت بڑھی اور اُسنے امیر المومنین کے قتل کا مصمم ارادہ کرلیا - اُسنے دو بدو گستاخانہ کلمات کہے - ایک طور پر صریح دہمکی دی اور امیر المومنین کو اسکی بُرائی کا پتہ بھی چلا - لیکن عجمی یا ردمی سلطنت تو تھی نہین کہ وہ توپ دم کر دیا جاتا - قتل کیسا اسکے ساتھ کسی قسم کی سختی بھی نہین کیگئی - کچھ وقفہ دیکر ایک دن وہ مسجد مین آیا - ادھر امیر المومنین نے نماز صبح کی نیت باندھی اور ادھر ابولولو نے انکے پہلو اور پیٹ مین چاقو مارا - زخم ایسا کاری لگا کہ وہ جانبر نہ ہوسکے - دوا پی تو وہ زخم سے باہر نکل آئی - اسی صدمہ سے اگلے دن امیر المومنین چہارشنبہ ۲۷ - ذی الحجہ ۲۳ھ کو بچاس ساٹھ برس (علی اختلاف المورخین) کی عمر مین وفات پائی -

قتل امیر المومنین عمر بن خطاب

زنا کی سزا رجم اور شراب خواری کی سزا تازیانہ ان دو باتون پر عمرؓ کی خلافت مین بہت عمل کیا گیا - حالانکہ قرآن مین یہ سزائین صاف درج نہین ہین - عمرؓ نے مرتے وقت فعل رسول سے استدلال کرکے اپنے طرز عمل کے وجوہ لوگون کے ذہن نشین کر دیے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ سختی عمر نے بلا وجہ اختیار کی تھی -

رجم اور حد شراب خواری

حجرہ عائشہ مین یہ بھی دفن کیے گئے - محمدؐ رسول اللہ - ابوبکر صدیقؓ - عمر فاروقؓ ان تینون کی قبرین قریب قریب بنین اور پھر اسکے بعد وہان جگہ نہ رہی کہ پھر کوئی دفن ہوتا عمرؓ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ "جاکر عائشہؓ سے پوچھو وہ اپنے حجرہ مین عمرؓ کو جگہ دینگی - امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ مین اب امیر المومنین نہین رہا حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "گو وہ جگہ مینے اپنے لیے تجویز کی تھی لیکن عمر کو مین ترجیح دیتی ہون"

قبر عمر بن خطاب

حضرت عمرؓ کے مرنے پر بہت بڑا امر خلافت کا پیش آیا - مرتے دم اُنھون نے عثمانؓ بن عفان - علیؓ بن ابی طالب سعدؓ بن ابی وقاص زبیرؓ بن العوام طلحہؓ بن عبید اللہ عبدالرحمنؓ بن عوف چھ شخصون کو نامزد کیا اور کہا کہ انھین مین سے ایک شخص خود انکے باہمی مشورے سے مقرر کیا جاوے - کسی نے کہا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو کیون نامزد نہین کیا - تو حضرت عمر نے بہت بُرا مانا - پھر لوگون نے کہا کہ ان چھ مین سے کسی ایک کو آپ خود کیون نہین نامزد کرتے - اسپر حضرت عمر نے کہا کہ " اتنا بڑا بار اپنے اوپر رکھنا مین پسند نہین

وصیت عمر دربارہ امر خلافت

کرتا۔" ہان ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو مین بے تکلف اُنکو نامزد کرتا کہ اُنکو محمد رسول اللہ نے امین اُلّمت کہا تھا۔ عمر کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان یا حضرت علی غالباً نامزد ہونگے اسلیے اِن دونون سے حضرت عمرؓ نے بالتخصیص یہ کہا کہ "اگر خلافت تم لوگون مین سے کسی ایک کو ملے تو اپنے اعزہ اور اقربا کا بہت رسوخ نہ بڑھانا" افسوس کہ عثمانؓ نے اس نصیحت پر عمل نہین کیا اور اس ذراسی بات نہ ماننے سے بے انتہا خرابیان مسلمانون مین پیدا ہوئین جنہین سے کسی قدر اس کتاب مین بھی مذکور ہونگی۔

پھر اسکے بعد عمرؓ نے اپنے جانشین آیندہ کو میثنامہ یا دستور العمل کے طور پر کچھ کلمات نصیحت لکھوائے۔ جسکا سرنامہ یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد من عبد اللہ عمر الی الخلیفۃ بعدہ سلام علیک انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا اللہ ہو الخ۔ ان باتون سے پتہ چلتا ہو کہ عمر کو حکمرانی کا کیا سلیقہ تھا۔

خلیفہ کے مرتے وقت جو لوگ مختلف مقامات پر گورنر تھے اُنکی تفصیل یہ ہو۔

مکہ	نافع بن عبد الحارث	دمشق	معاویہ بن ابی سفیان
یمن	یعلی بن امیہ	حمص	عمیر بن سعد
بحرین	عثمان بن ابی العاص	اردن	عمیر بن عتبہ
عمان	حذیفہ بن محصن	کوفہ	مغیرہ بن شعبہ
طائف	سفیان بن عبد اللہ ثقفی	بصرہ	ابو موسی اشعری

فصل سیوم

خلافت حضرت عثمان

مشورہ دربارہ خلافت

حضرت عمر کے بعد خلافت کا جھگڑا پیش ہوا۔ حضرت عمر کی دانشمندی نے معاملہ کو بہت مختصر کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی انتخاب کا زمانہ بڑی ہی دشواری کا زمانہ تھا۔ چھؤ آدمی مجلس مین جمع ہوئے عبد الرحمن نے صاف کہدیا کہ مجھے خلافت کی خواہش نہین ہو۔ اسکے بعد زبیرؓ نے حضرت علیؓ کو اور طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور سعد نے عبد الرحمن کو اپنا قائم مقام قرار دیا۔ عبد الرحمن کو تو خواہش خلافت تھی نہین۔ ہان عثمان اور علی یہ دونون خود اشمند تھے۔ اب عبد الرحمن کی رائے حد درجہ

وہی پلہ بھاری ہو۔ جب عبدالرحمن نے دیکھا کہ خلیفہ بنانا میری رائے پر آرہا تو انھوں نے غور کرنے کے لیے دو تین روز کی مہلت چاہی اور اس اثنا میں فریقین (یعنی عثمان اور علی) کے رفقا اپنا اپنا زور لگانے لگے۔ عبدالرحمن عجب حیص بیص میں تھے۔ حضرت عثمان کا حلم حیا۔ جود۔ سخا۔ ورع۔ تقوی۔ حسن معاش مدارا مساہلہ اور معاملہ ایک طرف کھینچتا تھا۔ اور حضرت علی کا علم وفضل کیاست فراست۔ قرابت۔ شجاعت۔ جلادت۔ مروت جوانمردی۔ عدالت متانت۔ سخاوت اور کرم دوسری طرف دامن دبا رہا تھا۔

عثمان کا انتخاب

بنو ہاشم تو بیشک حضرت علی کی طرف تھے لیکن انکے سوا اور جتنے لوگ تھے انمیں کثرت رائے حضرت عثمان کی طرف تھی۔ عثمان کا بار احسان تمام مسلمانوں پر تھا۔ اور عمرو بن بھی حضرت عثمان کے تھے۔ لیکن باوجود اسکے عثمانیوں کو خیال ہوا کہ حضرت علی کے علم وجلادت پر نظر کرکے عبدالرحمن نے انکو پسند کرلیا تو بہت برا ہوگا۔ عمرو عاص ایک ذہین شخص تھا۔ ذہانت کے ساتھ چالاکی اکثر دیکھی گئی ہے لوگوں نے عمرو سے استعانت چاہی۔ اسنے ایک جوڑ بیٹھایا کہ جاکر حضرت علی کا خیرخواہ بنا اور کہا کہ "کل عبدالرحمن عثمان اور علی دونوں سے پوچھینگے کہ اگر انکو خلافت دیجائیگی تو وہ رسول اور اسکے دونوں خلیفوں کی پیروی کرینگے؟ بہتر ہے کہ تم انشاءاللہ کی شرط لگانا۔ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مارے شوق کے علی اپنے اختیار سے باہر بات کا بھی ذمہ لیتے ہیں" اور وہاں حضرت عثمان سے جاکر کہا "کہ تم بلا شرط قبول کرلینا"۔ پھر اسکے بعد عبدالرحمن سے جاکر اسنے یوں کہا کہ "پہلے ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ رسول اور اسکے دونوں خلیفوں کی سنت پر عمل کرنے کو بھی راضی ہیں؟" رسول اللہ کے طرز عمل میں تو گفتگو ہی نہیں ہوسکتی۔ لیکن آپ کے بعد خلیفہ اول اور دوم کا زمانہ اتنا محمود تھا کہ عام طور پر لوگ خوش تھے اور عام خواہش یہی تھی کہ جو امن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت میں تھا وہی قایم رہے۔ اس سے چنداں بحث نہیں کہ کون صاحب حکومت ہو۔ گو اکثر سرداروں کی رائیں حضرت عثمان کی طرف تھیں لیکن عبدالرحمن کا میلان حضرت علی کی طرف تھا اور اسکا ثبوت یہ تھا کہ انھوں نے پہلے حضرت علی ہی سے استفسار کیا کہ تم رسول اور اسکے خلفا کے قدم بقدم چلوگے۔ حضرت علی نے جواب دیا جہانتک ممکن ہوگا۔ اور حضرت عثمان سے پوچھنے پر کہا ہاں بیشک ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عمرو عاص کی تعلیم نہ ہوتی جب بھی حضرت علی یہی [illegible]

کہ جہان تک ممکن ہوگا مین کرونگا۔ لیکن اسکا مطلب یہ سمجھا گیا کہ حضرت علی کو خلیفہ اول اور دوم کی
سنت پر چلنے مین تامل ہی اور حضرت عثمان قدم بہ قدم چلنے کو طیار ہین۔ مجلس کا رنگ دیکھ کر
عبدالرحمن کو لامحالا حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنا پڑی۔ اور حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہو گئے۔

حضرت علی کو پیغمبر کے بعد ہی خلافت کا دعوی تھا۔ لیکن نہ اسطرح کہ کوئی فساد پیدا کرین۔
بس یہی کہ وہ اپنے کو احق سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافتون مین بھی انکو تامل تھا۔

حضرت علی کی ناکامی

لیکن اخیر مین اُنھون نے تسلیم کیا کہ دونون خلافتین بہت اچھی رہین۔ افسوس کہ حضرت عثمان کا
آخری زمانہ نہایت پرشر گزرا اور علاوہ اپنی ناکامی کے اس بات پر بھی حضرت علی کو ہمیشہ افسوس
رہا کہ انتخاب برا ہوا۔ اس افسوس کا یہ مطلب نہین ہی کہ اُنھون نے موجودہ امن کے اوڑنے مین
کوئی حصہ لیا کبھی خوشی یا خواہش بھی ظاہر کی۔ حضرت عثمان کے ورع اور تقوی مین انکو کلام نہ تھا
صرف انکی لیاقت حکومت مین انکو تامل تھا اور رفتہ رفتہ اکثر عمائد نے اسکو تجربہ کے بعد تسلیم کیا۔

اکثر مورخین نے یہ تسلیم کیا ہی کہ رسول خدا کے بعد چار خلیفون تک بادشاہت مکروہات
دنیا سے بچی رہی اور رفتہ رفتہ عام بادشاہون کے خصائل خلفاے مابعد مین پیدا ہوتے گئے
اور سنت رسولؐ کو چھوڑ کر وہ لوگ ایشیائی بادشاہون کا ڈھنگ اختیار کرتے گئے۔

ابوبکر اور عمر کی خلافتین اکثر مورخون کے نزدیک بالکل بےلوث ہین زیادہ سے زیادہ انپر
یہ الزام عاید کیا جاتا ہی کہ احق خلافت حضرت علی کے ہوتے ہوئے عنان حکومت اپنے ہاتھ
مین لینا ان دونون کو مناسب نہ تھی۔ بس اسی قدر۔ اسکے علاوہ کوئی پھبتی ہوئی بات مخالفین بھی

عثمان کی تائید

انکے خلاف نہین کہہ سکتے۔ لیکن عثمان کی خلافت کا وہ زمانہ تھا کہ تمام فتنے اور فساد کے تخم اسی وقت
بوئے گئے۔ اخیر مین عثمان سے فاش پولیٹیکل غلطیان سرزد ہوئین۔ اگر حالات کی ایک رخی تصویر
دکھائی جائے تو عام طور پر یہ رائے قایم ہوگی کہ عثمانؓ ہرگز اُس تعریف کے لائق نہین ہین جو انکی
طرف منسوب کیجاتی ہی۔ لیکن تمام اعتراضات کا جواب صرف یہ دیا جاتا ہی کہ حضرت عثمان نے جو
کچھ کیا نیک نیتی سے کیا۔ معاملات دنیا مین وہ کسی قدر ضعیف الراے تھے مگر نہ ایسے کہ خلافت
کی قابلیت انکی بالکل تسلیم نہ کی جائے۔ انپر سب سے بڑا الزام یہ عاید کیا جاتا ہی کہ انھون نے اپنے
زمانہ خلافت مین اعزا اور اقربا کی پاسداریان کین بڑے بڑے عہدے انکو دیے اور انکی معاملات

میں انکو حصہ لینے دیا۔ اس اعتراض کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انمیں مروت بہت زیادہ تھی اور یہ مروت ڈالنے کا موقع اعزہ کو اسلیے زیادہ ملتا تھا کہ وہ ہر دم انکے پاس رہتے تھے۔ پولیٹکل معاملات میں کبھی کبھی ذاتی مروت کو دخل دینا یہ عیب شروع سے انمیں تھا رسول اللہ کو بھی دو ایک مرتبہ اسکا تجربہ ہوا لیکن کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ ابتدائے خلافت سے کچھ غول مندیوں کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ سلطنت دور دور تک پھیل چکی تھی رسول خدا کے اصحاب جنپر زیادہ اعتماد کیا جاتا تھا مر چلے تھے۔ تمام ذمہ داری امیرالمومنین ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان پر عائد تھی ایسی حالت میں پولیٹکل معاملات میں اپنے اعزہ پر بھروسا کرنا اچھا ہو یا برا یہ بھی ایک پہلو تھا۔ ان تمام تاویلات کو جب ہی گنجایش ہو کہ ہم انکا اعلی صفت کے ساتھ متخلق ہونا پہلے تسلیم کرلیں۔ اور اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہو کہ عثمانؓ کے کچھ فضائل حالات خلافت شروع کرنے کے پہلے بیان کر دیے جائیں۔

(۱) عثمان کو پیغمبر خدا کی دو لڑکیاں رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے بیاہی گئیں اور اسی وجہ سے انکو ذوالنورین لقب دیا گیا اگر انکے کمال میں کوئی نقص ہوتا تو رسولؐ اپنی دامادی میں انکو قبول نہ کرتے۔

عثمان کے اوصاف اور فضائل

(۲) عثمان مکہ کے مالداروں میں سے تھے۔ انکے قبل صرف دو تین آدمی ایمان لا چکے تھے دین آبائی چھوڑ کر ابتدائی حالت میں اسلام کا ساتھ دینا انکے لیے کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

(۳) انکی عبادت مشہور ہی رات رات بھر یہ نماز میں کھڑے رہتے تھے اور برسوں روزے پر روزہ رہتے تھے۔

(۴) جیش عشیرہ کا کل سامان عثمانؓ نے اپنے روپے سے کیا۔ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو پانی پینے کے واسطے کوئی کنواں نہ تھا ایک یہودی کا کنواں تھا جسکا پانی وہ بہت گران قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ مسلمانوں کی ابتدائی حالت پانی کی خریداری کے لائق ہرگز نہ تھی آپ نے وہ کنواں ۳۵ ہزار درم پر خرید کر کے وقف کر دیا۔ مسجد نبوی کی وسعت کے لیے عثمان ہی کے روپے سے زمین خریدی گئی۔

(۵) آپ نے حبشہ کی ہجرت گوارا کی۔ اور پھر مدینہ کی ہجرت قبول کی۔ باوجود تمول کے صرف

اسلام کی محبت میں آپ نے دو دفعہ جلا وطنی اختیار کی اور اسلیے ذو الہجرتین کہلائے۔
(۶) آپ کے مزاج میں انکسار اتنا تھا کہ ایام خلافت میں کبھی کبھی مسجد میں آکر سو رہتے تھے۔ مجلس خلافت میں لوگوں کو اچھے اچھے کھانے کھلواتے تھے اور خود روٹی اور سرکہ پر قناعت کرتے تھے۔ ایام خلافت میں بھی اپنے غلام کو خچر پر اپنا ہمراہ ردیف کرتے تھے۔

علاوہ مفصلہ بالا امور کے بہت سی حدیثیں عثمانؓ کی شان میں ہیں اور چند آیت قرآنی کی شان نزول میں بھی انھیں کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن اس حدیث و قرآن کے معاملہ میں مسلمانوں کے تمام فرقے متفق نہیں ہیں اور نہ اس کتاب میں ان باتوں کا زیادہ تر لکھنا مرکوز خاطر ہے۔

عثمان خود اپنے منہ سے کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ دس فضیلتیں میرے لیے ذخیرۂ آخرت ہیں۔ (۱) مسلمان ہونے میں باعتبار ترتیب کے میرا چوتھا نمبر ہے (۲) میں نے کبھی اظہار کبر نہیں کیا (۳) میں کبھی جھوٹ نہیں بولا (۴) جس ہاتھ سے میں نے دست رسول سے بیعت کی ہے اسکو شرمگاہ پر کبھی نہیں رکھا۔ (۵) اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی ہفتہ میں نے غلام آزاد کرنے سے نہیں چھوڑا الا جب ہوا کہ میرے پاس کوئی غلام نہ تھا (۶) میں نے اپنی عمر میں کبھی زنا نہیں کی۔ (۷) اسلام کے پہلے بھی میں نے شراب نہیں پی کتابوں میں صرف یہی باتیں مذکور ہیں۔ لیکن مسجد نبوی میں اضافہ کرنا۔ مدینہ میں کنوئیں کا خرید کرکے وقف کرنا اور فوج عسرہ کا تجہیز کرنا شمار کیا جائے تو دسوں باتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

عبیداللہ بن عمر پر فوجداری مقدمہ

قاتل عمرؓ نے خودکشی کر لی اور اسلیے اُسے سزا دینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اسکے بعد عبیداللہ بن عمر نے چار شخصوں کو اس گمان سے قتل کیا کہ وہ لوگ شریک سازش تھے۔ عبیداللہ کا یہ فعل بے جا ہرگز نہ تھا اگر عمرؓ زندہ ہوتے تو شاید وہ قتل عبیداللہ میں تامل نہ کرتے۔ حضرت عثمان کی خلافت میں پہلا معاملہ یہی پیش ہوا کہ عبیداللہ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ عبیداللہ پر جرم ثابت تھا ہی اگر انکے قتل کا حکم امیر المومنین صادر کرتے تو شاید کچھ غوغا نہ ہوتا۔ لوگوں سے مشورہ کرنا ہی غضب ہو گیا۔ رائیں مختلف ہوئیں کسی نے عبیداللہ کو کشتنی تجویز کیا اور بعضوں نے مقتولوں پر جرم عائد کیا اور یہ بھی نہیں سوچا کہ ایک نابالغ لڑکی اور ایک مسلمان بھی مقتولوں میں شامل تھا۔ بحث اتنی بڑھی کہ گفتگو اعتدال سے بڑھ چلی۔ عمرو عاص نے یہ رائے پیش کی کہ یہ واقعہ

خلافت عثمان سے پہلے کا ہے۔ حضرت عثمان کو خواہ مخواہ دخل دینا فرض نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے
پیشتر کارروائی روک دی۔ ممکن ہے کہ اس وقت کا سکوت باقتضائے حکمت عملی مناسب تھا
لیکن اس سے لوگوں کو یہ پتہ چل گیا کہ آئندہ حضرت عثمان کی خلافت کا کیا رنگ رہیگا لیکن عبداللہ
بن عمر کو بالکل بُرا بھی نہ سمجھنا چاہیے۔ عثمان بن عفان کے بعد جو فساد برپا ہوئے انمیں انکا شریک
نہ ہونا بڑی وقعت انکی پیدا کرتا ہے۔ انکی مغلوب الغیظی پر بھی نظر ڈالنا چاہیے یہ اُس باپ کے بیٹے
تھے جسنے محمد رسول اللہ کی وفات پر تلوار نیام سے کھینچ لی تھی کہ جو محمد کا مرنا مُنہ سے کہیگا اُسکا سر
اُڑا دیا جائیگا۔ مغلوب الغیظی کبھی کبھی جنون ... دورہ کی حد تک بھی پہنچ جاتی ہے اور انسان بالکل مجبور
ہو جاتا ہے۔

ہمدان اور رے و اسکندریہ کی بغاوتیں

خلیفہ دویم کی وفات سے چھ مہینے بعد اہل ہمدان نے نقض عہد کر کے بغاوت اختیار کی
اہل رے نے بھی انکا تتبع کیا۔ مغیرہ بن شعبہ۔ ابوموسیٰ اشعری۔ براء بن عازب اور قرظہ بن کعب
کی کوشش سے یہ ممالک خلیفہ سیوم کے وقت میں پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ اسکندریہ
والوں نے بھی کچھ سر اُٹھایا تھا لیکن فوراً دبا دیے گئے۔

ولید بن عقبہ کی ترقی

عبداللہ بن مسعود عامل بیت المال کوفہ سے اور سعد سے کچھ رنج بڑھا۔ خلیفہ سیوم نے
سعد کو برطرف کر دیا اور اُنکی جگہ پر اپنے رضاعی بھائی ولید بن عقبہ عامل جزیرہ کو مقرر کر دیا۔ ولید
ایک مرد فاسق و فاجر تھا اور سعد نہایت شجاع کریم اور زاہد تھے۔ کوفیوں کو یہ انقلاب بہت
ناپسند ہوا۔ شروع میں تو ولید نے اپنے کو بہت سنبھالا۔ لیکن اخیر میں جب اسکے رذائل ظاہر
ہوئے تو بدمزگیاں پیدا ہوئیں۔ سعد خلیفہ دوم کے وقت میں حکومت کوفہ سے معزول
ہو چکے تھے۔ خلیفہ دوم کے مرتے دم کوفہ میں مغیرہ حاکم تھا پھر حضرت عثمان کے وقت میں
سعد کا معزول ہونا ایک بے جوڑ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور اسلیے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ شروع خلافت
سیوم میں سعد مقرر ہوئے اور پھر آئندہ چل کر معزول کیے گئے۔

آذربیجان اور آرمینیا کی فتح

ولید نے عقبہ بن فرقد کو امارت آذربیجان سے معزول کیا اور اسلیے وہاں فتنہ اور فساد
شروع ہوا۔ ولید خود مفسدوں کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ اسکے پہنچنے پر آذربیجان میں پھر مسلمانوں
کا تسلط جما اور ملک آرمینیا صلح سے فتح کیا گیا۔ اسی زمانہ میں سلمان بن ربیعہ کو ولید نے معاویہ

بلادِ روم کی فتوحات

کی مدد کے لیے شام کی طرف بھیجا اور معاویہ نے بہت سے شہر روم کے فتح کیے۔

بعض مورخون نے لکھا ہی کہ آرمینیا کی فتح کو پہلے معاویہ حاکم شام کی طرف سے حبیب روانہ ہوئے تھے اور خلیفہ سیوم کے حکم سے سلمان کو ولید نے کوفی فوج کے ساتھ مدد کو روانہ کیا تھا۔ حبیب کے لشکر نے فتح پائی ہی تھی کہ سلمان پہنچا۔ سلمان نے مال غنیمت مین حصہ مانگا حبیب نے انکار کیا۔ طرفین سے تلوار چلی اور کچھ لوگ ضایع بھی ہوئے۔ مسلمانون مین باہم تلوار چلنے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ اخیر مین دونون سردارون نے سمجھ بوجھ کر خلیفہ سے استصواب کیا اور انھون نے دونون فوجون کو حصہ دیا جانا تجویز کیا۔ شامیون اور کوفیون مین اسی وقت عداوت کی بنیاد پڑی جسکے نتائج آگے بیان کیے جائینگے۔ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفہ دوم کے وقت مین بھی پیش آیا تھا اور یہی فیصلہ اُنھون نے بھی صادر کیا تھا۔ لیکن واقعات مین اتنا فرق ہوا کہ اسمین تلوار چلنے کے بعد خلیفہ سے استصواب کی ضرورت معلوم ہوئی اور پہلے یہ سمجھا گیا کہ بلا اجازت حضرت عمر کے کوئی فعل کرنا ہی نہایت بُرا ہی۔ یہان لکھنا بیجا نہین ہی کہ خلیفہ دوم صرف بادشاہ نہ تھے بلکہ فوج کی کمانڈری کرتے تھے۔ مدینہ ہی سے بیٹھے بیٹھے وہ یہ لکھا کرتے تھے کہ جنگ مین آگے کون رہے پیچھے کون رہے۔ داہنی طرف کس کی نگرانی رہے اور بائین طرف کون کھڑا ہو۔ بعض بعض لڑائیان انکے حکم سے اس طرح ہوئین گویا شطرنج کی بازی بچھی ہوا اور غائب کھیلنے والا مدینہ سے بیٹھا ہوا مہرون کے بڑھنے کی چالین بتا رہا ہی۔ حضرت عثمان کے وقت مین بھی فتوحات ہوئین لیکن اکثر اہل الراے متفق ہین کہ حضرت عمر کے بعد جو کچھ ہوا وہ زیادہ تر عمر ہی کی باندھی ہوئی دھاک کے ذریعہ سے ہوا۔

حبیب اور سلمان کی ہمسری

اسی سال مین عمر عاص نے عبد اللہ ابن سعد کو فوج مصر کے ساتھ ممالک افریقہ کے فتح کرنے کو بھیجا۔ دور تک جا کر وہ بے نیل مرام لیکن صحیح اور سالم واپس آئے۔

عبد اللہ بن سعد

سنہ ۲۶ھ مین حضرت عثمان نے مکہ کی مسجد حرام کو کسی قدر اور وسعت دی اور اسی سال عثمان بن ابی العاص نے شہر گازرون اور قلعہ بجرہ کو سلطنت اسلامی مین شامل کیا۔ اسی سال عبد اللہ ابن سعد خراج مصر کا عامل مقرر کیا گیا اور فوجی امارت بدستور عمر ابن عاص کے متعلق رہی۔ ان فوجی اور ملکی حاکمون مین بے لطفیان ہوتی رہین۔ جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ عمر عاص بالکل برطرف کیے گئے

وسعت مسجد حرام

گازرون اور قلعہ بجرہ کی فتح

اور عبداللہ ابن سعد کو مصر اور اسکندریہ مین پورے اختیارات دیے گئے۔ عمر عاص نے مدینہ مین آکر رہنا اختیار کیا اور خلیفہ سیوم سے خلش پیدا ہوئی۔ خلیفہ سوم کے حلم نے عمر عاص کو زیادہ تیز کیا۔ عمر عاص نے خلیفہ کی بہن کو اپنی زوجیت سے الگ کر دیا (طلاق دیدیا) اور کھلم کھلا رنجش کا اظہار کرنے لگا۔

عمر عاص کی معزولی اور امیرالمومنین سے رنجش

اسی سال خلیفہ سیوم نے عبداللہ ابن سعد کو پھر افریقہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا اور عبداللہ ابن نافع انکی مدد کو بھیجے گئے۔ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی اس فوج مین تھے۔ پہلے شہر طرابلس پر مسلمانون نے حملہ کیا پھر افریقہ مین داخل ہوئے اور مختلف مقامات پر لڑائی شروع کردی۔

افریقہ پر چڑھائی

طرابلس فتح ہوا

جغرافیہ حال مین افریقہ اس براعظم غربی کا نام ہے جسمین حبشہ (ابی سنیا) مصر مراکو سوڈان وغیرہ بہت سے ممالک شامل ہین۔ لیکن یہان پر ملک افریقہ سے مسلمان مورخون نے اسکندریہ سے پچھم جانب جو حصہ ملک واقع ہے وہی مراد لیا ہے۔ جغرافیہ مین طرابلس کا پتہ نہین لگتا۔ ٹریپولی ایک شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ کیا عجب ہے اسی کو طرابلس لکھا ہو۔ ملک افریقہ مین اسے نام قیصر روم کی بادشاہت تھی۔ جرجیر نام وہان کے عیسائی حاکم کو خودمختار حکمران سمجھنا چاہیے۔ جرجیر نے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ چالیس روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ اخیر مین عبداللہ ابن زبیر بھی مدینہ سے فوج لیکر پہنچے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس لڑائی مین بڑا کام کیا۔ انھون نے دیکھا کہ عبداللہ ابن سعد فوج سے دور دور رہتے ہین اور وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جرجیر نے عبداللہ ابن سعد کے قاتل کو اپنی بیٹی دینے کا وعدہ کیا ہے جسے سنکر عبداللہ بن سعد متخوف رہتے ہین۔ عبداللہ ابن زبیر کی صلاح سے مسلمانون نے بھی مشہور کیا کہ جرجیر کے مارنے والے کو جرجیر کی لڑکی انعام مین دیجائیگی اور لاکھ دینار سرخ غنیمت سے ملین گے اب جرجیر کے قتل کے لیے مسلمان مستعد ہوئے اور جرجیر نے اپنی فوج سے علیحدگی اختیار کی۔ عاقبۃ الامر جرجیر عبداللہ ابن زبیر ہی کے ہاتھ سے مارا گیا اور جرجیر کی لڑکی عبداللہ ابن زبیر ہی کو دی گئی

افریقہ

قتل جرجیر و فتح افریقہ

مشہور ہے کہ جو خمس افریقہ کی غنیمت کا مدینہ مین آیا اسے مروان ابن حکم نے پانچ لاکھ پر خرید کیا

مروان کے تہمت کا آغاز

قیمت لیتے وقت ایک لاکھ خلیفہ سیوم نے چھوڑ دیا اسپر اہل مدینہ بہت بگڑے۔ مروان کو خلیفہ سیوم سے کیا تعلق تھا اسکا تذکرہ آگے کیا جائیگا۔

عبداللہ بن نافع حاکم افریقہ

ایک سال تین مہینہ تک عبداللہ ابن سعد افریقہ میں مقیم رہے اور اُسکے بعد امیرالمؤمنین کے حکم سے افریقہ کی حکومت عبداللہ ابن نافع کو سپرد کرکے خود مصر کو پھر آئے۔

سنہ ۲۷ھ میں عبداللہ ابن نافع کچھ اور پچھم بڑھے اور اُندلس پر بھی قبضہ کرلیا۔ خلیفہ سیوم کے وقت میں افریقہ ہی ایک ایسا مقام تھا جسکی غنیمت مدینہ میں زیادہ تر آئی۔ اندلس سے غالباً نفیر ادھر

جزیرہ سائپرس کی فتح

سنہ ۲۸ھ میں جزیرہ قبرس پر جسکو انگریزی میں سائپرس کہتے ہیں معاویہ نے چڑھائی کی اور شاید یہ مسلمانوں کی پہلی بحری لڑائی تھی۔ جزیرہ قبرس مصالحت سے فتح ہوا اور اہل جزیرہ سے

جزیرہ رودس

ایک سالانہ رقم خراج کی مقرر کرالی گئی۔ جزیرہ رودس بھی اسی سلسلہ میں فتح ہوا۔

عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ

سنہ ۲۹ھ میں ابوموسیٰ اشعری اہل بصرہ کی شکایت پر معزول کیا گیا اور اسکی جگہ پر عبداللہ ابن عامر امیرالمؤمنین کا خالہ زاد بھائی مقرر کیا گیا۔ اسی سال اہل فارس نے عبداللہ ابن معمر کو قتل کرکے بغاوت اختیار کی تھی جسکو عبداللہ بن عامر نے جاکر فرو کیا اور اسی سلسلہ میں قلعہ اصطخر اور جور

قلعہ اصطخر اور جور کی فتح

جس سے غالباً فیروزآباد و شیراز مراد ہیں ہاتھ آیا۔

حج

اسی سال کے حج میں حضرت عثمانؓ نے بمقام منیٰ خیمہ نصب کروایا۔ عربون نے اسے بدعت سمجھا کیونکہ رسول خدا اور اُنکے بعد دونوں خلیفوں کے وقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اسی سفر میں حضرت عثمانؓ نے ایک بیوہ عورت کو الزام زنا میں رجم کا حکم محض اس ثبوت پر دیا کہ شوہر کے مرنے سے چھ مہینہ پر اُسکے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ لیکن اسکے بعد ہی حضرت

غلطی اجتہاد

علیؓ ابن ابی طالب کے سمجھانے پر اُنھوں نے تسلیم کیا کہ حمل کی اکثر مدت دو برس اور اقل مدت چھ مہینہ خود قرآن سے مستنبط ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ فیصلہ کی نظر ثانی رجم ہو چکنے کے بعد عمل میں آئی۔

ولید کی معزولی

اب ولید ابن عقبہ کی شرابخواری بہت بڑھ گئی۔ لوگوں نے امیرالمؤمنین کے پاس اطلاع کی۔ امیرالمؤمنین کے پاس اطلاع کی۔ امیرالمؤمنین نے مسامحہ اور مساہلہ کو راہ دیا تو لوگوں نے طعن شروع کی۔ آخر میں ولید حکومت کوفہ سے معزول کرکے طلب کیا گیا چالیس

کوڑے اُسپر لگائے گئے اور کوفہ کی حکومت سعد ابن ایلاس کے سپرد ہوئی۔

سعد ابن ایلاس حاکم کوفہ طبرستان اور جرجان کی فتوحات

اسی سال سعد ابن ایلاس نے طبرستان کی طرف فوجکشی کی اور انکے ساتھ حضرت علیؓ کے دونوں بیٹے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن زبیر۔ عبداللہ ابن عمر۔ عمر ابن العاص اور حذیفہ بن الیمان وغیرہ بہت سے صحابہ تھے اور جرجان مصالحت سے فتح کیا گیا۔

اسی سال معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوذر غفاری مین ایک شرعی مسئلہ پر نزاع ہوئی ابوذر کو حضرت عثمان نے شام سے طلب کر لیا اور پھر اسے حکم دیا کہ وہ مدینہ سے نکل کر نواح مدینہ مین کسی جگہ سکونت اختیار کرے۔ اسی سال رسول اللہ کی مُہر جس سے اب تک ملکی کاغذات پر مُہر ہوتی تھین گم ہوگئی اور اتفاق سے مُہر کا گم ہونا تھا کہ حضرت عثمان کے لیے فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔

نیشاپور بلخ وغیرہ کی فتوحات

سنہ ۳۱ھ مین اہل خراسان نے نقض عہد کیا۔ انکی گوشمالی کو لوگ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ سیستان اور کرمان مین بھی بغاوت ہے۔ ان مقامات کی بغاوتین رفع ہوئین اور بہت سے نئے شہر اسی سلسلہ مین مسلمانون کے قبضہ مین آئے جیسا انکے ایک مشہور نیشاپور بھی تھا بلخ طخارستان اور جوزجان۔ طالقان بھی مسلمانون کے قبضہ مین آئے۔ ان فتوحات کی شکر گزاری مین عبداللہ ابن عامر نے زیارت کعبہ کا قصد کیا اور نیشاپور ہی سے احرام باندھا۔

سنہ ۳۱ھ / سنہ ۶۵۱ء

اب ۳۱ھ (۶۵۱ء) مین مسلمانون کے مفتوح ملکون کی حد شمالی و شرقی دریائے جیحون تک تھی۔ دریا پار کے ٹکڑے کا نام ماوراالنہر (دریا پار) اسی وقت سے مشہور ہوا۔ اسطرح بلخ اور ہندوکش کے سلسلہ کے تمام شمالی حصے ممالک مفتوحہ مین داخل ہوگئے اور حد شرقی نہ نا ہموار ٹکڑہ قرار پایا جو ہندوکش کے سلسلہ سے سمندر تک شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا۔

یزدجرد کا خاتمہ

یزدجرد نے بیس سال سلطنت کرکے اب وفات پائی۔ چار سال اسکے عیش مین اور سولہ سال مصیبت مین کٹے تھے۔ اُسکے نوکر نے خاقان چین سے مل کر اسکو چینی فوج سے گھروا دیا وہ بیچارہ کوٹھے سے کود کر کسی غریب کے مکان مین چھپا جہان لالچ میں نے

بدن کے کپڑون کی طرح سے اُسکو ہلاک کیا یزدجرد کے مرنے پر مسلمانون کا تسلط خراسان مین مستحکم ہوگیا۔ اور بعض مورخون نے لکھا ہی کہ خراسان کی بغاوت دیکھ کر یزدجرد مقابلہ مین آیا اور مسلمانون کے ہاتھ سے دریاے جیحون (آکسس) کے قریب مارا گیا۔

اسی سال ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے مصر۔ اسکندریہ۔ اندلس (فیض) اور افریقہ کو مسلمانون سے چھین لینے کے مقصد سے بحر کی طرف سے چڑھائی کی۔ عبداللہ ابن سعد کشتی مین بیٹھکر آگے بڑھا۔ دریا کے اندر فریقین مین مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلمان بہت گھبرائے۔ ایک تو بحری لڑائی جس سے مسلمان کم واقف تھے اور اسپر طرہ یہ کہ دشمن بڑے سامان سے آئے تھے اور یہان بے سروسامانی تھی۔ بالآخر کشتی سے کشتی ملاکر مسلمانون نے تلوارین مارین اور مسلمانونکو فتح حاصل ہوئی۔ قسطنطین نے ہزیمت اُٹھا کر راہ ہزیمت اختیار کی۔ اسی لڑائی مین محمد ابن ابوبکر اور عبداللہ ابن سعد مین کچھ بے لطفی ہوئی اور بات اتنی بڑھی کہ ابن سعد کے سامنے خلیفہ سیوم کی شان مین بھی بے ادبی کی باتین محمد کے منھ سے نکل گئین۔ محمد نے بہت سی باتین خلیفہ خلیفہ سیوم کی سنت نبوی اور سیرت شیخین کے خلاف ثابت کین۔ عبداللہ بن سعد نے یہ باتین سنکر بہت برا مانا اور محمد کو مع اُنکے ساتھیون کے کشتی سے نکلوادیا۔

قسطنطین سے بحری لڑائی

عبداللہ بن سعد اور محمد کا جھگڑا

۳۲ھ مین عبدالرحمن ابن ربیعہ نے بلنجر کا محاصرہ کیا اور وہین وہ شہید ہوا۔ جیلان اور جرجان مین بھی بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے۔ عبداللہ ابن عامر کے مکہ چلے آنے سے قارن ایک عجمی شخص نے خراسان مین خروج کیا اور اُسی کی دیکھا دیکھی طبسین۔ ہرات۔ بادغیس اور قہستان وغیرہ مین بھی غیر قومون نے خروج کرکے نیشاپور پر چڑھائی کی۔ قیس ابن ہیثم نیشاپور سے بھاگ کر عبداللہ ابن عامر کے پاس خبر دینے چلا۔ عبداللہ ابن حازم بموجب ہدایت عبداللہ ابن عامر کے قارن کے مقابلہ کو بڑھا۔ قارن مع بہت سے ساتھیون کے ہلاک ہوا۔ حازم نے اس فتح کی خبر مع خمس غنیمت کے مدینہ روانہ کی اور اُسی وقت سے عبداللہ ابن حازم حاکم خراسان مقرر ہوا۔ بلخ۔ جوزجان۔ طالقان۔ جبال غور اور گرجستان کی قومون نے بھی جابجا بغاوت کے جھنڈے بلند کیے لیکن اخیر مین احنف بن قیس کی کوششون سے وہ سب ذلیل وخوار ہوئے۔

خراسان مین پورا تسلط

سنہ ہجری کا تینتیسواں سال شروع ہوا اور مسلمانوں کی ترقی ذرا رکی۔ اس تینتیس ۳۳ برس میں مسلمانوں کے جو کارنامے ہیں وہ صفحہ دنیا پر اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ ۳۳ برس پہلے مسلمانوں کی وہ حالت یاد کرو کہ مسلمانوں کے پیشوا آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہنے کے لیے مکہ میں ایک گز زمین کا ملنا دشوار تھا اور اُنکے اصحاب کی یہ بے سروسامانی تھی کہ اپنے گھروں میں رہنے نہ پاتے تھے اپنے بیگانے بھی دشمن تھے اور اب وہی مسلمان تھے کہ ۳۳ سال کے اخیر تک دنیا کے اکثر زرخیز حصے اُنکے قبضے میں تھے۔ جنوب میں یمن اور مغرب میں ساحل افریقہ تک پھیل چکے تھے۔ شمال میں قسطنطنیہ کے قریب تک اور مشرق میں سرحد ہند و سیستان تک انکی حکومت تھی۔ اسکے پہلے رومیوں کی سلطنت بہت بڑھی لیکن یہ اقتدار انکو کبھی حاصل نہ ہوا کہ ایرانیوں کی سلطنت کو وہ اپنے میں شامل کر لیتے۔ مسلمانوں کی یہ کمال ترقی تھی کہ رومیوں اور ایرانیوں کی سلطنتیں بھی عرب میں شامل کر لی گئیں۔ مسلمانوں نے آگے چل کر کے اس سے بھی زیادہ ترقی کی۔ لیکن یہ بات کہ ایک بادشاہ کل اسلامی مقبوضات پر حکمران ہو پھر نصیب نہ ہوئی عرصہ تک ایسا بھی رہا کہ ایک ہی بادشاہ کی عام حکمرانی تھی۔ لیکن اُس بادشاہ کو مسلمانوں کا بادشاہ کہنا صرف دنیوی امور سے تھا۔ یہ لطف کہ محمد الرسول اللہ کا قایم مقام تمام دینی اور دنیاوی امور میں مسلمانان روے زمین کا سردار ہو اور یکساں حکم تمام مسلمانوں کے لیے نافذ ہو اور عام مسلمانوں کے دل مسخر ہوں تینتیسویں سال کے ختم ہونے پر ختم ہو گیا۔ انتظام عالم اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ تمام بنی نوع انسانی ایک دل ہو کر بسر کریں ۳۳ھ تک خدا کو اپنا نمونہ قدرت دکھانا تھا جو اُسنے دکھا دیا اور اسکے بعد وہی اختلاف شروع ہوا جو ابتداے عالم سے چلا آتا ہے اور انتہاے عالم تک چلا جائیگا۔

۳۴ھ کے ساتھ جو اختلاف مسلمانوں کا ظاہر ہونے لگا وہ عثمان ابن عفان کی سو تدبیری کی طرف منسوب کیا جائے یا سوء اتفاق زمانہ کی طرف۔ بہر حال اُسکی ابتدا یوں ہوئی کہ مالک ابن حارث مشہور مالک اُشتر مع چند سرداروں کے کوفے میں عثمان ابن عفان کی سوء تدابیر کا تذکرہ علانیہ کرنے لگا۔ ان لوگوں کے اعتراضات بیجا نہ تھی لیکن عثمان کو پولیٹکل امور پر نظر کرکے یا تو اُنکے اعتراضات کا رفع کرنا تھا یا سختی سے اُنکو دبانا تھا۔ سعید ابن عاص کی تحریر پر خلیفہ سوم نے

مسلمانوں میں نفاق

ممالک مفتوحہ

حضرت عثمان کے طرز عمل بحث

بس اتنا ہی کیا کہ اُن لوگوں کو کوفہ سے دمشق میں بھیجدیا اور معاویہ کو لکھا کہ اِن لوگوں کو سمجھاؤ۔ جب
معاویہ کا سمجھانا کارگر نہ ہوا تو حمص میں عبد الرحمن بن خالد کے پاس بھیجدیا۔ عبد الرحمن نے
انکے ساتھ سخت برتاؤ کیے لیکن اسکا کچھ نتیجہ عمدہ نہ ہوا۔ اور وہ لوگ خود حمص سے کوفہ میں چلے
آ گئے یہ وہ زمانہ تھا کہ سعید کوفہ سے حضرت عثمان کے پاس چلا آیا تھا۔ جب یہ پھر واپس چلا اور راستہ
میں معلوم ہوا کہ مالک اشتر پھر فساد پر ہے اور وہیں سے پھر مدینہ چلا آیا۔ حضرت عثمانؓ نے کچھ سوچ
سمجھ کر ابوموسیٰ اشعری کو پھر کوفہ میں تعینات کیا۔ ابوموسیٰ کے ساتھ وہاں کے لوگ بڑی اطاعت سے
پیش آئے اور کہا کہ عثمان کی اطاعت سے ہمیں گریز نہیں اور نہ تمھاری حکومت میں ہمکو کچھ عذر
ہے۔ سعید کی حکومت ہم پر بار تھی اور بہتر ہوا کہ وہ اُٹھا دی گئی۔ خلیفہ سیوم کو کوفہ کی طرف سے
اطمینان ہوا۔ لیکن اسکے سوا اور بھی بہتیرے فتنے تھے جنکے رفع کرنے میں عثمان کو کامیابی نہوئی

عثمان کے طرز عمل پر بحث

۳۴ھ میں بعض صحابہ رسولؐ نے مدینہ میں آکر حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر نکتہ چینیاں شروع
کیں اور انکی رائیں قرار پائیں کہ حضرت علی مرتضیٰ سے جا کر شکایت کیجائے اور اُنکے ذریعے سے
حضرت عثمانؓ کو سمجھایا جائے۔ یہاں تک اُن لوگوں کی سراسر نکتہ چینی تھی۔ حضرت علی نے
جا کر حضرت عثمان کو سمجھایا کہ "تم پر نکتہ چینیاں کرنے والے اگر تمھارے دوست ہیں تو نصیحت و مشورہ
پر عمل کرو۔ اگر تم انکو دشمن سمجھتے ہو جب بھی کچھ کرو یا تو انکو جھوٹا ثابت کرو۔ یا یہ کوشش کرو کہ دشمنوں
کو زبان ہلانے کا موقع نہ ملے" اسکے علاوہ بہت سی باتیں مناسب حال نصیحت کے پیرایہ
میں حضرت علیؓ نے بیان کیں۔ حضرت عثمان کے جواب سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی
باتیں انکو پسند نہ آئیں۔ اُنھوں نے کہا کہ "علی اگر تم خلیفہ ہوتے اور اقارب کے ساتھ احسان
کرتے تو ہمیں برا نہ ماننا۔ مغیرہ بن شعبہ کی خصلتیں اچھی نہ تھیں اور عمر نے اُسکو بصرہ کی ولایت
عطا کی تھی پھر کوفہ کا بھی اُسے والی کیا اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ زبان کھولے۔ پھر عبد اللہ ابن عامر
وغیرہ کو میں نے صلہ رحم کے اعتبار سے جگہیں دیں تو کیا برا کیا"۔ حضرت علیؓ نے جواب میں کہا
یہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ نے بعض لوگوں کو حاکم اور امیر مقرر کیا جنسے اچھے موجود تھے لیکن اسکے ساتھ
وہ ڈانٹ ڈپٹ ایسی رکھتے تھے کہ اُن لوگوں کو اعتدال سے متجاوز ہونے کی ہمتیں نہ ہوتی تھیں
جب کوئی بات اُنکے کان میں پڑتی تھی وہ فوراً ہی تحقیقات شروع کر دیتے تھے اور جرم ثابت ہونے پر

سخت سزائیں دیتے تھے۔ تم اسکے برعکس تحقیقات کرنے سے جی چراتے ہو اور سزائیں دینے سے بھاگتے ہو"۔ حضرت عثمان نے کہا "اچھا معاویہ تو عمر کے وقت سے حاکم شام ہی پھر اسباب میں لوگ مجھ پر کیا الزام رکھتے ہیں"۔ حضرت علی نے کہا کہ "حضرت عمر کے وقت میں معاویہ دبتا تھا اور اب وہ تم سے دبتا نہیں۔ بہتیری باتیں اپنے جی سے کر گزرتا ہے اور نام تمہارا لیتا ہے تم سنتے ہو اور کچھ نہیں بولتے"۔ حضرت عثمان نے کچھ جواب نہ دیا اور حضرت علی اٹھ کر اپنے گھر چلے آئے۔ اسکے بعد حضرت عثمان رض نے جا کر مسجد میں خطبہ پڑھا جسکو دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دربار عام میں اسپیچ دی۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت عمر سے لوگ دبتے تھے اور انکی سختیوں کو برداشت کرتے تھے۔ میں نے تم لوگوں پر نرمی کی۔ میرے تحمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ مجھ سے گستاخیاں کرنے لگے۔ بتاؤ تو سہی میں نے تمہارا کیا بگاڑا۔ تمہارے بیت المال سے میں نے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا اور ابوبکر بھی اپنے اہل وعیال کے بیت المال سے بسر اوقات کرتے تھے۔ اگر تم یہ کہو کہ میں اپنے اعزہ کو زیادہ دیتا ہوں تو کیا سلطان وقت کو بیت المال پر اتنا بھی اختیار نہیں ہے۔ ان باتوں سے تم لوگ مجھے رنجیدہ نہ کرو۔

مروان کا تذکرہ

مروان عثمان کا چچیرہ بھائی تھا اور بڑا مفسد تھا۔ رسول خدا نے اسکے باپ کو اس سمیت مدینہ سے نکلوا دیا تھا۔ خلیفہ اول اور دوم کے وقت میں بھی یہ آنے نہ پایا تھا۔ حضرت عثمان نے ایک یہ بھی غلطی کی کہ اپنے عہد خلافت میں اسے بلا بھیجا اور اسے اپنا عقل کل بنا یا صحابہ کبار کو حضرت عثمان سے ایک یہ بھی شکایت تھی۔ حضرت عثمان سے جتنے افعال لائق اعتراض صادر ہوئے وہ اکثر مروان ہی کی تحریک پر مبنی تھے۔ اس موقع پر بھی مروان نے زہر اگلنا موقوف نہیں کیا۔ حضرت عثمان کے خطبہ ختم ہونے پر مروان کھڑا ہو گیا۔ اور حضار سے نہایت سخت باتیں کیں۔ گو حضرت عثمان نے اسے ڈانٹ کر بٹھا دیا لیکن لوگوں کے دلوں کی حالتیں ان کی تقریر سے کچھ اور ہی رنگتیں پکڑ گئیں۔

عبداللہ بن سبا مخالف عثمان

اسی سال عبداللہ ابن سبا نے حضرت عثمان کی مخالفت پر کمر باندھی۔ یہ صنعاء یمن کا رہنے والا تھا اور حضرت عثمان ہی کے وقت میں مسلمان ہوا تھا کسی وجہ سے حضرت عثمان کی طرف سے اسکے دل میں خلش پیدا ہوئی۔ یہ ایک قابل شخص تھا اور اپنے مذہب کا متعصب عالم تھا

اسکا مسلمان ہونا غالباً ایک منافقانہ فعل تھا۔ حضرت عثمان سے دل میں کدورت لیکر یمن سے حجاز۔ پھر وہان سے بصرہ۔ پھر کوفہ پہنچا۔ وہان سے شام اور شام سے مصر داخل ہوا۔ ان تمام مقامات پر حضرت عثمانؓ کے خلاف تقریرین کرکے وہ لوگون کو ابھارتا گیا۔ مصر کے لوگ عبداللہ بن سعد سے بہت آزردہ تھے۔ عبداللہ ابن سعد کی شکایت حضرت عثمان نہ سُنتے تھے اسلیے حضرت عثمان سے بھی وہ لوگ کشیدہ خاطر تھے۔ مصر مین ابن سبا کا خوب رنگ جما۔ باہم خط و کتابت ہوکر یہ قرار پایا کہ مصر کوفہ۔ اور بصرہ سے لوگ مدینہ مین آئین اور خلیفہ سیوم سے مقابلہ کرین۔

مخالفون کا مدینہ مین آنا

یہ لوگ ایک خاص وقت مین مدینہ پہنچ گئے اور حج کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ کسی سے شبہ پیدا نہ ہو۔ یہ تینون جماعتین حضرت عثمانؓ کے معزول کرنے مین تو متفق تھین لیکن خلیفہ چہارم کون ہو۔ اس امر مین مصریون کی خواہش حضرت علیؓ کو چاہتی تھی۔ اہل بصرہ طلحہ کی طرف جھکتے تھے۔ کوفی زبیر کے خواہان تھے۔ ان تینون گروہون کے سردار اپنے اپنے مطلوب یعنی علی۔ طلحہ اور زبیر کے پاس چھپ چھپ کر آئے لیکن ان تینون نے ان لوگون کو اس بیجا ارادے سے منع کیا۔

عثمان کی تشویش

حضرت عثمان یہ حال سنکر بوقت شب حضرت علی کے پاس آئے اُنسے اعانت چاہی اور کہا کہ ان دشمنون کو کسی طرح پھیرنا چاہیے۔ حضرت علی نے پوچھا کس طرح حضرت عثمان نے جواب دیا جس طرح مناسب ہو۔ حضرت علی نے کہا "اب تک تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ مروان۔ سعید۔ معاویہ۔ عبداللہ ابن ابی سرح کے کہنے پر تم چلے اور انھین کے مشورہ نے یہ فتنہ کھڑا کیا"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "اب انکی رائون سے مین الگ ہوکر تمھارے کہنے پر چلونگا" حضرت علی نے دوسرے دن تمام باغیون کو سمجھا بجھا کر پھیر دیا۔

اب جب حضرت عثمان کی خاطر جمع ہوئی تو مروان پھر اپنی چال چلا۔ مروان نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم نے بالکل مدعی کر دی۔ اب لوگ سمجھتے ہین کہ تم دب گئے حضرت عثمانؓ نے مروان کے اشارے سے ایک خطبہ پڑھا جسکا مطلب یہ تھا۔ میرے دشمنون کو معلوم ہو کہ مجھ پر بیجا تہمت لگائی گئی تھی اسلیے پشیمان ہوکر واپس گئے۔ عمر عاص بھی اُس مجمع

مین موجود تھا وہ بولا کہ "عثمان خدا سے ڈرو۔ توبہ کرو۔ اِن آدمیون کو تم نے حسن تدبیر سے ٹالا۔
وہ سب پر ظاہر ہی۔ حضرت عثمانؓ نے عمر کو ڈانٹا کہ پہلے تو خود تو توبہ کرلے۔ مصر کی حکومت سے
مین نے تجھے معزول کیا وہی رنج تیرے دل مین ہی۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ عثمان نادم اور
تائب ہو۔ حضرت عثمان نے گردن پھیری کہ بولنے والے کی صورت دیکھنے مین آئے کہ تمام مسجد
سے آواز بلند ہوئی کہ "عثمان اللہ سے ڈر اور توبہ کر"۔ لوگ عثمان ہی عثمان کہتے تھے۔ امیرالمومنین
کوئی نہ کہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ یہ حالت دیکھکر گھبرا گئے۔ مومن کو توبہ سے کیا باک ہوسکتا ہی
فوراً ہاتھ اُٹھا کر اُنھون نے کہا "اللھم انی اتوب الیک فانی اول تائب"۔ عمر نے اسکے بعد کھلم کھلا
حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر سے کہا کہ "عثمان کو خلافت سے الگ کرنا چاہیے"۔

ایک روایت یہ بھی ہی کہ حضرت علی اُن دشمنون کو ہٹا کر آئے تو اُنھون نے حضرت
عثمان سے کہا کہ تم مسجد نبوی مین جاکر عام طور پر اظہار کردو کہ آیندہ تمام برائیون کی اصلاح
کیجائیگی تاکہ ہر جگہ امن قایم ہوجاوے۔ ورنہ اسی طرح لوگ خروج کرکے آتے رہین گے مجھے بار بار
سمجھانا پڑیگا اور ملک مین بدامنی پھیلی رہیگی۔ حضرت عثمانؓ نے ایسا ہی کیا۔ عام طور پر کہا
کہ "مین انسان ہون دعوی عصمت نہین کرسکتا۔ آدمی ہی سے خطا ہوتی ہی۔ مین آیندہ اسکی
تلافی بہت اچھی طرح سے کرونگا۔ اب مین گھر پر چلتا ہون تمھارے سردار مجھسے ملاقاتین
کرین مین اُنکی شکایت رفع کردونگا۔ مروان سے تم لوگ آزردہ ہو مین اب اُسے ملکی معاملات
مین دخل نہ دینے دونگا"۔ لوگ خوشی خوشی چلے کہ اب حضرت عثمان کے در سے دربان اُٹھ گیا
آسانی سے اپنی حاجتین پیش کرین گے۔ حضرت عثمانؓ کی خوبیون مین کیا کلام تھا۔ اپنی
غلطیون پر اُنکا نادم ہونا لوگون پر بڑا اثر کرگیا۔ حاضرین زار زار رونے لگے۔ حضرت عثمان
بھی روتے ہوئے گھر چلے۔

مروان کی شرارت

اس خطبہ کے وقت مروان اور اکثر بنی امیہ غیر حاضر تھے۔ مروان نے گھر پہنچکر حضرت
عثمان سے کہا "کہیے مین بھی کچھ اسمین بولون یا نہ بولون"۔ حضرت عثمان کی بی بی نائلہ بڑی
دانشمند تھی۔ مروان کی شرارتون کو خوب پہچانتی تھی وہ بول اُٹھی کہ "مروان تمکو بولنے کی ضرورت
نہین ہی"۔ وہ کچھ اس طور سے گریہ مسکین ہوکر بیٹھا کہ حضرت عثمان مسمرائز ہوگئے اور وہی کلمات

مین تمام خیالات عثمان کے اُسنے پلٹ دیے وہ بولا کہ "ابوطالب کا لڑکا علی آپ کو لوگون کے سامنے نصیحت کرنا چاہتا تھا اُسکا مطلب حاصل ہوچکا۔ اب بہتر یہ ہی کہ اِن لوگون کو آپ اپنے یہان آنے نہ دیجیے۔ یہ آئین اور کچھ بے ادبی کرین تو اور بھی بُرا ہوگا"۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ہان مجھے بھی شرم آتی ہی۔ مروان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔ اُسنے نہایت رسوائی کے ساتھ اکابر قوم کو حضرت عثمان کے پاس جانے سے روکا۔ لوگ محزون اور ملول واپس گئے۔ اور حضرت علیؓ کو یہ ماجرا سُنا تے گئے۔ حضرت علی نے عبدالرحمن ابن اسود سے کہا "دیکھا مضمون خطبہ کیا تھا اور عملدرآمد کیا ہوا۔ مین عجب کشمکش مین ہون اگر کنارے رہتا ہون تو عثمان کہتے ہین تو مدد نہین دیتا اور اگر اُنکے کام مین دخل دیتا ہون تو اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ مروان کے سامنے کسی کی چلنے نہین پاتی"۔ حضرت علیؓ نہایت غصہ مین حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ "مروان تمھین پورے طور پر بے دین کیے بغیر نہ چھوڑے گا اور نہ تم مروان کے حکم سے باہر ہوگے۔ آیندہ مین تمھارے کام مین دخل نہ دونگا"۔ حضرت علی کے اُٹھ آنے پر نائلہ نے حضرت عثمان کو بہت نشیب فراز سوجھایا اور حضرت علی کی باتون کو اچھا بتایا۔ حضرت عثمانؓ رسیر حضرت علی کے پاس معذرت کرنے آئے لیکن پھر حضرت علیؓ کی ہمت نہ پڑی کہ حضرت عثمانؓ کے کاموان مین دخل دیتے جب تک حضرت عثمانؓ زندہ رہے حضرت علیؓ الگ الگ رہے بلکہ جب فساد زیادہ بڑھا تو اُنھون نے اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا کہ دوست یا دشمن کوئی بھی نہ آئے۔

عثمان اور طلحہ کی عداوت

طلحہ اور عثمانؓ مین کھلی کھلی رنجش ہوگئی تھی۔ حضرت عثمانؓ کو یہ خیال تھا کہ طلحہ کے پاس اُنکے دشمن جمع ہوتے ہین۔ حضرت عثمانؓ نے علیؓ سے شکایت کی۔ حضرت علیؓ طلحہ کے پاس گئے دیکھا کہ اہل غوغہ جمع ہین۔ حضرت علیؓ کے پوچھنے پر طلحہ نے کہا کہ یہ لوگ میرے اختیار سے باہر ہین۔ حضرت علیؓ نے بیت المال کا خزانہ اُن لوگون پر تقسیم کیا۔ ؏ زر بر سر فولاد نہی نرم شد۔ وہ لوگ حضرت علی کے پاس جمع ہوئے اور حضرت علیؓ نے اُنکو متفرق کردیا۔ طلحہ کسی ضرورت سے حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو معذرت کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا "طلحہ تم تائب اور نادم نہین ہو جب مخذول اور مغلوب ہوئے تو کوئی چارہ نہین دیکھا۔

حضرت عثمانؓ ظلم سے مقتول ہوئے۔ صحابہ نے بےشبہ اُنکی مدد مین پہلوتہی کی لیکن وہ

عثمان کی سوء تدبیریان

پہلوتہی کے وجوہ معقول رکھتے تھے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابتدا میں خلافت عثمان کا رنگ
بہت اچھا تھا اور جب تک اُنسے لغزش نہیں ہوئی۔ کسی نے حرف گیری نہیں کی اسکے بعد
اُنکی طبیعت کا رنگ بدلا اور اُنکی طبیعت کے ساتھ زمانہ بدل گیا۔ اپنے اقارب کے ساتھ
اُنھون نے طرفداری شروع کی۔ نوجوان بچون کو صحابہ کرام پر ترجیح دیتے تھے اور اپنے
اعزہ اور اقربہ کو ملک کی حکومتیں سپرد کرتے تھے۔ لوگون کو یہ بات ناگوار گزری اور اسی
سے ملک میں فساد پھیلا۔ مثلاً اُنھون نے عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اُسکے
ظلم اور تعدی کی شکایت مدینہ میں پہنچی تو کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ اسکے پہلے عبداللہ ابن
مسعود اور ابوذر غفاری۔ عمار ابن یاسر کی شان میں غیر مناسب باتیں ہو چکی تھیں
اور ان لوگون کے اعزا اور لواحقین کے دل حضرت عثمان سے صاف نہ تھے۔ اسیطرح یہ
ہوا کہ ابن ابی سرح کے حالات سے جب حضرت عثمانؓ کو واقفیت ہوئی تو یہان سے
عتابی حکم بھیجا گیا۔ ابن ابی سرح نے خلیفہ کے حکم کا کچھ خیال نہیں کیا اور جن لوگون نے
حضرت عثمان تک شکایتیں پہنچائی تھیں اُنپر ابن ابی سرح نے بے حد سختیاں کیں اور انمیں
سے ایک کو مار بھی ڈالا۔ سات آدمی مصر سے پھر فریاد لیکر آئے اور ابن ابی سرح کے عزل
اور قصاص مقتول کے دعویدار ہوئے۔ حضرت علیؓ حضرت طلحہ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت

محمد ابن ابی بکر کے قتل کا اقدام

عثمان کو بہت دبایا۔ اسپر حضرت عثمانؓ نے کہا اچھا تمھیں کوئی حاکم مصر کے لیے تجویز کرو۔
محمد ابن ابی بکر کو لوگون نے منتخب کیا۔ جب یہ اپنی تقرری اور ابن ابی سرح کی معزولی کا پروانہ
لیکر چلے تو راستہ میں حضرت عثمانؓ کا غلام حضرت عثمان کے شتر پر سوار راہ کتراتا ہوا مصر
کی جانب اونٹ بھگاتا ہوا نظر آیا۔ محمد کے ساتھیون نے غلام کو روکا اور شبہہ ناشی ہونے پر
اُسکی جامہ تلاشی شروع کی۔ بدقت تمام ایک خط حضرت عثمان کا ابن ابی سرح کے نام
نکلا جسکا مضمون یہ تھا کہ محمد تمھارے پاس جاتا ہے اسکو اور اسکے ساتھیون کو جس طرح
ممکن ہو مار ڈالو اور اپنے کام پر بدستور بحال رہو۔ اور جن لوگون نے تمھاری شکایت مجھ
تک پہنچائی ہے اُنسے اچھی طرح سمجھو۔ یہ خط محمد نے بہت سے انصار اور مہاجرین کے سامنے
جو اُنکے ساتھ تھے پایا اور پڑھا۔ بالآخر راستہ سے محمد واپس آئے۔ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہ اور

سعید کو خط دکھایا۔ حضرت عثمانؓ کی لاعلمی میں تو کسی کو شک نہ ہوا لیکن یہ سب نے سمجھا کہ یہ مروان کی شرارت ہے۔ حضرت عثمانؓ سے کہا گیا کہ وہ مروان کو الگ کریں اور تحقیقات جرم کے لیے ان لوگوں کے حوالے کریں۔ مروان نے حضرت عثمان کے دل میں یہ جما یا کہ خط مفسدون نے بنا لیا ہے اور مروان اگر حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر کے سپرد کیا گیا تو فوراً مار ڈالا جائیگا حضرت عثمانؓ نے مروان کے علیحدہ کرنے میں تامل کیا اور اس تامل نے تمام صحابہ کرام کو حضرت عثمانؓ سے منحرف کر دیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ مروان نے بطرح حضرت عثمانؓ کے دل میں جگہ پکڑی ہے۔ معزز صحابی عثمان کے دشمن نہیں ہوئے لیکن اسقدر ضرور ہوا کہ حضرت عثمان اور انکے دشمنوں کے درمیان میں صحابیوں نے دخل دینا یہ سمجھکر چھوڑ دیا کہ جب وہ کسی کا کہنا نہیں مانتے تو پھر جو جی میں آئے خود ہی کیا کریں اور حضرت عثمان نے یہ ٹھان لیا کہ حالت کتنی ہی ردی ہو لیکن میں اپنے وقت میں مسلمانوں میں تلوار چلنے کا سبب نہ ہونگا صحابہ کی کنارہ کشی اور عثمان کا سکوت ان دو باتوں نے اُن غوغائیوں کو اور دلیر کر دیا جو حضرت عثمان کو بہ جبر معزول کرنا چاہتے تھے۔ اسوقت انکے معزول کرنے میں عبد اللہ ابن مسعود۔ عمار ابن یاسر ابو ذر غفاری اور محمد ابن ابوبکر کے معاون قبیلے بنو زہرہ بنو مخزوم۔ خزیل۔ بنو تمیم زیادہ تر ساعی تھے اور کچھ لوگ مدینہ کے بھی اُنسے متفق تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور ضد یہ کی کہ وہ خلافت سے الگ ہوں یا مروان کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔ یہ محاصرہ چالیس روز تک قایم رہا اور بعضوں نے تو اس سے بہت زیادہ عرصہ تک قایم رہنا اسکا بیان کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ اندر سے نکلتے نہ تھے۔ موذن دروازہ پر پکار کے امامت کے لیے کسی کی نسبت اجازت لے لیتا تھا اور پھر یہ بات بھی جاتی رہی اہل غوغا خود ہی امام منتخب کرنے لگے۔

حضرت عثمان خلافت سے دست کش نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ "جو عزت مجھے خدا نے دی ہیں اُسے خود کھو نہیں سکتا" مروان کے حوالے کرنے میں بھی آپ کو کد تھی۔ یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ اہل غوغا سے لڑجاتے انصار نے لڑنے کو کہلا بھیجا تھا آپ کے آزاد کردہ غلام مدینہ میں ہزاروں تھے اور وہ ذرا اشارہ پاتے تو دشمنوں کے چھکے چھوٹ جاتے

مروان کے قتل پر لوگوں کا اصرار

عثمان کے گھر کا محاصرہ

عثمان کا اپنی رائے پر قایم رہنا

خود نکلے غیر آزاد غلاموں سے ایک مرتبہ ہتھیار لگا کر دشمنوں سے لڑنا چاہا۔ عثمان نے منع کیا اور اُنکو اپنے ارادہ سے پھرتا ہوا نہ دیکھ کر یہ لالچ دکھایا کہ جو ہتھیار کھول ڈالے گا میری ملکیت سے آزاد ہو جائیگا

ایک مرتبہ حضرت عثمان نے کوٹھے پر سے منھ نکال کر کہا کہ تم لوگ عثمان کو اُس کنوئیں کا پانی پینے نہیں دیتے جسکو خود عثمان نے مسلمانوں کے لیے خرید کر کے وقف کر دیا۔ اور اُس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہو جسکی وسعت خود اُسکے روپے سے ہوئی ہے" لیکن اُنھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ محاصرہ کے زمانہ میں کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ حضرت عثمانؓ سے بالکل ملتے نہ تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ حضرت عثمان سے ملتے تھے لیکن عاملہ خاص میں عثمان کی ایسی مدد نہ کرتے تھے جس سے اہل غوغا کو کچھ ہراس ہوتا۔ لوگوں کو یہ گمان ہی نہ تھا کہ اس اجتماع کا نتیجہ حضرت عثمان کے قتل تک منجر ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ مروان کی گرفتاری یا علیحدگی سے یہ معاملہ رفع دفع ہو جائیگا۔ ایک مرتبہ حضرت علی کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے گھر میں پانی نہیں ہے آپ نے بہت سا پانی بھجوا دیا اور پھر کسی کو یہ مجال نہ ہوئی کہ پانی پہنچانے والوں کے مقابلہ میں ہتھیار کرتا۔ اسی طرح اگر بنو ہاشم چاہتے تو بنوامیہ کے ساتھ ملکر حضرت عثمان کی بہت کچھ مدد کر سکتے تھے۔ لیکن مشکل تو یہ تھی کہ محاصرہ والے معاملہ کے بعد بھی مروان حضرت عثمان کے ساتھ رہا اور اس سے ہر شریک بجائے خود ساکت تھا۔

حضرت عثمان محاصرہ کی حالت میں برابر روزہ رکھتے تھے۔ ایکبار روزہ اُنھیں افطار کو پانی نہ ملا بے پانی پیے سو رہے اور دوسرے دن پھر اُنھوں نے روزہ رکھا۔ پشت مکان سے کچھ لوگ قتل عثمانؓ کے لیے اندر گھس آئے اُنکے ساتھ محمد ابن ابی بکر بھی تھے۔ محمد نے حضرت عثمان کے قتل پر سبقت کی۔ عثمانؓ نے اُنکی طرف دیکھ کر کہا۔ صاحبزادے تم جانتے ہو کہ میں تمھارے باپ کا بڑا دوست ہوں اگر وہ زندہ ہوتے تو آج تم ایسا نہ کرسکتے" محمد یہ سنکر

قتل عثمان

شرمندہ ہوگئے اور وہاں سے چلدیے۔ پھر اسکے بعد دو شخصوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور پھر ایسا ہمعنی نہ ملا کہ قاتلوں کی تفتیش اور سراغ رسانی میں کوشش کیجاتی۔

نائلہ زوجہ عثمان کا زخمی ہو[نا]

تاریخ قتل عثمانؓ

نائلہ اپنے شوہر کے بچانے کو بڑھی تھی کہ اُسکی اُنگلیاں قاتلوں کی تلوار سے کٹ گئیں۔ کٹی ہوئی اُنگلیاں اور حضرت عثمانؓ کے خون آلودہ کرتے کے ساتھ معاویہ کے پاس دمشق میں پہنچائی گئیں۔ روز جمعہ

تیرہوین یا اٹھارہوین ذی الحجہ ۳۵ھ کا یہ واقعہ ہو۔

حضرت علی نے اہل غوغا کی سختیون پر نظر کرکے آخر آخر حسنین کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لیے تعینات کر دیا تھا۔ طلحہ کے بیٹے محمدؐ اور زبیر کے بیٹے عبداللہ بھی اسی غرض سے عثمان کے گھر کے محافظ بنائے گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کا قتل غفلت سے ہوا۔ تمام لوگ دروازہ پر بیخبر بیٹھے تھے کہ اندر سے صدا آئی "حضرت عثمانؓ مارے گئے"۔ یہ خبر سنتے ہی تمام لوگ جمع ہو گئے اور ایک حشر برپا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے آکر حسین کو مارا (بعض مورخین کے قول کے مطابق) اور محمد ابن طلحہ اور عبداللہ ابن زبیر کو بھی بھلا برا کہا۔ حضرت علی اسوقت نہایت ہی غصہ مین تھے۔ انکا یہ خیال تھا کہ طلحہ نے بھی اس قتل پر اشارہ کیا ہو تو عجب نہین۔ طلحہ نے علی کے گھر آکر پوچھا تم نے حسینؓ کو بلا وجہ کیون مارا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا تمھارے نزدیک یہ تھوڑی بات تھی کہ عثمان ایسا شخص ظالمون کے ہاتھ سے مارا گیا۔ طلحہ نے کہا کہ مروان کو وہ سپرد کر دیتا تو کچھ نہ ہوتا۔

اسکے بعد غوغائیون نے عثمان کا گھر لوٹ لیا۔ اور پروس مین ہونے کی وجہ سے ابوہریرہ وغیرہ کے گھر بھی لوٹے گئے۔ رات کو بارہ آدمیون کی مدد سے عثمان کی لڑکی عائشہ نے عثمانؓ کی نعش دفن کی۔

عثمان کی کل بیبیون اور لڑکون کی تفصیل ذیل مین درج کی جاتی ہو۔ لیکن یہ پتہ نہین چلتا کہ انکے مرنے پر کتنے زندہ تھے۔

عثمان
- ۱ فاختہ
  - ۱ عبداللہ اکبر
- ۲ رقیہ بنت رسول
  - ۲ عبداللہ اصغر
- ۳ ام عمرو
  - ۳ عمرو
  - ۴ ابان
  - ۵ خالد
  - ۶ مریم
- ۴ فاطمہ بنت ولید
  - ۷ سعید
  - ۸ ام سعید
  - ۹ ام عثمان
- ۵ ام البنین
  - ۱۰ عبدالملک
- ۶ رملہ
  - ۱۱ عائشہ
  - ۱۲ ام ابان
  - ۱۳ ام عمرو
- ۷ نائلہ
  - ۱۴ ام خالد
  - ۱۵ اروی
  - ۱۶ ام ابان صغریٰ
- ۸ ہریت
  - ۱۷ بنین

۸ لڑکے اور ۹ لڑکیاں ہوئیں - انہیں سے بنین کی نسبت روایت غیر مشہور ہی جو بیبیان سب بے اولاد تھیں انکا ذکر مورخون نے نہیں لکھا ہی اور اسی وجہ سے رسول اللہ کی دوسری لڑکی جسکی وجہ سے عثمان کو ذو النورین کہتے ہین یہان مذکور نہیں ہوئی -

فصل چہارم

خلافت حضرت علی

حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے کے وقت جن لوگون پر نظرین پڑی تھین اب بھی وہی لوگ مرجع عوام تھے - صرف عبد الرحمن ابن عوف شاید مر چکے تھے طلحہ اور زبیر نے اس ہنگامہ بے تمیزی مین امیر المومنین ہونے کی جرأت نہ کی - لامحالہ علی کی طرف سب رجوع ہوئے - علیؓ نے پانچ روز تک کسی سے ملاقات نہ کی - اسکے بعد جب لوگون نے بہت گھیرا تو یہ راضی ہوئے اور قتل عثمانؓ کے ساتوین دن بروز جمعہ انکے ہاتھ پر لوگون نے بیعت کی بیعت کی ابتدا طلحہ اور زبیر سے ہوئی - بہت کم لوگ تھے جنھون نے بیعت نہین کی حضرت عثمانؓ کے مرنے پر تمام مدینہ مین سناٹا تھا - تمام صحابہ کبار لب بہ سکوت تھے - مالک اشتر غوغائیون کا سردار تھا اسی کو خلیفہ مقرر کرنے کی زیادہ فکر تھی - حضرت علیؓ کی خلافت مین اسے کچھ دلچسپی نہ تھی - لیکن صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ خواہ مخواہ عوام کو یہ کہنے کا موقع ہاتھ آیا کہ حضرت عثمان کی معزولی اور قتل مین جو ساعی تھا وہی حضرت علی کی خلافت کا باعث ہوا -

خلافت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی نے مروان کو طلب کیا لیکن اسکا پتہ نہ چلا - نائلہ زوجہ حضرت عثمانؓ سے حضرت عثمانؓ کے قاتلون کا نام پوچھا گیا تو اسنے دو نامعلوم الاسم شخصون کو بتایا اور محمد کی نسبت یہ اسنے صاف شہادت دی کہ قتل سے پہلے یہ مکان سے باہر ہو چکے تھے - مسلمانون کے قانون مین قصاص کے لیے دعویدار کا ہونا ضرور ہی - نائلہ کے سوا دوسرا دعویدار نہ تھا اور نائلہ کسی کا نام بتا سکتی نہ تھی - قاتل عثمانؓ کا خود پتہ لگانا حضرت علیؓ کا کام تھا اور حضرت علیؓ نے مختلف مواقع پر یہ ظاہر بھی کیا - کہ قاتلان حضرت عثمانؓ سے سخت برتاؤ کیا جائیگا - لیکن قاتل عثمانؓ کی سراغ رسانی پر حضرت علی کا دل وجان سے متوجہ ہونا ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ موجودہ فساد کے اور

عثمانؓ کے قتل کی تفتیش

پھیلنے کا سبب ہوتا اسلئے حضرت علی نے مصلحت وقت پر نظر کرکے کسی دعویدار خون کے پیدا ہونے تک کارروائی روک دی۔

سعد ابن وقاص ۔ عبد اللہ ابن عمر ۔ محمد ابن مسلمہ اور اسامہ ابن زید نے بیعت نہیں کی ۔ حضرت علی نے ان لوگوں کو طلب کیا ۔ عبد اللہ ابن عمر نے صاف لفظوں میں کہا کہ مسلمانوں میں خونریزی کے سامان مہیا ہیں ۔ سعد ابن وقاص نے کہا کہ مجھے بیعت کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے لیکن مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ تمہارے حکم سے مسلمانوں پر تلوار چلاؤں اور اسی کے قریب قریب سب کا جواب تھا ۔ حضرت علی نے کہا کہ خلیفہ بغیر چارہ نہیں اور خلیفہ کا حکم ماننا بھی ضرور ہے ۔ مجھے نہیں تو کسی اور کو منتخب کرو ۔ یہ سُنکر وہ لوگ مجلس سے اُٹھ گئے اور زبان حال سے کہتے گئے کہ پھر انھیں وقتوں سے تو ہم سکوت اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں

علی کی پالیسی

خلیفہ ہوتے ہی حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے طرفدار حاکموں کو معزول کرنا چاہا ۔ لوگوں نے سمجھایا کہ یہ امر دانشمندی سے بالکل بعید ہے لیکن حضرت علیؓ نے نہایت سیدھے طور پر اسکا جواب دیا کہ میں امت رسول پر بُرے لوگوں کو حکمران نہیں رکھ سکتا ۔ اور نہ اپنے ایمان اور یقین کے خلاف کسی حکمت عملی کو قایم رکھ سکتا ۔

طلحہ اور زبیر کی سرکشی

طلحہ اور زبیر نے بصرہ اور کوفہ کی گورنری کی درخواستیں کیں ۔ حضرت علی کے دل کی بات خدا جانے ۔ زبان سے انھوں نے یہ کہا کہ اسوقت تم لوگوں کا مدینہ سے باہر جانا مناسب حال نہیں ہے ۔ تم سے یہاں مجھے ہر طرح کی مدد ملیگی ۔ بات معقول تھی لیکن اُن دونوں کو بُری معلوم ہوئی ۔ طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؓ پر یہ اعتراض قایم کیے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے پتہ لگانے میں حضرت علیؓ نسبت تساہل کرتے ہیں ۔ اور ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہم نے بہ جبر واکراہ بیعت کی تھی ۔ طلحہ اور زبیر نے جو آگ مدینہ میں بھڑکانا چاہی تھی وہ آسانی سے یوں رفع ہوگئی کہ حضرت علی نے جلسۂ عام میں نہایت مستعدی سے کہا کہ کوئی میرے سامنے دعویدار ہو اور قاتلوں کا نام لے میں ابھی ابھی تحقیقات کرنے اور سزا دینے کو مستعد ہوتا ہوں ۔ حضرت علیؓ کے قول سے لوگوں کو پوری تسکین ہوگئی ۔

ایک بڑے فساد کی بنیاد حضرت عائشہؓ کی ذات سے قائم ہوئی ۔ حضرت عائشہ مدینہ سے

واقعہ نہیں درج کیا کہ انہوں نے کس طرح حضرت علی رض کی بیعت کی تھی

حضرت عائشہ کی بے دلی

حج کرنے گئی تھیں۔ واپسی میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی خلافت کا حال انھیں معلوم ہوا۔ حضرت عثمانؓ کو وہ برا سمجھتی تھیں اور حضرت علیؓ کو اچھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی طرف سے انکو ایک خاص کد تھی جسکی بنیاد رسول خدا ہی کے وقت میں قایم ہو چکی تھی۔ آنحضرتؐ عائشہ کو زیادہ پیار کرتے تھے اور اُسکے ساتھ ہی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر بھی از حد فریفتہ تھے عائشہ کو باقتضاے انسانیت اسکا رشک تھا اور وہ رشک مختلف واقعات سے نفرت کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت عائشہ راستہ سے واپس گئیں اور کہتی گئیں کہ جب حضرت علی خلیفہ ہوگئے تو مدینہ میں میرا رہنا نہ ہوگا۔ طلحہ اور زبیر نے موقع غنیمت سمجھ کر خود کو حضرت عائشہؓ کے پاس مکہ میں پہنچایا اور عبداللہ ابن عباس یہ تمام خبریں لیکر مکہ سے مدینہ آگئے۔ عبداللہ ابن عباس بھی ان جھگڑوں سے کنارہ کرتے تھے لیکن انکے مزاج میں ذراہی اعتدال تھا۔ جب تک حضرت عثمانؓ زندہ تھے وہ حضرت عثمان کے طرفدار رہے اور حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے پر حضرت علی کے مشیر بنے۔ عبداللہ ابن عباس نے حضرت علی سے کہا کہ آپ نے خلافت اختیار کرنے میں غلطی کی۔ اب مکہ میں جا کر زاویہ نشینی اختیار کیجیے۔ آپ سے اچھا خلیفہ لوگ نہ پائیں گے تو تھک کر آپ کی طرف رجوع کریں گے۔ حضرت علی نے جواب دیا اور نہایت مناسب جواب دیا کہ خلافت قبول کرنے کے بعد اب اس راے پر کیونکر عمل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی نے عبداللہ ابن عباس کو حکومت دمشق عطا کرنا چاہی لیکن انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ معاویہ سے چھیڑ اچھی نہیں۔ اسوقت کسی کو معزول نہ کیجیے جب پورا تسلط ہو جائے تو آہستہ آہستہ ایک ایک کو دار الخلافت میں طلب کر کے بتدریج برطرف کر دیجیے گا۔ حضرت علیؓ نے اسکے جواب میں کہا کہ جان بوجھ کر میں ان لوگوں کو امت نبی پر کیونکر ظلم کرنے دوں۔

علی کے گورنر

حضرت علیؓ نے حاکموں کا جو انتظام کیا اسکی تفصیل یہ ہے

(۱) عبداللہ ابن عباس کو یمن کا حاکم کیا
(۲) سماحہ بن عباس ” تہامہ ”
(۳) عون بن عباس ” یمامہ ”
(۴) سعید بن عباس ” بحرین ”

(۸) قثم بن عباس کو مکہ کا حاکم

(۹) عمارہ بن ہشام " کوفہ "

(۱۰) قیس بن سعد بن عبادہ " مصر "

(۱۱) سہل بن حنیف " شام "

(۱۲) عثمان بن حنیف " بصرہ "

نواح شام سے واپس آنا

سہل جب نواح شام مین پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ تمام بنوامیہ یعنی حضرت عثمان کے اہل خاندان شام مین جمع ہین وہ لوگ قاتلان عثمانؓ سے خون کا دعوی رکھتے ہین اور حضرت علی کی خلافت کو اسلیے تسلیم نہین کرتے کہ اُنھون نے قاتلان عثمان اور اُنکے معاونون کو پناہ دی۔ سہل مدینہ مین واپس آیا اُسے معلوم ہوا کہ معاویہ اور اُنکے ساتھی چال چل گئے۔

عائشہ کا خروج

طلحہ اور زبیر نے مکہ مین پہنچکر عائشہ کو ترغیب دی کہ وہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو حضرت علی پر خروج کرین۔ ناظرین کے ذہن مین یہ گذرا ہوگا کہ جب لوگ موافق نہ تھے تو حضرت عثمانؓ کو خلافت سے الگ ہوجانا کیا بُرا تھا یا خلافت سے دست کش ہونے پر انھین کیون اصرار تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ معاویہ اور عائشہ کا علی سے منحرف ہونا کتنا بُرا تھا اور اسوقت حضرت علی کا خلافت سے الگ ہوجانا کیسی کچھ بدنظمی پھیلا دیتا۔ اگر حضرت عثمانؓ اپنے طرز عمل سے خلافت سے دست بردار ہونا یا دوسرون کو تمردی کی اجازت دینا جائز قرار دے جاتے تو آج حضرت علیؓ کی دقتین دوبالا ہوجاتین اور مسلمانون مین بدعملی کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ یہان یہ ظاہر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تمام ہاشمیون کو بڑے بڑے عہدے دینے شروع کردیے تھے۔ بنو ہاشم بیشک ملک پر بہت بڑا حق رکھتے تھے اور تینون خلافتون مین انکے حقوق پامال کیے گئے تھے۔ حضرت علی کو کچھ تو تلافی مافات منظور تھی اور کچھ حالت کا اقتضا یہی تھا کہ اپنون پر زیادہ بھروسا کیا جاتا حضرت علی نے جو کچھ کیا بُرا نہین کیا۔ اسپر جو کچھ اعتراض ہوسکتا تھا وہ اسی قدر ہے کہ دُنیا جاسے نرالی حکمت عملیون کے بغیر جس سے اُنکو نفرت تھی کام نہین چلتا۔ حضرت علی پر تو کوئی جائز اعتراض نہین ہوسکا لیکن حضرت علی کے وقتون نے حضرت عثمان کو بہت کچھ الزام سے بری کیا۔ اور جو لوگ جھگڑون سے الگ تھے اُنکی راے یہ قایم ہوئی کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونون کا برسرحق ہونا قابل تسلیم ہے۔

حضرت عثمان کو اگر بھی یہ الزام دیکر [illegible] کہ اپنے خاندان والوں کو عہدے دیئے تو پھر حضرت علی کے لیئے بھی یہی الزام دیا جا سکتا ہے۔ جو غلطی عثمانؓ نے کی وہی علیؓ [illegible]

جب آیندہ چل کر اسلام کے بُرے دن آئے اور مذاہب کی تفریق سے اسلام کی کمزوری کھانا زمانہ کو مقصود ہوئی تو اہل اعتدال اور اُنکے تابعین اہل سُنت اور جماعت کہلائے - حضرت عثمانؓ کے تابعین شامی کہے گئے اور شعیان علی اہل تشیعہ کے نام سے مشہور ہوئے -

سواویہ کے خیالات

معاویہ کے خیالات کو طلحہ - زبیر اور عائشہ کے طرز عمل سے زائد تقویت پہنچی - ان لوگون نے تو غضب ہی کر دیا - عبداللہ ابن عامر بصرہ سے اور یعلی ابن امیہ یمن سے اپنی اپنی معزولیون کی خبر سنکر معہ نقد وجنس کے مکہ مین پہنچے - حضرت ام سلمہ زوجہ رسولؐ نے تو حضرت عائشہ کی راے بالکل ہی بدل دی تھی - لیکن عائشہ کے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا اور اُدھر عبداللہ ابن عامر اور یعلی ابن امیہ کی ترغیب نے بھی جوش رُکنے نہ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب کے سب بصرہ کی طرف چلے اور ارادہ کیا کہ وہان سے حضرت علیؓ پر خروج کیا جائے جمل یعنے اونٹ سواری مین زیادہ تر یعلی نے دیے تھے اسلیے جو لڑائی علی اور عائشہ کے درمیان مین ہوئی اُسکا نام جنگ جمل رکھا گیا - عبداللہ بن خضرمی امیر مکہ بھی ان لوگون کے ساتھ ہوا

معاویہ کا ارادہ

اِن لوگون نے پہلے شام چلنے کا ارادہ کیا اور سمجھے یہ کہ معاویہ انکا شریک ہوگا - معاویہ کا ارادہ دوسرا تھا - وہ خود خلیفہ بننا چاہتا تھا - بھلا شام مین انکا گھسنا وہ کب پسند کرتا - کسی کے نام ایک چیٹھی اس نے مکہ مین بھجوائی جسکا مضمون تھا کہ "معاویہ ایک بُرا آدمی ہے وہ تم لوگون کا شریک نہ ہوگا - اگر شرکت اُسکو منظور ہوتی تو خود حضرت عثمانؓ کی مدد کو وہ مدینہ کیون نہ جاتا - تم یہان آؤگے تو ناحق آپس مین فساد ہوگا - زبیر نے کہا کہ "یہ چیٹھی ضرور معاویہ کی تحریک سے لکھی گئی ہے - خیر ہم لوگ شام کی طرف نہ چلین بصرہ کو جائین تو اچھا ہے"

عمارہ ابن ہاشم جب کوفہ کے قریب پہنچا تو اُسکو معلوم ہوا کہ ابوموسی اشعری کے سوا اور کسی کی حکومت وہان کے لوگ پسند نہ کرین گے غرض کہ عمارہ بھی ناکام مدینہ مین واپس آگیا -

مصر کی کیفیت

عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح عثمانؓ کا برادر رضاعی تھا - اہل مصر اُس سے ناراض تھے قتل عثمانؓ کے بعد اُسنے اپنا مصر مین رہنا مناسب نہ سمجھکر شام کا رُخ کیا اور مصر کو یونہی چھوڑ دیا عثمان کے قتل کے بعد عثمانیون - سے ایک قسم کی ہمدردی مسلمانون کے دل مین پیدا ہوئی اور اسی بھروسہ پر عبداللہ ابن عامر کو افواج مصر مین پہنچکر فساد پھیلانے کی جُرأت ہوئی - قیس مصر مین

پہنچ گیا اور حکومت بھی اُسکے ہاتھ آئی۔ لیکن تمام لوگون کو اپنی طرف جیسا کہ چاہیے اسنے متوجہ نہین پایا۔ بعض نے تو حضرت علیؓ کے لیے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی اور بعض نے عزلت اختیار کی۔ اور بعضون نے یہ کہا کہ حضرت عثمان کے قاتلون کی سزا ہوئے جب بیعت کیجائے گی۔ جب تمام کیے حالات حضرت علی کو معلوم ہوئے تو اُنکا اضطراب بڑھا اور بولے "مین پہلے ہی سے کہتا تھا کہ فساد جب بڑھ گیا تو فرو کرنا مشکل ہو" اور یہ بھی کہا کہ "اب بجز اسکے کہ استقلال سے کام لیا جائے کوئی چارہ نہین ہو" حتی الوسع کلمہ گو کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانے سے مجھے احتراز ہو لیکن جب اسکے بغیر چارہ نہ ہوگا تو مجبوری ہو۔

علی کی غلطی

حضرت علی ایسا سمجھدار اور ایسی فاش غلطی کرے تعجب ہوتا ہو۔ لیکن ہم اسکو یون سمجھتے ہین کہ آنحضرت محمد رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علی کو پولٹیکل معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانون کے قلوب ویسے ہی ہونگے جیسے آنحضرت کے وقت مین تھے اور اسی بھروسے پر وہ سیدھی سیدھی چال چلے۔ انکو معلوم نہ تھا کہ طبیعتون مین بہت کچھ فرق آگیا ہو۔

عالیشہ کا بصرہ جانا

ام سلمہ سے حضرت عالیشہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلا لینا ضرور ہو۔ اسپر ام سلمہ نے جواب دیا کہ "عالیشہ کل تم حضرت عثمان کو امور خلافت کی بابت بُرا بھلا کہتی تھین اور آج اُنکی حامی ہوکر بلا وجہ حضرت علیؓ کے مقابلہ مین خروج کرتی ہو۔ مجھے تم پر سخت تعجب آتا ہو" اسکے بعد حفصہ سے اُنھون نے شرکت کی درخواست کی۔ عبد اللہ ابن عمر نے حفصہ کو دبایا۔ امہات المومنین مین سے جب کسی نے ساتھ نہین دیا تب حضرت عالیشہ نے تنہا اپنے ساتھیون کے ساتھ بصرہ کی طرف خروج کیا۔ ام سلمہ نے حضرت علی کو اسکی اطلاع دی اور حضرت علی نے چاہا کہ راستہ مین ان لوگون کو روکا جائے۔ لیکن اہل جمل راہ چھوڑ کر چلے اس طرح کہ ایک طرف حضرت عالیشہ کی فوج بصرہ چلی اور دوسری طرف علی نے کوفہ کا ارادہ کیا۔ امام حسنؑ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ نے میرے نزدیک تین غلطیان کین۔ پہلی غلطی تو یہ تھی کہ جب حضرت عثمان کے محاصرے کا زمانہ تھا مین نے آپ سے کہا کہ کہین ہم لوگون کو لیکر باہر نکل چلیے ورنہ آپ کو لوگ متہم کرینگے لیکن آپ نے کچھ خیال نہ کیا۔ اسکے بعد مین نے کہا کہ جب تک تمام لوگ بیعت نہ کرین گھر سے باہر نہ نکلیے۔ لیکن آپنے اسپر بھی عمل نہ کیا۔ پھر جب لوگ بصرہ چلے تو مین نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑ دیجیے جس کسی کو قتل

باپ بیٹے کی گفتگو

عثمان سمجھیں گے قتل کریں گے۔ آپ سے کیا تعلق۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ محاصرہ عثمان کے زمانہ میں باہر نکل چلنے کا میرا ارادہ اسلیے نہیں ہوا کہ میں معاملہ کا اس درجہ تک پہنچنا بعید از قیاس سمجھتا تھا بیعت کے معاملہ میں میں گھر سے جب ہی نکلا کہ سب راضی ہو چکے تھے۔ اب بیعت کے بعد کوئی منحرف ہو جائے تو کیا جائے۔ اور تیسرے امر کی نسبت میں خوب جانتا ہوں کہ مخالفوں کو عثمان کے خون کا دعوی نہیں ہے یہ لوگ کچھ اور ہی نیت رکھتے ہیں۔ میں بھلا کس طرح انکو مطلق العنان چھوڑ سکتا ہوں۔"

طلحہ۔ زبیر اور عائشہ کی رائیں کبھی کبھی بدل جاتی تھیں۔ لیکن یہ لوگ کچھ ایسی حالت میں تھے کہ انکو ردگردانی سے چارہ نہ تھا۔ جب قریب بصرہ کے حضرت عائشہ کا لشکر پہنچا تو احنف ابن قیس کو حضرت عائشہ نے بلا بھیجا اور مدد کی درخواست کی۔ احنف نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ "جب حضرت عثمان قریب ہلاکت تھے تو میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ حضرت عثمانؓ مقتول ہوں تو میں کس کی بیعت کروں اسوقت آپ نے کہا کہ "حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے بڑھکر دوسرا نہیں ہے" حضرت عائشہ نے کہا کہ "ان باتوں کو تم مجھ سے زیادہ بڑھکر نہیں سمجھ سکتے" احنف نے کہا "کچھ ہی ہو میں آپکی مدد نہیں کر سکتا" یہ کہکر وہ مجلس سے اٹھ گیا۔ اور چار ہزار آدمیوں کی جماعت الگ کر کے بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر مقیم ہوا۔ امیر المومنینؑ نے مناسب سمجھا کہ کوفہ سے بھی کچھ فوج لیجائے اور وہاں کے لوگوں کا ارادہ بھی معلوم کر لیا جائے۔ کوفہ کے قریب امیر المومنین علیؑ ٹھہرے اور عمار یاسر اور اپنے بیٹے امام حسن کو کوفہ بھیجا اور اسکے بعد مالک اشتر کو بھی روانہ کیا۔ ابو موسی اشعری حضرت علی سے مخالف تھے ہی کیونکہ انکی معزولی کا حکم امیر المومنین صادر کر چکے تھے انھوں نے بہت ہی زور مارا کہ لوگ حضرت علی کا ساتھ نہ دیں اور لوگ بھی عرصہ تک تذبذب میں تھے لیکن آخر کو کوفیوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا اور نو ہزار سے کچھ اوپر کوئی فوج آپ کے ساتھ ہوئی۔

راستہ سے امیر المومنین علیؑ نے طلحہ اور زبیر کو خط لکھا اور یہ بھی محقق ہے کہ ایک خط ام المومنین عائشہ کے پاس بھی بھیجا۔ خطوں کے جواب میں کوئی مطلب برآری نہیں ہوئی بلکہ عبداللہ ابن زبیر نے قاصد کے سامنے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "علی وہ شخص ہے جس نے تمھارے خلیفہ عثمان کو مارا۔ اور اب تمھارے ساتھیوں کو بہکانے اور تمھارے ہتھیار چھیننے کو

یہان آیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ قول ابن زبیر کا محض فرط جوش مین تھا ورنہ یہ امر متفق علیہ ہے اور اسمین ذرا بھی شُبہ نہین ہے کہ حضرت علیؓ قتل عثمان مین کسی طرح شریک نہ تھے۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو معلوم ہوئی تو امام حسن نے اُنکے حکم سے اپنی فوج مین یہ خطبہ پڑھا کہ عبداللہ ابن زبیر علی کو قاتل عثمان کہتا ہے۔ حالانکہ تمام مہاجر اور انصار پر روشن ہے کہ زبیر ہمیشہ حضرت عثمان کا عیب گیر تھا اور طلحہ ابن عبداللہ بھی قتل عثمان کے پہلے غوغائیون کے ساتھ تھا۔ ہم لوگون کی لڑائی ہرگز انصار عثمان سے نہین ہے بلکہ اہل جمل سے ہے۔

عائشہ اور عثمان ابن حنیف کی لڑائی

حضرت عائشہ کے بصرہ پہنچنے سے پہلے عثمان ابن حنیف حضرت علی کی طرف سے وہان کا حاکم ہوچکا تھا۔ عثمان ابن حنیف نے اہل جمل کو رد کا۔ اہل جمل حضرت عائشہ۔ طلحہ اور زبیر کے ساتھ عثمان بن حنیف کے سامنے صف آرا ہوگئے۔ عائشہ۔ طلحہ اور زبیر حضرت عثمان غنی کا خون یاد دلاکر ساتھیون کو جوش دلا رہے تھے۔ اہالی بصرہ نے جب ان لوگون کے مقولات سنے تو انمین سے بعض نے ان تینون کی راے سے اتفاق کیا اور اکثرون نے یہ سمجھکر کہ انکا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے یہ کہا کہ "ایسا ہی تھا تو طلحہ اور زبیر نے امیرالمومنین علی سے بیعت ہی کیون کی۔ پہلے انھون نے بیعت کی اور اب منصب خلافت کی طمع سے خون عثمان کا بہانہ ڈھونڈھا"۔ عثمان ابن حنیف کے بعض ساتھیون نے کہا کہ امیرالمومنین عثمان کے قتل سے یہ امر زیادہ سخت ہے کہ لوگون نے حرم رسولؐ کو یہان حاضر کیا ہے اسکے بعد عثمان ابن حنیف کے لشکر سے حکیم ابن جبلہ نے حضرت عائشہ کے لشکر پر حملہ کیا اور شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ دوسرے روز بھی تمام دن لڑائی رہی۔ حضرت عائشہ نے عثمان ابن حنیف سے صلح کرنا چاہی۔ عثمان ابن حنیف نے کہا جب تک طلحہ اور زبیر آپ کے لشکر سے الگ نہ ہونگے صلح نہین ہوسکتی۔ پھر انکو اہل جمل نے عثمان ابن حنیف کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ بہتیرے مسلمانون کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو گرفتار کرلیا۔ عثمان ابن حنیف کے مددگار مدینہ مین بہت تھے اسلیے اُسے جان سے نہین مارا لیکن اُسکے تمام ڈاڑھی۔ مونچھ۔ سر اور ابرو کے بال اُکھیڑ ڈالے اور پھر چھوڑ دیا۔ یہ روتا ہوا مدینہ کی طرف چلا۔ راستہ مین امیرالمومنین علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ امیرالمومنین نے اسکو پہچانا نہین۔ اُسنے کہا "مین عثمان بن حنیف ہون"۔ آپ نے کہا "یہ تمھارا بڑھاپا لڑکپن سے

کیونکر مبدل ہوگیا" حضرت علیؑ نے جب کل ماجرا سُنا تو رنجیدہ ہوئے اور بصرہ کی طرف بڑھے
بصرہ میں جب اہل جمل جمع ہوئے، تو یہ گفتگو پیش ہوئی کہ امر مذہبی کے انجام دینے کے لیے امام
بغیر چارہ نہیں۔ محمد نے اپنے باپ طلحہ اور عبداللہ نے اپنے باپ زبیر کو نامزد کیا۔ جب حضرت
عائشہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ سمجھ گئیں کہ یہ ایک دوسرا ہی رنگ پیدا ہوا چاہتا ہے۔ انکے حکم سے عبدالرحمن
عبدالرحمن ابن اسید۔ عبداللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ انہیں سے ایک یا سب باری
باری نماز پڑھانے لگے۔ کوئی شخص مسلمانوں کا امام نامزد نہیں ہوا۔

حضرت عایشہ کی سیاسی نا بلیغی کا یہ ایک ادنا ثبوت ہے

حضرت علی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانا ناگوار تھا۔ یہ بار بار صلح کی گفتگو پیش کرتے
تھے۔ لیکن کوئی سماعت نہ کرتا تھا۔ جب بصرہ کچھ دور رہ گیا تو آپ نے قعقاع ابن عمرو کو مصالحت
کے لیے بھیجا۔ لیکن اُس سے بھی کچھ کشود کار نہ ہوئی۔ قعقاع نے طلحہ زبیر اور حضرت عائشہ سے
خوب خوب بحثیں کیں۔ لیکن کچھ مطلب نہ نکلا۔ پہلے کچھ امید بندھی۔ حضرت عائشہ نے قعقاع
سے کہا کہ "اگر علی چاہیں تو نزاع رفع دفع ہو جائے" قعقاع سے علیؑ نے کہا "ام المومنین نے
رسولؐ خدا کی وصیت کے خلاف وطن سے قدم باہر نکالا۔ مجھے طلحہ اور زبیر سے شکایت
ہے کہ وہ بیعت کرکے پھر منحرف ہو گئے۔ میرے آنے کی غرض صرف یہ ہے کہ طلحہ اور زبیر اپنے
عہد پر قایم رہیں اور ام المومنین کو با احترام تمام مدینہ پہنچا دوں"۔ اہالی بصرہ جو قعقاع کے ساتھ حضرت
علیؑ کے پاس آئے تھے واپس جاکر انھوں نے حضرت علیؑ کی بہت تعریف اپنے ساتھیوں سے کی
اُن لوگوں میں عاصم بن کلیب ایک سردار تھا جو مع اپنے ساتھیوں کے حضرت علی کا مطیع ہو گیا

علی کا مصالحت کو تیار ہونا

جب اہالی بصرہ کے قاصد بصرہ کی طرف پھرے تو پیچھے حضرت علی کی فوج بھی بصرہ میں پہنچ گئی
امیرالمومنین نے اہل جمل کے قریب پہنچ کر طلحہ اور زبیر کو پکارا۔ جب وہ قریب آئے تو پوچھا کہ "سنو
اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن تم سے اس لڑائی کی وجہ پوچھے گا اور ضرور پوچھے گا جیسا کہ آیہ
"فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون"۔ سے ظاہر ہوتا ہے تو بتاؤ تم کیا جواب دوگے میرے
تمھارے اخوت اور قرابت کے حقوق تو تھے ہی پیغمبرؐ آخر الزمان کی مرضی سے جو ہمارے
تمھارے درمیان میں رشتہ قایم کیا یہ سب پر بالا ہے پھر تم کیوں ہم سے مقابلہ کرتے ہو۔ انھوں نے
کہا "اسلیے کہ قتل عثمان ابن عفان تمھاری تحریک سے ہوا" حضرت علی کو یہ سُنکر غصہ آیا اور بگڑ کر آپ نے

فوج علی کا بصرہ پہنچنا

کہا آؤ ہم تم مباہلہ کرین۔ قبلہ کی طرف ہاتھ اُٹھائین اور دعا کرین کہ جس نے عثمان کے خون بہانے مین رضا یا ترغیب اہل غوغا کو دی ہو اُسپر خدا کا غضب نازل ہو تاکہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ اسکا داغ ہم مین سے کسکی پیشانی پر ہی۔ اسکا اُن لوگون نے کچھ جواب نہ دیا۔

زبیر ابن عوام بنو ہاشم سے تھے اور حضرت علی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ کبھی کبھی انکا میلان حضرت علی کی طرف ہو جاتا تھا۔ طلحہ نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ مرجان ابن حکم بھی وہان پہنچ چکا تھا۔ اُسنے فوراً اتفاق کیا۔ لیکن زبیر نے اس راے کو پسند نہین کیا۔ اخنف ابن قیس جسکا ہم حال اوپر لکھ چکے ہین حضرت علی کے پاس آیا اور حضرت علی سے پوچھا کہ اہل بصرہ کو یہ خوف ہی کہ آپ فتحیاب ہونگے تو مردون کو قتل کر ڈالین گے اور عورتون کو لونڈیان بنائین گے۔ حضرت علیؓ نے کہا ؎ بھلا مین مسلمانون کے ساتھ ایسا کرسکتا ہون مین ظفریاب ہوا تو اپنے دشمنون کے ساتھ نیکیان کرونگا۔ لیکن تو یہ تو بتا کہ تو میرا ساتھی ہی یا میرے دشمنون کا" اُسنے کہا " مین آپ کا مطیع ہون۔ اگر مجھے آپ اپنی طرف بُلائین تو دو سو آدمی کے ساتھ آسکتا ہون۔ اور اگر نہ بُلائین تو دشمنون کی جماعت سے چار ہزار آدمی لیکر کنارہ کرسکتا ہونؓ امیرالمومنین نے پچھلی شق پسند کی۔

حضرت علی بصرہ مین

عبداللہ ابن عباس بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ غالباً اہل جمل کی خبر سُنکر وہ اطراف یمن سے چلے آئے تھے۔ جب دونون صفین لشکر کی ایک دوسرے کے مقابل ہوئین۔ تو عبداللہ ابن عباس نے بیچ مین کھڑے ہوکر پیغام مصالحت کا حضرت علیؓ کی طرف سے اہل جمل کو سُنایا اور ابن زبیر کے دل پر کچھ ایسا اثر پہنچایا کہ مصالحت پر غور کرنے کے لیے اُنھون نے رات بھر کی مہلت لی۔ اسمین کلام نہین کہ معاملہ بہت پیچیدہ ہوگیا تھا۔ حضرت عثمان کے دشمن حضرت علی کے طرفدار تھے۔ حضرت عثمان کا قتل ایک بڑا ہی اہم واقعہ تھا۔ ممکن ہی اور قیاس بھی یہی چاہتا ہی کہ طلحہ۔ زبیر اور عائشہ ان تینون کی شرکت جنگ جمل مین نیک نیتی سے تھی اور محض غلط فہمیون پر مبنی تھی۔ اخیر مین ہر ایک نے اپنی غلطی تسلیم کرکے کنارہ کشی کی اور مصالحت منظور کی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

زبیر کا تذبذب

امیرالمومنین نے لوگون کے کہنے سے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قتل عثمانؓ کے وقت غوغائیون

مین شریک تھے اُنکی جماعت الگ ہوجائے۔ وہ لوگ الگ تو ہوئے لیکن مصلحت وقت
سمجھ نہ سکے۔ خیالات اُنکے پراگندہ ہوئے۔ وہ ڈرے کہ مبادا اس طور سے ہماری جمعیت مین
اختلاف پیدا ہو۔ وہ لشکر سے دور جاکر ٹھہرے اور رات کو کچھ سوچ کر اہل جمل پر شب خون مارا　شب خون
طلحہ اور زبیر کو یہ گمان ہوا کہ یہ حرکت حضرت علی کے استصواب سے ہوئی ہے اور کچھ رات رہے
طلحہ اور زبیر نے کوفیون پر حملہ کردیا اور چاہا کہ حضرت علی کو سوتے ہوئے گھیر لیا جائے۔ حضرت
علی اسوقت صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اُنھون نے جلدی جلدی نماز ختم کرکے فوج کی آراستگی
کا حکم دیا اور کہا یہ بھی طلحہ اور زبیر کی بدولت ہے اور اس طرح جنگ شروع ہوگئی

اہل جمل کی فوج مین حضرت عایشہ کا ہودج اونٹ پر بمنزلہ لوا نمایان ہوا اور ادھر سے
امیر المومنین حضرت علی پیراہن۔ چادر اور دستار کے ساتھ رسول اللہ کے اونٹ دُلدُل پر سوار
دونون فوج کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور زبیر کو آواز دی۔ زبیر ذرا تامل کرکے آئے۔ حضرت　جنگ جمل
عایشہ نے زبیر کو روکا۔ لوگون نے کہا کچھ ہرج نہین زبیر مسلح جاتے ہین اور علی کے پاس ہتھیار
نہین ہے۔ علی ابن ابی طالب نے زبیر سے پوچھا کہ تم یہان کیون آئے۔ زبیر نے کہا کہ عثمان کے
خون کا بدلہ لینے کو۔ حضرت علی نے کہا کہ تم اور تمھارے دوستون نے اُسے قتل کیا۔ تم کو اپنے
نفس سے قصاص طلب کرنا چاہیے۔ اور اسکے بعد پیغمبر خدا کے وقت کی باتین حضرت علی
نے یاد دلائین جس سے زبیر کی یہ کیفیت ہوئی کہ گویا اب تک وہ بیحواس تھے اور اب حواس مین
آگئے۔ پھر اُنکے ساتھیون نے بہت سمجھایا لیکن وہ اُنکے قابو مین نہ آئے۔ بیٹے سے بھی اسی
بات پر تکرار ہوگئی۔ فوج کو چھوڑ کر اُنھون نے مدینہ کا راستہ لیا۔ زبیر نے حضرت عایشہ سے کہا　زبیر کا عایشہ سے منحرف ہونا
کہ مجھے معلوم نہین ہوتا کہ مین کہان قدم رکھتا ہون۔ ان لوگون میں یہ ٹھیک نہین ہے کہ اس جنگ مین رہنا مناسب
ہے یا نہین۔ عایشہ نے کہا کہ تم حضرت علی کی تلوار سے ڈر گئے یہ سنکر اور کچھ اپنے بیٹے کی گفتگو سے
بھی متاثر ہوکر وہ گھوڑا دوڑا کر حضرت علی کی فوج مین آئے۔ حضرت علی کی فوج مین آئے۔ حضرت
علی نے کہا انپر کوئی ہتھیار نہ اُٹھائے اور راستہ دیدے یہ گھوڑا اُڑاتے ہوئے لشکر سے گزر گئے
اور پھر اُسی طرح اپنی طرف آئے نہ انپر کسی نے ہتھیار چلایا اور نہ اُنھون نے کسی پر ہاتھ اُٹھایا۔ زبیر نے حضرت
عایشہ اور اپنے بیٹے سے کہا دیکھا ڈرنے والے کا یہی نشان ہے مین ڈرتا نہین بلکہ سمجھتا ہون کہ مین برخطا

ہون" یہ کہا اور وہان سے چلے گئے۔

جنگ جمل

آخر کو حضرت علی بڑھے اور اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ مین قرآن دیدیا۔ یہ ایک بات قطع حجت کے لیے اختیار کی گئی تھی کہ ہم لوگ اہل قرآن ہین اور بلاوجہ ہمارا خون بہانا مباح نہین ہی طلحہ دیکھکر بولے کہ ابن ابی طالب کی چالاکی ہی کہ دن کو صلح کرتے ہین اور رات کو شب خون مارتے ہین اور اُنکے اشارے سے قرآن اُٹھانے والے کو ایک جوان نے مارڈالا اور قرآن ہاتھ سے گرپڑا۔ یہ کیفیت دیکھکر اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب نے اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور دشمنون پر ٹوٹ پڑے۔ پیغمبر خدا کے بعد اس شخص نے اپنی تلوار چھپا ڈالی تھی۔ آج ۲۵ برس کے بعد یہ پھر نکلی۔ اور جب تک یہ زندہ رہے نکلی ہی رہی۔ حضرت علی کی لڑائی کچھ ایسی ویسی نہ تھی۔ وہ ہینے اور بائین جدھر جھکتی تھی صفائی کردیتی تھی۔ آپ کی تلوار بین خم آگیا تو آپ نے اپنی ران پر اُسے دباکر سیدھا کیا۔ لوگون نے مدد دینا چاہی۔ آپ نے کہا مجھے خدا کی خوشی مطلوب ہی مین اس خفیف کام مین کسی سے کیا مدد لون۔

اس مین کوئی شک نہیں کہ آپکو اسد اللہ کا خطاب دیا گیا تھا یعنی اللہ کا شیر

اہل جمل پر حضرت علی کو فتح

الحاصل اہل جمل بہت مارے گئے۔ عائشہ کا لوگ احترام کرتے تھے اور حضرت عائشہ کا اونٹ ہٹتا نہ تھا اور اسوجہ سے لڑائی ختم ہوتی نہ تھی۔ مالک نے حضرت علی کے اشارہ سے مہار شتر اپنے ہاتھ مین لینا چاہی۔ اہل جمل اس موقع پر خوب لڑے ستر آدمی یکے بعد دیگرے مہار پکڑتے گئے اور قتل ہوتے گئے۔ آخر مین مہار شتر ایک کوفی کے ہاتھ مین آگئی لیکن اونٹ جگہ سے ہلتا نہ تھا امیرالمومنین کے حکم سے اونٹ کے دونون پاؤن کاٹ دیے گئے اور سینہ کے بل وہ بیٹھ گیا اُسکے بعد ہودج کی رسیان جب کٹین تو ہودج زمین پر گرپڑا۔ ہودج کے گرجانے سے سپاہ بصرہ بیدل ہوئی اور بھاگ نکلی۔ حضرت علی نے کسی کو اُنکا تعاقب نہ کرنے دیا۔ علی کے حکم سے محمد اپنی بہن عائشہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اُنکو کوئی گزند تو نہین پہنچا معلوم ہوا کہ نہین۔ اسکے بعد عبداللہ ابن زبیر جنکو عائشہ نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا زخمی ملے۔ حضرت عائشہ کے کہنے سے حضرت علی نے عبداللہ کو امن دی اور پھر محمد اپنی بہن اور بہن کے ساتھیون کو ہمراہ لیکر شہر بصرہ مین گئے اور ایک مکان مین ان سب کو ٹھہرایا۔

زبیر ابن عوام جو فوج بصرہ سے نکل کر مدینہ کی طرف چلے تھے راستہ مین مقتول ہوئے

پہنچ

قتل زبیر

قاتل نے اپنی دانست مین حضرت علی کو خوش کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ لیکن حضرت علی اس سے بہت ناراض ہوئے اور قاتل کے ہاتھ مین زبیر کی تلوار کو جو قتل زبیر کے بعد اُٹھا لایا تھا دیکھ کر کہا افسوس یہ وہ تلوار ہے جسنے ایک مدت تک رسول خدا کی اعانت کی ہے۔ قاتل نے جب اپنے کام کا یہ صلہ دیکھا تو خودکشی کر لی۔

قتل طلحہ

طلحہ میدان جنگ مین مارے گئے اور خود اپنے ساتھی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ حالت جنگ مین یہ ایک طرف کھڑے تھے اور بعضون کا قول ہے کہ علی کی گفتگو سے متاثر اور اپنے فعل سے نادم ہو کر الگ کھڑے تھے۔ مروان ابن حکم نے انکو دیکھا اور کہا یہی عجیب شخص ہے کہ خوغائیون مین قتل عثمان کی ترغیب دیتا رہا تھا اور آج تو یہ دارون مین داخل ہو کر خون کا بدلہ چاہتا ہے۔ مروان کے غلام نے مروان کے منھ پر چادر ڈال دی تاکہ اسے کوئی پہچان نہ سکے مروان نے ایک تیر زہرآلود سے طلحہ کے پاؤن کو نشانہ بنایا۔ طلحہ بعد زخمی ہونے کے فوج سے شہر کی طرف روانہ کیے گئے اور راستہ مین جان بحق تسلیم ہوئے۔ مرنے سے پہلے انھون نے ایک کوفی سوار کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا "مین علیؓ کے لیے تیرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہون"۔ حضرت علی نے یہ سنکر کہا کہ خدا نے نہ چاہا کہ علی کی بیعت حاصل کیے بغیر طلحہ بہشت مین جائے۔

طلحہ کا انجام

عائشہ کو کچھ رنج بھی تھا اور کچھ غصہ بھی تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ سب باتین انفعال سے بدل گئین۔ حضرت علی نے محمد کے ساتھ انکو مدینہ بھیجا اور بہت سی عورتون کو مردانہ لباس پہنا کر انکے ساتھ کیا۔ عورتون کو احترام کی نظر سے ساتھ کیا اور مردانہ لباس انکو اسلیے پہنایا کہ راستہ مین کوئی متعرض ہونے کی جرأت نہ کرے۔ حضرت عائشہ نے چلتے وقت حضرت علی سے کہا کہ معاویہ تمھارا سخت دشمن ہے اور اسکی لڑائی بھی سخت ہے بہتر ہے کہ تم مجھے ساتھ لو کہ میری وجہ سے تمھارے مقابلہ مین مسلمان بہت کم کھڑے ہونگے۔ حضرت عائشہ کی رائے ایک اعتبار سے معقول تھی۔ لیکن حضرت علی عملی حکمتون کو سچائی کے مقابلہ مین بالکل بے وقعت سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ زبیر اور طلحہ پر میرا یہی اعتراض تھا کہ وہ اپنی مطلب براری کے لیے حرم رسولؐ کو ساتھ لیے پھرتے ہیں اور بالکل احترام رسول کا خیال نہین کرتے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو امر مین نے دوسرون کے لیے پسند نہین کیا وہ اپنے لیے پسند کرون۔

عائشہ سے صلح

حضرت عائشہ صدیقہ نے کوئی عمل غلط سمجھ کر نہیں کیا بلکہ حق سمجھ کر کیا۔

عائشہ کا انفعال

حضرت عائشہ نے اخیر میں اپنی حرکتوں پر بہت افسوس کیا۔ جب تک وہ زندہ رہیں اپنی حرکت پر نادم رہیں۔ جنگ جمل کے واقعات یاد کرکے وہ اکثر روتی تھیں اور توبہ کرتی تھیں۔

عائشہ، طلحہ اور زبیر کو شیعان علی آج تک تبرا کرتے ہیں۔ اہل سنت اور جماعت کا یہ مقولہ ہے کہ الانسان مرکب من الخطا والنسیان۔ خاتمہ ان تینوں کا اچھا ہوا اور اسلیے وہ ایک مہینہ کے لیے جو خطائیں ان لوگوں سے صادر ہوئیں اور جیسے یہ لوگ منفعل بھی ہوئے کیا انکے تمام پچھلے کارناموں پر پانی پھیر دیں گی۔ رسول خدا کے زمانہ میں جو حالتیں ان تینوں کی تھیں وہ اس کتاب سے ظاہر ہیں اہل الراے رائیں قایم کرلیں۔ اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ان لوگوں کی حرکتیں نیک نیتی سے غلط فہمیوں پر مبنی تھیں اور فی الواقع تھا بھی ایسا ہی تو پھر کچھ بھی بحث کی گنجایش نہیں رہتی "الاعمال بالنیات"۔

مقتولوں کی تعداد

جنگ جمل میں حضرت علی کی طرف بیس ہزار آدمی تھے جنمیں سے ایک ہزار ستر مارے گئے اور عائشہ کی طرف تیس ہزار سے زیادہ تھے جنمیں ۹ ہزار مارے گئے۔

حضرت عائشہ کے نہ ہٹنے سے لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ اگر حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاؤں نہ قلم کیے جاتے تو سب کے سب وہیں کھیت رہتے۔ حرم رسول کو چھوڑ کر بھاگ جانا وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ بمنزلہ لوا تھیں۔ جنگ میں جب تک لوا قایم رہتا تھا عرب بھاگنا جانتے ہی نہ تھے۔ عائشہ پر کوئی حملہ نہ کرتا تھا اسلیے اخیر تک لوا کا قایم رہنا یقینی تھا اور اس طرح گویا عائشہ کی تمام فوج کا مر کٹ جانا ضروری تھا۔ زبیر اور طلحہ کے چلے جانے سے انکی ہمتیں چھوٹ گئیں۔ اچھی طرح ہتھیار بھی نہ کرسکتے تھے لیکن جان دینے کے لیے پروانہ کی طرح شمع کے گرد کھڑے تھے۔

مصر میں محمد ابن حذیفہ

اسقدر اوپر لکھا جاچکا ہے کہ محمد ابن ابوبکر فوج مصر میں عبد اللہ ابن سعد ابن سرح کے ماتحت تھے اور عبد اللہ ابن سعد ابن سرح سے ناخوش ہوکر مصر سے چلے آئے تھے ناخوشی کی وجہ صرف یہ تھی کہ محمد ابن ابی بکر امیر المومنین عثمان کے طرز عمل پر نکتہ چینیاں کرتے تھے اور عبد اللہ ابن سعد ابن سرح انکو باز رکھتا تھا۔ محمد ابن ابی بکر کا ہم خیال محمد ابن حذیفہ مصر میں باقی رہ گیا تھا۔ امیر المومنین عثمان کی وفات پر جب عبد اللہ ابن سعد ابن سرح مصر سے نکل کر

قیس بن سعد

شام کی طرف چلا تو محمد ابن حذیفہ وہان کا حاکم بن بیٹھا۔ اسکے بعد قیس ابن سعد جناب امیر المومنین علی کی طرف سے مصر مین پہنچا اور حاکم مصر ہوا لیکن لوگ اُسکے مطیع نہ ہوئے۔

معاویہ کی نیت خود خلیفہ ہونے کی تھی اور وہ اپنے ملک مین لوگون سے بیعت لے چکا تھا اور یہ بھی جان چکا تھا کہ علی سے لڑے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ قیس ایک مدبر شخص تھا معاویہ نے اُس سے استمالت شروع کی۔ معاویہ کو خوف تھا کہ اگر حضرت علی نے کوفہ سے چڑھائی کی اور مصر سے قیس نے دھاوا کیا تو مین بیچ مین گھر جاؤنگا لیکن قیس اسکے دام مکر مین نہ آیا۔

علی کا مقصد

پیغمبر خدا کو مرے ہوئے پچیس برس ہو چکے تھے انکے فیض صحبت کا اثر طبیعتون سے زائل ہو چلا تھا۔ جنگ جمل تک کھینچ کھانچ کر نیک نیتی اور غلط فہمی کو کہا یا گیا۔ لیکن اب اسکی گنجایش نہین رہی۔ اب صاف طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نیک نیتی کے قدم بقدم تھے یعنے دین اور دنیا دونون کو وہ ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہ گوارا نہین کر سکتے تھے کہ امت نبوی پر کوئی نااہل حکمران یا امیر ہو۔ اور یہ بھی پسند نہین کرتے تھے کہ جسکو وہ سب سے اچھا سمجھین (یعنے اپنی ذات کو) اُسے پولیٹیکل معاملات سے الگ رکھین لیکن اسکے ساتھ ہی وہ دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے تھے مسلمانون کے مقابلہ مین وہ تلوار بھی اُٹھاتے تو اسلیے کہ بغاوت کا رفع کرنا اور نااہلون کو سزا دینا ضروریات سے تھا۔ یہ بھلا ہو یا بُرا لیکن اسکے سوا اور کوئی فعل وہ ایسا نہ کرتے تھے جو کسی فریق کے نزدیک مذہب کے خلاف یا اخلاقی خوبیون کے منافی ہوتا۔ مسلمانون کا دوسرا گروہ اُن لوگون کا مجموعہ تھا جو دنیاوی لذتون کو مقدم سمجھتے تھے اور دنیا روز ولا تحصل الا بالزور پر عمل کرنے مین تامل نہ کرتے تھے۔ یہ گروہ دیکھا دیکھی بڑھتا گیا۔ اور سنت نبوی سے الگ ہوکر شام اور عجم کے سلاطین اور انکے ارا کین کا رنگ پکڑتا گیا۔ معاویہ اس گروہ کا سردار تھا۔ اتفاق زمانہ نے اسکو سردار بنا دیا یا یون کہیے کہ اسکے ذریعہ سے لوگون کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا موقع ملا۔

عثمان کے بعد تیسرا گروہ

تیسری قسم مین وہ لوگ داخل تھے جو ان جھگڑون سے الگ ہوکر عزلت گزین ہو گئے تھے۔ امیر المومنین علی کا ساتھ وہ اسلیے دیتے نہ تھے کہ اُنکے ساتھ ہوکر مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانا پڑتی۔ اور معاویہ کے دربار مین اسلیے حاضر نہ ہوتے تھے کہ سنت نبوی سے اُسے خلاف پاتے تھے۔

پہلے اور تیسرے گروہ کا دوسرے سے اچھا ہونا اسمین تو کلام ہی نہین لیکن اسمین گفتگو ہے

کا اول اور سیوم جماعتون مین سے کسکو ترجیح دی جائے - تیسرا گروہ کہتا تھا کہ ہم مسلمانون پر تلوار نہ اٹھائینگے اور امیر المومنین علی کے گروہ کا یہ قول تھا کہ مسلمانون کے ملک مین فساد پھیلائے تو اُسکے رفع کرنے مین تلوار سے کام لینا کوئی مضائقہ نہین رکھتا -

معاویہ کے ساتھیون کو مکر کرنے جھوٹ بولنے اور مسلمانون کا خون ناحق بہانے مین کوئی تامل نہ تھا - اور بیچارے علی ابن ابی طالب کو بڑی دقت یہ تھی کہ وہ خود کو احکام شرعی کا پابند رکھتے تھے شرع مین وہ تلوار سے کام نہ لیتے تھے - تلوار جب اٹھاتے تھے کہ معاملہ اختیار سے باہر ہو جاتا تھا اور اُسپر بھی ایک دقت یہ تھی کہ اُنکے ساتھی بھی کبھی کبھی مسلمانون کے مقابلہ مین تلوار اٹھانے سے رُک جاتے تھے - اور ممکن ہو کہ معاویہ کے گروہ مین بھی ایسے لوگ ہون جو حضرت عثمانؓ کے قتل ناحق سے متاثر ہو کر نیک نیتی سے شیعان علی کے مخالف بنے ہون - غرض کہ علی کی حالت اپنی خلافت کے زمانہ مین عجب کشمکش مین تھی اور میرے نزدیک رسول اللہ کے صحابیون سے کسی نے بھی حضرت علی کی سی روحانی تکلیف نہین اٹھائی - لوگ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعہ کو نہایت سخت سمجھتے ہین لیکن میرے نزدیک حضرت علی ابن ابی طالب کی حالت کشمکش زیادہ تر ہمدردی کے لایق ہو - اگر واقعہ کربلا کو طاعون سے نسبت دین تو علی کی دقتون کو عارضہ ضیق النفس سے تشبیہ دیسکتے ہین -

اسقدر تمہید کے بعد اب یہ بیان کیا جاتا ہو کہ معاویہ نے علی ابن ابی طالب کے مقابلہ مین کیونکر کامیابی حاصل کی - بعض کج راے مورخون کا بیان ہو کہ حضرت علی کی خود رائی ناکامی کا سبب ہوئی - لیکن حضرت علی پر خود رائی کا الزام غلط ہو - علم - شجاعت - متانت اور حکمت اُنکے حصہ مین تھی - خود رائی چہ معنی دارد - خود رائی نہین - بلکہ وہ حالات انکی ناکامیون کے سبب ہوئے جنکا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا -

اوپر لکھا گیا ہو کہ معاویہ نے قیس کو دام مین پھنسانا چاہا تھا جب وہ قابو مین نہ آیا تو معاویہ ایک دوسری چال چلا - یعنے قیس بن سعد کی تعریف اور تذکرے اپنے دربار مین اہل شام پر شروع کروا دیے کہ گویا وہ علی ابن ابی طالب کا دشمن ہو - امیر المومنین علی کے مخبرون نے یہ خبر کوفہ پہنچائی اور امیر المومنین کو شبہہ ہوا - امیر المومنین نے قیس بن سعد کی جگہ پر محمد ابن

معاویہ اور علی

ابی بکر کو تعنات کیا۔ قیس معزول ہوکر سیدھا مدینہ چلا آیا۔ محمد ابن ابوبکر سے مصر کا انتظام نہ ہوسکا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کا تسلط مصر میں جم چلا۔ معاویہ کو وہاں لوگ چاہنے جانتے تھے۔ لیکن معاویہ کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ "علی قاتلان عثمان کا سردار ہے اور خلافت کسی طرح اُسکو زیبا نہیں ہے۔ دیکھو تمام عثمان کے ہواخواہ مسلمان معاویہ کی طرف رجوع ہوتے جاتے ہیں" جادو کا کام کرتا تھا۔ لوگ اصلی حالات سے تو واقف نہ تھے آسانی سے یہ لوگوں کے ذہن نشین کردیا جاتا تھا کہ علی باغیوں کا سردار بنا ہے۔

جنگ جمل کے بعد علی ابن ابی طالب کو بڑی قوت ہوگئی تھی۔ شام سے دکھن اور پورب جتنے ممالک تھے وہ سب حضرت علی کے قبضہ میں تھے۔ اور مصر پر بھی ایک طور پر علی ہی کا قبضہ تھا۔ امیر المومنین علی کو یہ خوف ہوا کہ مبادا معاویہ عراق اور فارس پر اپنا تسلط جمالے تو بڑی مشکل ہوگی۔ اس خیال سے امیر المومنین علی نے کوفہ کو اپنا دار الخلافت قرار دیا۔ معاویہ نے موقع پاکر مروان کو مدینہ بھیجدیا کہ وہ مخبری کرتا رہے اور طبیعتوں کو حضرت علی سے مخالف کرتا رہے۔ اس طرح سے اہل مدینہ کی طرف سے امیر المومنین علی کے دل میں خدشہ پیدا ہونے کی وجہ قایم ہوئی۔ مدینہ پہنچکر قیس کو مروان نے بہت اکسایا لیکن وہ علی سے بدعقیدہ نہیں ہوا اور مدینہ سے کوفہ چلا گیا۔

مصری کھلم کھلا علی کے مخالف تھے اور معاویہ کے تو کسی طرح طرفدار نہ تھے۔ قیس تدبیر سے کام لینا چاہتا تھا اور امیر المومنین علی کے دلمیں یہ بات جمی تھی کہ قیس کو لڑائی سے گریز ہے۔ محمد ابن ابوبکر نے پہنچتے ہی اُن لوگوں سے جو حالت تذبذب میں تھے جنگ شروع کردی۔ اس جنگ نے مخالفین کو ہزیمت دی لیکن اسکے ساتھ ہی حضرت علی کی عداوت اور معاویہ کی محبت کا بیج بھی اُنکے دلوں میں بو دیا۔

جب امیر المومنین عثمان کو غوغائیوں نے گھیرا تھا تو عمرو ابن عاص مدینہ سے چلا گیا تھا۔ حضرت علی کی خلافت اُسنے پسند نہیں کی لیکن اہل جمل کا بھی اُسنے ساتھ نہیں دیا۔ وہ کہتا تھا کہ حضرت علی اِن لوگوں سے اچھے ہیں۔ پھر جب اہل جمل پر حضرت علی کو فتح ہو گئی اور معاویہ کے سر اُٹھانے کی خبریں آنے لگیں تو عمرو عاص نے اپنے لڑکوں سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے رائے دی

کوفہ دار الخلافت علی

عاص دمشق مین پہنچا

کہ عمر عاص ایسے باتدبیر شخص کی قدر معاویہ کے دربار مین زیادہ ہوگی۔ حضرت علی خود صاحب حکمت ہین انھین ایسے لوگون کی چندان ضرورت نہین ہی۔ عمر عاص کی طبیعت پولیٹکل مذاق رکھتی تھی یہی تعجب ہی کہ جنگ جمل مین وہ کنارہ کش رہا۔ عمر بن عاص جب دمشق مین پہنچا تو وہان اُسنے سب کو یکدل خون عثمان کا بدلہ لینے پر آمادہ پایا۔ عمر عاص نے بھی اپنا رسوخ بڑھایا اور معاویہ کے خاص مشیرون مین داخل ہوگیا۔ معاویہ کو اگر بادشاہ سمجھین تو یہ وزیر بنا۔ اب تک حضرت عثمان کا خون آلود پیراہن ہر جمعہ کو نکال کر لوگ نالہ و فریاد کرتے تھے۔ عمر عاص نے یہ صلاح دی کہ روزکا رونا رنگ پھیکا کردے گا۔ اُسے لگا رکھو کہ خاص خاص وقتون پر اُس سے جوش بڑھایا جاوے گا۔ معاویہ نے قیس کی معزولی کی نسبت جو چال اختیار کی تھی وہ عمر عاص ہی کی صلاح کا نتیجہ تھی۔ محمد ابن ابوبکر قتل عثمان مین متہم تھے۔ انکا امیر مصر مقرر کیا جانا معاویہ کو وہ نفع دے گیا جو عمر کے خیال مین بھی نہ تھا۔

ماہوی مرزبان سے صلح

امیرالمومنین علی کے وقت مین ماہوی مرزبان جو یزدجرد کے بعد آتش پرستون کا سردار بنا تھا کوفہ مین حاضر ہوا اور علی سے مصالحت کی۔ امیرالمومنین علی نے اُسکے ساتھ خالد بن ولید مروہ کو حاکم خراسان مقرر کرکے روانہ کیا۔

جریر قاصد علی

جریر ابن عبداللہ حاکم ہمدان کو حضرت علی نے معاویہ کے پاس بھیجا کہ وہ معاویہ کو بیعت پر آمادہ کرین۔ عمر ابن عاص نے جریر کو تمام شامی لشکر کا معائنہ کرادیا۔ اور باتون مین وہ جوش انتقام بھی دکھا دیا جو شامیون کے دلون مین تھا۔ جریر کے واپس آنے پر حضرت علی کو معاویہ کے اہتمام کا پورا پتہ چلا اور یہی عمر کی غرض بھی تھی۔ مالک اشتر نے جھنجلا کر کہا کہ مین جاتا تو باسانی معاویہ کو مطیع کرلیتا۔ امیرالمومنین علی نے کہا کہ تم جاتے تو زندہ بھی نہ آتے۔ جریر کی رنجش کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ وہ ان باتون سے دل گرفتہ ہوگیا اور شیعان علی سے الگ ہوکر کوفہ سے چلا گیا اور پھر اُسکو معاویہ نے خط لکھ کر اپنے پاس بلالیا۔

علی کا شام کی طرف چلنا

اب شیعان علی کو معاویہ سے لڑنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ امیرالمومنین حضرت علی نے عبداللہ ابن عباس کو بلوایا۔ مکہ اور مدینہ سے فوجین طلب کین۔ ابومسعود انصاری کو کوفہ مین اپنا خلیفہ کرکے امیرالمومنین علی شام کی طرف چلے۔ لوگون کی راے تھی کہ امیرالمومنین خود لڑنے

نہ جائین۔ لیکن امیر المومنین علی نے اپنا ہی جانا قرین مصلحت سمجھا۔

خبر سنکر معاویہ بھی طیار ہوا۔ اسنے عمر ابن عاص کو لشکر سپہ سالار کیا۔ عمر نے پہلے اپنے غلام وردان کو روانہ کیا پھر خود چلا اور سب کے پیچھے معاویہ چلا۔ علی نے مدائن مین پہنچکر لشکر کی روانگی باقاعدہ شروع کی۔ زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کو پہلے روانہ کیا اُسکے بعد مالک کو بھیجا پھر خود چلے۔ دونون لشکر بمقام صفین جمع ہوئے۔ دشمنون کا لشکر فرات کے قریب تھا اور امیر المومنین علی کی فوج فرات سے دور تھی۔ حضرت علی نے معاویہ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم لوگ پانی کے لیے نہین لڑتے دین کے لیے لڑتے ہین۔ پانی بند نہ کرو اور پھر لڑو۔ حق اور باطل کا فرق لڑائی سے ظاہر ہوگا۔ حضرت علی کی یہ درخواست عمر عاص کی صلاح سے منظور ہوئی۔ عمر عاص نے یہ مصلحت سمجھی کہ علی کے پانی بند ہونے سے ممکن ہو کہ ہماری فوج کے لوگ اُنکی پیاس پر ترس کھائین اور اُنکی طرف ہو جائین۔ فریقین مین صف آرائیان ہوئین اور بمقام صفین لڑائی شروع ہو گئی۔ علی نے اپنی فوج کے سات ٹکڑے کیے اور ان ٹکڑون کے سردار۔ مالک ابن اشتر۔ حجر ابن عدی شبث ابن ربعی۔ خالد بن المعمر۔ زیاد بن النضر۔ معاویہ بن ریاحی۔ قیس بن سعد بن عبادہ تھے

جنگ صفین

معاویہ نے بھی اپنی فوج کے سات ٹکڑے کیے جنکے سردار عبدالرحمن بن خالد مخزومی۔ ابوالاعور سلمی۔ حبیب بن مسلم فہری۔ ذوالکلاع حمیری۔ عبیداللہ بن عمر بن خطاب۔ بشر بن مالک کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی۔ لڑائی مین ایک شخص آتا تھا اور مبارز طلب کرتا تھا اور جب دھوپ سخت ہوتی تھی تو واپس جاتا تھا۔ ذی الحجہ مین مہینہ بھر تک یونہین لڑائی ہوا کی اور زیادہ لوگ ضائع نہین ہوئے۔ محرم ۳۷ھ شروع ہوا۔ حضرت علی نے محرم کے احترام سے لڑائی روک لی اور مہینہ بھر تک لڑائی نہین ہوئی۔ حضرت علی نے موقع پاکر مصالحت کی طرف معاویہ کو راغب کرنا چاہا معاویہ کے دربار مین قاصدون کے اجتماع سے جو مباحثہ پیش ہوا وہ ٹھیک ایسا ہی تھا جیسا [illegible] مسلمان اس زمانہ کے مذہب سے الگ بیٹھکر جھگڑتے ہین۔ باہم بحث کے لیے ہر شخص قران اور حدیث رسول پر تمسک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کوئی بات طے نہین ہوتی۔ وہان تو مذہبی نزاع کے ساتھ ملکی نزاع بھی شامل تھی۔ جھگڑون کا طے ہونا آسان نہ تھا۔ معاویہ کی یہ شرط تھی کہ قاتلان عثمان علی کے لشکر مین ہین وہ مجھے دیجائین اور مین اُنکو مار لون پھر مطیع حاضر ہون۔ شیعیان علی نے کہا کہ تم لوگ عمار ابن یاسر

شہمت رکھتے ہیں اور وہ یاران پیغمبر اور بہترین امت سے ہے۔ ظاہر امعاویہ کی غرض صرف یہ تھی کہ اس طرح پر علی کے لشکر مین نفاق پھیلے گا اور اس نفاق سے معاویہ فائدہ اُٹھائیگا۔ اور یہ بھی ممکن ہو کہ اُسکی غرض ٹھیک وہی ہو جو الفاظ سے ظاہر ہوتی تھی۔ واللہ اعلم۔ مورخون کو اس سے بحث نہین۔ معاویہ نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر علی کو قاتلان عثمان کے سپرد کرنے مین تامل ہو تو مین بزور تیغ اس تامل کو رفع کرونگا۔ اور پھر مسلمانون پر چھوڑ دونگا کہ وہ جسے چاہین خلیفہ منتخب کرین۔ یہ ویسی ہی باتین ہین جیسی غوغائیون نے عثمان ابن عفان کے سامنے پیش کی تھین اور جس طرح امیر المومنین عثمان غوغائیون کی درخواست نہ ماننے مین نیک نیت کہے جاتے ہین اُسی طرح امیر المومنین علی معاویہ کی بات نہ قبول کرنے مین حق بجانب تھے۔

ماہ محرم گذر جانے کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ اول صفر ۳۷ھ کو علی اور معاویہ مین خوب لڑائی ہوئی۔ سات روز تک صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوا کی اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ یہ لڑائیان بھی منفرد ہی مین الگ الگ ہوتی تھین۔ کچھ کشود کار نہ ہوتی تھی۔ آٹھوین روز حضرت علی نے حکم دیا کہ کل فوج ایک مرتبہ حملہ کرے۔ آپ نے لڑائی کے طریقے فوج والون کو تعلیم کیے۔ قلب لشکر مین کھڑے ہو کر دعا پڑھی اور اسکے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ آٹھوین تاریخ کو شام تک خوب لڑائی ہوئی۔ نوین روز عمر عاص کے اشارہ سے جو حملہ حضرت علی کی میمنہ فوج پر ہوا تو وہ بھاگ چلی اور امیر المومنین علی کے پکارنے پر کچھ شنوا نہوئی۔ پھر حضرت علی نے میسرہ اور قلب فوج سے بڑھنے کو کہا لیکن کوئی جگہ سے نہ ہلا۔ حضرت علی کو جلال آیا وہ تنہا تلوار لیکر بڑھے اور پیچھے پیچھے اُنکے بیٹے امام حسن اور امام حسین اور محمد چلے یہ کیفیت دیکھ کر اور لوگ بھی بڑھے اور خوب لڑائی ہوئی۔ حضرت علی کی تلوار اُس روز ویسی ہی بیباک تھی جیسی جنگ جمل مین آخر آخر ہوئی تھی۔ طرفین سے بہت مسلمان مارے گئے۔ حضرت علی کی طرف سے عمار بن یاسر اور معاویہ کی طرف عبید اللہ ابن عمر مقتول ہوئے۔ مالک ابن اشتر اور حضرت علی کا کوئی مقابلہ کرتا نہ تھا یہ جہان پہنچتے تھے میدان صاف کر دیتے تھے۔ حضرت علی نے معاویہ کو دیکھ کر پکارا کہ تم خود میدان مین کیون نہین آتے کہ جلدی سے تصفیہ ہو جائے۔ عمر نے معاویہ کو ترغیب بھی دی لیکن وہ نہ بڑھا اور کہنے لگا کہ حضرت علی کے سامنے سے کوئی زندہ نہین آتا۔ تاریکی شب نے

جنگ صفین کا خاتمہ

حضرت علی کی وتشین

لڑائی روک دی۔ لیکن معاویہ والے اس روز بہت مایوس میدان سے واپس گئے

دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ صف آرائی تو صبح ہی سے ہوئی۔ لیکن امیر المؤمنین علی نے نماز جمعہ کے بعد پورے زور سے حملہ کیا اور معاویہ کی فوج نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ معاویہ کو سخت انتشار رہا۔ دنیاوی امور میں تدبیر کو بھی دخل ہے۔ عمرو ابن عاص کا ایک جوڑ یہاں بھی چل گیا۔ نیزہ میں قرآن باندھ کر اُسے بلند کیا اور یہ آواز دی کہ "مسلمانوں میں تم کو دین کی طرف بلاتا ہوں یعنے میری لڑائی شرعی غرض سے ہے۔ تمھیں اختیار ہے اسے مانو یا نہ مانو لڑائی سے تم الگ ہو گئے تو تمھیں آسائش ملے گی۔" عبد اللہ ابن عباس بھی لڑائی میں تھے۔ قرآن دیکھتے ہی انکے منہ سے نکلا۔ لڑائی ختم ہوئی اور مکر شروع ہوا۔ اکثر شیعان علی نے قرآن دیکھ کر تلوار روک لی۔ حضرت علی کتنا ہی چلاتے رہے کہ یہ بالکل دھوکا ہے ڈر سے حیلہ کیا گیا ہے۔ ذرا جمے رہو ابھی ابھی فتح ہوتی ہے لیکن کسی نے نہیں سنا لوگوں نے کہا کہ کتاب اللہ کی طرف ہم بلائے جاتے ہیں ہم کیونکر اجابت نہ کریں۔ مسعود تمیمی اور زید بن حصین بولے کہ "علی تم خدا کی کتاب کو مار نہیں سکتے مجیبے وہ دین کی طرف بلاتے ہیں اور تم ہمکو باز رکھتے ہو تمھارا خون حلال ہے۔ ہم لوگوں نے عثمان کو اسی لیے مار ڈالا کہ اُسنے کتاب اللہ کے خلاف عمل کرنا شروع کیا۔" حضرت علی نے کہا تمھاری خوشی لڑو یا نہ لڑو۔ جو لوگ شیعان علی سے تھے اور پھر منحرف ہو گئے انکو مورخون نے اہل خوارج لکھا ہے۔ خوارج نے حضرت علی سے کہا یہ کچھ نہیں مالک ابن اشتر کو بھی روک دو۔ مالک اُسوقت بڑی ہی تاک میں تھا۔ دشمنوں کے پاؤں اُٹھتے ہوئے گویا دیکھ رہا تھا۔ حضرت علی کے بلانے پر وہ نہ آیا۔ مہتران خوارج نے علی کو گھیر لیا اور کہا کہ مالک کو بلاؤ نہیں تو ہمیں تمھیں ابھی مارے ڈالتا ہوں۔ حضرت علی نے پھر مالک کے پاس آدمی بھیجا۔ مالک نے کہا یہ آنے کا وقت نہیں ہے ابھی ابھی فتح ہو جاتی ہے۔ علی نے مالک سے کہلا بھیجا کہ یہاں میری جان پر بنی ہے اور تمکو دشمنوں کی فکر ہے۔ پھر مالک فوراً چلا آیا۔ مالک نے بھی سمجھایا لیکن مہتران خوارج نے ایک نہ مانا۔ مالک نے مہتروں سے کہا کہ دشمنوں نے تمھیں ایسا دھوکا دیا ہے کہ تمھیں عراق جانا مشکل ہو جائیگا۔ مالک کو غصہ آیا اور زبان پر اُسکا قابو نہ رہا۔ لوگوں نے مالک پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے سمجھایا کہ "معاویہ سے تم نہیں لڑتے نہ لڑو مالک کو کیوں مارتے ہو"

قرآن نیزہ پر

غرضکہ لڑائی فرو ہو گئی۔

حکمین یعنے دو پنچ مقرر ہوئے

معاویہ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ دو شخص حکم کیے جائیں اور انکا فیصلہ فریقین منظور کریں۔ معاویہ کی طرف سے عمرو ابن عاص حکم مقرر ہوئے اور حضرت علی کی طرف سے ابوموسی اشعری۔ علی نے عبداللہ ابن عباس کو اور درصورت انکار فریق ثانی مالک ابن اشتر کو حکم کرنا چاہا تھا۔ لیکن ان زبردست شخصوں کو معاویہ کے طرفداروں نے پسند نہ کیا۔ پیچھے سے ابوموسی اشعری کا نام لیا گیا۔ ابوموسی معاویہ کے طرفدار نہ تھے لیکن حضرت علی کے ایسے زبردست خیرخواہ بھی نہ تھے کہ عمرو عاص کے شریک غالب ہو سکتے۔ امیر المومنین اپنے ساتھیوں کی کم فہمیوں سے بہت بددل تھے۔ انھوں نے بزبان حال ع انچہ یار داد ناکشتی در آب انداختیم۔ گویا اپنی قسمت کا فیصلہ عمرو عاص ایسے مکار دشمن اور ابوموسی ایسے سست دوست پر چھوڑ دیا۔

مضمون صلحنامہ

صلحنامہ میں یہ لکھا گیا کہ ابوموسی اور عمرو ابن عاص اپنے اپنے گھر پھر جائیں۔ آئندہ رمضان میں بمقام دومۃ الجندل یہ دونوں آدمی آئیں۔ وہاں چار سو آدمی حضرت علی کی طرف سے اور چار سو معاویہ کی طرف سے جملہ آٹھ سو آدمی اور جمع ہوں۔ ابوموسی اور عمرو عاص تنہائی میں بحث کریں۔ اگر انکی رائیں علی یا معاویہ میں سے کسی ایک کی نسبت قایم ہو تو وہ امیر المومنین قرار پاوے۔ اور اگر دونوں کی راے کسی ایک پر نہ جمے تو آٹھ سو آدمی جو موجود ہوں انکی کثرت راے سے کوئی دوسرا امیر المومنین مقرر کیا جاوے۔

خوارج کی سرکشی

جب یہ صلحنامہ ہو گیا تو طرفین کے لوگ میدان جنگ سے روانہ ہونے لگے۔ خوارج نے اس صلح پر بھی شور مچایا کہ علی نے حکم پر رضامندی ظاہر کی تو وہ مسلمان نہیں رہا۔ جو حکم اللہ دیتا وہی ٹھیک تھا یعنے لڑائی سے فیصلہ کر لیا جاتا۔ عمرو اور ابوموسی کیا فیصلہ کریں گے۔ علی نے کہا کہ تم لوگوں نے نیزہ پر قران دیکھ کر مجھی پر ہاتھ صاف کرنا چاہا تھا۔ اور کہتے ہو کہ حکم کیوں مقرر کیے گئے۔ کوفہ تک پہنچتے پہنچتے انکی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی اور انھوں نے اپنے گروہ کا ایک امیر مقرر کیا اور حضرت علی سے لڑنے کا ارادہ کیا۔

حضرت علی کو کچھ تو اسلام کا پاس تھا اور کچھ یہ خیال تھا کہ باہمی نفاق کی خبر شایع ہوئی

تو اچھا نہ ہوگا کسی طرح انکو راضی کیا اور سمجھایا کہ گھبرا دیست کچھ دنون اور صبر کرو اتنے کچھ روپیہ بھی خرچ کے لیے آجاتے ہین اور ہم لوگ سستا بھی لیتے ہین پھر دیکھین گے کہ کیا ظہور مین آتا ہی۔ اگر کتاب اللہ کے موافق ہوا تو ہم سب منظور کرین گے اور نہین تو پھر دیکھا جائیگا غرضکہ تمام وہ لوگ رام ہوئے۔

آٹھ مہینے کے بعد رمضان المبارک مین بمقام دومۃ الجندل معاویہ کی طرف سے عمر بن عاص اور امیر المومنین علی کی طرف سے ابوموسیٰ آئے اور اسکے علاوہ چار چار سو آدمی طرفین سے اکٹھا ہوئے عجیب مقام اور عجیب بحث تھی۔ سوا سعد ابن ابی وقاص کے کہ وہ معاملات دنیا سے الگ ہوکر جنگل مین بکریان چرا کر گزر کرتے تھے اور تمام صحابی رسول اللہ کے یہان آکر جمع ہوئے۔ ہان ایک محمد بن ابی بکر بھی موجود نہ تھے۔ شاید مصر کے معاملات سے آنے کی فرصت نہ پائی۔ اکثروں کو گمان تھا کہ ابوموسیٰ معاویہ کو پسند نہ کرین گے اور نہ عمر ابن عاص علی کو چاہین گے نتیجہ یہ ہوگا کہ دونون الگ ہون گے اور تیسرا منتخب ہوگا۔ اس انتخاب مین ہر ایک شخص بجائے خود امیدوار رہتا۔ جس طرح معاویہ کا عقل کل عمر ابن عاص تھا اسی طرح حضرت علی کی طرف مدار المہام عبد اللہ ابن عباس تھے۔ حضرت علی کی طرح یہ بھی شرعی حدود سے متجاوز نہ ہوتے تھے اور اسلیے معاویہ اور عمر ابن عاص کی چالون کا جواب دینے والا ادھر کوئی نہ تھا۔

غرض جب شرط کے ابوموسیٰ اور عمر ابن عاص ایک خیمہ مین بیٹھے اور بڑی دیر تک گفتگو ہوا کی عمر عاص نے ابوموسیٰ سے کہا کہ آپ کی معلومات بہت بڑھی ہین اور آپ کا درجہ بھی بڑھا ہی پہلے آپ اپنی رائے بتائیے۔ انھون نے کہا کہ مسلمانون کی فلاح تو اسمین نظر آتی ہی کہ علی اور معاویہ دونون الگ ہوجائین۔ عمر ابن عاص نے پوچھا معاویہ کیا برے ہین۔ ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ لین تو علی معاویہ سے کہین اچھے ہین۔ مین رفع شر چاہتا ہون۔ عمر ابن عاص نے پوچھا کہ اچھا پھر آپ کی نظر کس پر پڑتی ہی۔ ابوموسیٰ نے کہا کہ عبد اللہ ابن عمر پر کہ وہ کبھی جھگڑون مین شریک نہین ہوئے وہ اپنے باپ کے طریقہ پر چلین گے تو امن قایم ہوجائیگا عمر ابن عاص نے کہا مین انکو پسند نہین کرتا۔ ابوموسیٰ نے کہا اچھا ان دونون کو برطرف کردیا

کر دیا جائے۔ اور پھر شورے سے انتخاب ہو رہے گا۔ عمر عاص نے کہا یہی راے میری بھی ہے
اب دونون آدمی خیمہ سے نکلے اور لوگ فیصلہ سُننے کو ہمہ تن گوش ہوئے۔ عمر نے ابوموسی سے
کہا کہ آپ اپنی راے بیان کیجیے" ابوموسی کہنے کو کھڑے ہوئے اور عبداللہ ابن عباس کو کھٹکا پیدا
ہوا۔ انھون نے چُپکے سے ابوموسی کے کان مین کہا کہ "عمر کی باتون مین نہ آجانا" ابوموسی نے کھڑے
ہوکر کہا "اے لوگو گواہ ہو کہ مین نے علی اور معاویہ دونون کو اس کام سے الگ کیا۔ تم لوگ کوئی دوسرا
امام منتخب کرو جیسا کہ عمرؓ کے مرنے پر انتخاب عمل مین آیا تھا" اسکے بعد عمر کھڑا ہوا اور بولا کہ "ابوموسی
نے علی اور معاویہ دونون کو برطرف کردیا۔ ابوموسی کی راے سے جہان تک اُسکو علی کی برطرفی سے
تعلق ہے مین اتفاق کرتا ہون اور مین بھی علی کو برطرف کرتا ہون لیکن معاویہ کو مین برطرف نہین کرتا
بلکہ کام خلافت کا مین اُنکے سپرد کرتا ہون کہ وہ عثمانؓ کے ولی ہین اور اُنکے خون کا بدلہ چاہتے
ہین"۔ ابوموسی کو غصہ آیا اور اُنھون نے کہا کہ عمر تم مکار اور جھوٹے ہو ہم لوگون مین ہرگز ایسی
قرارداد نہین ہوئی تھی جیسا تم نے ظاہر کیا۔ غرضکہ شور و غل مین بات جاتی رہی اور عمر عاص نے
یہ موقع نہ دیا کہ بجاے علی اور معاویہ کے کوئی دوسرا شخص منتخب ہوتا بلکہ اس واقعہ سے معاویہ کو
اتنا نفع بھی پہنچ گیا کہ اب تک وہ کچھ نہ تھا اور اب ایک درجہ اُسکے لیے قایم ہوگیا۔ امیرالمومنین نہین
تو امیر معاویہ کہکر اُسکا پکارا جانا بمیوقع نہ رہا۔ اسکے بعد شام کی فوجون نے بڑی خوشیان کین اور معاویہ
کو وہ خلیفہ کہنے لگے اور گویا اسی وقت سے یہ سمجھا جانے لگا کہ علی عراق کے لیے امیرالمومنین ہین
تو معاویہ شام کے لیے ہے۔

حکمین کے فیصلہ کا نتیجہ

خوارج کا حال قابل تذکرہ ہے کہ جب ابوموسی کو حضرت علی نے دومۃ الجندل کی طرف بھیجا
تو خوارج کے جنون وردی نے پھر زور پکڑا اور وہ کہنے لگے "علی تم نے اللہ کے حکم کو چھوڑ کر
دو بندون کے حکم کو بڑا سمجھا تم نے سخت گناہ کیا جلد توبہ کرو اور فوج جمع کرکے دمشق کی طرف چلو"
حضرت علی نے کہا تمھارے ہی دباؤ سے تو مین نے عہد کیا۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہوگیا اب مین کسی طرح
سے نقض عہد نہین کرسکتا۔ وہ علی سے کہتے تھے "خیر ہم نے معصیت کی اور ہم توبہ کرتے ہین تم بھی
اپنے گناہ کا اقرار اور اُس سے توبہ کرو اور پھر لڑنے کو چلو" حضرت علی کہتے تھے کہ مین نے گناہ
نہین کیا تو اقرار گناہ کیا کرون۔ امیرالمومنین علی کی نرمی نے اُنکو سخت بنا یا۔ یہ لوگ تعداد مین

روز بروز بڑھتے گئے۔ مسجد دن میں یہ پکارتے تھے کہ حکم اللہ کا ہے دنیا میں کوئی حاکم یا امیر نہیں ہے۔ یہ لوگ علی یا معاویہ کسی کی خلافت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ چونکہ معاویہ سے لڑنے پر یہ لوگوں کو ترغیب دیتے تھے اسلیے شروع شروع انکی سخت کلامیاں شیعان علی کو زیادہ شاق نگذرتی تھیں آخر میں یہ لوگ اعتدال سے بہت زیادہ بڑھ گئے۔ اگر علی طرح نہ دے جاتے تو علی کے مقابل میں تلوار اٹھانے پر آمادہ تھے۔ امیر المومنین علی ذرا سبقت کرتے تو یہ لوگ لڑ پڑتے۔ جب خوارج کی تعداد ۱۵ ہزار سے کچھ اوپر ہوئی تو انھون نے کوفہ چھوڑ دیا اور یہ کہہ کر باہر نکل گئے کہ کوفہ والے تمام کافر ہیں انکے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں۔

خوارج کا کوفہ چلا جانا

جب یہ لوگ کوفہ سے نکلے تو عبداللہ ابن وہب کو ان لوگون نے اپنا سردار مقرر کیا اور انکے انداز رفتہ رفتہ اس طور کے ہوتے گئے جیسے آج کل یورپ میں نہلسٹ اور انارکسٹ وغیرہ کے فرقے پائے جاتے ہین۔ یہ لوگ جاکر نہروان مین ٹھہرے۔ بصرہ کی حکومت اسوقت عبداللہ ابن عباس کے تعلق تھی اور یہ کسی کام کو کوفہ گئے تھے۔ کوفہ مین یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ ابن وہب نے اپنا اثر فوج بصرہ پر بھی پہنچایا چاہا ہے۔ عبداللہ فوراً بصرہ روانہ کیے گئے اور حضرت علی نے کوفیون کے سامنے جنگ شام کا تہیہ کیا اور یہ بیان کیا کہ جب پنچایت کے ذریعہ سے کتاب اللہ کے موافق کوئی فیصلہ نہین ہوا تو اب محکوشامیون پر حملہ کرنے مین کوئی تامل نہین ہے اسی مضمون کا ایک خط عبداللہ ابن وہب کے پاس نہروان بھیجا گیا۔ اسکے جواب مین اُسنے لکھا کہ ہم لوگون کے کہنے کو تم نے نہین مانا اور پنچ مقرر کرکے تم کافر ہو چکے تم اپنے کفر کا اقرار کرکے مسلمان ہو تو ہم آسکتے ہین۔ امیر المومنین نے یہ جواب کوفیون کو سنایا اور کہا کہ انکو صرف فساد بڑھانا ہی کچھ کرنا نہین ہے۔

آسکے بعد بصرہ مین عبداللہ ابن عباس کے پاس فوج کے لیے حکم بھیجا گیا۔ عبداللہ ابن عباس نے بہت زور مارا لیکن ساٹھ ہزار فوج مین سے صرف تین ہزار آدمی لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ امیر المومنین علی نے اہل کوفہ کے سامنے اہل بصرہ کی بیوفائی کا تذکرہ کیا ۲۵ ہزار کوفی لڑنے مرنے کو طیار ہوگئے۔ کوفیون نے یہ بھی کہا کہ پہلے نہروان چل کر خوارج سے بھگت لینا چاہیے۔ حضرت علی نے کہا نہین پہلے شامیون سے لڑو کہ انسے زیادہ خطرہ ہے۔

جنگ کی طیاری

پھر اسکے بعد خبر آئی کہ خوارج نے فساد پھیلا رکھا ہے۔ مسلمانوں کو کافر کہکر بلا وجہ مار ڈالتے ہیں۔ امیر المومنین علی سوچے کہ "ہم شام جاتے ہیں ایسا نہو کہ ہماری غیبت میں خوارج کوفہ پر قابض ہوجائیں"۔ اسلیے بہ مجبوری خوارج سے لڑنے کو آپ نہروان چلے۔ اور خوارج کو لڑائی پر آمادہ پاکر انکے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھایا۔ پہلے خوارج نے حملہ کیا اُسکے بعد حضرت علی کی فوج نے تمام خوارج کو جنکی مقدار چار ہزار سے زیادہ نہتی گھیر لیا اور سب کو تہ تیغ کرکے بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

خوارج نہروان کی شکست

اب امیر المومنین علی نے براہ موصل شام چلنے کا ارادہ کیا لیکن سرداران فوج کی یہ راے ہوئی کہ ہتھیار خراب ہوگئے ہیں۔ کوفہ چل کر نئے ہتھیار لیے جائیں اور پھر وہان سے شام کا ارادہ کیا جائے۔ کوفہ میں چل کر سپاہیوں نے ہاتھ پاؤں پھیلا دیے جسپر حضرت علی ارادہ ملتوی کردیا۔ پھر لوگون نے امیر المومنین علی سے معذرت کی اور اُنھوں نے بہ مجبوری معذرت قبول کی۔ معذرت قبول نہ کرتے تو اور کیا کرتے۔

آلات جنگ

جنگ نہروان سنہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ ۳۸ھ کی ابتدا میں پہلے محمد ابن ابی بکر کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ پہلے لکھا گیا ہو کہ قیس کی جگہ محمد کو امیر المومنین علی نے تعینات کیا اور محمد نے دشمنوں کو ہزیمت بھی دی۔ مصر میں امیر المومنین علی کے خلاف سازش کرنے والا معاویہ بن حدیج تھا۔ جنگ صفین کا فیصلہ پہنچا ہے کے بعد جب اسکو معلوم ہوا کہ اہل شام نے معاویہ کو امیر المومنین کا لقب دیدیا تو اُسنے محمد ابن ابی بکر پر خروج کیا۔ محمد نے امیر المومنین علی سے مدد مانگی حضرت علی نے کہا کہ مصر میں مالک بن اشتر اور قیس ابن سعد کے سوا دوسرا کام نہیں کرسکتا۔ قیس نے جانا قبول نہیں کیا۔ مالک کی جگہ قیس حاکم جزیرہ مقرر کیا گیا اور مالک مصر کی طرف بھیجے گئے مالک کوئی معمولی شخص نہ تھا۔ مالک کی خبر سنکر معاویہ کو سخت تشویش ہوئی۔ راستہ میں مالک کو زہر دیا گیا مورخین نے لکھا ہو کہ امیر معاویہ کی سازش سے ایسا ہوا۔ مالک کی فوت نے امیر المومنین علی کو سخت صدمہ پہنچایا۔ آپ نے محمد کو لکھا کہ "میں نے عبد اللہ ابن عباس کو بھیجنا چاہا۔ اُنھوں نے منظور نہ کیا۔ مالک کو راستہ میں زہر دیا گیا۔ میرا ارادہ تہا کہ تمہارے لیے کوئی دوسرا مقام تجویز کیا جاتا تاکہ تمکو آسانی ہوتی۔ مالک مرجانے پر اب کوئی دوسرا نظر نہیں آتا جس طرح ممکن ہو وہان کا انتظام کرو"

قتل محمد بن ابی بکر

مالک کی موت

اب اسکے بعد عمرو بن عاص شام سے مصر کی طرف چلا۔ معاویہ بن حدیقہ بھی آگیا اسکے ساتھ ہولیا۔ محمد نے خوب مقابلہ کیا۔ معاویہ بن حدیقہ کا بیٹا کنانہ محمد کی فوج کا سپہ سالار تھا اور محمد کے بھائی عبدالرحمن ابن ابی بکر عمرو ابن عاص کے لشکر میں سب سے آگے تھے۔ معاویہ نے اپنے بیٹے کنانہ کو لڑائی میں مارڈالا اور کہا تو ہی نے امیرالمومنین عثمان کے گلے پر چھری پھیری تھی۔ ایک تو محمد کی فوج کم تھی۔ اُسکا بھی سپہ سالار مارا گیا تو محمد کے ساتھیوں نے فرار اختیار کیا۔ محمد بھاگ کر جھاڑی میں چھپے اور گرفتار ہوگئے۔ محمد کے بھائی عبدالرحمن نے اپنے بھائی کے لیے امان طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن معاویہ نے محمد کے مارنے میں جلدی کی اور کہا کہ جب تمہیں نے اپنے بیٹے کا خیال نہ کیا تو محمد کو کب چھوڑتا ہوں۔ محمد کی نعش کو نہایت بُرے طور پر جلایا جسکا صدمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ ہوا۔ محمد کے مرنے پر مصر کی حکومت سے امیرالمومنین علی کو بالکل قطع تعلق ہوگیا۔

عبداللہ ابن عباس زیاد ابن ابی سفیان کو بصرہ میں اپنا قایم مقام کرکے امیرالمومنین علی کی دلدہی کو کوفہ میں آئے اور کہا کہ اب میرا آپ سے الگ رہنا مناسب حال نہیں ہے۔ میدان خالی پاکر معاویہ نے کچھ آدمی اپنے بصرہ میں روانہ کیے اور اہل بصرہ نے زیاد سے نافرمانی کی عبداللہ ابن عمرو حضرمی کو جو امیر معاویہ کی طرف سے آیا تھا کوفیوں نے آکر شکست دی۔ وہ ایک گھر میں چھپا گھر میں آگ لگادی گئی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں جل گیا۔ اس طرح زیاد کا پھر تسلط شہر بصرہ میں ہوا۔

زیاد کا عروج

خوارج نے پھر سر اُٹھایا۔ اصفہان۔ کرمان اور سجستان کی طرف زیاد انکی سرکوبی کو روانہ کیا گیا۔ اسوقت حارث خوارج کا سردار تھا۔ دن بھر لڑائی ہوئی اور رات کو دشمن پہاڑوں میں گھس گئے۔ زیاد بصرہ واپس آیا۔ اور پھر دوسرے لوگ خوارج کی گوشمالی کو تعینات کیے گئے۔ خوارج کا سردار حارث مارا گیا۔ اسکے بعد امیرالمومنین نے زیاد کو فارس کی طرف بھیجا۔ زیاد نے نہایت خوبی سے ملک کا خراج وصول کرکے امیرالمومنین علی کے پاس بھیجا اور حضرت علی کو بہت مسرور کیا۔ زیاد نے بہت اچھی طرح سے ملک فارس میں اپنا تسلط کیا۔

مصر پر قبضہ کرکے امیر معاویہ کو یہ فکر ہوئی کہ مختلف مقامات پر فوجیں بھیجکر امیرالمومنین علی کو

زخ کرنا چاہیے۔ معاویہ نے سب کے پہلے نعمان بن بشیر کو عین التمر کی طرف بھیجا جہاں وہ خود امیر المومنین علی سے ہزیمت اُٹھاکر واپس آیا۔ حضرت علی کو اس لڑائی میں یہ معلوم ہوا کہ کوفی لڑائی کے وقت بیوفائی کرتے ہیں۔ اسکے بعد امیر معاویہ کی طرف سے کوئی موصل کی طرف چلا اور راستہ میں بہ مقام ہیبت امیر المومنین علی کا عامل اشرس بن حسان ملا۔ اسکے ساتھی بھاگ گئے لیکن یہ خود تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدان میں قایم رہا اور مارا گیا۔ حضرت علی نے یہ خبر سنکر تنہا روانگی کا قصد کیا کیونکہ اپنی فوج کی بیوفائی سے وہ بیخبر نہ تھے فوج پر اسکا بڑا اثر ہوا۔ لوگوں نے حضرت علی کو باز رکھا اور انکی جگہ پر سعد ابن قیس کو بھیجا یہ گئے تو دشمنوں سے مقابلہ نہیں ہوا۔ کچھ فوج معاویہ کی عبد اللہ ابن سعدہ کی ماتحتی میں بہ مقام تیما گئی تھی جہاں اُسکو ہزیمت ہوئی۔

اس وقت تک عراق اور فارس کے علاوہ مکہ مدینہ میں بھی حکومت حضرت علی کی تھی امیر معاویہ نے سوچا کہ مسلمانوں کا امیر میں اسوقت تک نہیں ہوسکتا کہ ارکان حج میرے اہتمام سے ہوں۔ معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو بڑی فوج کے ساتھ تعنات کیا۔ امیر المومنین علی نے راستہ میں حجاج کی آرام کے لیے جابجا آدمی بٹھا دیے تھے اور کھانے پینے کا سامان مہیا کردیا تھا۔ ضحاک نے ان سب کو غارت کرنا شروع کیا اور حجاج کو روکا کہ بغیر کسی میر کے تم حج کیا کروگے۔ امیر المومنین علی نے حاجر ابن کندی کے ذریعہ سے ضحاک کو لپسپا کیا۔ قثم ابن عباس امیر المومنین علی کی طرف سے مکہ کے امیر تھے اور وہی حج میں پیشوا ہوتے تھے۔ امیر معاویہ کے آدمیوں نے قثم کو پیشوائی سے روکا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو پیش کیا نوبت تلوار چلنے کی پہنچی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ایک تیسرے شخص یعنی شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو حج کا پیشوا کیا اور یہی غرض معاویہ کی تھی کہ حضرت علی کی امارت حرمین میں مسلم نہ سمجھی جائے۔

اسی سال معاویہ دجلہ تک آکر واپس گیا حضرت علی یہ خبر سُنکر فوراً موقع پر پہنچے اور امیر معاویہ کا مطلب صرف علی کا منتشر کرنا تھا۔ امیر معاویہ نے بشیر کو کچھ فوج دیکر مدینہ۔ مکہ۔ حجاز اور یمن کی طرف بیعت لینے کو بھیجا۔ بشیر نے مدینہ پر قبضہ کرکے ابوہریرہ کو خلیفہ کیا اور وہاں سے وہ مکہ میں پہنچا امیر المومنین علی کے اکثر ساتھی مسلمانوں پر تلوار چلانا پسند نہیں کرتے تھے اور امیر معاویہ کے لوگ

معاویہ کا خونی حملہ پڑھا

اس خصوص میں کسی قدر بیباک تھے اور یہی وجہ اسکے فروغ کی تھی۔ حضرت علی نے مجبور ہوکر وہب
ابن مسعود کو مدینہ کی طرف بھیجا۔ ابوہریرہ بھاگ گئے اور امیر المومنین علی کا پھر تسلط ہوا۔ حرمین میں
یہ بے ترتیبیاں دیکھ کر امیر المومنین علی نے امیر معاویہ سے کہلا بھیجا کہ شام کے حملے عراق پر
اور عراق کے حملے شام پر کب تک ہوتے رہیں گے۔ بہتر ہے کہ شام میں تمہاری اور عراق میں
میری حکومت ہو۔ یہ تحریک کسکی جانب سے ہوئی اسمیں مورخوں نے اختلاف کیا ہے لیکن
یہ سب نے لکھا ہے کہ یہ بات فریقین نے منظور کی۔ پھر بسر یمن سے گیا اور امیر المومنین علی کی
حیات تک وہ وہیں رہا۔ اخیر اخیر امیر المومنین اور عبداللہ ابن عباس کے باہمی لطف میں بھی
شاید کچھ یوں ہی سا فرق آگیا تھا۔ اسی سال امیر المومنین کے بھائی عقیل بھی امیر معاویہ سے جا ملے۔

عراق و شام میں حکومت کا تصفیہ

رمضان ۴۰ھ میں بوقت نماز صبح عبدالرحمن ابن ملجم نے علی ابن ابی طالب کو زہر آلود
خنجر مارا جسکے صدمہ سے آپ تین روز کے بعد جان بحق تسلیم ہوئے۔ صورت قتل کی
یوں ہے کہ خوارج جو آخر آخر کہتے تھے کہ حکم اللہ کا ہے امیر المومنین کی ضرورت نہیں ہے انہیں سے
تین شخصوں نے امیر المومنین علی امیر معاویہ اور عمرو ابن عاص کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور یہ ٹھانا
کہ ایک وقت اور ایک تاریخ میں یہ تینوں صفحۂ دنیا سے اٹھا دیے جائیں۔ عبدالرحمن ابن ملجم کوفہ
کی مسجد میں بیٹھا۔ مبارک ابن عبداللہ دمشق کی مسجد میں اور عمرو ابن ابی بکر مصر کی مسجد میں جا کر چھپا
عمرو نہیں ملے تو عمرو عاص کے دھوکہ میں دوسرے کو مار ڈالا اور مبارک کی تلوار معاویہ پر اوچھی پڑی
کچھ دنوں تک امیر معاویہ اچھے ہوگئے۔ ابن ملجم کی تلوار سے امیر المومنین کو زخم کاری لگا اور وہ جانبر
نہ ہو سکے۔ حضرت علی نے زخم کھاتے ہی کہا "فزت ورب الکعبۃ" آپ کی زندگی ایسی ہی کشمکش
میں تھی کہ موت کو آپ فائز المرامی سے تعبیر کرتے۔ امیر المومنین علی کو کوفہ میں دفن کیا۔ لیکن
غیر معارف مقام پر تاکہ بنو امیہ کے ہوا خواہ یا ان کفار اور یہود کے ورثا جو لڑائی میں آپ کے
ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے نعش سے بے ادبی نہ کریں۔ مشہور ہے کہ آپ نے اسی مضمون کی
وصیت بھی کی تھی۔ مرتے وقت لوگوں نے چاہا کہ امیر المومنین علی اپنے بیٹے حسن کو اپنا
خلیفہ کر جائیں۔ حضرت علی نے کہا کہ اتنا بڑا بار میں اپنے سر پر نہیں لے سکتا اور یہ کہا کہ میں
خود اپنے حال میں مشغول ہوں تم لوگ جو مناسب سمجھو کرو۔ اس سے ضمناً حضرت علی کی

قتل علی کرم اللہ وجہہ

رضامندی پائی گئی اور حضرت علی ابن ابی طالب کے بعد کوفہ میں حسن امیر المومنین ہوئے

تفصیل اولاد علی ابن ابی طالب

نمبر سلسل	نام	ماں کا نام	کیفیت
نمبر ۱	حسن	فاطمہ بنت رسول	انکو زہر دیا گیا۔
نمبر ۲	حسین	ایضاً	کربلا میں شہید ہوئے۔
نمبر ۳	محسن	ایضاً	لڑکپن میں مرے۔
نمبر ۴	عباس	ام نبین	کربلا میں شہید ہوئے
نمبر ۵	جعفر	ایضاً	ایضاً
نمبر ۶	عبید اللہ	ایضاً	ایضاً
نمبر ۷	عثمان	ایضاً	ایضاً
نمبر ۸	عبد اللہ	لیلیٰ	ایضاً
نمبر ۹	ابوبکر	ایضاً	ایضاً
نمبر ۱۰	یحییٰ	اسما	
نمبر ۱۱	عون	ایضاً	
نمبر ۱۲	عمر	ام حبیبہ	
نمبر ۱۳	محمد	حنفیہ	

انکے علاوہ اٹھارہ لڑکیاں آپ کی اور تھیں۔ تمام عمر میں آپ نے ۹ بیبیاں کی تھیں لیکن فاطمہ کی حیات میں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا تھا۔

باب چہارم

قریشی النسل خلفا

فصل اول

بنو امیہ

حسن کا خلافت سے علیحدہ ہونا

امیر المومنین علی کے بعد شیعان علی نے امام حسن ابن علی کے ہاتھ پر بیعت کی حسن رضی اللہ عنہ باپ کی جگہ پر بیٹھے لیکن انکی طبیعت لڑنے بھڑنے کی طرف مائل نہ تھی - جب لوگون نے دیکھا کہ یہ اسطرف مائل نہیں ہوتے اور یہ سمجھے کہ اب امیر معاویہ کا دور دورہ ہوگا تو آہستہ آہستہ لوگ امیر معاویہ کی طرف جھکنے لگے - عبداللہ ابن عباس ایسا شخص بھی معاویہ کی طرف کچھ راغب ہوا حسن نے لوگون کا رخ دیکھ لیا اور امیر المومنین علی کیساتھ جو سلوک لوگون نے کیے تھے انھین سوچ کر امیر معاویہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور شرط یہ ٹھہری کہ حضرت علی کو کوئی برا نہ کہے حسن کے مدینہ جانے مین کوئی مزاحم نہ ہو حضرت علی کے اہل بیت تعداد مین بہت زیادہ ہین اونکو فقر و فاقہ سے بچانے کے لیے عراق اور کوفہ کا خزانہ جسکی مقدار ۵۰ ہزار درہم سے زائد نہ تھی امام حسن ساتھ لیجائین اور اہواز کے قریب جو ایک شہر "دار آب گرد" ہے اسکا خراج سالانہ گزراوقات کے لیے امام حسن کو برابر ملتا رہے - امام حسن نے یہ خواہش اسلیے ظاہر کی کہ امیر المومنین علی نے ورثا کے لیے کوئی مال یا دولت چھوڑی نہ تھی معاویہ نے اس صلح کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور فوراً راضی ہوگیا - حسن نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بار خلافت سے اپنا پیچھا چھڑا کر الگ ہوگئے - امام حسن اور امام حسین کی طبیعتون مین فرق تھا حسین نے بھی اسوقت بیعت کی مگر باکراہ - سچ ہے مصرع ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند +

معاویہ کے حالات

معاویہ اصحاب رسولؐ سے ضرور تھا لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسکا خاندان شروع مین کیسا دشمن رسولؐ تھا اور اسکے خاندان کا رسولؐ پر ایمان لانا باکراہ اور بہ مجبوری تھا - ابوسفیان ایسا شخص اسکا باپ تھا - ہند جسنے حمزہ عم رسول کا کلیجہ چبایا تھا اسکی مان تھی - ابتدا مین معاویہ ایک ادنی سپہ سالار تھا پھر باغی ہوا جنگ صفین کے بعد معاویہ سے امیر معاویہ ہوا پھر عرب یمن - شام - مصر - عراق - فارس - اور خراسان کا شہنشاہ ٹھہرا آج ابوسفیان زندہ ہوتا تو دیکھتا کہ رسول کی جن کوششون سے وہ ہمیشہ اختلاف کرتا تھا آج وہی کوششین ہفت اقلیم کی سلطنت کو اسکے خاندان مین لانے پر منتج ہوئین -

خلفاء اربعہ ابوبکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ اور علیؓ سے تو امیر المومنین معاویہ کو کوئی نسبت تھی ہی نہین لیکن اسکے بعد کے سلاطین پر نظر ڈالکر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب اس سے کہین بڑے بڑے سلاطین کو لوگون نے بے تکلف امیر المومنین کہا تو اسے کیون نہ امیر المومنین کہین کہ یہ امیر المومنین

یاران رسولؐ کا بھی امیر تھا۔

قیس ابن سعد کا مطیع ہوا

قیس ابن سعد حسن کے علیحدہ ہونے پر بھی دس ہزار فوج کے ساتھ معاویہ سے منحرف رہا۔ لوگوں نے کہا کہ بے امیر کے تم کیا جنگ کرو گے۔ قیس نے جواب دیا کہ معاویہ ایسے گمراہ امیر مطیع ہونے سے بلا کسی امیر کے لڑنا اچھا ہے۔ قیس صاحب تدبیر تھا اسلیے معاویہ نے اسے روپے کے زور سے دبا کر اپنی رائے میں کر لیا اور اس سے لڑنا پسند نہ کیا۔

حسن کو زہر دیا گیا

اسما زوجۂ حسن کے ذریعہ سے حسن کو مدینہ میں زہر دیا گیا۔ معاویہ کے اشارہ سے ایسا ہوا یا اسکے بیٹے یزید کے ایما سے یہاں مورخوں کا اختلاف ہے۔ حسن کو مزار رسول اللہ کے قریب لوگوں نے دفن ہونے نہیں دیا اور یہاں بھی مورخوں کا اختلاف ہے ~~کہ~~ اس شخص کے حکم سے جو مدینہ میں معاویہ کے حکم سے تعینات تھا۔ حسین اپنے بھائی [illegible] آمادہ قتال ہوئے لیکن پھر انکو امام حسن کی وصیت یاد آئی کہ مزار رسولؐ کے قریب لوگ جگہ نہ دیں تو کہیں اور مجھے دفن کرنا۔ قبر کھد چکی تھی کہ فساد ہوا امام حسن کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہوئی۔ اور وہ مزار رسولؐ کے قریب دفن نہیں ہوئے۔ اس واقعہ سے امام حسین بددل ہو کر مع تمام اہل بیت کے مدینہ سے مکہ چلے آئے۔

زیاد کا عروج

زیاد ابن ابی سفیان جو حضرت علی کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ شروع شروع کچھ معاویہ سے منحرف رہا پھر وہ بھی معاویہ کے اختیار میں آ گیا۔ اب تک اسے ابن ابی سفیان نہیں کہتے تھے۔ سفیان نے اپنی لونڈی زیاد کی ماں سے ہمبستری کی تھی۔ جب وضع حمل کو تین مہینے رہ گئے تو اسنے مادر زیاد کو الگ کر دیا۔ اس راز سربستہ سے معاویہ واقف تھا اسنے پولیٹکل مصالح پر نظر ڈال کر کے زیاد کو اپنا بھائی ثابت کیا۔ اسی زمانہ میں عمر ابن عاص مصر میں مرا اور معاویہ نے بجائے عمر عاص کے زیاد کو اپنا قوت بازو سمجھا۔ معاویہ نے زیاد کو بصرہ کا گورنر کیا اور پھر مغیرہ کے مرنے پر کوفہ کی گورنری بھی زیاد کو ملی۔ کوفہ اور بصرہ دونوں جگہ یہ حکمرانی کرتا تھا۔ یہ بہت ہی سخت مزاج تھا اور اسکے ساتھ ہی مدبر بھی تھا۔ کوفہ اور بصرہ کے سرکشوں کو اسنے خوب زیر کیا اسکے بعد خراسان پھر زر۔ کرمان۔ سندھ اور ہند کی حد تک جتنے ممالک مقبوضہ تھے سب اسی کے قبضے میں کر دیئے گئے۔

منبر رسولؐ

معاویہ نے اس سال حج کیا راستہ مین مدینہ پڑا اسنے چاہا کہ مسجد نبوی سے منبر رسول اُٹھا لیجائے۔ لوگ مزاحم ہوئے تو اسنے بات بنا کر دفع الوقتی کر دی۔

زیاد کا حرمین پر قابض ہونا

اسی وقت مین ماوراءالنہر اور ترکستان کے چند شہر مسلمانون کے قبضہ مین آئے۔ زیاد کا زور حکومت اور انتظام دیکھ کر معاویہ بہت خوش ہوا۔ زیاد نے لکھا کہ بائین ہاتھ سے مین یہ کل کام کرتا ہون۔ داہنا ہاتھ میرا خالی ہے۔ حرمین یعنے مکہ اور مدینہ بھی میرے سپرد ہون تو یہ میری انتہائی آرزو ہے۔ معاویہ نے اسے بھی منظور کیا اور چھ مہینہ تک معاویہ کے نام کے بعد زیاد کا نام بھی مکہ اور مدینہ کے خطبہ مین لیا گیا۔

زیاد مرا

اسکے بعد زیاد نے انتقال کیا۔ مدینہ کے لوگ اسکے ظلم سے تنگ تھے وہ لوگ اسکے مرنے سے خوش ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ تو اسکے مرنے کی دعا کرتے تھے۔

عبداللہ بن زیاد کا زمانہ

اسکے مرنے پر کوفہ بصرہ عراق اور خراسان اسکے بیٹے عبداللہ کے سپرد کیا گیا۔ مکہ مین سعید ابن ابی العاص مقرر ہوا اور مدینہ مین مروان ابن حکم کی حکومت ہوئی۔ عبداللہ ابن زیاد کو ۲۴ برس کی عمر مین حکومت ملی یہ اپنے باپ زیاد سے بھی زیادہ سنگدل تھا۔ کربلا کا معرکہ اسی کی سنگدلی کا نتیجہ ہے۔

فتح بیکند

اسی عبداللہ کے وقت مین ترکون کا ایک شہر بیکند مسلمانون کے قبضہ مین آیا اور بعضون کے نزدیک یہ فتح اسکے عہد مین نہین ہوئی۔

یزید کیلئے بیعت

سنہ ۵۶ھ مین امیرالمومنین معاویہ دشمنون کی طرف سے بالکل مطمئن ہوگیا اور اسنے یہ چاہا کہ روم اور عجم کی طرح میری سلطنت خاندانی میراث ہو جائے۔ اُسکا بیٹا یزید اسلامی حیثیت سے بالکل نااہل تھا۔ امیرالمومنین معاویہ نے چاہا کہ اُسی کو ولیعہد مقرر کرے۔ اور اس غرض سے اُسنے یزید کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ معاویہ کے دربار مین لوگ ایسے نہ تھے کہ اُنکو بیعت مین تامل ہوتا۔ زمانہ کا رنگ دیکھ کر سب نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسکے بعد تمام بلاد اسلام مین بیعت ہونے لگی۔

محمد ابن ابی بکر مصر مین قتل کر دیئے گئے

حسین ابن علی۔ عبداللہ ابن عباس۔ ~~محمد ابن ابی بکر~~ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن زبیر ان چار شخصون نے بیعت نہ کی۔ انکا بیعت نکرنا فرط اتقا کی وجہ سے تھا یا محض اسلیے کہ معاویہ کے بعد طریقہ انتخاب

یزید کے مخالف

جاری رہنے کی حالت مین وہ اپنے کو بھی امیدوار خلافت سمجھنے کی وجہ رکھتے تھے۔ مورخون کا اجماع

اسی پر ہو کہ یزید ایسے گمراہ کو اپنا امیر کہنا یہ لوگ اپنا ننگ جانتے تھے۔ سعید ابن عثمانؓ نے یزید سے بیعت کرلی تھی۔ لیکن ان چارون کا انکار سنکر وہ بھی پشیمان ہوگئے تو خراسان کی حکومت دیکر معاویہ نے انھیں راضی کرلیا۔

مکہ مین یزید کے لیے بیعت

یہ محض حکمت عملی تھی تھوڑے دنون کے بعد پھر خراسان عبداللہ کے سپرد کردیا گیا۔ جب خراسان کی طرف سعید روانہ ہوئے تو عمرہ کے بہانے سے معاویہ مکہ مین آیا اور اُن چارون آدمیون پر بیعت یزید کے لیے بہت زور ڈالا لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ اسی زمانہ مین معاویہ نے ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مکہ کا عامل کیا۔ عبید اللہ ابن زیاد سے کوفہ نکال لیا ضحاک بن

انتظام ملکی

قیس کو مصر کا حاکم کیا۔ اور کوفہ اپنے بھانجے عبدالرحمن بن ربیعہ کے سپرد کیا پھر ابن ربیعہ سے بھی کوفہ نکال کر خراسان اُنکے تعلق کیا۔ زیاد کے دوسرے بیٹے عباد کو سیستان کا امیر کیا۔

معاویہ کی موت یزید کی تخت نشینی

رجب سنہ ۶۰ھ مین معاویہ بیمار ہوکر مرا اور اُسکا بیٹا یزید اُسکے بعد تخت سلطنت پر کہ اب بجای خلافت نبوت کے تخت سلطنت سے خلافت کا تعبیر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہو۔ یزید جلوہ افروز ہوا۔

اصول انتخاب

بادشاہ کے جیتے جی یا کم سے کم اُسکے مرنے کے پہلے جانشین مابعد کا معین ہوجانا بہت اچھا ہوتا ہو۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت حضرت عمر کا نامزد ہوجانا کیسا اچھا ہوا۔ حضرت عمر نے کسی کو نامزد نہین کیا لیکن پھر بھی اتنا بتادیا کہ انھین چھ مین سے ایک ہو۔ بالکل نامزد نہ کرنے سے تو یہ اچھا ہوا۔ لیکن کوئی شخص اُنکے سامنے ہی معین ہوجاتا تو اور بھی اچھا ہوتا۔ حضرت عثمان کی خلافت مین جو فساد اُٹھے اُنہین کسی قدر لوگون کے اس خیال کو بھی گنجایش تھی کہ جو عزت عوام نے دی ہو ادسے عوام واپس بھی لے سکتے ہین۔ حضرت عثمان ابن عفان نے انتظام مابعد کی نسبت کچھ مہلت نہین پائی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ اور علی کے جیتے جی یہ امر طے نہ ہوسکا کہ امیر المومنین کسکو کہا جائے۔ معاویہ نے اپنے جیتے جی جانشین مابعد کی فکر کی اسمین کوئی عیب نہین تھا لیکن بڑا عیب تھا کہ اُسنے ایسے شخص کو نامزد کیا جو کسی طرح مومنون کے امیر ہونے کے لایق نہ تھا۔

یزید سے مخالفت

جو لوگ معاویہ کے جیتے جی یزید کی بیعت سے منکر تھے وہ اب بھی منکر رہے انکی حجت یہ تھی کہ تقرر امیر کا انتخاب سے ہونا چاہیے معاویہ خود ایسا نہ تھا کہ اُسکا انتخاب پسند ہوتا اور اُسپر طرہ یہ کہ اُسنے خود بغیر ... نامزد

بیعت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی اُس سے گویا یہ قول و قرار ہوا کہ ہم تمہارے
حکم کے پابند ہونگے۔ کوئی سمجھدار شخص جب تک کہ وہ اپنے ایمان پر قایم ہو کسی نااہل سے یہ
اقرار نہیں کر سکتا کہ میں تمہاری اطاعت کرونگا۔ انھیں وجوہ سے بعض لوگوں نے جنپر یزید
کا خارجی دباؤ نہیں پہنچ سکتا تھا یا جو اپنے ایمان کے سامنے رفتار زمانہ کی کچھ پروا نہیں کرتے
تھے بیعت یزید سے انکار کیا۔

اُس زمانہ میں بادشاہ وقت سے منحرف ہونا بغاوت کہا جاتا ہے۔ اور بغاوت اسوقت بہت
بڑا اخلاقی جرم ہے۔ لیکن جس زمانہ کا یہ ذکر کیا جاتا ہے اُس زمانہ کو زمانہ حال پر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے
اور پھر یوں بھی سمجھو کہ اگر کوئی نااہل مستقل بادشاہ ہو جاوے تو سمجھداروں کے لیے بیشک یہ حکم ہے

ناسزائے را چو بینی با اختیار — عاقلاں تسلیم کردند اختیار

پر عمل کریں۔ لیکن وہاں یہ بات بھی نہ تھی۔ نااہل لوگوں نے شور مچا کر اپنا زور قایم کرنا چاہا اور
مسلمانوں کو اس خیال سے کہ وہ مسلمانوں سے لڑنا پسند نہ کرینگے اپنی ناجائز غرض میں
انھوں نے اعانت چاہی۔ تو کیا ایسی حالت میں نالایقوں کی کامیابیوں کا مزاحم ہونا بغاوت
کہا جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ معاویہ تک تو خیریت تھی کہ وہ بیعت نہ کرنے والوں پر دباؤ نہیں ڈالتا تھا۔

یزید کی زیادتی

لوگ لالچ سے۔ طمع سے فریب اور دھوکے میں پڑکر یا مصلحت وقت دیکھ کر اُسکے گرد جمع ہوتے
تھے یزید نے تو یہ غضب کیا کہ بیعت نہ کرنے والوں کا خون مباح کر دیا۔ وہ اس امر کی مہلت
نہ دیتا تھا کہ لوگ ہاں یا نہیں پر غور بھی کر لیں۔

ناظرین سمجھتے ہونگے کہ اُسوقت کے مسلمان کیسے سخت اور کیسے وحشی تھے رسول اللہ
کے اعزہ پر ظلم کرتے تھے آپسمیں لڑتے تھے اور پھر مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اُسوقت سے
اچھے مسلمان اس زمانہ میں موجود نہیں ہیں۔ اس شبہہ کے رفع کرنے کے لیے چند امور بیان
کیے جاتے ہیں۔

آج کل ہندوستان میں کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہیں لڑنا کیسا۔ لڑنے والوں کا جتھا
صورت بنانا ہی جرم ہے۔ دو چار آدمی آپس میں اکٹھا ہوئے نہیں کہ مجمع خلاف قانون ہو گیا۔
[illegible] اور [illegible] تک کی تو یہ بھی جائز نہیں ہے جہاں ایسے صلح کل لوگ ہوں یا خشکی طبیعتوں

ایسی تجھی ہوئی ہیں دہ فی الواقع اتنے جھگڑے کو بدترین اعمال سمجھیں گے۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ لڑنا بھڑنا اتنا برا اخلاقی جرم نہیں ہے جیسا سمجھا جاتا ہے۔ راستی اور بہادری کی ایک شان ہے کہ ہتھیار کے ذریعہ سے دل کا غبار نکال لیا جائے۔ یورپ کے بعض شہروں میں ڈوئیل لڑنا اب تک جرم نہیں

جنگ کی نوعیت

نہ ہیچ میں ایک آپس میں تلوار سے فیصلہ کر لیا کرتے ہیں۔ دو شخصوں میں تنازعہ بڑھا دونوں نے ہتھیار اٹھائے اور کہا آؤ قسمت کا فیصلہ کر لیں۔ گورنمنٹ ان لڑائیوں میں مزاحم نہیں ہوتی۔ جتنی لڑائیاں حضرت علی کے زمانہ میں ہوئیں انہیں سے اکثر اسی قبیل کی تھیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کو خطا وار کہتا تھا اور چاہتا تھا کہ تلوار حق و باطل کا فیصلہ کر دے۔ ہاں معاویہ کے بعد یزید نے کچھ اسپر ستم ادکیا۔ بنیاد ظلم در جہان اندک بود ⁂ ہر کہ آمد بران مزید کرد ⁂ پھر بھی صحابہ کرام تک اور انکے بعد انکے فیض صحبت سے کئی نسلوں تک بہت اچھا زمانہ گزرا۔ صحابہ کے زمانہ میں ناجائز خونریزیاں کبھی ہوئیں لیکن تاہم وہ زمانہ غنیمت نہ سمجھا جائے۔ تاریخ دنیا کے صفحے اولٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکی لڑائیوں میں ایسے ایسے ظلم اور خونریزیاں ہوئی ہیں کہ سنگ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں کے دل درندہ جانوروں سے بدل لیے گئے تھے۔ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ پھر بھی لاکھ غنیمت معلوم ہوتا ہے

ایک بات اور بھی لکھنے کی ہے کہ رسول خدا نے اپنے طرز عمل سے لوگوں کو یہ باور کرا دیا تھا کہ تمام مسلمان انکی نظر میں یکسان ہیں۔ رسول اللہ کے اعزا جتنا اپنے کو رسول خدا کی خدمت میں مقرب سمجھتے تھے اتنا ہی تقرب ان تمام مسلمانوں کو تھا جو دائرہ اسلام میں داخل ہو کر تمام اصحاب رسول سے اخوت قایم کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کی ازواج امہات مومنین کہلاتے تھے۔ رسول اللہ کو لوگ باپ اور آنکی بیبیوں کو مائیں سمجھتے تھے عقد ثانی میں کوئی کسی قسم کا عیب یا اسمیں کسی قسم کی سبکی عربوں کے نزدیک نہ تھی ہوگا ان رسول کا دوبارہ عقد محض اسلیے نہیں ہوا کہ ماؤں کے ساتھ بیٹوں کا عقد کیونکر ہوتا۔

ایک خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں غیر قوموں نے ممالک مفتوحہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے چھین کیوں نہیں لیا۔ اسکا جواب صرف اسقدر ہے کہ حضرت علی اور معاویہ کا نفاق ایسا نہ تھا جو اسلام کی ملکی قوت کے ضعف کا سبب ہوتا۔ آپس میں انکے

اٹھاتے تھے لیکن وہ اتفاق جو رسولِ عربی نے مسلمانوں میں قائم کیا تھا غیر قوموں کے مقابلہ میں اب بھی باقی تھا۔ حضرت علی کے ساتھی معاویہ یا خوارج کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانے سے کبھی کبھی رُک جاتے تھے۔ یہ اُنکے اجتہاد کی غلطی تھی یا اس نازک معاملہ میں جو اُنکو پیش تھا یہ اُسکا نتیجہ تھا۔ کافروں کے مقابلہ میں جان مارنے پر غازی اور مرنے پر اپنی دانست میں یقیناً شہید ہوتے۔ وہ لوگ ویسے ہی امیر المومنین کے فرمان بردار تھے جیسے کہ حضرت عثمان کے وقت تک تھے۔

عبداللہ ابن عباس

بیعت کے لیے یزید کی سختی

یزید نے ولید ابن عتبہ والی مدینہ کو لکھا کہ حسین ابن علی۔ عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن عمر سے جلد بیعت لو۔ ولید نے مروان سے مشورہ کیا۔ مروان نے یہ مشورہ دیا کہ اگر یہ لوگ راضی نہ ہوں تو اُنکے سر قلم کر ڈالو۔ ولید نے امام حسین کو بلایا لیکن اُنھوں نے غور کرنے کی مہلت چاہی ولید کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے اور پھر ہاتھ نہ آئے ولید نے مروان کے کہنے کے مطابق سختی نہ کی اسلیے وہ مدینہ سے بلا لیا گیا۔ لیکن اُسکے سامنے ہی تمام اہل مدینہ نے بخوشی یا بجبر یزید کے واسطے بیعت کر لی تھی۔

عبداللہ بن زبیر مکہ میں

عبداللہ ابن زبیر اور حسین مکہ چلے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر مکہ میں پہنچکر حارث عامل مکہ کو نکال دیا اور اپنے کو خود حاکم بنایا۔ امام حسین مکہ میں تھے لیکن عزلت گزین تھے۔ عبداللہ ابن زبیر کی سرکوبی کو اُنکے بھائی عمر تعینات کیے گئے۔ عمر کو ہزیمت ہوئی اور تیسرے بھائی عبیدہ نے جو پولیٹکل معاملات سے الگ تھا اُسکو اپنے گھر میں امان دی۔ اب عبداللہ ابن زبیر کا پورا تسلط مکہ میں ہو گیا سب نے اُنکے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن حسین ابن علی الگ رہے۔ عبداللہ کے ہاتھ پر خود اُنکے اہل بیت نے بھی بیعت نہ کی اور نہ اُنھوں نے اصرار کیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کا ہے۔ کوفی لوگ عبیداللہ ابن زیاد سے تنگ تھے

سنہ ۶۰ھ عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت

اور لوگ خود اُنمیں بیوفائی اور سرکشی کا مادہ تھا۔ جب اُنھوں نے سنا کہ عبداللہ ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا۔ لیکن حسین نے ابھی تک عبداللہ سے بیعت نہیں کی ہے تو کوفہ والوں کے خیالات پاک ہو گئے اور اُنھوں نے چاہا کہ حسین کو مکہ سے بلا کر اُنکے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور وہی امیر مقرر کیے جائیں۔ معاویہ کی سلطنت بہت مستحکم تھی۔ وہ زندہ

ہوتا تو کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوتی۔ لیکن یزید کا امیر المومنین ہونا صریح بیجا بات تھی۔ اور اسلیے جابجا طبیعتوں میں تحریک پیدا ہو گئی۔

کوفیوں کا خط حسین کے نام

حسین کے پاس کوفیوں کا خط آیا۔ حسین نے دریافت حال کے لیے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ کوفہ میں خبر ہوئی کہ حسین کے بھائی مسلم آئے ہیں اور پیچھے حسین بھی آتے ہیں یا آئیں گے۔ اسپر کوئی بارہ ہزار آدمیوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مسلم نے نہایت خوشی سے حسین ابن علی کو مطلع کیا۔ حسین نے کوفہ کا ارادہ کر دیا۔ حسین کو ہنوز التوقف ہوا تو پے در پے طلبی کے خطوط آئے۔ کوفہ والوں کی جلدی حق بجانب تھی مسلم کو بیعت لینا مناسب۔ نہ تھی انکو چاہیے تھا کہ عندیہ دریافت کر کے واپس چلے آتے۔ اور جب وہ بیعت لے چکے تھے تو حسین کو بنا ناہی مناسب تھا کہ فوج بے سر داکیا کرتی۔ یزید کی اطاعت سے وہ الگ ہو چکے اور یہاں کوئی دوسرا شخص نہیں جسکے سہارے سے وہ قوت پکڑتے

مسلم کوفہ میں

مسلم سے بیعت کرنے کی خبر منتشر ہوئی تو ہوا خواہوں نے یزید کو مطلع کیا اور لکھا کہ کوفہ میں حسین کا آنا روکا جائے۔ ورنہ غضب ہو جائیگا۔ یزید اب تک زیاد اور اُسکے لڑکوں سے کشیدہ خاطر تھا۔ سوا اسکے جو انکو نسل ابو سفیان میں داخل کر لیا تھا اسکا اسکو رنج تھا اور اسی وجہ سے یزید کی ابتدا ر حکومت میں کوفہ کی حکومت نعمان کے تعلق تھی۔ ابن زیاد کے قبضہ میں صرف بصرہ تھا۔ لوگوں کی صلاح سے یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر کیا اور اُسکو حسین سے مقابلہ کرنے کا حکم بھیجا۔ عبید اللہ ابن زیاد کے کوفہ پہنچنے کے قبل کوفہ کی یہ حالت تھی کہ نعمان بن بشیر کی واقفیت میں لوگ مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور وہ سکوت کرتا تھا۔ رسولؐ کے نواسے کا احترام اُسے مزاحمت سے روکتا تھا۔

عبید اللہ رات کے وقت تنہا اونٹ پر سوار امام حسین کا سا لباس پہنے کوفہ میں پہنچا اور سیدھا نعمان کے گھر کی طرف چلا۔ تمام خلقت عبید اللہ کے پیچھے ہوئی عبید اللہ نعمان کے دروازہ پر جا کر خاموش کھڑا ہوا نعمان نے دروازہ کھولنے میں تامل کیا۔ لوگوں نے نعمان سے کہا کہ رسولؐ اللہ کا نواسہ کھڑا ہے اور تم دروازہ نہیں کھولتے۔ نعمان نے کہا کہ ”میں یہ نہیں چاہتا کہ میرا وقت حسینؑ کے قتل سے بدنام کیا جائے حسین آپ واپس جائے یزید پر آپ غالب نہ ہونگے“

اسکے بعد جب معلوم ہوا کہ حسین کی جگہ پر عبید اللہ کھڑا ہے تو نعمان نے دروازہ کھول دیا اور اسی وقت سے حلقت کا رنگ بدل گیا کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ عبید اللہ کے پہنچ جانے پر اپنے کو حسینی کہتا۔

مسلم چھپے

یہ حالت دیکھ کر ہانی بن عروہ کے مکان میں مسلم چھپے اور اُنکی تلاش ہونے لگی جب ہانی کی جان پر بنی تو مسلم باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ اب میرا چھپنا ممکن نہیں اور عبید اللہ مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ لوگوں نے کہا کہ بلا حسینؑ کے ہم تمھارا ساتھ نہیں دے سکتے چار ہزار آدمی مسلم کے ہمدرد بھی ہوگے تو وہ کون تھے درویش بے سلاح۔ کوئی فوجی آدمی انکا ساتھی نہیں تھا۔ اِن چار ہزار آدمیوں کے ساتھ مسلم دار الامارت میں پہنچے۔ جمعیت دیکھ کر عبید اللہ چھپ گیا۔ طرفین سے تیر کی بارش شروع ہوئی ایک دن تک تو محاصرہ قایم رہا۔ گھر سے کھانا آتا تھا اور لوگ کھا لیتے تھے۔ دوسرے دن صورت دگرگوں ہوئی۔ عورتیں آکر اپنے مردوں کو کھانا کھلانے کے لیے گھر سے جاتی تھیں اور پھر وہ کھانا کھا کر واپس آتے تھے۔ شام تک مسلم تنہا رہ گئے رات کو یہ پھر کسی کے گھر میں چھپے۔ لوگوں نے گھر گھیرا۔ تو ہانی کے گھر کی طرح انھوں نے اس گھر کو بھی چھوڑا اور شمشیر بکف باہر نکل آئے۔ لیکن ایکے انکو دھوکا ہوا لڑنے کی نوبت نہیں آئی۔ لوگوں نے کہا کہ تم امیر کے پاس چلو ہم تمھیں امان دلا دینگے جب یہ آئے تو ہانی کے ساتھ قید کیے گئے۔ دوسرے دن اُن دس ہزار آدمیوں کو غیرت آئی جنھوں نے حسین کے بیعت کی تھی۔ لیکن اُنکی غیرت ناپائدار تھی۔ لوگوں کا مجمع دیکھ کر عبید اللہ نے ہانی اور مسلم کو کوٹھے پر قتل کیا اور اُنکے سر نیچے پھینک دیے۔ فوج والوں نے دیکھ کر گریہ کیا۔ اُنکے آنسوؤں کے ساتھ غیرت غوغہ اور رنج سب بہ گیا اور پھر وہ اپنے اپنے گھر چلے آئے پھر کیا تھا عبید اللہ کا رنگ جم گیا اور کوفہ میں کوئی حسین کا نام بھی لینے والا نہیں رہا۔

قتل مسلم

حسینؑ کا مکہ سے چلنا

مسلم کے قتل کا حال حسین کو مکہ میں معلوم نہیں ہوا بلکہ کوفہ کے قریب پہنچکر معلوم ہوا جس روز مسلم قتل ہوئے اسی روز حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے۔ عبد اللہ ابن عباس نے بہت منع کیا عبد اللہ ابن زبیر بھی مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ " یہ سفر تمھیں سزاوار ہوتا نظر نہیں آتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن زبیر نے اپنی خلافت کو قوت پہنچانے کے لیے حسین کو فریب دیکر مکہ سے باہر کر دیا

اگر تم کو خواہش ہو تو میں تمھارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تم یہیں رہو" حسین سے غلطی ہوئی کہ وہ اپنے کنبہ سمیت چلے اپنی غلطی پر امام حسین بھی متنبہ ہوئے لیکن کوفہ کے قریب پہنچ کر امام حسینؑ کی راے لوگوں کے سمجھانے سے بدل جاتی لیکن دقت یہ تھی کہ جب ہزار دو آدمیوں نے انکے لیے یزید سے مخالفت کی۔ لوگوں کو بے زبان دے چکے۔ لوگ انکے منتظر تھے۔ تو پھر کیا مناسب تھا کہ یہ ان مسلمانوں کو دھوکا دیکر کہیں کا نہ رکھتے۔ یہ امام حسینؑ کے خیالات تھے انکو یہ خبر کہاں تھی کہ کوفہ میں نہ اب کوئی میرا ساتھی ہے اور نہ کوئی میرا منتظر ہے۔

امام حسین تو مکہ سے کوفہ چلے اور وہاں عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کے انتظام سے مطمئن ہونے کے بعد یہ فکر ہوئی کہ حسین کو راستہ میں روکنا چاہیے۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کو رے کی حکومت کا پروانہ ابھی ابھی ملا تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے اسی کو منتخب کیا۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ حسینؑ سے مزاحمت کرنے کا کام میرے سپرد نہ ہو تو اچھا۔ لیکن جب حکومت رے سے صرف زوال میں نظر آئی تو یہ راضی ہو گیا اور ملک کی راہ چلا۔ عمر ابن سعد کے لشکر میں ایک شخص یزید تمیمی کا بیٹا حُر نام تھا یہ لشکر سے آگے آگے چلتا تھا۔ آگے بڑھکر امام حسین سے اسکی ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات نواح کوفہ میں ہوئی جہاں امام حسینؑ بالکل بے بس تھے۔ حُر کو آل علی سے انس تھا۔ اسنے تمام خبر حسینؑ کو سنائی۔ حسینؑ کے ساتھ کل چالیس سوار اور سو پیادے ہتھیار چلانے کے لائق تھے حُر سے یہ حالات سُنکر امام حسینؑ متفکر ہوئے۔ نہ جاے ماندن نہ پاے رفتن۔ تنہا ہوتے تو کہیں چھپ جاتے۔ اہل و عیال پاؤں کی بیڑی تھے۔ حُر نے یہ صلاح دی کہ راستہ چھوڑکر آپ غیر متعارف راہ سے نکل جائیں۔ آپ نے اسپر عمل بھی کیا لیکن کوئی فائدہ نہ نکلا۔ آپ کربلا تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ عمر ابن سعد کا لشکر آ گیا اور آنکو مجبوراً سینہ سپر ہونا پڑا۔ عمر سعد نے حسین کو سمجھایا اور کہا کہ گو تمھیں لوگ احق ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ علی سے زیادہ تم لڑ نہیں سکتے۔ علی نے کتنی کوششیں کیں لیکن آنکو کامیابی نہ ہوئی اور مرتے دم تک وہ مصیبت میں رہے تم اس جھگڑے سے الگ رہو تو زندگی آرام سے کٹے گی اور اگر الگ نہ رہو گے تو معلوم نہیں کون مارا جائے۔ امام حسینؑ نے کہا اگر تم چاہو تو میں مکہ پھر جاؤں اور اللہ کی عبادت کرتا رہوں یا یزید کے پاس شام چلا چلوں۔ عمر ابن سعد نے عبید اللہ

واقعہ کربلا

ابن زیاد کے پاس خط بھیجا۔ عبید اللہ نے لکھا حسین کو میرے پاس آنا چاہیے میں انکو یزید کے پاس بھیجوں گا۔ امام حسین نے کہا "میں خود یزید کے پاس چلوں گا کسی کو میرے ساتھ کر دو"۔ عبید اللہ نے اپنی بات پر اصرار کیا اور کہا "نہیں حسین کو میرے پاس آنا ہوگا"۔ لیکن علمائے شیعہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے کبھی یزید کے پاس جانا قبول نہیں کیا۔ خط و کتابت کا سلسلہ ایک ہفتہ تک رہا اور اس اثنا میں پہلی محرم سے حسین ابن علی کی حالت رجا و بیم کربلا میں مقیم یا نیم محصور رہے تھے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو نرم دل سمجھ کر جویرہ اور شمر ذی الجوشن کو تعینات کیا اور یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو حسین کو زندہ یا مردہ میرے پاس لاؤ۔ یہ صورت دیکھ کر عمر ابن سعد متفکر ہوا اور ۹ محرم کو اسنے خیمہ میں حسین کے پاس آکر کہا کہ "میں نے بہت چاہا کہ خونریزی نہ ہو لیکن مجبوری ہے۔ جو تم کہتے تھے میں نے عبید اللہ ابن زیاد نہیں مانتا اور جو وہ کہتا ہے تم نہیں مانتے۔ دیکھو یہ قاصد آیا ہے اور پیغام لایا ہے کہ عمر ابن سعد کو لڑائی میں تامل ہو تو اسے قید کر کے جویرہ سردار فوج بنے اور لڑائی کرے۔ فی الواقع جویرہ کے ساتھ عبید اللہ نے ایسا ہی حکم بھیجا تھا اور اسکے بعد شمر کو اسنے یہ سمجھا کر بھیجا کہ مبادا جویرہ اور ابن سعد کی نرم دلی سے حسین کو کوئی فائدہ پہنچ جائے۔ مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد نے جو کچھ کیا وہ ظاہر تھا اسی لیے حسین اسکے پاس جانے میں تامل کرتے تھے۔

۹ محرم کی لڑائی حسین کی درخواست پر ملتوی رہی۔ دوسرے دن صبح سے لڑائی شروع ہوئی اور عبید اللہ کے حکم کے مطابق نہر فرات کا پانی بھی لوگوں پر شب سے بند کر دیا گیا۔ پانی بند ہونے کا حال حسین کے ساتھیوں کو پہلے سے معلوم نہ تھا اور اسلیے ضرورت سے زیادہ پانی انکے پاس نہ تھا۔ صبح ہی سے پیاس شروع ہوئی اسپر سے دھوپ کی سختی نہایت تکلیف دہ تھی لیکن کیا کیا جاتا۔ لڑنا لابدی تھا۔ بے بس ہوکر جان دینے سے تو لڑ کر مرنا اچھا تھا۔

جو لوگ اہل بیت حسینؑ سے نہ تھے انسے امام حسینؑ نے کہا کہ لوگ تمہارے دشمن نہیں ہیں تم واپس جاؤ میں مرنے پر تیار ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اہل بیت رسولؐ کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر جا نہیں سکتے۔ کسی نے حسینؑ کو یہ صلاح دی کہ لوگوں کو چھوڑ کر آپ تنہا نکل جائیے جب اور لوگ یہاں ہونگے تب آپ کے چلے جانے کا پتہ نہ لگے گا۔ حسینؑ نے جواب دیا کہ میں

اُن لوگوں کو کیونکر تنہا چھوڑ دوں جو اپنی جان بچانے کے لیے مجھے تنہا چھوڑنا پسند نہیں کرتے -

دونوں صفوں کے درمیان میں جو خطبہ امام حسینؑ نے پڑھا وہ بہت ہی پُر اثر تھا - لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ حسینؑ کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو امام رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے - اس قصور پر لوگ اُنکے خون کے پیاسے کھڑے تھے - یہ سب اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے - دُنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہ تھا - اُس پُر اثر خطبہ نے بجز حُر کے کسی کے دل پر اثر کیا حُر امام حسینؑ کی طرف چلا آیا اور آپ پر جان نثار ہو گیا - حسینؑ کے ساتھیوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا - بہت سے دشمن مارے گئے - حسینؑ کے ساتھیوں نے دکھا دیا کہ بنو ہاشم کے بازوں میں کتنی قوت تھی - امام حسینؑ کو تو کبھی لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا آج ہی معلوم ہوا کہ (الولد سر لابیہ) علیؑ کی طرح انکی لڑائی بھی بہت سخت تھی - یہ جدھر پہنچ جاتے تھے میدان صاف کر دیتے تھے - لیکن یہ بیچارے ہزاروں کا مقابلہ کہاں تک کرتے - وہ گر پڑتے تو پیس جاتے - الآخر امام حسینؑ مع اپنے تمام ساتھیوں کے شہید ہوئے - کوئی شیر خوار بچہ بھی نہیں بچا - امام حسینؑ کی نسل کا قائم رہنا تھا صرف علی ابن حسین جنکا لقب آیندہ چل کر زین العابدین ہوا خیمہ کے اندر بیمار پڑے رہنے سے بچ گئے - حسینؑ کے ساتھ ۸۸ یا ۱۴۰ آدمی شہید ہوئے - عمر ابن سعد سب کو دفن کر کے کوفہ چلا - اور اپنے ساتھ علی ابن حسین کو اور اُنکے ساتھ کی سب عورتوں کو لیتا گیا - علی اپنے گھر کی عورتوں سمیت پہلے ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچائے گئے - پھر وہاں سے یزید کے سامنے دمشق پہنچائے گئے ان عورتوں کے ساتھ بجز اسکے اور کوئی روایت نہیں ہوئی کہ یہ لونڈیاں نہیں بنائی گئیں - امام حسینؑ کا سر بھی نیزہ پر ان آفت زدوں کے ساتھ ساتھ دمشق تک تھا جس سے ان قیدیوں کی مصیبتیں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں - یہ بڑا سخت واقعہ تھا - علی ابن حسین جب تک زندہ رہے اس سے متاثر رہے -

اہل بیت حسینؑ کے ساتھ سلوک

امیر المومنین علی تک مذہبی اور ملکی پیشوا ایک ہوتا تھا - لیکن انکے معاویہ کے وقت میں کچھ کیا بہت کچھ گڑبڑ شروع ہوا - یزید کے وقت سے تو یہ دو فرقے الگ الگ ہو گئے - یزید اور اسکے بعد کے سلاطین بھی اپنے کو خواہ مخواہ امیر المومنین کہلاتے تھے - لیکن بعض سچے مسلمان جو سنت نبوی کے پیرو تھے اُنسے دور رہتے تھے - اس کتاب میں صرف پولیٹیکل معاملات کی تصویر دکھائی گئی ہے ناظرین

علی بن حسین

یہ نہ سمجھیں کہ بس ایسے ہی لوگ مسلمانون کے پیشوا تھے اور انھین پر مسلمانون کو ناز ہے۔ اس کتاب مین صرف جنگی اور ملکی آدمیون کے تذکرے ہین۔ عابد زاہد خدا ترس جنکی ذات سے دین قایم رہا جو رکن دین تھے اور سنت نبوی پر چلنے والے تھے اُنکے قصے دوسرے ہین۔ یزید کے بعد سچے مسلمانون کا فرقہ کھلم کھلا الگ ہوگیا۔ وہ مسلمان بادشاہون کے سامنے جانا معیوب سمجھنے لگے۔ حدیث نبوی جمع کرتے تھے قرآن کی تفسیرین لکھتے تھے فقہ کی تدوین کرتے تھے اسماء الرجال کی ترتیب دیتے تھے۔ عبادت کرتے تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ لوگون کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ ابنائے جنس کو اچھا نمونہ دکھاتے تھے اور اخلاق کے لیے عمدہ ذخیرہ چھوڑتے تھے۔ جہان جہان ملکی مسلمان تلوار لیکر پہنچتے تھے وہان یہ لوگ مصلّا سجادہ لیکر پہنچتے تھے۔ اہل فوج جہان سو آدمیون کو بزور تلوار اپنا مطیع کرتے تھے وہان یہ لوگ لاکھون کو اپنے طرز عمل سے سنت نبوی کا نمونہ دکھا کر اسلام کے دام محبت مین پھنساتے تھے۔

مسلمانوں کے فرقے

جب مسائل شرعی کے تدوین کی ضرورت ہوئی تو آراء مین اختلاف واقع ہوا۔ ابو حنیفہ امام شافعی احمد بن حنبل امام مالک یہ چار بڑے بڑے مقنن (فقیہ) گذرے ہین جنھون نے قرآن اور سنت نبوی سے دینی اور دنیاوی اخلاقی اور ملکی قانون کے لیے مجموعۂ قواعد مرتب کیا۔ ان چار شخصون کو حدیث دریافت کرنے مین اُن مسلمانون کی تلاش ہوئی جنکا دامن ملکی معاملات سے کبھی اسطرح ملبس نہین ہوا کہ اُنکے فعل بظاہر بہت بڑی خطاؤن کی حد تک پہنچے ہون۔ باعتبار فقہ کے شافعی مذہب قریب قریب اہل تشیع کے مذہب کے ہے۔ لیکن چونکہ ایک بہت بڑے اہم امر مین انکو اختلاف ہے اسلیے پہلے مسلمانون کی دو تقسیمین کی جاتی ہین۔ ایک سنی یعنے اہل سنت وجماعت دوسرے اہل تشیع یعنے شیعہ۔ سُنیون کی تقسیم باعتبار اختلاف آراء کے چار گروہ مین ہے۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی اور مالکی۔ لیکن اسمین سے ایک گروہ دوسرے گروہ کو برا نہین کہتا۔ انکی مثال ایسی ہے جیسے ہائیکورٹ کے جج باہم مختلف الراے ہوتے ہین۔ یون تو ہر ایک اپنی راے کو باوقعت سمجھتا ہے لیکن دوسرے کی راے کو ذلیل نہین جانتا اہل تشیع مین ضمنی تقسیمین بھی ہین۔ جنمین سے دو اثنا عشریہ اور اسمٰعیلیہ زیادہ مشہور ہین۔ وہ بڑا امر جسمین سنیون اور شیعون مین اختلاف ہے یہ ہے کہ سُنی اُن تمام صحابہ رسول کے ذریعے

پیغمبر خدا کی حدیثیں لیتے ہین جنکو اپنے نزدیک کسی وجہ سے ناقابل وثوق نہین سمجھتے اور اہل تشیع زیادہ تر اہل بیت رسولؐ کے ذریعہ سے جو حدیثیں منقول ہین انھین کو صحیح مانتے ہین اور حجت یہ کرتے ہین کہ اہل بیت کو ذریعہ واقفیت زیادہ تھا اور یہ بھی کہتے ہین کہ علی وصی رسول تھے۔ جب صحابہ کبار نے وصیت رسولؐ کا خیال نہ کیا تو ان آفتاب پرستاروں کا کیا اعتبار کیا جائے۔

حضرت علی کے بعد خلافت معاویہ اور یزید کی طرف منتقل ہوا۔ لیکن شیعان علی نے (جو ایک ... اپنے خیال مین زیادہ مستقل نہ تھے کیونکہ حضرت علی کی شہادت کے بعد شیعان علی مین استقلال ہوتا تو امام حسن خلافت ہی سے کیون دست بردار ہوتے) دینی امور مین اپنا پیشوا حسنین کو سمجھا اور حسنین کے بعد انکو جو انکی اولاد مین سب سے زیادہ باوقعت نکلے اہل تشیع کے نزدیک حضرت علی امام حسن اور امام حسین کے علاوہ آٹھ آدمی انکی نسل مین اپنے اخلاق کی وجہ سے بہت زیادہ برگزیدہ ہوئے آٹھ اور تین گیارہ ہوگئے۔ اور انکا خیال ہے (جس سے سُنّی بھی چندان منکر نہین ہین) کہ اسی نسل سے ایک بارہوان امام کسی زمانہ مین غالباً قیامت کے قریب پیدا ہوکر راہ راست کی ہدایت کریگا۔ یہ اصلیت ہے اس مقولہ کی جو عام طور پر مشہور ہے کہ شیعان علی بجز سوا رسولؐ اور فاطمہ کے بارہ شخصون کو مذہبی پیشوا مانتے ہین۔ یہ بارہ امام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک بھی بہت ہی باوقعت ہین۔ رسولؐ خدا کو تو سب افضل جانتے ہین۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بعض سُنیون کا یہ خیال ہے کہ اپنے عہد کی تمام بیبیون مین وہ اچھی ہین بلکہ اُن چار بیبیون مین ہین جنسے افضل کوئی دوسری عورت نہین ہوئی اور جنکا تذکرہ اوپر لکھا گیا ہے اہل سنت اور جماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو با عتبار خلافت کے چوتھے درجہ مین مانتے ہین لیکن بعض سُنّی ایسے بھی ہین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض خصایل مین تمام صحابہ رسولؐ پر ترجیح دیتے ہین۔ اُن تمام بزرگان دین کے حالات لکھنے کی تو گنجایش نہین ہے جنکو اہل سنت اصحاب مذہبی امور مین اپنا مقتدا مانتے ہین یا دوسرے لفظون مین جنکی بدولت آج تک دنیا مین مسلمانون کی صورت دکھی جاتی ہے لیکن بارہ امام جنکو دونون فریق بزرگ سمجھتے ہین اور اسمین شک نہین کہ مذہبی امور مین ان لوگون کے بہت کچھ احسانات مسلمانون کی گردن پر ہین اُنکے نام نامی اس کتاب مین درج کیے جاتے ہین

بارہ امام

نمبر	نام	لقب	کنیت	باپ کا نام	پیدائش	فوت	کیفیت
۱	علی	مرتضیٰ	ابو تراب	ابی طالب		سنہ ۴۰ھ / ۴۱ھ	
۲	حسن		ابو محمد	علی	سنہ ۳ھ	سنہ ۵۰ھ	مدینہ مین انکو زہر دیا گیا اور وہین فوت ہوئے
۳	حسین	سید الشہدا	ابو عبد اللہ	علی	سنہ ۴ھ	سنہ ۶۱ھ	کوفہ کے قریب کربلا مین شہید ہوئے اور وہین لاش دفن ہوا سر دمشق بھیجا گیا
۴	علی	عابد یا زین العابدین	ابو محمد	حسین	سنہ ۳۸ھ / سنہ ۳۷ھ	سنہ ۹۵ھ	بہت بڑے عابد تھے یزید اور عبد الملک کے عہد خلافت مین تھے لیکن پولیٹکل معاملات سے دور رہے۔
۵	محمد	باقر	ابو جعفر	علی	سنہ ۵۷ھ	سنہ ۱۱۴ھ / سنہ ۱۱۷ھ	یہ بہت ذی علم تھے اور اسی لیے باقر لقب ہوا
۶	جعفر	صادق	ابو عبد اللہ	محمد	سنہ ۸۰ھ / سنہ ۸۳ھ	سنہ ۱۴۸ھ	منصور کے وقت مین تھے۔ خلقت انکی طرف بہت گرویدہ تھی۔
۷	موسیٰ	کاظم	ابو ابراہیم	جعفر	سنہ ۱۲۸ھ	سنہ ۱۸۳ھ	انکو کبھی غصہ نہ آیا اسلیے کاظم الغیظ کی رعایت سے کاظم انکا لقب ہوا ہارون رشید انکی بڑی قدر کرتا تھا لیکن سلطنت کے حسد سے انکو زہر دیا۔
۸	علی	رضا	ابو الحسن	موسیٰ	سنہ ۱۴۸ھ	سنہ ۲۰۳ھ	مامون رشید انکی بڑی قدر کرتا تھا بلکہ انکو اپنا ولیعہد بھی مقرر کیا تھا لیکن دوستان شاہی نے حسد سے انکو زہر دیا
۹	محمد	تقی جواد	ابو جعفر ثانی	علی	سنہ ۱۹۵ھ	سنہ ۲۲۰ھ	مامون رشید کے داماد تھے یہ قصہ مشہور ہے کہ انکی بی بی نے اپنے باپ بادشاہ وقت سے شکایت کی کہ محمد نے دوسری عورت سے شرعی تعلق قایم کر لیا ہے مامون نے جواب دیا کہ تمہاری خاطر مین یہ حکم نہین دے سکتا کہ جو شے اللہ نے محمد پر

نمبر	نام	لقب	کنیت	باپ کا نام	پیدائش	فوت	کیفیت
							حلال کی ہو وہ اُسکو حرام سمجھیں
١٠	علی	ہادی	ابوالحسن	محمد	سنہ ٢١٤ھ سنہ ٢١٣ھ	سنہ ٢٥٤ھ	متوکل کے زمانہ مین یہ تھے منتصر کے عہد مین اپنی موت سے مرے۔
١١	حسن	زکی یا عسکری	ابومحمد	علی	سنہ ٢٣٢ھ	سنہ ٢٦٠ھ	
١٢	محمد	مہدی	.	.	.	.	انکو مہدی آخرالزمان بھی کہتے ہین یہ پیدا نہین ہوئے لیکن اکثر مسلمانونکا خیال ہو کہ یہ پیدا ہونگے اور مسلمانون کی اصلاح کرینگے

یہان یہ بھی ذکر کیا جانا مناسب ہو کہ مذہب کی تقسیم یزید کے بعد بہت دنون تک ظاہر نہین ہوئی یہ تقسیمین اُسوقت ظاہر ہوئین جب مذہب اسلام کے دن بُرے آئے اور بجز تو تو مین مین کے اُنکے پاس کچھ نہ رہا اور زیادہ تر سُنیون اور شیعون کی تفریق ایران کے خاندان صفوی کی بدولت عمل مین آئی جسنے بعض مورخون کے نزدیک شیعون کو سُنیون سے الگ کرکے اپنا پولیٹیکل رنگ جمانا چاہا۔ اب بھی بعض بعض سمجھدار مسلمان ایسے ہین جو اپنے کو محمدی کہتے ہین سُنی۔ شیعہ حنفی یا شافعی وغیرہ فرقون کے ساتھ آپ کو موسوم کرنا عیب جانتے ہین۔ لیکن اکثر ایسے بھی ہین جو اُس تفرقہ کے ساتھ اپنے نام کا ظاہر کرنا شعار اسلام سمجھتے ہین۔

یزید کے بعد ہی مذہبی فرقون کے الگ نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یزید کے بعد ابھی مسلمانون کو دنیاوی ترقی کرنا باقی تھی۔ یہ مذہبی تقسیم یعنے نفاق کی بلا اقبال سندی کے زمانہ مین کیون قریب آئی۔ قومین جب آپسمین تلوار سے (زبان سے نہین) لڑتی ہین تو انکا زور کبھی بڑھ جاتا ہو۔ دیکھو درخت چھٹنے سے اور بڑھتے ہین۔ دُنیا کی تاریخین بھی ایسی بہت سی مثالین رکھتی ہین۔ فرانس مین پہلے اندرونی خونریزیون کی حد نہ تھی تب وہان کے بادشاہ نپولین نے ہفت اقلیم مین فرانس کا جھنڈا گاڑا پہلے دیکھو قریش آپسمین مین کسطرح لڑے۔ لیکن جب آپسمین لڑ چکے تو دس ہی پندرہ برس مین تمام عرب

مصر، شام اور ایران پر قابض ہو گئے۔ ممکن تھا کہ اب مسلمان عیش و عشرت میں مبتلا ہو کر خراب ہو جاتے لیکن زمانہ انکو اور ترقی دینا چاہتا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ عبد الملک بن مروان تک آپس میں لڑتے رہے اور کچھ کچھ برائے نام غیر قوموں کو دباتے رہے۔ لیکن عبد اللہ بن زبیر کے مرنے پر جب اندرونی فساد رفع ہوا تو انکی تلوار جو باہمی لڑائیوں میں تیز ہو چکی تھی پھر غیر قوموں پر برق کی طرح جا چمکی اور یورپ سے چین (؟) ادھر جانب مسلمانی فتوحات پھر شروع ہو گئے۔ ہاں اتنا ہوا کہ جو فتوحات اس زمانہ میں ہوئے انمیں صحابہ رسول شریک نہ تھے اور اسلیے جو ممالک اب مفتوح ہوئے انپر وہ اعلی درجہ کی اخلاقی بھلائیاں جو اصحاب رسول کے فیض صحبت سے پہنچتی تھیں نہ پہنچ سکیں۔

عبد اللہ ابن زبیر اور یزید

امام حسین کی شہادت کے بعد یزید نے سمجھا کہ میری حکومت میں اب کوئی خدشہ نہیں ہے لیکن اسکے بعد ہی اُسے یہ معلوم ہوا کہ عبد اللہ ابن زبیر امام حسن سے کہیں زیادہ سخت دشمن اسکا مدینہ میں موجود ہے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے امام حسنؑ کے بعد کچھ قدم آگے بڑھایا۔ یزید خود فاسق اور فاجر تھا ہی اُسپر سے قتل حسینؑ کا الزام جو اسپر عاید ہوا تو ابن زبیر کو یزید کے خلاف سازش قائم کرنا آسان ہو گئی اور یزید یہ سمجھا کہ امام حسین کے قتل کرنے میں عبید اللہ ابن زیاد سے سخت غلطی ہوئی۔ عبید اللہ ابن زیاد کو یہ توقع تھی کہ سر حسین کے صلہ میں خراسان کی حکومت اُسے ملجائیگی۔ لیکن یزید نے اُسکا کوئی درجہ نہیں بڑھایا۔

عبید اللہ بن زیاد کی بے دلی

اسی زمانہ میں مسلم بن زیاد نے خراسان کی حکومت یزید سے پائی۔ سمرقند اور خوارزم وغیرہ اُسنے مفتوح کیے۔ یزید کے مرنے تک مسلم خراسان میں تھا اور مسلم کی طرف سے سیستان طلحہ کے تعلق تھا۔ عبید اللہ بن زیاد خراسان کا خواہاں تھا۔ مسلم کا وہاں تعینات ہونا اور بھی عبید اللہ بن زیاد کے رنج کا باعث ہوا۔

یہاں عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں سے علانیہ مکہ میں بیعت لینا شروع کر دی۔ ولید ابن عتبہ یزید کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا۔ ولید کی طرف سے جو شخص مکہ میں خلیفہ تھا اُسے عبد اللہ ابن زبیر نے مکہ سے نکال دیا اور اپنے کو مکہ کا حاکم بنایا۔ عبد اللہ ابن زبیر کے ساتھی الگ نماز پڑھتے تھے اور یزید کے ہوا خواہوں کی الگ جماعت ہوتی تھی۔

ولید کی جگہ پر عثمان ابن محمد بن ابی سفیان مدینہ میں تعنات ہوا۔ عثمان ابن محمد نے دس آدمیوں کو یزید کے پاس روانہ کیا۔ یزید نے اُنکے ساتھ بہت کچھ لطف و حسن سے سلوک کیا اور امید یہ رکھی کہ وہ لوگ مدینہ میں واپس آکر یزید کے مداح ہونگے۔ لیکن نتیجہ برعکس ہوا۔ وہ لوگ جو واپس آئے تو عام طور پر یزید کی شراب خواری اور بد اطواری کا اظہار کیا۔ اور عثمان ابن محمد کی اطاعت سے منحرف ہوکر اُسے قید کر لیا۔ باستثنار عبد الملک ابن مروان کے کہ وہ ہر وقت مسجد میں عبادت کرتا تھا اور علم فقہ پڑھتا تھا اور تمام بنی امیہ مع مروان کے عثمان کے ساتھ قید کیے گئے۔ یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو لکھا کہ مدینہ کی جلد خبر لو۔ یزید سے ابن زیاد آزردہ تھا ہی اُسنے پہلو تہی کی اور لکھا کہ میں نے آل رسولؐ کو قتل کیا۔ اب خانہ رسولؐ کی بربادی کسی دوسرے کے تعلق کیجیے۔ دونوں کام مجھی سے مناسب نہیں۔ مدینہ کے سرکشوں کا سردار پہلے علی ابن حسین کے پاس آیا جب اُنکو متوجہ نہ پایا تو عبد اللہ ابن زبیر کے ہاتھ پر سب لوگوں نے بیعت کی۔ یہ خبر سُنکر یزید نے مسلم بن عقبہ کو روانہ کیا۔ لیکن حرمین کا اتنا احترام کیا یا مصالح ملکی پر نظر کرکے یہ ہدایت کی کہ حتی الوسع خونریزی نہ کرنا اور جب چارہ نہ ہو تو دریغ بھی نہ کرنا۔ جب مسلم بن عقبہ کا لشکر قریب پہنچا تو قیدیان بنی امیہ بھی کسی طرح اُن تک پہنچ گئے۔ عبد اللہ ابن حنظلہ مدنیوں کا سردار مارا گیا۔ اور مسلم نے غلبہ پاکر شہر والوں کو بڑی تکلیف پہنچائی۔ تین روز تک شامیوں نے مدینہ والوں کا خون حلال رکھا اور یاران رسولؐ غاروں میں چھپے چھپے پھرتے تھے۔

یزید کے فسق و فجور کا اعلان

مدنیوں پر آفت

عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کو پہلے اُنکا بھائی عمر بن زبیر یزید کی طرف سے تعنات ہوکر آیا عمر بن زبیر کو ہزیمت ہوئی۔ عبد اللہ بن زبیر اس اثنار میں بہت قوت پکڑ گئے تھے ممکن تھا کہ وہ مدینہ میں آکر شامیوں کا مقابلہ کرتے لیکن امام حسین کے واقعہ نے اُنہیں ایسا سبق دیا تھا کہ وہ مکہ سے باہر نکلنے پر کبھی جرأت نہ کرتے تھے۔

سنہ ۶۳ھ میں حج عبد اللہ ابن زبیر نے کیا۔ اور یہ اُنکے مکہ میں امیر ہونے کا پورا ثبوت تھا مسلم بن عقبہ عبد اللہ ابن زبیر کے دبانے کو مدینہ سے مکہ آیا اور راستے بیمار ہو جانے سے حصین بن نمیر کو شامیوں کا سپہ سالار کیا۔ (ذوالحجہ) تک شامیوں نے مکہ کا محاصرہ قایم رکھا سپاہ شام جنمیں بعض کافر اور حبشی بھی تھے سے شہر میں پتھر برساتے تھے مسجد کعبہ

خانہ کعبہ جلا

مزرشنجی اور اسکے بعد روئی مین آگ ندھک بھر کر شامیون نے اس طرح پھینکی کہ خانہ کعبہ کے پردہ مین آگ لگ گئی اور تمام دیوارین سیاہ ہوگئین۔

مورخون نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ مین آگ لگنے اور یزید کے مرنے کی ایک تاریخ ہے۔ سپاہ شام نے مکہ سے لوٹ جانے کا ارادہ کیا اتنے مین یزید کے مرنے کی خبر شایع ہوئی حصین نے سُنا کہ یزید کا بیٹا معاویہ گدی پر بیٹھا ہے۔ حصین نے عبداللہ ابن زبیر کو یہ راے دی کہ وہ شام چلین اور مسلمانون سے بیعت لین۔ حصین کی یہ تقریر بظاہر نیک نیتی سے تھی۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر واقعہ کربلا سے ایسے متاثر تھے کہ باہر جانے کی قسم کھائی تھی۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ مین شام کیون جانے لگا۔ مین اہل مدینہ کے خون کا بدلا شامیون سے لینے والا ہون۔ حصین نے کہا تم لڑکے ہو مین تمکو شہنشاہ بنانے کا منصوبہ کرتا ہون اور تم اہل مدینہ کی حمایت کی فکر مین ہو مجھے تمھاری عقل کا اندازہ مل گیا۔ اس عقل پر تم بادشاہی نہین کر سکتے اسکے بعد حصین نے علی ابن حسین سے کہا کہ تم مستعد ہو کہ تمھارے سوا کوئی دوسرا خلافت کے لائق نہین ہے۔ پانچ ہزار آدمی تو ابھی آپ کی بیعت کرتے ہین۔ پھر آگے بڑھیے تمام اہل شام آپ کے مطیع ہو نگے لیکن علی ابن حسین نے منظور نہین کیا۔

یزید کی موت

یزید کی موت ۳۹ برس کی عمر مین ہوئی۔ تین سال آٹھ مہینے تک اسنے بادشاہی کی تمام لوگون نے یزید کی وصیت کے مطابق یزید کے مرنے پر اسکے بیٹے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عمر ابن مقصوم نے معاویہ سے کہا کہ اگر عمرؓ اور ابوبکرؓ کی طرح سے تم انصاف کروگے تو سب کچھ ہے اور نہین تو دوزخ تمھاری جگہ ہے۔ معاویہ یہ سُنکا ممبر پر چڑھا اور بولا" مین اپنے کو اس کام مین کمزور پاتا ہون ابوبکر اور عمر سا تم کسی کو ڈھونڈھو مین الگ ہوتا ہون"۔ یہ کہکر وہ ممبر سے اترا گھر مین گھس گیا اور کیواڑ اندر سے بند کر لیے۔ اسکے بعد وہ چالیس روز تک زندہ رہا اور پھر مر گیا

معاویہ بن یزید

چالیس روز تک شامیون نے کسی دوسرے کو خلیفہ کرنا نہین چاہا۔ معاویہ سے اصرار کرتے تھے۔ وہ ہاتھ مین عنان حکومت لینا پسند نہین کرتا تھا۔ لیکن اسکی حیات مین کوئی خلیفہ نہین کیا گیا اسلیے یہ کہہ سکتے ہین کہ معاویہ ابن یزید کی خلافت ۴۰ روز تک تھی۔

معاویہ کے مرنے پر خلیفہ بنانے کی فکر شامیون کو پیدا ہوئی۔ عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان

کی طرف لوگ رجوع ہوئے لیکن اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مین اس شرط پر خلیفہ ہوتا ہون کہ کسی سے نہ لڑونگا۔ ظاہر تھا کہ ایسا شخص کسی طرح خلیفہ نہین ہوسکتا تھا۔ اسکے بعد عثمان عبد اللہ ابن زبیر کے پاس مکہ چلا آیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے معاویہ کے لیے بیعت حاصل کرنے مین کچھ کامیابی حاصل کی تھی کہ معاویہ کے مرنے کی خبر آئی۔ عبید اللہ ابن زیاد نے موقع پاکر کوفہ کا خزانہ چھپا دیا۔ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن حارث بن نوفل بن حرب بن عبد المطلب اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ جابجا خلافت کی خواہشین کرنے لگے۔ عبد اللہ ابن زبیر نے تو خوب ہی موقع پایا اب عام طور پر یہ امیر المومنین بولے جانے لگے۔ حجاز، مکہ اور مدینہ مین انکا پورا تسلط ہوگیا۔ لوگ شام مین انکو بلاتے تھے۔ لیکن یہ کہتے تھے کہ مین مکہ سے باہر نہین جاسکتا۔ کوفہ اور بصرہ مین بھی عبد اللہ ابن زبیر کی طرف سے حاکم پہنچ گئے تھے۔

عبد اللہ ابن زبیر کا عروج

مختصر یہ کہ ۶۵ھ تک عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت تمام ممالک شرقی اور جنوبی مین قایم ہوچکی تھی۔

جب عراق مین عبد اللہ ابن زبیر کی حکومت جم چکی تو شامیون نے انکو شام مین بلایا لیکن انھون نے پھر بھی مکہ چھوڑنا پسند نہین کیا۔ ایک حاکم اپنا انھون نے مصر مین بھی بھیجا۔ عبد اللہ ابن زبیر نے تمام بنوامیہ کو مدینہ سے شام بھیجدیا۔ شام مین مختلف لوگون کے نام لیے جاتے تھے۔ عبد اللہ ابن زبیر پر بھی لوگون کی خواہش تھی جنھون نے شامیون سے یہ کہا کہ عبد اللہ ابن زبیر شام مین نہ آئینگے۔ مین نے بہت کہا لیکن وہ مکہ چھوڑنا پسند نہین کرتے اور شامی یہ چاہتے تھے کہ جو خلیفہ ہو وہ دمشق مین رہے۔

آخر مین لوگون کا خیال خالد ابن یزید کی طرف رجوع ہوا اتنے مین مروان ابن حکم مدینہ سے دمشق پہنچا اور لوگون کے دلمین یہ جمانا چاہا کہ خالد ۱۶ برس کا لڑکا خلافت کا کام نہین کرسکتا۔ اس کام کے لیے کوئی تجربہ کار بوڑھا آدمی مناسب ہے۔ ابھی تک مروان کی طرف کسی کا بھی خیال نہ تھا۔ عبد اللہ ابن زبیر کا عروج کوفہ مین دیکھ کر عبید اللہ ابن زیاد شام مین پہنچا۔ آخر آخر اسے یزید سے رنج آگیا تھا۔ یزید کے خاندان مین سلطنت کا رہنا اسے پسند نہ تھا اسلیے یہ اُن کوششون مین ساعی ہوا جو مروان کو خلیفہ بنانا چاہتی تھین۔ مروان اس اقرار سے خلیفہ ہوا کہ اُسکے مرنے پر سلطنت خالد کو ملے لیکن

مروان کی چال

مروان خلیفہ

اُسنے آیندہ چل کر ایسا نہین کیا بلکہ اپنے بیٹے عبدالملک کو نامزد کیا جسکی کیفیت آگے بیان کی جائیگی۔

اہل خروج

مروان جب تخت پر بیٹھا علاوہ عبداللہ ابن زبیر کے بہت سے دعویدار پیدا تھے۔ اکثر لوگ حسین ابن علی کے خون کی دعویداری سے اپنا رنگ جمانا چاہتے تھے۔ ان خروج کرنے والون سے عبداللہ ابن زبیر ایک طرف لڑتے تھے۔ اور دوسری طرف مروان اور اُسکا بیٹا عبدالملک پے در پے لڑتا رہا۔ اور اسلیے مروان یا اُسکے بیٹے عبدالملک کو عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کا موقع عرصہ تک نہین آیا۔

مختار

جن لوگون سے مروان بن عبدالملک اور عبداللہ ابن زبیر کو لڑنا پڑا تھا انمین مختار ایک شخص قابل تذکرہ ہے۔ اصل وجہ تحریک تو خواہش سلطنت تھی۔ لیکن حیلہ اسنے امام حسین کے خون کے عوض لینے کا کیا جس سے بہت سے مسلمانون کو یہ اپنا ہم زبان کرسکا۔

مختار

مختار ابن عبیدہ بن مسعود۔ اسوقت جب کہ عمر ابن زبیر نے چڑھائی کی تھی عبداللہ ابن زبیر کا ساتھی تھا۔ حصین کے محاصرہ کے وقت بھی یہ عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے کوفہ اور بصرہ پر قبضہ کیا تو مختار کی خواہش کے مطابق عبداللہ ابن زبیر سے سلوک نہ ہو سکا۔ مختار بے دل ہو کر مدینہ سے کوفہ چلا گیا اور وہان یزید کے خلاف سازش کرنے مین قید ہوا۔ اسکے بعد قید سے چھوٹا تو عبداللہ ابن زبیر کے خلاف سازش کرنے مین پھر قید ہوا۔ اور پھر چھوٹا تو عبدالملک ابن مروان کے زمانہ مین مختار کے مقابلہ کو عبیداللہ ابن زیاد بھیجا گیا۔ یہ ۶۶ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔ مختار نے اپنے کو محمد ابن علیؓ کا خلیفہ قرار دیکر شیعان علی سے مدد مانگنا شروع کی۔ محمد ابن علی پر ابن زبیر نے

قاتلان حسین کی بربادی

مختار کے حالات مشکر دباؤ ڈالا۔ یہ بھاگ کر دمشق چلے۔ پھر راستہ سے واپس آگئے۔ مختار نے عبیداللہ ابن زیاد کو شکست دی اور اُسکو مار ڈالا اور پھر اُسنے اُن تمام لوگون کو چن چن کر مارا جو قتل امام حسینؑ مین شریک تھے یا اُنکے خلاف سازش مین ذرا بھی متہم تھے۔ ابن زبیر کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو مختار مارا گیا۔ مختار کے مارے جانے سے ابن زبیر کی خلافت بہت زیادہ رونق پکڑ گئی اسکے بعد عبدالملک بن مروان نے حجاج ابن یوسف کو زبیر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا جسکا تذکرہ آگے آئیگا۔

عثمانؓ - مروان اور معاویہ یہ تینوں اشخاص امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف کی نسل سے تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے - عبد مناف کے بیٹے ہاشم سے بنو ہاشم کا سلسلہ چلا جسمین رسول اللہ کا خاندان شامل ہے اور دوسرے بیٹے عبد الشمس سے بنو امیہ کا خاندان شروع ہوا -
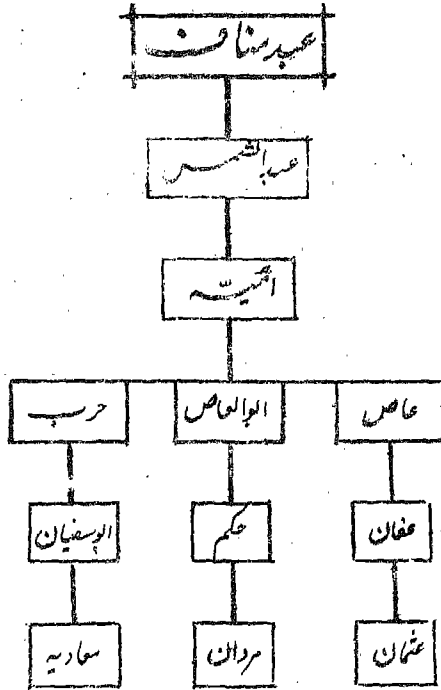
شجرۂ خاندان بنو امیہ

سمجھانے کے لیے صرف استنے ہی نام لکھدیے گئے - کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُمیّہ کی صرف اتنی ہی اولاد تھی -

عثمان بن عفان سے لیکر ابراہیم بن ولید تک جو زمانہ گزرتا ہے یہ سلطنت بنو امیّہ کا زمانہ کہا جا سکتا ہے - لیکن مورخوں نے عثمان ابن عفان کو خلفا ے اربعہ مین شمار کر کے سوا ان کے سلاطین بنو امیہ کا شمار کیا ہے کیونکہ یہ سب کے سب امیہ کی نسل سے تھے - لیکن مروان سے لیکر ابراہیم بن ولید تک اگر مروانیون کی سلطنت کہی جائے جب بھی مناسب ہے -

مروان کی موت

مروان صرف دس مہینہ تک سلطنت پر بیٹھا اُسکے بعد خالد ابن یزید کی ماں نے اُسکو زہر دیا زہر دینے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مروان نے اُسکو اپنی زوجیت مین داخل کر لیا تھا جب مروان نے

معاہدہ کے خلاف عبدالملک کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو خالد نے اپنی ماں سے گلہ کیا۔ ماں کو اس بدعہدی
پر غصہ آیا اور اُسنے مروان کو مار ڈالا۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسنے زہر پلاکر نہیں مارا بلکہ سوتے
میں گلا گھونٹ دیا۔ مروان کی سلطنت کا زمانہ ۹ مہینے سے کم نہیں تھا لیکن چونکہ ابن زبیر
دعویدار خلافت موجود تھا اسلیے اسکو امیرالمومنین یعنی کل مسلمانوں کا بادشاہ نہیں کہہ سکتے
ہاں شام میں اسکی خودمختار حکومت ضرور تھی۔

سنہ ۶۵ھ
عبدالملک بن مروان
۲۱ سال

عبدالملک بن مروان اپنے باپ مروان کے بعد تخت پر بیٹھا اسکے حکم سے حجاج بن یوسف
نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ لوگ محاصرہ کی تکلیف سے گھبرا کر باہر نکل گئے۔ عبداللہ ابن زبیر تھوڑے سے
آدمیوں کے ساتھ لڑا اور مارا گیا۔ اس لڑائی میں حرم کعبہ بھی خون سے آلودہ ہوا مسلمان اس
لڑائی کو بہت سخت سمجھتے ہیں۔ اس کارگزاری کے صلہ میں عبدالملک نے حجاج کو کوفہ کی گورنری
عطا کی اور پھر تمام ممالک شرقی اسی کے تعلق کر دیا۔ زیاد اور ابن زیاد سے کہیں زیادہ حجاج
نے ظلم کیا۔ ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک نے اپنے کو کل بلاد اسلام کا سلطان سمجھا۔ اور
جو لوگ وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے خروج کرتے رہے انکی پروا کچھ اسنے نہ کی۔ ابن زبیر کا
قتل سنہ ۷۳ھ میں ہوا۔ اسی وقت سے عبدالملک کو سلطان سمجھنا چاہیے اور یوں تخت نشینی
کے وقت سے شمار کیا جائے تو ۲۱ برس تک اسنے سلطنت کی۔ سنہ ۶۵ھ میں یہ تخت پر بیٹھا
اور سنہ ۸۶ھ میں مرا۔ اسکے کوٹھے کی کھڑکی کھلی تھی اسکی نظر ایک دھوبی پر پڑی اسنے کہا کہ کاش
میں دھوبی ہوتا اور اسی طرح کھڑا کپڑا دھوتا تو سلطانی محل میں مرنے سے اچھا ہوتا۔ یہ بڑا
ادیب اور فقیہ تھا۔ مدت تک اسنے مسجد نبوی میں عام لوگوں کی طرح تحصیل علم کی تھی اسکے
عہد تک کچھ کچھ عربوں کا رنگ دربار میں تھا پھر اسکے بعد سلاطین عجم و شام کی تقلید شروع ہوئی۔

سنہ ۸۶ھ
ولید بن عبدالملک
۹ سال ۷ ماہ

ولید بن عبدالملک اپنے باپ کے مرنے پر تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا۔ اسکے عہد
میں فتوحات بہت ہوئی۔ ترکستان کا بہت حصہ فتح ہوا۔ اندلس (اسپین) میں مسلمان اسی کے وقت
میں پہنچے۔ محمد قاسم نے اسی کے عہد میں کچھ حصہ ہندوستان کا فتح کیا تھا اور ماوراءالنہر سے فرغانہ
تک اور کابل سے ملتان تک اسنے سلطنت کو وسعت دی۔ اسکے پہلے دربار خلافت میں
ہر شخص بول سکتا تھا۔ اسی نے یا اسکے باپ عبدالملک نے یہ حکم دیا کہ بلا اذن بادشاہ کے

کوئی لب نہ ہلا سکے۔ حجاج کا ظلم اسکے وقت مین اور بھی ترقی پکڑ گیا تھا۔ اسکا عہد مسلمانون مین زیادہ اسلیے مشہور ہی کہ دمشق کی مشہور جامع مسجد اسی کے وقت مین بنی۔ مدینہ مین اسنے مسجد نبوی کو وسعت دی اور بیت المقدس مین مسجد اقصیٰ بنوائی۔ مشہور ہی کہ اسی کے عہد مین حجاج نے قرآن کے لیے زیر۔ زبر۔ پیش (اعراب) ایجاد کیا تا عربی زبان نہ جاننے والے بھی اُسے صحت سے پڑھ سکین۔ حجاج اسی کے عہد مین ۹۵ھ مین اپنی موت سے مرا۔

سنہ ۹۶ھ
سلیمان بن عبد الملک
۲ سال ۸ ماہ

سلیمان بن عبد الملک اپنے بھائی کے مرنے پر تخت نشین ہوا اسکے مزاج مین اعتدال تھا۔ حجاج اور اُسکے ساتھیون کے مظالم سے یہ واقف تھا۔ حجاج تو مرچکا تھا لیکن اسکے ساتھی زندہ تھے جنکے ساتھ اسکا برتاؤ بہت سخت رہا۔ حجاج کے بعد یزید ابن مہلب کوفہ کا گورنر ہوا۔ خراسان اور جرجان مین اسنے بہت فتحین کین۔ اسکے حکم سے مسلمہ بن عبد الملک نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ شاہ قسطنطنیہ شہر مین چھپا اور مسلمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور اہل شہر کو بہت عاجز کیا۔ یہ بادشاہ نیک نیت تھا اسکی نیک نیتی کا ایک ثبوت یہ بھی ہی کہ اپنے بھتیجے عمر بن عبد العزیز ایسے برگزیدہ شخص کو اسنے اپنا ولیعہد کیا۔ عمر کے ولیعہد قرار پانے کی رسم یون ادا ہوئی کہ ایک کاغذ پر انکا نام لکھا گیا اور کاغذ موڑ دیا گیا۔ کاغذ پر لوگون نے بیعت کی۔ کاغذ پر نام کسکا تھا اسکی شہرت سلیمان کے مرنے پر ہوئی۔ سلیمان نے اسمین مصلحت کیا سوچی تھی؟ معلوم نہین۔ اسکے عہد مین کچھ لوگ نواح سندھ (ہندوستان) کے مسلمان ہوئے تھے لیکن وہ ہشام کے وقت مین مرتد ہو گئے۔

سنہ ۹۹ھ
عمر بن عبد العزیز بن عبد الملک
۲ سال ۵ ماہ

عمر بن عبد العزیز بعد سلیمان کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ہی عمدہ بادشاہ گزرا ہی۔ مسلمانون کا خیال ہی اور بہت سچا خیال ہی کہ بعد خلفاے اربعہ کے پھر اس سے اچھا کوئی مسلمان بادشاہ نہین ہوا۔ جب اسے لوگ تخت پر بٹھانے کو لائے تو تزک اور احتشام سے یہ نہین آیا۔ اپنے معمولی گھوڑے پر آیا۔ اور جب تک سلیمان کے لڑکے بالے اپنی خوشی سے ایوان شاہی سے الگ نہین ہوئے اسنے ایوان شاہی مین قدم نہین رکھا۔ دو درہم روزانہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے خرچ کو یہ بیت المال سے لیتا تھا اور جتنی دولت اسکے پاس پہلے سے تھی خلیفہ ہوتے ہی اسنے بیت المال مین داخل کر دی۔ ایک نقل اسکی عقل اور اعتدال کی سنا چاہیے۔ مسلمہ کو اسنے قسطنطنیہ سے بُلا بھیجا تو اُسکو

معلوم ہوا کہ مسلمہ کے مطبخ میں ایک ہزار درہم روز خرچ ہوتا ہے۔ مسلمہ کو عمر نے ایک دن مدعو کیا۔ اور باتوں میں اتنی دیر کی کہ مسلمہ بھوک سے بیتاب ہوا۔ دیر کے بعد مسور کی دال اُبلی ہوئی اسکے سامنے پیش کیگئی۔ مسلمہ نے خوب پیٹ بھر کے کھالیا اسکے بعد عمدہ عمدہ کھانے پیش کیے گئے تو مسلمہ نے سیر شکم ہونے کا عذر پیش کیا۔ عمر نے کہا۔ مسور کی دال ہی سے تمہارا شکم سیر ہوگیا تو ہزار درہم روزانہ مطبخ کا خرچ رکھ کر تم کیون مسرف بنتے ہو۔ مسلمہ نے یہ نصیحت نہایت خوشی سے سُنی۔

معاویہ کے وقت سے یہ دستور تھا کہ خطبہ کے بعد حضرت علی کو بُرا کہا کرتے تھے۔ اور غرض اس سے صرف حفظ سلطنت تھی کہ لوگ آل علی کی طرف رجوع نہ کرین۔ عمر نے اس دستور کو مٹایا اور حضرت علی کو بُرا کہنے کی جگہ یہ "ربنا اغفر لنا ولاخوانا الذین سبقونا بالایمان" اور ایک روایت کے مطابق آیۃ "ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی" داخل کیا۔ یزید بن مہلب والی خراسان کو اس بادشاہ نے نااہل سمجھ کر حکومت خراسان سے معزول کیا۔ باغ فدک کو حضرت ابوبکر صدیق کے وقت مین فاطمہ زہرا بنت رسول ؐ نے ارث پیغمبر کی بنا پر طلب کیا تھا خلیفہ اول نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ پیغمبر کی کوئی ملکیت نہ تھی جسپر ارث جاری ہو۔ مشہور ہے کہ عمر نے ورثاے فاطمہؓ کو بلاکر باغ فدک حوالے کردیا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ خلیفہ اول سے عمر نے مخالفت کی۔ یون بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اب مسلمانون کے دن ایسے تھے کہ لاکھون کرورون روپیہ فضول لوگون کو دیدیا جاتا تھا۔ آل رسول کو ایک باغ اگر بلا وجہ بھی دیدیا گیا تو نہ دیے جانے سے کہین اچھا ہوا۔"

سنہ ۱۰۱ھ
یزید بن عبدالملک
۴ سال

یزید بن عبدالملک بعد عمر کے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا شہوت پرست تھا۔ کھانے پینے اور عورتون سے اسے بڑا انس تھا۔ چنانچہ یہ مشہور ہے کہ ولید کو عمارت سے زیادہ شوق تھا تو اسکے وقت مین بھی چرچا اراکین سلطنت مین ہوتا تھا۔ عمر کے وقت روزے نماز کا ذکر اکثر رہتا تھا۔ یزید کے وقت مین کھانے پینے اور نکاح کے متعلق ہر وقت لوگ رائین دیا کرتے تھے۔ عمر سے اسکو کوئی نسبت نہ تھی۔ کچھ اوپر چار سال تک اسنے سلطنت کی۔

سنہ ۱۰۵ھ
ہشام بن عبدالملک
۱۹ سال ۹ ماہ ۲۰ یوم

ہشام بن عبدالملک بعد اپنے بھائی کے تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ کفایت شعار اور منتظم تھا اسکے وقت مین آذربایجان اور آرمینیہ پر مسلمانون کا پورا تسلط ہوا۔ اسکے عہد مین سبکتے نہر خراسان کے

فتح ہوئے - اور شاہ ترکستان کو ہزیمت ہوئی - زید بن علی بن حسین نے اسی کے وقت مین خروج کیا اور بالآخر وہ مارے گئے -

سنہ ۱۲۵ھ ولید بن یزید بن عبد الملک ایک سال

ولید بن یزید بن عبد الملک بعد ہشام کے خلیفہ ہوا - اسکے وقت مین زید بن علی کے بیٹے یحییٰ بڑی بیدردی سے مارے گئے - ولید کو لوگون نے مار ڈالا -

سنہ ۱۲۶ھ یزید بن ولید ۶ ماہ

یزید بن ولید اپنے باپ کے بعد گدی پر بیٹھا - صرف چھ مہینے تک اسنے بادشاہت کی اور پھر اپنی موت سے مرا -

سنہ ۱۲۷ھ ابراہیم بن الولید بن یزید ۲ ماہ

ابراہیم بن ولید اپنے بھائی یزید کے بعد تخت پر بیٹھا - اسکی سلطنت صرف دو مہینہ تک تھی مروان بن محمد - دعویدار تخت - ابراہیم کی خلافت کے وقت آذربایجان مین تھا یہ سنتے ہی چڑھ دوڑا - راستہ مین مزاحمت کرنے والون کو شکست ہوئی - اور دمشق کے قریب پہنچنے پر خود ابراہیم نے مروان کی خلافت تسلیم کرلی -

سنہ ۱۲۷ھ سے ۱۳۲ھ مروان بن محمد ۵ سال ۱۰ ماہ

مروان بن محمد دمشق مین پہنچا اور ابراہیم کو تخت سے اوتار کر خود سریر آرا ہوا - اسنے ۵ سال ۱۰ مہینے تک سلطنت کی لیکن نہایت ضعف کے ساتھ - اور اسکے بعد بنو امیہ کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا اور بنو عباس (بنو ہاشم) کی بادشاہت کا زمانہ آیا - شورش کی ابتدا تو آرمینیہ اور آذربایجان کے خوارج نے کی - لیکن وہ خروج جسنے بنو امیہ کا تخت اولٹ دیا خراسان سے شروع ہوا اور کوفہ تک پہنچتے پہنچتے عباسیون نے اس گروہ کی سرداری خود لیکر اپنا نام بلند کیا - مروان کا قتل اور بنو امیہ کی تباہی آگے چل کر بیان کی جاتی ہے -

فصل دویم

بنو عباس

خلافت کے خیالات

عمر ابن عبد العزیز کے زمانہ مین ایک شخص محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس عم رسول کو دعویٰ خلافت کا ایک خیال سا پیدا ہوا - اسی زمانہ مین ابو مسلم نام ایک آزاد غلام جسکا دماغ پولیٹکل خیالات سے بھرا ہوا تھا حج کرنے کی غرض سے مکہ آیا - وہان محمد ابن علی سے یہ اتفاقاً ملا - رسم ملاقات بڑھنے پر محمد نے اپنے خیالات سے ابو مسلم کو آگاہ کیا اور کہا کہ ایک صدی کے

محمد بن علی اور ابو مسلم

بعد زمانہ کو پلٹا کھانا چاہیے - بنو امیہ کی سلطنت کی پہلی صدی ختم ہونے کو آئی اور اغلباً اس

خاندان کی تباہی کا زمانہ آجائیگا - بنو امیّہ کی تباہی کے بعد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم کو بڑی ترقی ہوگی - بنو ہاشم میں اسوقت زیادہ تر میں اپنے خاندان کو پولیٹکل معاملات میں بظاہر قوی پاتا ہوں - اگر یہ نوبت پہنچی تو تم میرے لڑکون کی مدد کرنا - یہ خیال کوئی نیا نہ تھا بنو امیّہ کے وقت میں اور اُسکے بعد بنو عبّاس کے وقت میں بھی اس قسم کے بہت سے لوگ مسلمانون میں پیدا ہوئے اور اپنے سر اپنے خیالات کی نذر کر گئے - لیکن کچھ عجب اتفاق ہے کہ اس خیال سے واقعہ کو مطابق ہونا تھا - اسکے بعد ابو مسلم خراسان میں چلا آیا - اور یہان محمد مر گیا - لیکن جو خیالات ابو مسلم کے ذہن میں جم چکے تھے وہ محو نہیں ہوئے ۔

خراسان

اسکے بعد خراسان میں ایک صورت یہ پیدا ہوئی کہ مروان کے گورنر نصر سیار نے طرح طرح کے ظلم رعایا کے ساتھ کیے اور بد انتظامی پھیلا دی - بد انتظامی کے گروہ کا سردار یوسف کرمانی مقابلہ کو کھڑا ہوا اور نصر کو شکست ہوئی - یہ کیفیت دیکھ کر ابو مسلم کو محمد کا قول یاد آیا - اور وہ یوسف کرمانی کا شریک حال ہوا - یوسف کرمانی کو اُسکے دشمنون نے دھوکے سے مار ڈالا اور اس طرح اُس گروہ کی سرداری ابو مسلم کو ملی - ابو مسلم نے اپنی فوج کے لیے سیاہ لباس

نصر اور کرمانی

اختیار کیا اور اسکے بعد بھی رنگ بنو عباس کے زمانہ میں برابر مقبول رہا - سیاہ رنگ بہت پھیلانے کے لیے اختیار کیا گیا یا اسلیے اختیار کیا گیا کہ بنو امیّہ کا رنگ سبز تھا اور مقصود یہ تھا کہ اُسکے خلاف کوئی رنگ پیدا کیا جاوے - اور یہ بھی ممکن ہے کہ زید اور یحییٰ کی عزاداری میں سیاہ رنگ اختیار کیا گیا کہ رسول صلعم اور آل رسول کے محبون پر ایک خاص پولیٹکل اثر پہنچے -

مرو تک ابو مسلم نے نصر کا تعاقب کیا - پھر وہ خود وہین ٹھہر گیا اور اُسکا سپہ سالار قحطبہ نصر کے تعاقب میں چلا - گرگان - بکرکان - اصفہان تک قبضہ کرتا ہوا وہ نصر کے تعاقب میں چلا گیا اصفہان میں شامیون نے مقابلہ کیا اور ہزیمت اُٹھائی - مروان کے عامر کا سر ابو مسلم کے پاس بھیجا گیا - اسکے پہلے نصر مرگ ناگہانی سے مر چکا تھا - خراسانیون کے لیے میدان صاف ہوگیا - اصفہان کے قریب قحطبہ اتفاقاً دریا میں ڈوب کر مر گیا - اور اپنے بیٹے حسن کو اپنا ہی سا جانباز قایم مقام چھوڑ تا گیا - حسن جب کوفہ میں پہنچا تو ابو مسلمہ ایک باتدبیر شخص جو محبان خاندان رسولؐ سے تھا اُسکا مشیر بنا - اب تک تو ایک طوفان بے تمیزی کا رنگ تھا - اب خراسانیون کو

یہ فکر پیدا ہوئی کہ شامیوں سے مقابلہ کے لیے کوئی ہمسر کھڑا کرنا چاہیے۔ قریش میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں بنو عباس اور بنو عباس میں محمد کا خاندان اسکے لائق ثابت ہوا۔ اور لوگون نے محمد کے بیٹے ابوالعباس سفاح کو خلیفہ بنایا۔

ابوالعباس سفاح ۱۳۲ھ میں بمقام کوفہ خلافت کے لیے منتخب ہوا۔

۱۳۲ھ
۴ سال

کوفہ میں معلوم ہوا کہ مروان ابن محمد بنو امیہ کا اخیر خلیفہ مقابلہ کو چلا ہے تو ابوالعباس کا بھائی عبداللہ ابن علی مقابلہ کو روانہ ہوا۔ لڑنے میں شامیون سے کچھ ایسی بے ترتیبی ہوئی کہ غلط فہمیون سے مروان ابن محمد کی فوج پسپا ہوئی۔ مروان بھاگا اور عبداللہ نے تعاقب کیا۔ دمشق میں پہنچکر مروان نے دیکھا کہ اکثر لوگ اُسکے مخالف ہیں۔ نہایت حیرت سے اُسنے یہ رنگ دیکھا اور مصر کا راستہ پکڑا۔ عبداللہ کے پہنچنے پر مروان کے ہواخواہون نے کچھ مقابلہ کیا۔ لیکن بے سود ہوا۔ عبداللہ نے دمشق پر قبضہ کیا اور مروان کے تعاقب میں عامر ابن مروان کو روانہ کیا۔ مروان ملا اور محاربہ کرکے مقتول ہوا۔ مروان کے مرنے پر ابوالعباس امیرالمومنین ہوا۔ حرمین یعنے مکہ اور مدینہ کی ولایت اپنے چچا داؤد ابن علی کے تعلق کی۔ داؤد نے اور عبداللہ ابن علی نے امیرالمومنین ابوالعباس کے حکم سے بنو امیہ کا خون مباح سمجھا کوشش یہ کیگئی کہ بنو امیہ میں کوئی ایسا باقی نہ رہے جو کسی وقت سر اُٹھا سکے۔ دمشق میں تو بنو امیہ کی قبرین کھودی گئین اور مروان کی ہڈیان جلائی گئین۔ مشہور ہے کہ معاویہ کی قبر سے صرف خاک نکلی تھی۔ یزید ابن معاویہ کی قبر سے ہڈیان نکلین لیکن سیاہ اور بوسیدہ۔ ان خونریزیون سے ابوالعباس کو سفاح لقب ملا۔ لیکن اسکا ظلم بنو امیہ کے ساتھ جنکے مظالم سے زمانہ تاریک تھا محدود تھا۔

امیرالمومنین ابوالعباس کے وقت کی ایک حکایت مشہور ہے کہ ابوالعباس کے سامنے شام کے چند مشائخ آئے۔ ابوالعباس نے پوچھا کہ تم لوگ بنو امیہ کے ہواخواہ رہے۔ کبھی بنو ہاشم کے پاس تک نہین آئے۔ تم نے کبھی یہ نہین سمجھا کہ بنو ہاشم رسول اللہ کے اہل بیت ہین اور اس اعتبار سے تمام عالم پر انکو فضیلت ہے۔ ان مشائخ نے قسم کھا کر کہا کہ ہمکو آج تک یہ معلوم نہین تھا کہ بنو ہاشم رسول کے یگانہ ہین ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہین بنو امیہ ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں معاویہ اور مابعد سلاطین نے

عوام کے سامنے کتنا رسوخ قایم کرلیا تھا اور کس کس طرح سے امر حق کے چھپانے مین کوشش کی تھی ۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ بنو امیّہ کی تباہی کا سبب ابو مسلم تھا ابتدا مین اُسے خیال بھی نہ تھا کہ اُسکی تحریک بنو امیہ کی گڑی ہوئی ہڈیون کو بھی جلوا چھوڑے گی ۔ اور نہ ابو العباس کی خلافت مین کچھ اُسنے کوشش کی یا اُسے اس بات کا علم تھا کہ میری کوششین ابو العباس کی خلافت تک منجر ہونگی ۔ ابو مسلم سے کوئی فعل خلاف نہین ظاہر ہوا ۔ لیکن کوفہ اور دمشق پر پورا تسلط حاصل کرلینے کے بعد امیر المومنین ابو العباس نے خراسان کی خبر لینا چاہی اور اپنے بھائی ابو جعفر کو اس کام کے لیے تعنات کیا ۔ ابو جعفر مرو تک پہنچا تھا کہ ابو مسلم پیشوائی کو حاضر ہوا اور ابو جعفر کے ہاتھ پر ابو العباس امیر المومنین کے لیے بیعت کی ۔ ابو مسلم اسکے بعد حج کرنے کو چلا گیا ۔

ابو مسلم کا انجام

تین سال سے کچھ زیادہ ابو العباس نے سلطنت کی اور مرتے وقت ابو جعفر کو ولیعہد مقرر کرگیا ۔ ابو العباس تک بنو عباس اور علوی (آل علی) کی غرض مشترک تھی یعنے بنو امیہ کا تباہ کرنا لیکن اسکے بعد جب ابو جعفر منصور کو پورا عروج ہوچکا اور بنو امیہ کے مظالم دلون سے محو ہوگئے تو بنو ہاشم مین بھی تفریق ہوئی ۔ بنو عباس اور بنو علی مین وہ خلوص باقی نہ رہا جو پہلے تھا ۔

بنو عباس اور بنو علی

ابو جعفر منصور دوانقی اپنے بھائی کے مرنے پر خلیفہ ہوا اُسکا چچا عبد اللہ ابن علی دمشق پر حاکم تھا اور اسی کی کوشش سے مروانیون کا خاتمہ کیا تھا اور اُسکا یہ بھی بیان تھا کہ ابو العباس نے دمشق فتح کرنے کے صلہ مین مجھے اپنا جانشین یا ولیعہد مقرر کیا تھا ۔ عبد اللہ نے ابو جعفر سے سرتابی کی ابو جعفر نے ابو مسلم کو اسکے مقابلہ کے لیے روانہ کیا ۔ عبد اللہ کو ابو مسلم نے قتل کیا اور مشہور ہوکہ ابو مسلم کو کسی حیلہ سے ابو جعفر نے مروا ڈالا کیونکہ کچھ سرکشی کے آثار اُس سے نمایان ہوچلے تھے ۔ ۲۲ سال تک ابو جعفر منصور نے سلطنت کی ۱۵۸ھ مین حج سے پھرتے ہوئے اثناء راہ مین بمقام ... کوفہ کو پُر آشوب سمجھکر اسنے مدائن کے قریب ایک نیا شہر بغداد بسایا اور اسی کو دار السلطنت قرار دیا یہ شہر ۱۴۵ھ مین طیار ہوا تھا ۔ یہ بادشاہ ہر دلعزیز اور منتظم تھا ۔ خالد برمکی اسکا وزیر تھا ۔

ابو جعفر منصور دوانقی ۱۳۶ھ ۔ ۱۵۸ھ ۲۲ سال

مہدی ابن منصور اپنے باپ ابو جعفر منصور کے مرنے پر ۱۵۸ھ مین بمقام بغداد تخت خلافت پر بیٹھا تخت پر بیٹھتے ہی اُسے اُن تمام قیدیون کو جو حق العباد یا حق اللہ کی علت مین قید

مہدی ابن منصور ۱۵۸ھ ۔ ۱۶۹ھ ۱۱ سال

تھے چھوڑ دیا اسی کے زمانہ مین ابن مقنع نے بمقام ماوراءالنہر خروج کیا ۔ یہ ایک ذی علم شخص تھا اپنی علمی کراتین دیکھا کر لوگون سے کہتا تھا کہ مین خدا کا اوتار ہون ۔ چاہ نخشب اسی نے بنایا تھا ۔ جس سے مصنوعی مہتاب نکل کر دو فرسخ تک روشنی پھیلاتا تھا ۔ جب مہدی کی فوج سے عاجز آکر یہ اپنے قلعہ مین بند ہوا تو اپنے تمام ساتھیون کو اُسنے تیزاب مین گلا دیا اور خود بھی ناند مین تیزاب بھر کر کود پڑا ۔ اسکی لونڈی نے جو چھپ کر بچ رہی تھی اس راز سے لوگون کو واقف کیا ۔ ورنہ بعض جاہلون کا یہ خیال تھا کہ وہ خدا تھا اور اپنے ساتھیون سمیت آسمان پر چلا گیا ۔ اور یہی خیال پیدا کرنے کو اُسنے تیزاب مین کود نے کی تدبیر سوچی تھی ۔

ابن مقنع چاہ نخشب

۱۶۹ھ مین گیارہ سال سلطنت کرکے اس خلیفہ نے وفات پائی ۔ اس بادشاہ نے اپنے باپ کا تمام خزانہ اُڑا دیا ۔ اسکے وقت کا یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ یہ شکار مین اپنے لشکر سے الگ ہوکر تنہا ایک اعرابی کا مہمان ہوا ۔ کھانے کے بعد دور ساغر چلنے لگا ۔ پینے کے بعد اسنے کہا کہ مین ایک امیر کا نوکر ہون ۔ اعرابی نے کہا تمھین یہ نوکری مبارک ہو ۔ دوسرا ساغر پی کر مہدی نے کہا مین نوکر نہین ہون بلکہ اراکین دولت مین سے ہون اور امیر ہون ۔ اعرابی نے کہا اور بھی اچھا ۔ تیسرا ساغر پی کر مہدی نے کہا کہ مین امیر نہین بلکہ امیر المومنین خلیفہ وقت ہون ۔ اعرابی نے یہ دیکھ کر بادہ کا ساغر ہٹا دیا اور کہا بس ۔ زیادہ نہین ۔ چوتھا ساغر پیوگے تو کہنے لگوگے کہ مین رسول اللہ ہون اس حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بڑے لوگ کہین چھوٹون سے ملتے ہین تو اپنے درجہ کا چھپانا پسند کرتے ہین ۔ لیکن بادہ ناب ہر وقت اسکے برعکس خیال کو ملنیا رکھنے کی تحریک کرتا ہے اور راز دل چھپنے نہین دیتا ۔ اور اسی حکایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین بنوامیہ کی طرح بنو عباس کے زمانہ مین بھی مےخواری شروع ہوگئی تھی ۔ پہلے صحابہ رسول اور اُنکے تابعین کا زمانہ تھا اسلیے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے ۔ لیکن اب زمانہ اور ہوا ۔ ہرچہ سلطان بہ پسندد ہنر است ۔ ہارون کے زمانہ مین تو اسکو اور بھی ترقی ہوئی علما اور فقہا تو اس سے الگ رہے لیکن اراکین دولت کو کوئی باک نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ اراکین دولت بہ نسبت مذہبی خیال کے لوگ اجتناب کرتے تھے ۔

اعرابی کی گفتگو

موسیٰ ابن مہدی اپنے باپ مہدی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا ۔ لوگ اسکو ہادی کہتے تھے اسکے وقت مین حسین ابن علی حسینی نے عباسیون کے مقابلہ مین کچھ سرکشی کی تھی جب حسین کا مقابلہ ہادی کے

موسیٰ ابن مہدی ۱۷۰ھ ایک سال تین ماہ

دربار مین مکہ سے لایا گیا تو لوگ انعام کے خواہان ہوئے اور اظہار مسرت کرنے لگے - ہادی نے یہ سنکر غصہ کیا اور کہا کہ ترک اور دیلم کے کسی بادشاہ کا یہ سر نہین ہو کہ تم لوگ خوشی کرتے ہو بلکہ اولاد رسول ؐ مین سے یہ ایک کا سر ہی - انتظام ملکی نے مجبور کیا جو ایسا ہوا مسرت کا کوئی مقام نہین ہو - اسنے چاہا کہ اپنے چھوٹے بھائی ہارون کی حق تلفی کرکے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد کرے - خالد برمکی کا بیٹا یحیی اسوقت وزیر تھا اسنے ہادی کو رد کا ہادی نے یحیی کو قید مین بھیجدیا - بعض مورخون نے لکھا ہو کہ یحیی کو پھر اُسنے قید سے رہا کیا اور بعضون نے لکھا ہو کہ ہادی کے مرنے پر یحیی نے رہائی پائی - ہادی کی مان بھی ہادی سے نالان تھی - اسکی خلافت کا زمانہ ایک سال ۳ ماہ ہو - مرگ مفاجات سے یہ مرا - سبب صاف ظاہر نہین ہوتا - یہ بادشاہ بڑا ہی قوی القلب تھا اور رشر یر تھا - اسی بادشاہ کے وقت مین مسلمانون کا ایک فرقہ دہریہ نکلا تھا جسکو مورخین زنادقہ لکھتے ہین ان لوگون کا قلع و قمع اسی کے عہد مین ہو گیا -

ہارون ۵ ۱۷۰ھ-۱۹۳ھ ۲۳ سال

ہارون رشید ابن مہدی اپنے بھائی کے مرنے پر ۱۷۰ھ مین ۲۲ برس کی عمر مین خلیفہ ہوا - ہارون نے اپنی وزارت یحیی کے تعلق کی - تمام سفید اور سیاہ یحیی کے ہاتھ مین تھا - اسکے چار بیٹے فضل - جعفر - محمد - موسی ایک سے ایک بڑھکر لایق اور فیاض تھے - عرصہ تک زمام حکومت انھین لوگون کے خاندان مین تھی - یہ لوگ حد سے زیادہ سخی تھے - تمام بلاد اسلام مین انکی سخاوت سے فائدہ اُٹھانے والے پھیلے ہوئے تھے - یہ برامکہ کہلاتے تھے - برامکہ کے عروج کا یہی زمانہ ہی -

برامکہ

لیکن ہارون ہی کے وقت مین یہ خاندان مٹ بھی گیا - بادشاہ کے دل مین چند در چند شکایتین پیدا ہوئین جس سے جعفر قتل ہوا اور باقی اعزہ اُسکے زندان مین بھیجے گئے - اسی زمانہ مین عبدالرحمن اندلس کے بادشاہ نے انتقال کیا - مسلمانان اندلس کے حالات آیندہ بیان کیے جائینگے -

وسعت سلطنت

ہارون نے اپنے دو بیٹون امین اور مامون مین سلطنت تقسیم کی - شرقی حصہ جسمین کرمان - نہاوند - قم - کاشان - اصفہان - رے - کومس - طبرستان - خراسان - زابل - کابل - ہندوستان - ماورالنہر اور ترکستان تھا مامون کو دیا - اور مرو کو اسکا تخت گاہ قرار دیا -

بغداد - واسط - بصرہ - کوفہ - شامات - عراق - موصل - جزیرہ - حجاز مصر امتہا سے مغرب تک امین کو دیا اور وصیت کی میرے مرنے پر امین بغداد مین اور مامون مرو مین سریر آرا

تقسیم سلطنت بیٹون مین

سلطنت ہون اور آپسمین ہرگز نہ لڑین - اِن لڑکون سے اس تقسیم نامہ پر حلف لیا اور نوشتہ کو مزید اہتمام کے لیے در کعبہ پر لٹکا دیا - اس بادشاہ نے بڑے اہتمام سے حج کیا اور حرمین مین بہت کچھ روپیہ خرچ کیا - طوس مین یہ بادشاہ ۲۳ برس تک سلطنت کر کے سنہ ۱۹۳ھ مین مرا یہ بادشاہ بڑا نیک اور فیاض تھا - کئی بار یہ حج کرنے گیا - شاعرون اور عالمون اور درویشون کی یہ بڑی قدر کرتا تھا -

درویش سے گفتگو

ایک روز ایک درویش نے ہارون سے کہا کہ رشید تم اللہ سے ڈرا کرو - رشید نے اُس درویش کو بلا کر پوچھا کہ مین فرعون سے بدتر ہون اور درویش نے کہا نہین - پھر ہارون نے پوچھا کہ تم موسی سے بڑھ کر ہو درویش نے کہا ہرگز نہین - ہارون رشید نے کہا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ موسی نے فرعون سے نرمی سے گفتگو کی تھی پھر تم نے میرے ساتھ کیون سخت کلامی کی - درویش نے معذرت کی اور معافی چاہی - ہارون نے ۸ ہزار درہم درویش کو دینا چاہا اُسنے لینے سے انکار کیا - اُسمین سے ایک وزیر بولا جاہل تو بادشاہی انعام سے انکار کرتا ہے - بادشاہ نے اُس امیر کو کہا چپکا رہ باتین مجھسے ہوتی ہین - تجھ سے نہین - بادشاہ نے درویش سے کہا کہ مین تمکو محتاج نہین سمجھتا - خلفا کا دستور ہے کہ ایسے لوگون کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہین - تمکو جسقدر احتیاج ہو لے لو - فقیر نے دو ہزار درہم اسمین سے لیے اور وہین لوگون مین تقسیم کر دیے -

محمد امین سنہ ۱۹۳-۱۹۸ھ ۴ سال ۸ ماہ

محمد امین بن ہارون رشید اپنے باپ کے مرنے پر سنہ ۱۹۳ھ مین تخت نشین ہوا اور وہان عبد اللہ مامون مرو مین حکمران ہوا - ہارون رشید کی ایک وصیت یہ بھی تھی ایک بھائی کے مرنے پر دوسرا بھائی کل بلاد اسلام پر قابض ہو - امین اپنے بیٹے موسی کو ولیعہد کرنا چاہتا تھا اور اسلیے مامون کا استیصال اُسنے واجب سمجھا - باپ کی وصیت کا خیال دل سے محو کر کے اُسنے مامون کے قتل کا ارادہ کیا اور حیلہ سے اُسکے بلانے کو قاصد بھیجا - فضل ابن سہل ایک بڑے عالم اور مدبر شخص کی صلاح پر عمل کر کے مامون نے آنے سے انکار کیا - اور یہان امین نے مامون کی گرفتاری کے لیے علی ابن عیسی کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو کی طرف بھیجا - مامون کی طرف سے طاہر مقابلہ کے لیے روانہ کیا گیا - طاہر نے علی کو ہزیمت دی اور بغداد کی طرف بڑھا -

بھائیون مین لڑائی

امین بڑا نازک اندام اور لہو و لعب کا شائق تھا - شراب بہت پیتا تھا اور عیش مین بسر کرتا تھا

علی کے مارے جانے کی خبر امین کے پاس اسوقت آئی کہ وہ مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا۔ قاصد سے امین بولا ٹھہرو۔ کوثر نے دو مچھلیاں پھنسائین اور میں نے ابھی تک ایک بھی نہین۔ مچھلی نہ پھنسنے کا اسے افسوس تھا۔ لیکن اپنی فوج کی شکست کا کچھ غم نہین ہوا کچھ لوگ بغداد سے اور رستے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مامون کی فوج نے بغداد کا محاصرہ کیا۔ بغداد فتح کیا گیا اور امین کا سر مامون کے پاس روانہ کیا گیا۔ امین کا زمانہ خلافت ۴ سال ۸ ماہ ہے۔

مامون عبد اللہ بن ہارون اپنے بھائی امین کے مرنے پر ۱۹۸ھ مین خلیفہ ہوا اور بہت برس مین کچھ دنون تک مقیم رہا۔ فضل وزیر ہوا۔ اور لوگ فضل سے حسد کرنے لگے۔ مامون نے امام علی ابن موسی رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور انکے بیٹے محمد کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کی۔ ابن موسی رضا کو عباسیون نے ہلاک کیا اور فضل کو اُسکے دشمنون نے مار ڈالا اور بعض یہ کہتے ہین کہ ان دونون امرون مین بادشاہ کا اشارہ تھا۔ ابن موسی رضا کے زندہ رہنے مین بادشاہ کو عباسیون کی سرکشی کا ڈر تھا اور فضل کی وجہ سے عربون کے دل مامون سے پھر چلے تھے لیکن اسمین کچھ شک نہین ہو کہ مامون کو اولاد علی کرم اللہ وجہ سے ایک خاص انس تھا۔

اسی زمانہ مین ابراہیم ابن مہدی عباسی نے بغداد مین لوگون سے بیعت لینا شروع کر دی۔ مامون کو اب بغداد مین آنا اور اسکو اپنا دار الحکومت قرار دینا مناسب معلوم ہوا انکے آنے پر ابراہیم چھپا اور ابراہیم کے پکڑنے کا انعامی اشتہار دیا گیا۔ ابراہیم عورتون کے لباس مین پھرتا تھا تاکہ کوئی اسے پہچان نہ سکے بالآخر پکڑا گیا۔ مامون نے اسکا قصور معاف کر کے اپنے مصاحبین مین اسکو داخل کیا۔

مامون کے وقت مین ممالک روم کے ۴ قلعے فتح ہوئے۔ اسکے وقت مین یونان کے علوم عربی مین ترجمہ کیے گئے۔ عالمون۔ روشنیون اور شاعرون کا بڑا قدردان تھا مگر تعصب مین اسے بڑا ہی لطف آتا تھا۔ اپنے باپ ہارون کی طرح یہ بھی نیک نام بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ کچھ کم ساڑھے بین سال سلطنت کر کے ۲۱۸ھ مین ۴۸ سال کی عمر مین دنیا سے رحلت کی۔ مرنے کے وقت "یا من لا یموت ارحم من یموت" اسکی زبان پر تھا۔

المعتصم باللہ ابو محمد اسحاق ابن ہارون رشید اپنے بھائی مامون کے مرنے پر تخت نشین ہوا

علی بن موسیٰ کی وفات

ابراہیم کا خروج

ممالک روم کی فتح

معتصم باللہ ہارون وفات ۲۲۷ھ

مامون کے بیٹے عباس نے بھی خوشی سے اپنے چچا کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسنے بغداد کی سکونت چھوڑ کر قاطون کے قریب سُرّ من رای نام ایک شہر بسایا (جو کثرت استعمال سے سامرہ ہو گیا) اور اُسی مین وہ زیادہ رہتا تھا۔ لیکن بغداد برابر دارالخلافت بنا رہا۔ بابک نام ایک زبردست شخص اسکے وقت مین بغاوت کے الزام مین قتل ہوا۔ فتوحات اسلامی مین اسکے وقت مین بھی ترقی ہوئی۔ ہندوستان سے کسی راجہ نے بھی اسکی خدمت مین تحفے بھیجے تھے جنمین ایک بڑا ہاتھی تھا۔ معتصم ایک شجاع اور باہمت شخص تھا۔

معتصم باللہ کے بعد جتنے خلفا ہین اُنکا تذکرہ سلاطین مصر کے ساتھ دوسرے مقامات پر کیا جائیگا یہان بالاختصار اُنکے حالات درج ہوتے ہین۔

نمبر	نام	باپ کا نام	سنہ جلوس	مدت سلطنت	کیفیت
۹	واثق باللہ	معتصم	۲۲۷	۵ سال	یہ علما اور سادات کی بڑی خاطر کرتا تھا سخاوت نے اسے ہر دل عزیز بنا رکھا تھا۔
۱۰	متوکل باللہ	معتصم	۲۳۲	۱۴ سال	یہ بادشاہ متعصب تھا اور نشہ شراب مین بڑی خفیف الحرکتی کرتا تھا۔ پھر بھی رعایا اس سے خوش تھی۔ ترکی خادمون نے اسکے بیٹے منتصر کے اشارہ سے اسے مارا۔
۱۱	منتصر باللہ	متوکل	۲۴۷	۶ ماہ	لوگ اس سے راضی رہے۔ برسام مین مرا اور بعضون نے لکھا ہے کہ ترکون نے کچھ زہر کا اثر فصّاد کے ذریعہ سے اسکے بدن مین پہنچا دیا تھا۔ ان خلفا کے وقت مین ترک بہت زیادہ مداخل ہو گئے تھے۔
۱۲	مستعین باللہ	منتصر باللہ	۲۴۸	۳ برس ۹ ماہ	اسکو ارکین دربار نے جو اکثر ترک تھے تخت پر بٹھایا اسکے چچا معتضد باللہ نے اسکو قتل کرایا۔
۱۳	معتز باللہ	متوکل	۲۵۱	۳ برس ۶ ماہ	اسکو ارکین دولت نے جنمین اکثر ترک تھے تخت سے اُتار کر قید کیا اور مہتدی باللہ کو تخت پر بٹھایا۔

نمبر	نام	باپ کا نام	سنہ جلوس	مدت سلطنت	کیفیت
۱۴	مہتدی باللہ	واثق	۲۵۵	ایک سال	یہ بالکل عمر بن عبدالعزیز کا پیرو تھا اسکے تخت پر بیٹھنے سے خلافت کا رنگ بالکل بدل گیا زمانہ پرشور تھا ایسے خلیفہ کی قدر کون کرتا۔ لوگون نے اسکو مارڈالا۔
۱۵	معتمد باللہ	متوکل	۲۵۶	۲۳ سال	سلطنت بالکل اسکے وزیر کے ہاتھ مین تھی اسے عیش وعشرت سے فرصت نہ ملتی تھی یہ اپنی موت سے مرا۔
۱۶	معتضد باللہ	متوکل	۲۷۹	۹ سال ۹ ماہ	یہ بادشاہ شجاع اور کفایت شعار تھا۔
۱۷	مکتفی باللہ	معتضد	سنہ ۲۸۹ھ	۶ سال ۶ ماہ	یہ بھی مال جمع کرنے میں اپنے باپ کی طرح حریص تھا
۱۸	مقتدر باللہ	معتضد	سنہ ۲۹۵ھ	۲۴ سال ۱۱ ماہ	بڑا ہی فضول خرچ تھا لوگون نے تخت سے اُتارنے کی غرض سے اسکو قتل کیا۔
۱۹	قاہر باللہ	معتضد	سنہ ۳۲۰ھ	ایک سال ۶ ماہ	یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا اسکو لوگون نے اندھا کرکے تخت سے اوتار دیا۔
۲۰	راضی باللہ	مقتدر	۳۲۲	۶ سال ۱۰ یوم	اخیر مین قاہر باللہ پر یہ مہربان ہوا لیکن ظاہرے اسے پھر اندھا کر دیا۔
۲۱	متقی باللہ	مقتدر	سنہ ۳۲۹ھ	۳ سال ۱۱ ماہ	اسکی آنکھ مین بھی سلائی پھیری گئی اور یہ تخت سے اُتار دیا گیا۔ مقتدر سے متقی تک ترکی امرا کے ہاتھ مین زمام سلطنت تھی اور پھر ترکی امراکو نکال کر دیالمہ نے زور پکڑا۔ قادر کی تخت نشینی تک دیالمہ کا زور تھا۔ پھر وہ جاتا رہا۔
۲۲	مستکفی باللہ	مکتفی باللہ	۳۳۳	۳ ۴ ۱	اسکی آنکھ مین بھی سلائی پھیری گئی اور تخت سے اُتارا گیا۔

نمبر	نام	باپ کا نام	سنہ جلوس	مدت سلطنت	کیفیت
۲۳	مطیع باللہ	مقتدر	سنہ ۳۳۴ھ	۲۹ سال ۵ ماہ	یہ خلیفہ کٹھ پتلی کی طرح وزیرون کے ہاتھ مین تھا اور اسی سبب اتنے روز تک رہنے بھی پایا تھا۔ فالج کے عارضہ مین مبتلا ہونے سے یہ خلافت سے علیحدہ ہوگیا۔
۲۴	طایع باللہ	مطیع	سنہ ۳۶۳ھ	۱۷ سال ۹ ماہ	اسکو بہار الدولہ نے تخت سے اتار کر قادر باللہ کو بٹھایا۔
۲۵	قادر باللہ	اسحق بن مقتدر	سنہ ۳۸۱ھ	۴۱ سال ۳ ماہ	یہ بادشاہ متقی اور پرہیزگار تھا اسکی صفت یہ بھی تھی کہ اپنے جانشین سابق طایع کو اسنے اپنا رقیب بنایا اسکو کچھ ایذا نہین دی۔ اسکے وقت مین دیالمہ کا جو بادشاہ کو کھیل سمجھتے تھے زور رہا تا رہا اور اسنے عباسیہ خاندان کو گویا نئے سر سے زندگی دی۔
۲۶	قائم بامر اللہ	قادر باللہ	سنہ ۴۲۲ھ	۴۴ سال ۸ ماہ	اسکے وقت مین بڑے بڑے انقلاب ہوئے دیالمہ کا خاندان بالکل تباہ ہوا جس سے خلافت مین طاقت آئی طغرل بیک سلجوقی کو عروج ہوا لیکن وہ خلافت کا اسنا ناپسند نہین کرتا تھا۔ مستنصر باللہ علوی کی مدد سے بساسیری نے اس خلیفہ کو مغلوب کر کے قید کر لیا اور سال بھر تک بغداد مین مستنصر کا خطبہ پڑھا گیا۔ طغرل نے آکر علویون کو بھگایا اور نہایت تعظیم سے اسکو تخت خلافت پہ بٹھایا۔
۲۷	مقتدی باللہ	قائم بامر اللہ	سنہ ۴۶۷ھ	۱۹ سال ۵ ماہ	دختر ملک شاہ سلجوقی سے اسنے نکاح کیا اور بڑا

نمبر	نام	باپ کا نام	سنہ جلوس	مدت سلطنت	کیفیت
					جشن کیا۔ شرع کا یہ بڑا پابند تھا۔
۲۸	مستظہر باللہ	مقتدی باللہ	سنہ ۴۸۶ھ	۲۵ سال	کیارق بن ملک شاہ سلجوقی نے بھی اسکے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔
۲۹	مسترشد باللہ	مستظہر	سنہ ۵۱۲ھ	۱۷ سال	سلطان مسعود سلجوقی پر اسنے لوگون کی ترغیب سے چڑھائی کی۔ لڑائی مین ہزیمت ہوئی اور یہ گرفتار ہوا اسنے سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور رہائی ہونے کو تھی کہ اور لوگون نے سلطان مسعود کی لاعلمی مین اسکو مار ڈالا۔
۳۰	راشد باللہ	مسترشد باللہ	سنہ ۵۲۹ھ	ایک سال	مسترشد کے مرنے کی خبر بغداد مین آئی تو اُسکا بیٹا راشد تخت پر بیٹھا۔
۳۱	مقتفی باللہ	مستظہر باللہ	سنہ ۵۳۰ھ	۲۴ سال ۳ ماہ	یہ بادشاہ عادل۔ نیک اور بیدار مغز تھا۔ دیالمہ کے وقت سے اب تک بجز اسکے اور کوئی ایسا بادشاہ نہین ہوا تھا۔ اسنے خاندان عباسیہ کو رونق دی
۳۲	مستنجد باللہ	مقتفی باللہ	سنہ ۵۵۵ھ	۱۱ سال ۱ ماہ	بڑا سمجھدار خلیفہ تھا۔
۳۳	مستضی بنور اللہ	مستنجد باللہ	سنہ ۵۶۶ھ	۹ سال ۸ ماہ	یہ بادشاہ بڑا سخی اور عادل تھا۔
۳۴	ناصر لدین اللہ	مستضی بنور اللہ	سنہ ۵۷۵ھ	۴۶ سال ۱ یوم ۳	مزاج کا سخت اور بیدار مغز بادشاہ تھا۔ سلطان محمد شاہ خوارزم نے بغداد پر چڑھائی کی اور نسل امام حسین سے سید علاء الدین کو تخت پر بٹھانا چاہا مگر فوج برف باری سے تباہ ہوئی اور وہ واپس گیا اور اسکے بعد ہی چنگیز خان کے حملے شروع ہوگئے اور خوارزم شاہیون کی بیخ کنی ہوگئی۔
۳۵	ظاہر باللہ	ناصر لدین اللہ	سنہ ۶۲۲ھ	۹ ماہ ۱۴ یوم	بڑا رحیم المزاج اور نیک نیت بادشاہ تھا۔

نمبر	نام	باپ کا نام	سنہ جلوس	مدت سلطنت	کیفیت
۳۶	مستنصر باللہ	ظاہر	سنہ ۶۲۳ھ	۱۶ سال ۱۱ ماہ ۷ یوم	باپ کی طرح یہ بھی خیر و برکت کا بادشاہ تھا نیک نیت اور سخی تھا علمی مدرسے میں اسکی ذات سے بڑی رونق ہوئی۔
۳۷	مستعصم باللہ	مستنصر	سنہ ۶۴۰ھ	۱۶ سال	عباس عم رسول سے ۳۵ ویں درجہ میں تھا اور عباسیوں کا سینتیسواں خلیفہ تھا سنہ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے رکن الدین خورشاہ اسمعیلی کو شکست دیکر بغداد پر چڑھائی کی خلیفہ کو مع اسکے لڑکوں اور ہزاروں عباسیوں کے قتل کیا اور اسی کے ساتھ خلفاے عباسیہ کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ یہ بڑا سخت واقعہ تھا سعدی شیرازی کہتے ہیں ؎ آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین لیکن خلفا کی عظمت سلاطین ترکی کے خروج تک مصر میں قایم تھی جسکا ذکر آیندہ کیا جائیگا۔

عباسیوں کی خلافت پر سرسری نظر

عباسیہ خاندان سنہ ۱۳۲ھ (۷۵۰ء) سے سنہ ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) تک حکمران رہا۔ ابو العباس سفاح سے ابتدا ہوئی اور مستعصم پر خاتمہ ہوا۔ کل زمانہ خلافت کا سوا پانسو برس ہوتا ہے۔ جو حکومت ان خلفا کی منصور ہارون اور مامون کے وقت میں یا زیادہ سے زیادہ تیسری صدی تک تھی وہ پھر لوٹ کر قایم نہیں رہی۔ یورپ میں جو حصہ اسپین کا ولید بن عبد الملک کے عہد میں فتح ہوا تھا اسمین تو منصور کے وقت میں ایک جدا اسلامی سلطنت قایم ہو چکی تھی۔ لیکن اور ممالک میں برابر خلفاے عباسیہ کی عظمت اخیر تک تسلیم کی جاتی تھی۔ کچھ دنوں تک تو سلطان اعظم ہونے کی حیثیت سے اور پھر اسکے بعد پیشواے مذہب قابض حرمین شریفین اور اولاد عم رسول ہونے کے لحاظ سے تین صدی

کے بعد عرصہ تک ترکی اراکین کے قبضہ میں یہ خلفا رہے۔ پھر برائے نام انکی عظمت ایشیا اور افریقہ میں قایم رہی۔ اخیر اخیر جیسی رومن کیتھولک کے پوپ اعظم کی عزت عیسائیوں میں تھی ویسی ہی مسلمانون میں خلفاے عباسیہ کی حیثیت تھی۔ تیرھوین صدی عیسوی کے طوفان مغل گردی نے خلافت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بھی گل کر دیا۔ حرمین پر قابض رہنے سے اب بھی سلاطین ترکی مسلمانون میں امید کی نگاہون سے دیکھے جاتے ہین لیکن خلافت کا لفظ بنو ہاشم پر ختم ہو گیا دوسرے کے لیے مناسب نہین معلوم ہوتا۔

اسپین کی خود مختار سلطنت سب سے پہلے منصور خلیفہ بغداد سے الگ ہوئی لیکن خلفاے مابعد کی فتوحات نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ مامون رشید کے بعد جا بجا خود مختار سلطنتین قایم ہوئین جنکا تذکرہ آیندہ باب پنجم مین کیا جائیگا۔

باب ۵ پنجم

سلاطین مابعد

فصل اوّل

اندلس (اسپین) مین اسلام

اسپین یورپ کا ایک مغربی و جنوبی جزیرہ نما ہے۔ ہر طرف اسکے سمندر ہے۔ صرف گوشہ شمال و مشرق مین یہ ذرا فرانس سے ملا ہوا ہے۔ افریقہ شمالی کے شمالی ساحل پر جبل الطارق کے قریب یہ افریقہ سے بھی اتصال پاتا ہے لیکن وہان بیچ مین ابناے بحر روم کے حائل ہونے سے خشکی کا راستہ نہین ہے۔

حدود اربعہ

اس جزیرہ کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ زمین زرخیز ہے۔ میوے ہر قسم کے ہوتے ہین۔ شام اور عرب کے درخت بھی یہان عربون کے عہد مین کامیابی کے ساتھ لگائے گئے۔

پیداوار

اسپین کے جنوبی حصہ سے مسلمانون کو زیادہ تعلق رہا اور اسی حصہ کو وہ اندلس کہنے لگے مسلمانون کے عہد مین اندلس نے بڑی رونق پکڑی۔ یونان اور اٹلی کے زوال کے بعد یہی ملک تمام یورپ کی جان سمجھا جاتا تھا۔ یہان کی علمی یونیورسٹی مین تمام یورپ کے لوگ آکر پڑھتے تھے اور عربی زبان مین علوم سیکھتے تھے۔ جو علوم یونان اور روم کے برباد ہونے سے نابود ہو چلے تھے وہ مسلمانون کے

اندلس

علوم

عہد میں سچ مچ زاید بیان زندہ رکھے گئے۔ یورپ میں عام تہذیب پھیلنے کے قبل بیان کے مسلمان تمام علوم اور فنون کا بار اپنے سر پر لیے ہوئے گویا اس انتظار میں کھڑے تھے کہ قسام ازل کی یہ ودیعت اہل یورپ کے نذر کر کے ہم اس مقام کو خیرباد کہیں۔ مسلمانوں کا قول کہ انھوں نے اہل یورپ کو تہذیب سکھائی اسکا مطلب یہی ہی کہ اندلس کی یونیورسٹی میں عربوں سے اہالی یورپ نے علوم اور فنون پڑھے مسلمانوں نے اسپین کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے اور پھر اسپین نے مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اسکا تذکرہ آیندہ آئیگا۔ پہلے یہ ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ابتدا سے اسلام میں اسپین کی تمدنی اور پولیٹکل حالت کیسی تھی۔

پولیٹکل حالت
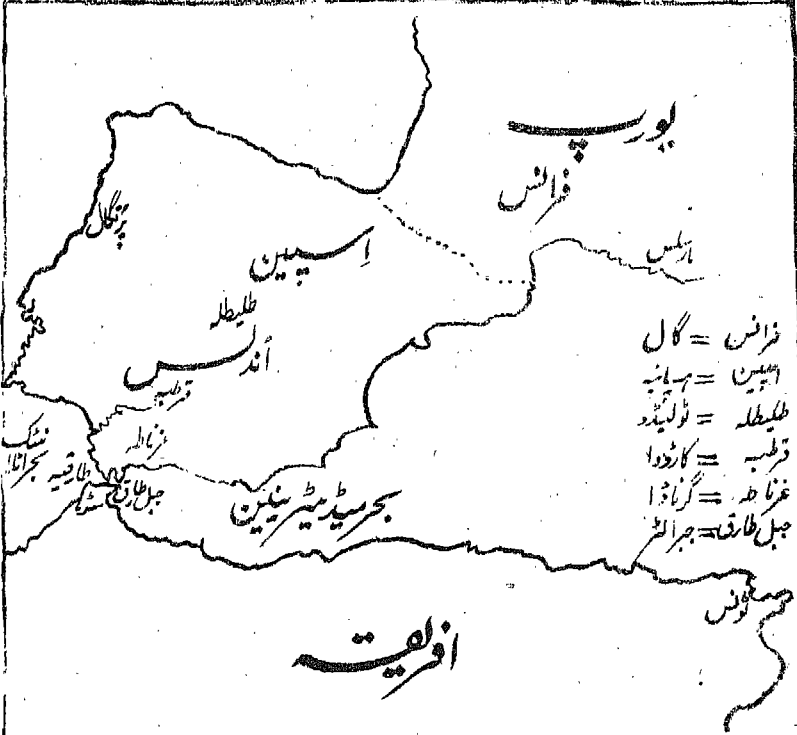
رومیوں کو جب عروج تھا تب اسپین بھی انکے زیر حکم تھا اور جب تنزل ہوا تو ایک مسیحی قوم ویزی گاتھ اسپین پر قابض ہوگئی۔ مسلمانوں کی چڑھائی کے وقت تک اسپین میں انکی حکومت کو دو سو برس پورے ہو چکے تھے۔ شام۔ مصر اور افریقہ کے سواحل شمالی اور مغربی پر رومیوں کی سلطنت تھی

جسکا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔ لیکن اسپین والون کو بجز اخوت مذہبی کے اور کوئی تعلق رومیون سے نہ تھا۔ کل اسپین ایک بادشاہ کے زیر حکومت نہ تھا بلکہ کئی خود مختار ریاستون پر وہ منقسم تھا۔ ہان اُسکا جنوبی حصّہ جو ہر امور مین زیادہ باوقعت سمجھا جاتا تھا رازرق (راڈرک) کے زیر فرمان تھا اور ابھی حال ہی مین شاہ ذرا کو تخت سے اُتار کر اسنے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تھی۔

قومی حالت

اسپین کے باشندے تین حصون پر منقسم تھے۔ اول ارالکین دولت دوسرے کاشتکار تیسری ان دونون کی درمیانی جماعت جسکو زمیدار کے لفظ سے بآسانی سمجھ سکتے ہین۔ کاشتکارون کی حیثیت غلامون سے کہین بدتر تھی۔ کاشتکارون سے زمیدار فی الجملہ اچھے تھے۔ لیکن ارالکین دولت کے عیش ونشاط کے خرچ بہم پہنچانے کا سارا بار انکی گردن پر تھا۔ غرضکہ ملک کی حالت ایسی ردی تھی کہ ایک کو دوسرے سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس حالت کو اندلس ہی کے ساتھ تخصیص نہ تھی یہی بلا بربر۔ مسلمان اور رومیون کے ملکون مین بھی نازل تھی۔ رعایا پر ظلم اور تعدی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ یہ قدرت نے عربون کو ہمسایون کی دستگیری کے لیے جسطرح ہر جگہ پہنچایا اُسی طرح اسپین مین بھی انکو داخل کیا۔

افریقہ کے شمالی ساحل پر قلعہ سوٹا مین قریب اسپین کے رومیون کا گورنر رہتا تھا۔ جب مسلمانون کے حملون سے رومی خود اپنی بلا مین مبتلا ہوگئے تو اُنکو اتنی دور قلعہ سوٹا کی محافظت مشکل معلوم ہوئی اور اسلیے قلعہ سوٹا کی حفاظت رازرق کے تعلق کر دی گئی۔ مسلمان بربر تک پہنچ چکے تھے اور اسپین کے خواہشمند تھے کہ اسی اثنا مین رازرق شاہ اسپین اور جولین گورنر سوٹا مین بے لطفی ہوئی۔ اس بے لطفی سے مسلمانون نے فائدہ اُٹھایا۔ عربی اور بربری فوج کا ایک چھوٹا سا سپہ سالار طارق نامی تھوڑی فوج لیکر ۹۱ھ مین جنوبی اسپین مین کشتی سے اُترا اور کچھ مختصر مال غنیمت کے ساتھ واپس آگیا جس ساحل پر یہ سپہ سالار جہاز سے اُترا تھا وہ اسکے نام سے طارقیہ موسوم ہوا۔ موسی ابن ناصر گورنر افریقہ نے طارق کے بڑھنے کی خبر ولید ابن عبد الملک کے پاس دمشق مین بھیجی۔ خلیفہ دمشق نے دریائی سفر کی جوکھون مین فوج کا ڈالنا پسند نہین کیا۔ لیکن طارق کا جوش کسی طرح کم نہین ہوا ۹۲ھ مین اسنے دوسرا حملہ کر کے بہت کچھ کامیابی حاصل کی۔ اس دوسرے حملہ مین وہ جس پہاڑ کے کنارہ

طارق فاتح اندلس

کشتی سے اُترا اُسکا نام جبل الطارق ہوا جو انگریزی تلفظ میں جبرالٹر کہا جاتا ہی۔

طلسمی مکان

اُسوقت طلیطلہ (ٹولیڈو) اسپین کا دارالخلافت تھا اور وہان بڑا پُرانے وقت کا ایک طلسمی مکان بنا ہوا تھا جسکے کھولنے کی بادشاہون کو اجازت نہ تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ اسکے کھولنے والے بادشاہ پر اسپین کی عیسائی سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رازرق نے اُس مکان کو اپنی خودرائی سے کھولا۔ اُس مکان مین عربون کی تصویرین دکھائی دین اور یہ لکھا ہوا دیکھا گیا کہ عنقریب یہ لوگ ملک پر مسلط ہوا چاہتے ہین یہ واقعہ مسلمانون کے حملہ سے کچھ ہی پہلے گذرا تھا۔ اور اسپین والے اس سے بہت ہی بے دل ہوئے۔ اس واقعہ کو انگریزی اور عربی دونون مورخون نے لکھا ہی صحت مین کسی کو تامل نہین بلکہ اسکے ساتھ اور بھی بہت سے دلچسپ حالات بیان کیے جاتے ہین۔ فتوحات اسلام مین ہزارون واقعات ایک سے ایک زیادہ عجیب اور غریب بھرے پڑے ہین۔ اس کتاب مین یہ التزام کیا گیا ہی کہ ایسے عجائبات ذکر نہ کیے جائین یہی وجہ ہی کہ یہان اسکی مزید تفصیل نہین کی جاتی۔

رازرق کی ہزیمت

اُس دوسرے حملہ مین رازرق کا مقابلہ ہوا اور اسکو ہزیمت ہوگی۔ وہ میدان سے بھاگا اور پھر مفقودالخبر ہوگیا۔ اکثرون کا یہ خیال ہی کہ وہ دریا مین ڈوب کر مرگیا۔

موسیٰ کا رشک

طارق اور اُسکے بارہ ہزار دلاورون نے صرف ایک لڑائی سے تمام جزیرہ نما فتح کرلیا۔ موسیٰ گورنر افریقہ کو اسپر کسی قدر رشک آیا وہ خود اسپین مین پہنچا اور جو کسر باقی تھی وہ اسکے پہنچنے سے نکل گئی۔ طارق نے حملہ کے لیے موسیٰ سے اجازت نہین لی تھی۔ خودرائی کا الزام لگا کر موسیٰ نے طارق کو قید کرلیا۔ اور اصلی غرض اُسکی یہی تھی کہ اسپین کی فتح اُسکی طرف منسوب ہو۔ لیکن جب پوری خبر خلیفہ ولید کے پاس پہنچائی گئی تو اُسنے موسیٰ کو دمشق بلالیا اور طارق کو پھر بدستور اسپین کا حاکم کردیا۔

جنوبی فرانس مین مسلمان

سنہ ۷۲۰ء مین ایک عربی سپہ سالار نے فرانس کے جنوبی حصہ پر مستقل طور پر قابض ہو کر پچھم طرف برگنڈی اور اکوٹینیا پر حملے شروع کردیے اور پورب جانب مارسلس تک وہ پہنچ گئے۔ گو فرانس پر مسلمانون کا پورا تسلط کبھی نہین ہوا لیکن اُسکے بعض حصون پر قابض ہو جانا اور فرانس کو اضطراب مین ڈال دینا اسوقت بالکل مسلمانون کے اختیار مین تھا۔

اتفاق سے ۷۳۲ء میں چارلس مارٹل شاہ فرانس کے مقابلہ میں بمقام پائٹا کرز اور ٹورز
مسلمانوں نے شکست کھائی اور پھر اسکے بعد عربوں میں وہ جوش باقی نہ رہا جو بلاد کی آب وہوا کے
اثر نے اور صحبت رسول کے فیض سے انکے باپ دادا کے دلوں میں پیدا کیا تھا۔ اب وہ لوگ ممالک
مفتوحہ پر قانع ہوکر اسکی محافظت اور تہذیب میں اپنی کوشش صرف کرنے لگے۔ ۷۳۲ء کی لڑائی
نے مسلمانوں کی آیندہ ترقی کو روک دیا اور اسلیے یوروپین مورخ اس لڑائی کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔
اس جنگ کو معرکہ ٹورز کہتے ہیں اور دنیا کی پندرہ اہم فیصلہ کرنے والی لڑائیوں میں اسکو شمار
کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے قانون نے تمام رعایا کو مسلمانوں کا شریک بنادیا۔ مسلمانوں کا مذہب بھی لوگ
اختیار کرنے لگے لیکن مسلمانوں کو کوئی مذہبی تعصب نہیں تھا اور نہ یہاں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے
کی کبھی کوشش ہوئی۔ مسلمان اپنی اس بے تعصبی سے عیسائی مورخوں کے نزدیک بھی مشہور ٹھہرے
لیکن اس پولیٹکل غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ نو سو برس کے بعد وہ اسپین سے اس طرح نکالے گئے جس طرح
دودھ سے مکھی۔ اگر اور ممالک مفتوحہ کی طرح یہاں بھی سب مسلمان ہی مسلمان ہوتے تو عربوں کی نسل
کو جلاوطنی کی تکلیف ہرگز اٹھانا نہ پڑتی۔

مسلمانوں کی فتوحات رک گئے

۷۵۰ء تک یعنی خلافت بنو امیہ کے اختتام تک اسپین خلفائے دمشق کا ایک صوبہ تھا
لیکن دمشق کی حکومت اسپین میں برائے نام تھی۔ اتنی دور کا انتظام بالکل بادشاہ کی مرضی پر منحصر
نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ عربوں اور بربری نو مسلموں میں بھی مخالفت شروع ہوگئی۔
اسپین میں مستقل اسلامی سلطنت کی ابتدا عبدالرحمن بن ہشام شہزادہ دمشق نے ڈالی۔ جب ابو العباس
سفاح کے وقت میں بنو امیہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیے جاتے تھے اسوقت یہ شہزادہ دمشق
سے بھاگ کر بہزار خرابی اندلس میں پہنچا اور لڑ جھگڑ کر کل اسپین کا بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ عبدالرحمن
خلیفہ منصور کا ہمعصر تھا۔ جس طرح منصور بغداد کا بادشاہ تھا ویسا ہی عبدالرحمن اسپین میں بمقام قرطبہ
(کارڈوا) سریر آرائے سلطنت تھا اور یہ پہلا موقع ہے کہ بلاد اسلامی میں دو بادشاہ الگ الگ حکمران
ہوئے۔ عبدالرحمن کا اندلس پہنچنا کوئی معمولی بات نہ تھی اسے دنیا کے عجائبات سے کہنا چاہیے
فسانہ کا مزا آتا ہے جب مفصل حال پڑھا جائے کہ کس طرح اسنے اپنی جان بچائی اور پھر کس طرح
خودمختار بادشاہ بنا۔ منصور کے وقت میں عباسیوں کی فوج نے اندلس پر چڑھائی کی تھی عبدالرحمن

عبدالرحمن اسپین کی خودمختار سلطنت

تاب مقاومت نہ لاکر قلعہ بند ہو گیا۔ پھر ایک روز موقع پاکر اُسنے رات کو چھاپہ مارا اور عباسی فوج کے تمام سرداروں کے سر کاٹ کر بطور تحفہ کے بغداد بھیجدیے۔ اسکے بعد عباسیون نے پھر کبھی ادھر توجہ نہین کی۔ اُنکی توجہ یا تو خانگی معاملات مین مصروف رہی یا ممالک شرقی و شمالی کی فتوحات کی طرف مائل رہی عبدالرحمن نے عیسائیون کے مقابلہ مین بھی بہت سی لڑائیان لڑین اور آخر مین اُسکا دباؤ شمالی عیسائیون نے بھی تسلیم کیا۔

ہشام بن عبدالرحمن ۷۸۸ء

عبدالرحمن کے مرنے پر اُسکا بیٹا ہشام ۷۸۸ء مین باپ کا جانشین ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت کریم النفس رحم دل اُتپیا مغز تھا۔ اسکے وقت مین فقہاے اسلام ارکین دولت کے خلاف ہوگئے یہ فقہا خلفاے اربعہ کا نمونہ دیکھنا چاہتے تھے اور یہان سلطنت کا رنگ خلفاے عباسیہ کی طرح سلاطین عجم کے دربار کی صورت پکڑ چلا تھا۔

حکم بن ہشام ۷۹۶ء

۷۹۶ء ہشام کا بیٹا حکم تخت پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین متعصب مسلمان مُلک سے نکل کر افریقہ کے سواحل مغربی پر آباد ہونے چلے گئے۔

عبدالرحمن ثانی بن حکم

حکم کے بعد اُسکا بیٹا عبدالرحمن ثانی تخت پر بیٹھا متعصب نومسلمون کے چلے جانے پر شہداے مسیحی (عیسائیون کے خیال کے مطابق) نے زور پکڑا متعصب عیسائی دربار شاہی مین قصداً جان دینے آتے تھے یعنی قاضی کے سامنے ایسے حرکات کرتے تھے جس سے لامحالہ قاضی کو اُنکی موت کا فتوی دینا ناگزیر ہوتا تھا اور فتوی سُنکر وہ لوگ خوش ہوتے تھے اور کہتے کہ یہی ہماری مراد تھی

شہداے مسیحی

لیکن خیریت یہ تھی کہ ان مسیحی شہدا سے کوئی پولٹیکل پیچیدگی نہین پیدا ہوئی۔ خود سمجھدار عیسائی ان مسیحی شہدا کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ عبدالرحمن ثانی کے وقت مین قرطبہ کو وہی رونق تھی جو ہارون کے وقت مین بغداد کو یا شاہجہان کے وقت مین ایک زمانہ کے بعد نئی دلّی کو نصیب ہوئی۔ اسکے وقت مین خوشنما باغ لگائے گئے عالیشان مساجد خوبصورت عمارات اور مضبوط ملیون سے قرطبہ کی زینت بڑھائی گئی۔ اسکے زمانہ کے چار شخص مشہور ہین۔ ذاکر[۱] یحیی[۲] مشہور فقیہ۔ فاریاب فن موسیقی کا اُستاد۔ طرب[۳] سلطان کی دلربا ملکہ۔ لفر ایک[۴] حبشی غلام۔

محمد بن عبدالرحمن[۵]

عبدالرحمن کے مرنے پر اُسکا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا۔ اسکے زمانہ کے بعد ہی شہداے مسیحی کی ہڈیان فرانس کے راہب ایک جنگ مین بھر کر اپنے ملک کو لے گئے غرض اُنکی صرف لوگون کو

مسلمانون کے خلاف ابھار ناتھی - اسپر عیسائیون نے کچھ زور بھی دکھایا لیکن مسلمانون کو اس سے کچھ نقصان نہین پہنچا۔

سلطنت کا بٹوارہ

محمد کے بعد منذر حکمران ہوا۔ یہ ایک بہادر دانشمند شخص تھا۔ لیکن اُسکا بھائی عبداللہ اُسکے قتل کا سبب ہوا۔ اور عبداللہ مین یہ لیاقت نہ تھی کہ وہ ملک کا بوجھ اُٹھا سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی خودمختار ریاستین مسلمانون کی قایم ہوگئین اور عیسائیون کی سلطنتون نے بھی جابجا زور پکڑا۔ لیکن خیریت یہ ہوئی کہ مسلمانون کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستون نے ملک کی تہذیب اور ترقی پر کچھ برا اثر نہین کیا شاعر - ادیب - اہل فن ہر دربار مین موجود رہتے تھے۔ ملکی حرفت اور صنعت مین بھی کچھ الیا زوال نہ تھا۔

عبدالرحمٰن ثالث

اسکے بعد عبدالرحمٰن ثالث ۲۱ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا اور اُسوقت سلطنت قرطبہ کی حکومت قرطبہ کے حدود ہی مین محدود تھی - اس نوجوان اولوالعزم خلیفہ نے ملک کا بندوبست کرنے کی غرض سے اپنے کو فوج کے آگے رکھا - اسکی جرأت دیکھکر پہلے مسلمانی ریاستین اُسکی تابع ہوئین - پھر مسیحی ریاستون کا مقابلہ شروع ہوا - ۱۸ برس تک عبدالرحمٰن اپنے اسلاف کے نقصانون کی تلافی مین مشغول رہا۔ اسکے بعد اسنے افریقہ کے مشہور قلعہ سیوٹا پر اپنا قبضہ جمایا - فاطمیون سے (سلاطین اسماعیلیہ مصر) اسنے بحیرۂ روم کے لیے لڑائیان کین - فاطمی سے مراد وہ مسلمان بادشاہ ہین جو فاطمہ بنت رسول ؐ کی نسل سے تھے اور خلافت بغداد کی کمزوری کے زمانہ مین ایک جدا سلطنت اُنکی مصر مین قایم ہوگئی تھی - یہ سب تو تھا ہی عیسائیون کے مقابلہ مین اسکا بہت وقت صرف ہوا - خیر قرطبہ کی گئی ہوئی سلطنت پھر اسکے وقت مین رونق پکڑ گئی - یہ بڑا شخص گزرا ہے مسلمانون نے اسکے وقت

مسلمانون کا زور

مین بہت زور پکڑا - قسطنطنیہ - فرانس - جرمنی - اٹلی کے بادشاہ اظہار اخلاص مندی کے لیے اسکے دربار مین اپنے سفیر بھیجتے تھے یہ علم کا شوقین اور عالمون کا سرپرست تھا اور اسکے ساتھ ہی یہ بہت بڑا فوجی کمانڈر بھی تھا - اب تک سلاطین اندلس کو امیر - سلطان یا ابن الخلائف کہتے تھے اور خلیفہ کا لقب صرف خلفاء بغداد کے لیے مناسب سمجھا جاتا تھا - خلفاء بغداد کی حالت یہ تھی کہ انکا اقتدار بغداد کے باہر نہ تھا اسلیے اسنے بے تکلف اپنے لیے خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر دین اللہ کا خطاب اختیار کیا اور کہا کہ خلیفہ کا لقب عباسیون سے زیادہ مجھے زیب دیتا ہے - ۵۰ برس تک اُسنے بڑے زور سے

سلطنت کی اور ستر برس کی عمر میں جاکر سحا میں سویا۔ یہ انتظامی امور میں سلطان صلاح الدین سنہ ۱۳۱۹ کے مشابہ تھا جسکا ذکر آگے آئیگا اور بعض امور میں عالمگیر شاہ ہند سے بھی اسکو نسبت دے سکتے ہیں۔ قرطبہ کو اس بادشاہ کے وقت میں بڑی رونق تھی۔ شہر کی لمبائی کسی طرح دس میل سے کم نہ تھی گویا اس زمانہ کے لندن کی لمبائی تھی۔ قصر الازہار۔ قصر العاشقین۔ قصر آکسرو۔ قصر التاج و دمشق شاہی محلوں کے نام تھے۔ ۱۵ ہزار سے زیادہ ملازمین گورنمنٹ کے مکان تھے۔ عام آبادی

حمام مکانوں کی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ۷ سو مسجدیں تھیں۔ ۹ سو حمام ایسے تھے جنمیں ہر خاص و عام

مسجدیں غسل کرسکتے تھے۔ قرطبہ کی جامع مسجد کی بنیاد ۷۸۶ء میں عبد الرحمن اول نے رکھی تھی اور اسکے بعد ہر خلیفہ کے وقت میں کچھ نہ کچھ تعمیر ہوتی ہی رہی۔ مجموعی اعتبارات سے یہ مسجد ایک عجیب چیز تھی۔ ۱۰ ہزار

جامع مسجد بتیاں اسمیں روز روشن ہوتی تھیں۔ تین سو آدمی صرف روشنی اور خوشبو کے اہتمام کے لیے مقرر تھے۔ خلیفہ کی بی بی زہرہ کے نام پر مدینۃ الزہرہ ایک شہر قرطبہ کے قریب آباد کیا گیا تھا۔

شاہی محل اور اسمیں شاہی محل کا نام قصر الزہرہ رکھا گیا تھا۔ جسوقت ۹۴۹ء میں سفیر یونان سے خلیفہ اعظم عبد الرحمن ثالث نے ملاقات کی۔ تو سفیر دربار شاہی کی عظمت دیکھ کر ششدر ہو گیا۔ یوں تو تمام اندلس میں صنعت اور حرفت کی ترقی تھی لیکن قرطبہ کو ان سب میں فوق تھا مشہور ہو گیا تھا کہ ۱۳۰ ہزار صرف اس شہر میں ریشم باف تھے۔

لیکن خلیفہ عبد الرحمن کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد سلطنت اسلامی میں ضعف شروع ہوا المنصور وزیر نے کچھ سنبھالا لیکن اسکو پائداری نہ ہوئی جس طرح ہند میں عالمگیر کے بعد خاندان تیموریہ سلطنت کا زور گھٹا اسی طرح اندلس میں خلیفہ عبد الرحمن کے بعد سلطنت اسلامی میں ضعف شروع ہوا اور ہشام ثالث پر خاندان بنو امیہ کا تین سو برس کی حکمرانی کے بعد ۱۰۳۱ء میں خاتمہ ہو گیا۔

جس طرح دلی کے بعد لکھنؤ کی بادشاہت مسلمانوں کے آنسو پونچھتی رہی اسی طرح قرطبہ کی سلطنت کے بعد ایک چھوٹی سی غرناطہ کی سلطنت قائم ہو گئی اور ڈھائی سو برس تک یعنی ۱۴۹۲ء تک قائم رہی۔ مسلمانوں کو اس زمانہ میں بھی بڑا عروج تھا اور بہت کچھ تہذیب اور ترقی کا چرچہ تھا۔ اس سلطنت کو عیسائی مذہب والے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر ان بادشاہوں کو وہ بات کہاں نصیب تھی جو خلیفہ عبد الرحمن یا اسکے بعد منصور وزیر کو حاصل تھی۔

خلیفہ عبدالرحمن کے بعد اسکا بیٹا حکم اور حکم کے بعد اسکا بیٹا ہشام ثانی تخت نشین ہوا۔ یہ دونوں کتاب کے کیڑے تھے اور سلطنت کے لائق ہرگز نہ تھے۔ حکم نے اپنے وزیر منصور کی کامل اطاعت کی اور ہشام نے تو اپنا اقتدار منصور کی جانشینی تسلیم کرکے اپنے کو الگ کر لیا۔ حکم کے زمانہ میں شاہی کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں جو فہرست میں درج ہو کر کل کتابیں حکم کی دیکھی ہوئی تھیں۔ اور اکثروں پر اس کا حاشیہ تھا جس سے بعد کے علما بہت کچھ مستفید ہوئے۔

حکم ثانی ۹۶۱ء
ہشام ثانی ۹۷۶ء

المنصور محض ایک معمولی شخص تھا جو بڑھتے بڑھتے وزارت اور پھر بادشاہت کے منصب تک پہنچ گیا۔ یہ بڑا ہی بہادر سپاہی تھا تمام مہموں کی نگرانی خود اپنے ذمہ رکھتا تھا۔ اسکو اس خاندان کا مہر کہہ سکتے تھے اگرچہ باعتبار تاریخ نہ ہو تھے۔ اندلس کو جو اقبال، دولت، عزت اور عظمت اسکے وقت میں حاصل ہوئی وہ خلیفہ اعظم کے وقت میں بھی نہ تھی۔ اسکے وقت میں اندلس کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ عیسائیوں پر بھی اسنے خوب حملے کیے۔ سینٹ جیمس کی درگاہ اسکے وقت میں منہدم ہوتے ہوتے رہ گئی۔ منصور کے مرنے پر چھ برس تک اسکے بیٹے مظفر نے بھی سلطنت کو خوب سنبھالا۔

منصور ۹۷۸ء
مظفر بن منصور ۱۰۰۲ء

خلیفہ عبدالرحمن کی تخت نشینی یعنی ۹۱۲ء سے مظفر کی وفات یعنی ۱۰۰۲ء تک تخمیناً نوے برس تک مسلمانوں کا اندلس میں پورا عروج تھا۔ تمام یورپ کی سلطنتیں اسپر رشک کرتی تھیں۔ اسکے بعد بہت گڑبڑ شروع ہوئی۔ بربر کے نومسلم آزاد شدہ مسلمان غلام اور عرب کے مختلف قبائل کے سردار باری باری جب چاہتے تھے کٹھ پتلی کی طرح تخت پر بٹھا دیتے تھے۔ بہت سے بادشاہ قرطبہ کے تخت پر بٹھائے گئے اور اتارے گئے۔ خود ہشام ثانی جو ابھی تک زندہ تھا دوبارہ تخت پر بیٹھا اور معزول کیا گیا۔ یہ طوفان بے تمیزی ۲۰ برس تک قایم رہا اور اسی میں خاندان بنو امیہ کے ساتھ منصور وزیر کا خاندان بھی برباد ہو گیا۔ پھر اسکے بعد خود مختار سلطنتیں جا بجا قایم ہو گئیں اور ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی لیکن علم و ہنر، حرفت اور صنعت پر اب بھی کوئی اثر نہ پڑا۔ جب تک صرف مسلمانوں کا باہمی نفاق تھا بربر کے مسلمان چپ بیٹھے رہے لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ عیسائیوں نے کچھ زور پکڑنا چاہا ہے تو وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کو آئے۔ یوسف ابن تاشفین اُنکے لشکر کا سپہ سالار تھا جو بربر سے ۱۰۸۶ء میں اندلس کے مسلمانوں کی مدد کو آیا تھا اسنے تمام

طوائف الملوکی
یوسف بن تاشفین ۱۰۸۶ء

اندلس سے عیسائیون کا زور گھٹا یا اور اپنی فوج حفاظت کے لیے اندلس مین چھوڑ کر وطن واپس گیا اسطرح گو عیسائی سلطنتین مغلوب ہوئین لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۱۰۲ء مین اندلس مرابطون کی سلطنت افریقہ کا ایک باجگزار صوبہ قرار پا گیا جب مرابطون کی بربری سلطنت پر زوال آیا اور اندلس کے حصے بھی افریقہ کے ساحل مغربی کے ساتھ عیسائیون کے قبضہ مین آنے لگے تو اندلس کے مسلمان پھر کچھ سنبھلے اور انکی مختار ریاستین یہان جابجا قایم ہوگئین -

بنو مروان

اسکے بعد بنو المہدی مسلمانون کے ایک متشرع فرقہ نے جسکو اس کتاب مین شاہان علویہ تعبیر کیا گیا ہی اور جسکا ذکر آگے آیگا بنو مروان پر بربر مین غلبہ پایا - فاتحین بربر کو اندلس کی فکر ہوئی ان خود مختار ریاستون مین جو ابھی ابھی قایم ہوئین تھین کیا دم تھا یہی بہت تھا کہ یہ اب تک عیسائیون سے بچی رہین - ان حملہ آور مسلمانون نے سنہ ۱۱۴۶ء تک کئی حملون کے بعد قرطبہ کو فتح کرکے اپنی سلطنت مین شامل کرلیا لیکن یہ لوگ بھی بنو مروان کی طرح افریقہ ہی مین بیٹھ کر حکمرانی کرنا چاہتے تھے - مرا کو سے انھین حکومت کرنے کو یہان آنا ہوتا تھا - اس طرح کہین سلطنت کو استحکام ہوا ہی؟ عیسائیون نے موقع پاکر لڑائی شروع کردی سنہ ۱۱۹۵ء مین شمالی عیسائیون کو ایک بہت بڑی شکست بنو مہدی نے دی لیکن افسوس کہ اسکے بعد سنہ ۱۲۱۲ء مین بنو مہدی کو بڑی ہی سخت ہزیمت عیسائیون کے مقابلہ مین ہوئی اور اسی وقت سے دولت مہدی کو زوال شروع ہوا - آخر آخر دولت مہدوی کی کچھ ایسی نازک حالت ہوگئی کہ انکو خود اپنے قدیم ملک کی حفاظت دشوار ہوگئی اور اندلس کی حکومت نے انھون نے سنہ ۱۲۳۵ء مین اپنے سے الگ کرلیا اور عنان حکومت بنو نصر کے قبضہ مین آئی جسکی نسل کے سلاطین کو شاہان غرناطہ کہتے ہین -

بنو مہدی سنہ ۱۱۴۶ء

بنو مہدی علیحدہ ہوئے سنہ ۱۲۳۵ء

بنو نصر کا عہد اندلس مین مسلمانون کا آخری زمانہ تھا - انکے قبضہ سے ملک نکلنے لگا اور سنہ ۱۲۶ء تک صرف صوبہ غرناطہ (گرناڈہ) باقی رہ گیا - اس تنگ سرزمین مین محدود ہو کر ڈھائی سو برس تک اور مسلمانون نے اندلس کی حکومت کی - گو یہ ہر طرف مسیحی دشمنون سے گھرے ہوئے تھے لیکن انکی جنگجو طبیعتین کبھی اپنے ہمسایون سے دب کر نہین رہین - اسلام کے دلاور سپاہی جو اپنے مسیحی فاتحون سے بیدل تھے ہر طرف سے سمٹ کر غرناطہ مین آگئے اور اسلیے اپنی متفقہ کوشش سے وہ لوگ بہت زور کے ساتھ رہے - بنو نصر کے زمانہ مین بھی بہت زیادہ علمی ترقی

تھی اور حرفت وصنعت کا بڑا زور رہتا -

بنو نصر

خاندان بنو نصر کا بانی ابن الاحمر عرب کی نسل سے تھا اسنے بہت زور مارا لیکن اپنے عیسائی حریفون کو جو تمام اسپین مین پھیلے ہوئے تھے دبا نہ سکا - اسکے بعد جو زمانہ گزرا وہ امن کا تھا - عرب اپنی حالت پر قانع تھے اور عیسائی بھی چھیڑ چھاڑ پسند نہ کرتے تھے -

غرناطہ

مابعد کی دو صدیون مین بالکل امن و امان رہی - علمی اور کسبی کمالات اور شریفانہ طرز معاشرت مین غرناطہ رشک قرطبہ بن گیا - غرناطہ کا قصر الاحمر آج تک سیاحان یورپ کو حیرت مین ڈالتا ہے - دو سو برس جو سلطان غرناطہ کی حکومت کے گزرے انھین بہت غنیمت سمجھنا چاہیے - یورپ کے شمالی حصہ مین جسطرح اب سلطان ٹرکی ۳۴۳ دانت مین ایک زبان ہے وہی کیفیت یورپ کے جنوبی حصہ مین سلاطین غرناطہ کی تھی -

ابوالحسن مولوی یا علی

سنہ ۱۴۷۵ء مین شمال کی عیسائی سلطنتین آپسمین متفق ہوئین اور انکا اتفاق مسلمانون کی بنیاد اکھڑنے کا سبب ہوا - ابوالحسن نے جو مولوی علی بھی مشہور تھا کچھ چھیڑ کی ابتدا کی اور پھر عیسائیون کی متفقہ قوت نے اُسے سنبھلنے نہین دیا - ابوالحسن نے سنہ ۱۴۸۱ء مین پیشدستی کی اور ایک قریب کے قلعہ پر شبخون مارا - اس حملہ مین ابوالحسن کو کامیابی ہوئی - اسکے بعد عیسائیون نے حملے شروع کیے اور ہر طرف سے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے - مسلمانون نے بھی خوب مقابلہ کیا - ملک ان لڑائیون مین زیادہ تباہ ہوا عیسائیون کو بھی بڑی بڑی زحمتین اُٹھانا پڑین اسی اثنا مین ابوالحسن کا بیٹا ابوعبداللہ باپ کو معزول کرکے تخت پر بیٹھنے کی فکر مین ہوا اور پھر لڑائی مین ایک موقع پر عیسائیون کے ہاتھ گرفتار ہوگیا - ابوعبداللہ کی گرفتاری نے مسلمانون کو اور بھی کمزور کردیا جب ابوعبداللہ فرڈیننڈ شاہ قرطبہ کے سامنے لایا گیا تو عیسائی بادشاہ نے اُسکے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کیا اور تاج قرطبہ کی ہواخواہی پر اُس سے معاہدہ لیکر اُسے چھوڑ دیا - اب ابوعبداللہ جو واپس آیا تو اپنے باپ ابوالحسن سے لڑنے لگا - ابوالحسن اپنے بیٹے ابوعبداللہ سے بھاگ کہین پناہ گزین ہوا اور پھر ضعف بصارت سے بیکار ہوگیا -

الزاجل

ابوالحسن کے مرنے پر اُسکے بھائی الزاجل کی فکر ابوعبداللہ کو لاحق ہوئی اور دونو چچا بھتیجا باہمی فکر کرنے لگے - الزاجل ایک بہادر شخص تھا اُسنے آخر آخر عیسائیون کو خوب شکستین دین لیکن باہمی

نا اتفاقی کا اثر ہوا۔ الزاجل کی ساری کوششیں ناکامیابی پر منتج ہوئیں۔ الزاجل نے اپنے شہر
کے بہادروں کے ساتھ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہزیمت پائی تو لوگ اس سے منحرف ہو گئے
اور ابوعبداللہ کو پھر بادشاہ بنایا۔ آخر نتیجہ ان بے لطفیوں کا یہ ہوا کہ عیسائیوں نے الزاجل کو محصور
کیا۔ محاصرہ میں کامیابی ہوئی۔ لیکن شہر والے فاقہ کشی سے گھبرا کر آخر میں قلعہ کا دروازہ کھول دیا
مسلمانوں کی سلطنت ہشت صد سالہ کا خاتمہ قریب پہنچا۔ اسکے بعد الزاجل اندلس چھوڑ کر
فیض میں چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے اسکی آنکھیں نکلوالیں اور آخر میں وہ گداگری سے بسراوقات
کرنے لگا۔ اسکے پرانے عبا پر یہ لکھا ہوا تھا "میں ہوں اندلس کا کم نصیب بادشاہ
جیسے عبرت لو"۔ الزاجل کے شہر لے لینے پر صرف ابوعبداللہ رہ گیا اور شہر غرناطہ رہ گیا۔ الزاجل
کے چلے جانے پر مسلمانوں کا باہمی اتفاق تو کم ہو گیا لیکن عیسائیوں کی بلا پھر بدستور قائم رہی۔ ۱۴۹۱ء
میں شاہ فرڈی ننڈ، ملکہ ازابلہ کے ساتھ جہاد کے سالانہ دورہ پر اٹھا اور عہد کیا کہ اگر غرناطہ
فتح کیے بغیر واپس نہ آئیں گے۔ ابوعبداللہ کا مقابلہ کرتا لیکن اسکے سپہ سالار موسیٰ نے فوج
کی کمانڈ کی۔ موسیٰ نے خوب مردانگی سے مقابلہ کیا لیکن فرڈی ننڈ نے شہر کے قریب ایک سرا
گاؤں اپنی فوج کے لیے بسا لیا اور یہ عہد کیا کہ غرناطہ فتح کیے بغیر واپس نہ جائیگا۔ موسیٰ کی موت
پر ابوعبداللہ نے بالکل ہمت ہار دی اور شہر خالی کرنے کے لیے ایک مہلت لی۔ اور سلطان ترکی اور
شاہ مصر سے مدد مانگی۔ ان لوگوں نے جب کچھ خبر نہ لی تو آخر دسمبر ۱۴۹۱ء میں شہر غرناطہ کو ابوعبداللہ
نے خالی کر دیا اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی وہ سلطنت جو ۷۱۱ء میں قائم ہوئی تھی معدوم ہو گئی
اسکے بعد قرطبہ کے عیسائی بادشاہ نے یہ قانون نافذ کیا کہ مسلمان عیسائی مذہب اختیار
نہ کریں تو ملک سے باہر کر دیے جائیں۔ ۱۵۶۷ء میں اسپر سختی سے عملدرآمد ہوا۔ اس سختی سے
مسلمانوں کو کچھ غیرت آئی اور عرصہ تک وہ بے کسی بادشاہ کے مسیحیوں سے لڑتے رہے دشمنوں
کو مارتے تھے اور خود بھی مرتے تھے۔ آہستہ آہستہ ۱۶۱۰ء تک کوئی ۳۰ لاکھ مسلمان شہر سے جلاوطن
ہو گئے۔ ۵ لاکھ تو ایسے تھے جنکو اسپین کے عیسائی بادشاہ ہنری ہفتم نے خود مستعد ہو کر ملک سے
باہر نکال دیا۔ تمام مسجدیں گرجا ہو گئیں۔ حمام گرا دیے گئے۔ نشانات مٹا دیے گئے۔ اب کہیں سے
پتہ نہیں لگتا کہ اندلس میں آٹھ سو برس تک مسلمانوں کی عملداری تھی۔ ایک ہزار برس تک اسلام کا چرچا

ابوعبداللہ

عیسائیوں کا مذہبی تعصب

مسلمانوں کی جلاوطنی

اور عربی زبان وہاں قریب قریب مادری زبان کے ہو چلی تھی۔ قرآن میں لکھا ہے کہ عاد اور ثمود وغیرہ قومیں دُنیا میں سب سے بڑھ کر ہوئیں اور پھر وہ اس طرح مٹیں کہ پتہ نہ لگا۔ اس آیتہ کا مفہوم تاریخ اندلس پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ قوم یوں معدوم ہوتی ہے۔

مسلمانوں کی جلاوطنی سے تمام علمی برکتیں بھی ملک سے جاتی رہیں کیونکہ زیادہ تر یہی لوگ اُستاد فن تھے۔ اسپین کے عیسائیوں نے اس بیرحمی سے اپنا مُلکی نقصان بھی کیا یعنے وہ اسپین جو مسلمانوں کی بدولت تمام یورپ کا دارالعلم تھا آج وہ یورپ میں نگا ہوں میں نیم وحشی ملکوں کا برابر یا اہل یورپ سے معمولی سمجھا جاتا ہے۔

فصل دوم

ملوک طاہریہ

اندلس کے حالات نے ناظرین کو ۱۶ صدی عیسوی تک پہنچا دیا اور ابھی مسلمانوں کے درمیانی حالات کا عشر عشیر بھی نہیں بیان کیا گیا۔ یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ منصور خلیفہ عباسی کے وقت میں اندلس میں جُدا سلطنت اسلامی قائم ہو گئی لیکن سوا اندلس کے اور دیگر بلاد اسلام پر عرصہ تک بنو عباس قابض رہے۔ بنو عباس کی سلطنت کا حال اوپر لکھا گیا ہے لیکن نہایت اختصار کے ساتھ۔ اختصار کی وجہ یہ ہے کہ بنو عباس کے زمانہ میں جُدا جُدا سلطنتیں قائم ہوتی گئیں اور جنکی وجہ سے سلطنت بغداد روز بروز کمزور ہوتی گئی اُنکے حالات الگ لکھے جائیں گے اور اُنکے ذیل میں خلفاے عباسیہ کے تذکرے بار بار آئیں گے۔

تمہید بیان

جو نقشہ ایران کا باب سیوم میں دیا گیا ہے اُسکے علاوہ خراسان۔ افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ مقامات بھی ایسے ہیں جو حضرت عثمان کے زمانہ تک پورے طور پر فتح ہو چکے تھے اگر ان مقامات کے نقشے ابتدائی فتوحات کے سلسلہ میں درج کیے جاتے تو نامناسب نہ ہوتا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ وہاں ان مقامات سے زیادہ دلچسپی دینے والے نقشے لگا رکھے گئے تھے اور اب درج کیے جاتے ہیں۔

ملوک طاہریہ خراسان میں

خلفاے عباسیہ کی حکومت سب سے پہلے خراسان میں ضعیف ہوئی۔ یہاں ملوک طاہریہ کا ایک خاندان قایم ہوا جسکا پایہ تخت نیشاپور اور تو نیشاپور قرار پایا۔ ملوک طاہریہ کو خلفاے عباسیہ کا خود مختار گورنر سمجھنا چاہیے۔ یہ لوگ خلفاے بغداد سے منحرف نہ تھے لیکن انکے خاندان میں سے نسلاً بعد نسل ولایت

ہونا خاندان کی قوت کا ثبوت دیتا ہے - اور اس سے خلفائے عباسیہ کی کمزوری خواہ مخواہ لازم آتی ہے۔

ملوک طاہریہ کی بنیاد یوں پڑی کہ طاہر بن حسین قاتل امین گو بظاہر مامون کا بہی خواہ تھا لیکن مامون اپنی عالی منشی کو کیا کرتا کہ وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کسی طرح دل سے پسند نہیں کرتا تھا۔ مامون نے اپنے دلی خیالات کو بہت چھپایا لیکن طاہر پر ظاہر ہی ہوگیا اور وہ کسی طرح خراسان کی گورنری کا پروانہ لیکر مامون کی خدمت سے الگ ہوگیا۔

طاہر

خراسان پہنچکر طاہر نے ایک روز مامون کا نام خطبہ جمعہ میں نہیں لیا اور یہی ابتدائی بغاوت تھی لیکن اتفاق سے دوسرے ہی دن وہ مرگیا اور اسکے بعد طلحہ[۲] بن طاہر - علی[۳] بن طلحہ - عبداللہ[۴] بن طاہر طاہر[۵] بن عبداللہ - محمد[۶] بن طاہر بن عبداللہ - یے در پے یہ پانچ والی خلفائے بغداد کے حکم سے مقرر ہوتے رہے اور برابر مطیع خلفا رہے - محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی کے خروج سے بہت تکلیف پہنچی اور اخیر میں وہ یعقوب بن لیث کے ہاتھ گرفتار ہوا اور ملوک طاہریہ کا اسیر خاتمہ ہوگیا۔

فصل سوم

ملوک صفاریہ

ملوک صفاریہ

یعقوب بن لیث صفار ابتدا میں ایک مزدور تھا - پھر لوٹیروں کی ایک جماعت کا سردار ہوگیا - رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا - خراسان - کابل - بلخ اور طبرستان پر قابض ہوگیا - محمد بن طاہر کو قید کیا اور اسکے مدمقابل حسن بن زید علوی کو بھی شکست دی - یہ زمانہ معتمد باللہ کی خلافت کا تھا - معتمد کو یہ اعتراض تھا کہ میرے گورنر کو یعقوب نے کیوں قید کیا - اور یعقوب نے بڑھکر فارس پر بھی قبضہ کرلیا - اب خلیفہ نے دبکر فارس اور خراسان کی ولایت خوشی سے یعقوب کو دینا چاہی - لیکن اسکو تو تاج خلافت کی دھن تھی یہ کب مانتا تھا - پہلی لڑائی میں خلیفہ کے بھائی موفق نے کسی حیلہ سے یعقوب کو بھگایا اور جب دوبارہ یعقوب نے طیاری کے ساتھ چڑھائی کی تو درد قولنج نے اسے فرصت نہیں دی - یعقوب بڑا مستقل مزاج اور بہادر تھا - زندہ رہتا تو خلافت بغداد بڑے خطرہ میں رہتی - خلیفہ کا ایلچی جب فارس اور خراسان کی ولایت کا پروانہ لیکر صلح کا پیغام لایا تو اسنے سامنے تلوار - نان خشک اور پیاز رکھکر کہا کہ میں تلوار سے سلطنت لونگا - خلیفہ کا مطیع ہونا مجھے منظور نہیں ہے اور اگر تلوار نے میری مدد نہ کی تو

یعقوب بن لیث

سوکھی روٹی اور ایک پیاز کی گٹھی مجھے بہت ہے۔ یعقوب کی اس گفتگو سے اسکے خیالات اور استقلال کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

عمرو بن لیث

یعقوب کے مرنے پر اسکا بھائی عمرو بن لیث خراسان کا والی ہوا اسنے خود خلیفہ کی خدمت مین اظہار اطاعت کا خط بھیجا اور وہان سے عراق۔ عجم۔ فارس اور خراسان کی حکومت اسکو عطا ہوئی۔ درمیان مین خلیفہ بغداد اس سے ناخوش ہوگیا تھا لیکن اس اثنا مین رافع بن ہرثمہ نے خروج کرکے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ عمرو نے رافع کو شکست دی اور اسکا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔ اس کارگذاری سے خلیفہ کے دل مین عمرو نے جگہ کر لی۔ عمرو نے خلیفہ معتضد کے وقت مین جو تحائف اور ہدایا خراسان سے بغداد بھیجے تھے وہ بہت قیمتی بیان کیے جاتے ہین۔ بہرحال عمرو کی حالت ایک گورنر کی تھی لیکن ایسا گورنر جسکو بادشاہ موقوف کرنے کی جرأت نہ کرے اور نہ گورنر بادشاہ کے حکم سے عدول کرنے کی ہمت کرے۔ حجاج کے سامنے خلیفہ نے ماوراء النہر۔ خراسان۔ فارس۔ کرمان اور سیستان کی حکومت کا عمرو بن لیث کو دی جانا ظاہر کیا۔ اس سے عمرو بن لیث کا دل بڑھا اور اسنے ماوراء النہر کے حاکم اسمعیل سامانی سے مقابلہ کیا جہان وہ اتفاقاً گرفتار ہوگیا اور بغداد بھیجا گیا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ خلیفہ بغداد کے ایما سے اسمعیل نے ایسا کیا۔ عمرو لیث بغداد ہی مین بحالت قید مرا۔ اسمعیل سامانی کون تھا؟ اسکا بیان آگے آئیگا۔

پھر اسی خاندان کے کئی اشخاص طاہر ابن محمد۔ لیث ابن علی۔ عمرو ابن یعقوب۔ خلف ابن احمد یکے بعد دیگرے سیستان کے حاکم ہوئے سامانیون سے انکا برابر مقابلہ رہا۔ اخیر مین یہ دونون خاندان تباہ ہوئے یعنے دولت صفاریہ اور ملوک سامانیہ کا ایک ساتھ خاتمہ ہوا۔ خلف ابن احمد دولت صفاریہ کا اخیر بادشاہ بہت نیک نام سمجھا جاتا ہے۔ طاہر ابن محمد اور لیث ابن علی کو گرفتار کرکے دشمنون نے بغداد بھیج دیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ تک سیستان مین خلفاء بغداد کی قوت کی نوعیت کیا تھی۔

فصل چہارم

ملوک سامانی

بہرام چوبی کی نسل سے اسد بن سامان ایک شخص تھا جسکا اعزازنگی وجہ سے ماموں نے بہت

محترم سمجھا تھا اسکے بہت سے لڑکے تھے جنھوں نے دار الخلافت میں مامون کے وقت میں تربیت پائی اور پھر انکو ذمہ داریوں کے عہدے دیے گئے اور عرصہ تک اس سلسل کی حکومت رہی کبھی تو ملوک طاہریہ کی طرف سے انکو حکومت ملتی تھی اور کبھی خلفا سے بغداد کی طرف سے یہ مقرر کیے جاتے تھے۔ بادشاہی لقب اس خاندان میں اسمعیل ابن احمد سامانی کے وقت سے استعمال کیا گیا جب ایک خودمختار بادشاہ ہوا اور خلیفہ بغداد کی جو کچھ اسنے خدمت کی وہ جزاً بطور اطاعت اور جزاً بطور سلوک تھی۔

اسمعیل سامانی نے بہت بڑی فتح ترکستان میں حاصل کی۔ شاہ ترکستان کو مع اسکی خاتون کے گرفتار کرکے سمرقند لایا اور پھر جیحون سے عبور کرکے عمر ابن لیث کو گرفتار کیا جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان دو فتوحات نے اسے مستقل بادشاہ بنادیا۔ شروع شروع اسنے ماوراء النہر میں زور پکڑا اور یہیں سمرقند اسکا پایہ تخت ہوا۔ عمر لیث کو اسنے قید کرکے بغداد بھیجا تو وہاں سے اسکو سیستان۔ خراسان مازندران۔ رے اور اصفہان کی حکومت عطا ہوئی۔ اسنے محمد بن زید علوی کو جسنے طبرستان میں خروج کیا تھا شکست دی یہ بادشاہ بڑا عادل اور نیک نام تھا۔

اسمعیل کے بعد آٹھ بادشاہ خاندان سامانی کے اور ہوئے جنکی تفصیل ذیل میں ہے۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۲	احمد بن اسمعیل		خلیفہ بغداد نے اسکو عہد نامہ اور لوا بھیجا اسکا پایہ تخت بخارا تھا یہ بہادر اور خوش خلق تھا۔ اراکین دولت کے ایما سے یہ قتل کیا گیا۔ چھ سال تک یہ بادشاہ رہا۔
۳	ابو الحسن نصر بن احمد		نہایت خردسالی میں یہ تخت پر بیٹھا۔ اسکے خاندان والے اس سے منحرف رہے اور مغلوب ہوگئے۔ ہوش سنبھالنے پر یہ بڑا نامور بادشاہ ہوا ۳۰۱ھ میں ۲۸ سال حکومت کرکے ۳۸ برس کی عمر میں اسنے انتقال کیا۔ اپنی کریم النفسی سے اسکا لقب امیر سعید ہوا۔
۴	نوح بن نصر بن احمد	۳۳۱ھ	اسکو سلاطین دیالمہ سے برابر مقابلہ رہا۔ آئندہ لکھا جائیگا کہ سلاطین

۳۳۱ھ

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			دیالمہ کون تھے۔ اکثر یہ غالب رہا۔ ۳۴۳ھ میں یہ مرا۔
۵	عبدالملک بن نوح	۳۴۳ھ	رے اور خراسان کی بابت یہ بھی اپنے باپ کی طرح دیالمہ سے برابر لڑتا رہا۔ اخیر میں کچھ مصالحت ہو گئی تھی اور اسی اثنا میں چوگان کھیلنے میں گھوڑے سے گر کر یہ ۳۵۰ھ میں مر گیا۔ لوگ اسکو مؤید اور موفق بھی کہتے تھے۔
۶	منصور بن نوح بن نصر	۳۵۰ھ	آپنے بھائی عبدالملک کے مرنے پر خراسان اور ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ البتگین سپہ سالار خراسان اسکی تخت نشینی کے خلاف تھا اسلیے اسکی تخت نشینی کی خبر سنکر وہ غزنی بھاگ آیا اور یہاں اسی کے غلام سبکتگین کی ذات سے سلطنت کی بنیاد پڑی جسکا ذکر آگے آئیگا۔ رکن الدولہ دیلمی پر یہ بادشاہ غالب آیا اور اس سے کچھ سالانہ خراج مقرر کرالیا۔ پندرہ سال حکومت کرکے ۳۶۵ھ میں یہ مرا۔ لوگ اسکو امیر مؤید اور امیر سدید بھی کہتے تھے۔
۷	نوح بن منصور بن نوح	۳۶۵ھ	البتگین کے غلام سلطان سبکتگین کا یہ ہمعصر تھا۔ اسکے وقت میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ دیلمی تمام عراقین پر قابض ہو گیا تھا۔ اور شمس المعالی قابوس بن وشمگیر جرجان اور طبرستان پر قابض تھا اسکے وقت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ کئی مرتبہ تو یہ فخر الدولہ کی حمایت میں عضد الدولہ دیلمی سے لڑا پھر بغرا خان گورنر خراسان ابو علی کی سازش سے ترکستان سے بخارا آیا اور ماوراء النہر پر قابض ہو گیا۔ امیر نوح تاب مقابلہ نہ لاکر مفرور ہو گیا۔ ابو علی خراسان کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بغرا خان بیمار ہو کر اپنے وطن کو واپس چلا اور راہ میں مر گیا اس طرح نوح پھر ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ لیکن ابو علی اور فائق نے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			لڑائی کی دھمکی دی تو وہ گھبرایا۔ سبکتگین کا شمار اب تک سلاطین میں نہ تھا۔ سپہ سالاروں کی طرح ہندوستان میں کچھ اسنے غزوات کیے تھے جس سے اسکا نام روشن ہو چلا تھا۔ نوح نے اس سے مدد مانگی جسے اسنے اپنا فخر سمجھا۔ سبکتگین اور اسکے بیٹے محمود نے بوعلی کو شکست دی جسکے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین اور محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ پھر اسکے بعد کئی مرتبہ سبکتگین اور محمود نے نوح کی طرف سے لڑائیاں کیں۔ نوح کے گورنر اور ملازم اکثر نمک حرام تھے اسلیے اسکو بڑی دقتیں پیدا ہوئیں۔ ۳۸۷ھ میں یہ اپنی موت سے مرا۔
۸	منصور بن نوح بن منصور	۳۸۷ھ	درباریوں کا حال تو بگڑا تھا ہی انھوں نے سیف الدولہ ایسے خیر خواہ دولت سے منصور کو لڑوانا چاہا لیکن محمود بچ گیا اسکے بعد خوارکین نے منصور کی آنکھ میں سلائی پھیر کر تخت سے اُتار دیا اور اسکے بھائی عبد الملک کو تخت پر بٹھایا۔
۹	عبد الملک بن نوح		عبد الملک بن نوح کو بھی لوگوں نے محمود سے لڑوانا چاہا۔ محمود کب تک صبر کرتا یہ لڑ پڑا۔ عبد الملک بھاگ کر بخارا اپنی دار السلطنت کی طرف گیا وہاں ایلک خان ترک کا شہر سے آکر قابض ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الملک گرفتار ہو گیا اور دولت سامانیہ کا خاتمہ ہوا۔ منتصر بن نوح سامانی نے کچھ سر اٹھایا بلکہ ایلک خان سے خوب خوب لڑا۔ لیکن آخر ہزیمت پائی اور ۳۹۵ھ میں آل سامان کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل پنجم

ملوک غزنی

الواسحق الپتگین سپہ سالار کا خراسان سے غزنی میں جا کر حکومت کرنا منصور بن نوح سامانی کے حال میں مذکور ہو چکا ہے۔ وہاں اسکا ترکی غلام سبکتگین سنہ ۳۶۶ھ میں اسکے مرنے پر جانشین ہوا اور سلطنت کا خیال اسکو پیدا ہوا۔ ہندوستان کے مختلف حصے اسنے فتح کیے اور والی سیستان پر غالب آنے کے بعد یہ سلطان مشہور ہوا۔ کفار سے بہت لڑا۔ نوح بن منصور سامانی نے اسے ناصر الدین خطاب دیا جیسا کہ نوح بن منصور سامانی کے حال میں مذکور ہو چکا ہے سنہ ۳۸۷ھ میں یہ نیک نام بادشاہ دنیا سے اٹھ گیا۔ ملوک غزنویہ کا سلسلہ اسی کی ذات سے قایم ہوا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۲	اسمٰعیل بن ناصر الدین سبکتگین	سنہ ۳۸۷ھ	اپنے باپ کے مرنے پر تخت نشین ہوا۔ اپنے بھائی محمود سے یہ لڑا اور مغلوب ہوا۔
۳	سلطان محمود بن ناصر الدین	سنہ ۳۸۸ھ	اپنے بھائی اسمعیل کو تخت سے اتار کر یہ تخت پر بیٹھا۔ سیف الدولہ کا لقب ایام شاہزادگی میں نوح بن منصور سے اسنے پایا تھا۔ اب بادشاہ ہونے پر جب اسکی شہرت اور بڑھی تو خلیفہ بغداد قادر باللہ نے اسکو یمین الدولہ اور امین الملۃ کا خطاب دیا اور بہت قیمتی خلعت اسکے پاس بھیجے۔ الیق خان یا ایلک خان بن بغراخان کو مغلوب کر کے اسنے جیحون کے پار بھگا دیا اور اسکے بعد پھر طغا خان بن ایلک خان کو شکست دیکر ماوراء النہر پر بھی محمود قابض ہوا اور اسکی سلطنت کی حد بحر کسپین تک پہنچی۔ خراسان اور سیستان تو اسکے باپ کے وقت سے مقبوضات میں شامل تھا۔ ابو علی بن مامون سے اسنے ولایت خوارزم بھی چھین لی۔ ہندوستان میں اسنے متعدد حملے کر کے تمام ہندوستان کو قریب قریب فتح کر لیا۔ مجد الدولہ بن فخر الدولہ دیلمی کو گرفتار کر کے اسنے رے اور اصفہان پر بھی قبضہ کیا۔ ملک غور بھی اسنے فتح کیا۔ غوریوں کے مزید حال دریافت کرنے کے لیے "الاسلام فی الہند" دیکھو۔ غوریوں کا خاندان اسلیے زیادہ مشہور ہے

سنہ ۳۸۸ھ
۹۹۸ء

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			کہ غزنی کی سلطنت انہیں لوگوں نے غارت کی اور ہندوستان میں مستقل اسلامی سلطنت انہیں لوگوں نے قایم کی۔ سلطان ترکی لفظ ہے اسکے معنی ہیں بادشاہ۔ لیکن سب سے پہلے محمود نے یہ لفظ اپنے لیے اختیار کیا۔ اسکے پہلے کسی مسلمان بادشاہ کو سلطان نہیں کہتے تھے۔ ۴۲۱ھ میں یہ سل کی بیماری میں مرا اور مرنے سے پہلے اسنے ممالک مفتوحہ کو یوں تقسیم کیا کہ ایک بیٹے محمد کو خراسان ماوراء النہر غزنی اور ہند دیا۔ اصفہان اور رے دوسرے بیٹے مسعود کے متعلق کیا۔ اس تقسیم سے اسکی سلطنت کی پستی ظاہر ہوتی ہے۔ خلافت بغداد کی کمزوری کے بعد اس سے بڑا کوئی دوسرا مسلمان بادشاہ نہیں ہوا۔ یہ بادشاہ عادل اور منتظم تھا۔ مذہب کا متعصب نہ تھا لیکن متعصب مشہور ہوگیا۔ دولت اسکے پاس بہت تھی۔ مرنے سے دو دن پہلے اسنے اپنی دولت اور مال کا معاینہ بڑی حسرت سے کیا۔ فردوسی طوسی اسکے وقت کا نامی شاعر ہے اور شاہنامہ اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔
۴	محمد بن محمود	سنہ ۴۲۱ھ	آپنے باپ کی وصیت کے مطابق یہ غزنی کے تخت پر بیٹھا۔ اسکے ساتھ اسکے بھائی مسعود نے وہی سلوک کیا جو محمود نے اپنے بھائی اسمعیل کے ساتھ کیا تھا فرق اتنا تھا کہ محمود نے اتنی سختی روا نہ رکھی تھی جتنی مسعود نے کی۔
۵	مسعود بن محمود	سنہ ۴۲۲ھ	آپنے بھائی محمد کی آنکھیں پھوڑکر یہ تخت پر بیٹھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا انتظام اس سے نہ ہوسکا۔ رے اور ماوراء النہر میں بغاوتیں شروع ہوئیں۔ سلجوقیوں نے خراسان سے اسے بالکل بیدخل کردیا۔ پھر بھی ہندوستان میں یہ کئی مرتبہ آیا۔ سلجوقیوں سے شکست کھاکر

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			جب یہ غزنی مین آیا تو اپنے امرا پر بڑی سختی کی۔ اسکے نزدیک شکست انھین امرا کی کم ہمتی سے ہوئی تھی۔ اسکے بعد وہ ہندوستان کی طرف چلا۔ سندھ پار ہوا ہی تھا کہ ا..... محمد کو پھر لوگون نے زبردستی تخت پر بٹھایا۔ مسعود یہ سُنکر لوٹا۔ راہ مین لڑائی ہوئی اور گرفتار ہوا لیکن محمد نے انسانیت کو راہ دیا۔ اسکی آنکھین پھوڑنے یا قتل کرنے کا اُسنے حکم نہین دیا۔ لوگون نے اُسے قید کیا اور پھر کسی وجہ سے مار ڈالا۔ محمود کی جمع کی ہوئی دولت اسنے خوب اُڑائی اسی لیے اہل کمال نے اسکی بڑی تعریفین لکھی ہین
۶	مودود بن مسعود	سنہ ۴۳۵ھ	یہ اپنے چچا محمد مکحول سے کچھ دنون تک لڑتا رہا پھر اُسپر غالب آکر سنہ ۴۳۵ھ مین غزنی کا مستقل بادشاہ ہوا۔ سلجوقیون سے اسنے بھی شکست کھائی اور صرف غزنی ماورارالنہر اور ہندپر اسکی حکومت محدود رہگئی۔ پہلے سلاطین غزنی ہند کی سلطنت کو حقیر سمجھتے تھے لیکن اب وہی مایہ ناز رہگئی۔
۷	علی بن مودود	سنہ ۴۴۱ھ	یہ دونون بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت پر آئے۔ نام بیٹھے عبدالرشید کو مارکر طغرل ایک غیر شخص تخت نشین ہوگیا۔ پھر طغرل کو قتل کرکے لوگون نے فرخ زاد بن مسعود کو تخت پر بٹھایا۔
۸	عبدالرشید	سنہ ۴۴۳ھ	
۹	فرخ زاد بن مسعود	سنہ ۴۴۴ھ	اُسنے کچھ ہاتھ پاؤن سنبھالے تھے کہ الب ارسلان سلجوقی نے اسکو بالکل دبا دیا۔
۱۰	ابراہیم بن مسعود	سنہ ۴۵۰ھ	اُسنے سلجوقیون سے صلح کرلی تاکہ ایک کو دوسرے سے کچھ ڈر نہ رہے۔ گویا اسی وقت سے سلجوقیون کا سردار خراسان کا مستقل بادشاہ ہوا۔ سلجوقیون سے مطمئن ہوکر یہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ بادشاہ بڑا عادل۔ عابد اور زاہد تھا۔

سنہ ۴۵۰ھ
سنہ ۱۰۵۸ء

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			ہند میں اسنے بہت فتوحات کیے۔ ہندوؤں سے برابر لڑتا رہا ۴۲ برس تک اسنے بادشاہی کی۔
۱۱	مسعود بن ابراہیم	سنہ ۴۹۲ھ	اچھا بادشاہ تھا ۱۶ برس تک سلطنت کی۔ اسکے وقت میں لاہور کچھ دنوں کے لیے تخت گاہ تھا۔
۱۲	ارسلان بن مسعود بن ابراہیم	سنہ ۵۰۹ھ	یہ بادشاہ صرف تین برس تک بادشاہ رہا۔ پھر اسکے بعد شاہ سنجر سلجوقی نے غزنین کو فتح کرکے ارسلان کے بھائی ابراہیم کو تخت نشین کیا۔
۱۳	بہرام بن مسعود بن ابراہیم	سنہ ۵۱۲ھ	یہ نیک نام بادشاہ ہوا ہے اسکے وقت میں ذی علم بہت جمع تھے کلیلہ دمنہ اور خمسہ نظامی اسکے عہد کی تصنیفیں ہیں۔ ہند میں اسکا بھی زور رہا ۳۵ سال تک اسنے سلطنت کی۔ نظامی نے اسکی خاطر سے یہ پیکر تصنیف کی تھی۔ غوریوں سے جو لڑائیاں اس نے کیں وہ "الاسلام فی الہند" میں مذکور ہونگی۔
۱۴	خسرو شاہ بن بہرام شاہ	سنہ ۵۴۷ھ	علاء الدین غوری جہان سوز نے اسکو غزنی سے بھگا دیا۔ لاہور میں جاکر یہ مقیم ہوا پھر وہان سے آیا لیکن غزنی میں یہ رہ نہ سکا لاہور ہی میں جاکر رہا اور وہیں مرا۔ آٹھ سال یہ حکمران رہا۔
۱۵	خسرو ملک بن خسرو شاہ	سنہ ۵۵۵ھ	اپنے باپ کے مرنے پر یہ لاہور کے تخت پر بیٹھا غیاث الدین محمد شاہ غوری غزنین کے تخت پر بیٹھکر برابر ہندوستان پر حملہ کرتا رہا۔ بالاخر سنہ ۵۸۳ھ میں لاہور پر بھی اسکا قبضہ ہوگیا اور خاندان سبکتگین (ملوک غزنی) کا خاتمہ ہوگیا۔

فصل ششم

سلاطین دیالمہ

اب تک جتنے خاندان مذکور ہوئے یہ سب بغداد سے دور تھے۔ بغداد اور اسکے نواحی بغداد پر جس

خاندان نے اپنا اثر ڈالا اسکو خاندان دیالمہ کہتے ہین - سلاطین دیالمہ کو مورخ بہرام گور کی نسل سے بتاتے ہین اور بعض لکھتے ہین کہ یہ لوگ یزدجرد بن شہریار آخر ملوک عجم کی نسل سے تھے - دیالمہ جمع دیلم کی - دیلم مقام کا نام ہے - اور بعضون کے نزدیک اس خاندان مین ایک شخص کا نام بھی دیلم تھا - ابو شجاع بویہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا جس کے تین بیٹے علی - حسن - احمد - بڑھتے بڑھتے شاہی درجہ تک پہنچے اور خلفاے بغداد کی طرف سے عماد الدولہ - رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے ملقب ہوئے - فارس اور کرمان کی زبردست سلطنت انکی اور انکی نسل کے ہاتھ مین عرصہ تک رہی - خلفاے بغداد انکے عروج کے پہلے کچھ دنون سے اراکین ترک کے ہاتھ مین تھے اب اُنسے نکل کر انکے ہاتھ مین آگئے - یہ لوگ خلفاے عباسیہ کا احترام کرتے تھے - لیکن محض مصلحت ملکی پر نظر ڈال کر خلفا بھی انکی مدد سے کسی طرح بے نیاز نہ تھے - خلیفہ مقتدر کے زمانہ (سنہ ۳۲۰ھ) مین اس خاندان کی ابتدا ہوئی - محمود غزنوی کے عہد مین زوال شروع ہوا اور سلجوقیون کے عہد مین ابو منصور پر اسکا خاتمہ ہوگیا -

ابتدائی حالات

اس خاندان مین ۱۷ بادشاہ ہوئے جنکی مختصر کیفیت ذیل مین درج کیجاتی ہے - ان لوگون کا کوئی مستقل پایہ تخت نہ تھا مختلف مقامات پر یہ لوگ رہتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی وقت مین اس خاندان کے دو تین اشخاص کی جدا جدا خودمختار حکومتین قایم رہین - لیکن ایک مستقل سلسلہ اُنھین لوگون کا ہے جو خلفا سے بغداد پر حاوی تھے اور دوسرے وہ سلاطین ہین جو بغداد سے الگ اصفہان - کرمان اور فارس مین رہے - ان دونون گروہ کا بیان یکجا کیا جاتا ہے - ناظرین پڑھتے وقت اسکا لحاظ رکھین تاکہ غلط بحث سے غلط فہمی نہ ہو -

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	عماد الدولہ	سنہ ۳۲۰ھ	خلیفہ مقتدر کے گورنر یاقوت کو شکست دیکر اسنے چار صدی کی ابتدا مین فارس پر قبضہ کرلیا اور اپنے بھائی رکن الدولہ کو بھیجکر عراق فتح کیا اور معز الدولہ کو کرمان بھیجا جو کرمان فتح کرکے بغداد پر بھی مستولی ہوگیا -
۲	رکن الدولہ	سنہ ۳۳۸ھ	اسکی حکومت کا زمانہ بہت کم تھا - عماد الدولہ تو اسکے بیٹے عضد الدولہ

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			کو اپنا ولیعہد کر گیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں کیونکہ یہ شخص انتخاب کیا۔ ظاہر الرسکے نے باپ سے لڑنا پسند نہیں کیا۔ مرتے دم اس نے کرمان۔ اہواز۔ فارس عضد الدولہ کو دیا۔ ہمدان۔ رے اور طبرستان کی حکومت اپنے دوسرے بیٹے فخر الدولہ کو اور اصفہان کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے موید الدولہ کو دی اور ان دونوں کو تاکید کی کہ یہ عضد الدولہ کے ہمیشہ مطیع رہیں۔
۳	معز الدولہ	سنہ ۳۲۲ھ	معز الدولہ کو جب اسکے بھائی عماد الدولہ نے فتح کرمان کے لیے بھیجا تو اسنے کرمان فتح کیا اور اسکے بعد بغداد کے حاکم سے اہواز چھین لیا۔ بغداد پر بھی تین مرتبہ حملے کرنے کے بعد اسنے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کا امیر الامرا توزون جب تک زندہ رہا معز الدولہ کو کامیابی نہ ہوئی اسکے مرنے پر ابن شیرزاد اسکا قایم مقام تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ خلیفہ مکتفی کی مجلس میں آکر اسنے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے لیے معز الدولہ عماد الدولہ اور رکن الدولہ کے خطاب حاصل کیے۔ لیکن بیعت اور خطاب کی عجیب نوعیت تھی کہ بظاہر اسکی ضرورت کچھ نہ تھی لیکن اسکے حاصل کرنے کو محمود جیسے سلطان نے بھی اپنا فخر سمجھا تو سلاطین دیالمہ بمقابلہ اسکے کس شمار میں تھے۔ خطاب اور بیعت کے بعد معز الدولہ نے خلیفہ مکتفی کے لیے پانچ ہزار درہم یومیہ خرچ مقرر کرکے اسکو دربار معطل کر دیا اور تھوڑے دنوں بعد مکتفی باللہ کو تخت خلافت سے اتار کر مطیع باللہ کو شاہ شطرنج کی طرح بٹھا دیا۔ اخیر میں بصرہ پر بھی قابض ہو گیا تھا۔ اسکا قیام بغداد میں بطور سپہ سالار خلیفہ رہا لیکن ایسا سپہ سالار جو سلطنت سے سپہ سالاری کو کہیں اچھا سمجھے

پیغمبر خدا کے مرنے کے بعد ہی سے بنو ہاشم کو غیر قبائل میں خلافت کا جانا یعنے ابوبکر صدیق کا خلیفہ اول ہونا کسی قدر ناگوار ہوا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ دونوں خلفا کے حسن انتظام نے عام طور پر اس خیال کو کھو دیا - حضرت عثمان کے وقت کے جھگڑوں نے اس مضمون کو پھر تازہ کر دیا لیکن اس طور پر کہ یہ کوئی مذہبی رکن قرار پا جائے - معاویہ کے ساتھی شیعان علی کو اور شیعان علی کے ساتھی اصحاب معاویہ کو علانیہ اور بالالتزام برا کہتے تھے لیکن یہ ایک پولیٹکل بحث تھی مذہبی بات نہ تھی - خلفا سے عباسیہ نے شروع شروع بنو امیہ کی بہت کچھ توہین کی لیکن محض پولیٹکل خیال سے - علویین سے انکا برتاؤ اچھا بھی رہا - جب جیسا موقع ہوا ویسا کیا گیا - سنیوں اور شیعوں کی جیسی تفریق اب ہے تین صدی تک نہ تھی اسکی ابتدا خاندان دیالمہ سے پڑی - چنانچہ اخیر اخیر معزالدولہ نے تمام مساجد بغداد کے دروازوں پر حکم دیا کہ عبارت ذیل کندہ کی جائے -

شیعوں کا امتیاز

"لعن اللہ معاویہ ابن ابی سفیان لعن اللہ من غصب من فاطمہ علیہا السلام فدکا ولعن من منع من ان یدفن الحسن عند قبر جدہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن نفی ابا ذر الغفاری ومن اخرج العباس عن الشوری"

جسکا ماحصل یہ ہے کہ معاویہ ابوبکر عائشہ عثمان اور عمر پر لعنت ہو - اس عبارت سے شہر میں بڑا شور و غل پیدا ہوا معزالدولہ سے خلیفہ دبتا تھا اور معزالدولہ کو اپنے فعل پر اصرار تھا - بہر حال وزیر محمد بن مہلبی کی حکمت عملی سے سوائے معاویہ کے اور سب عبارت نکال دی گئی مجملاً لکھدیا گیا کہ "معاویہ اور آل رسول پر ظلم کرنے والے ملعون ہیں"

یہ تو ظاہر ہے کہ بادشاہوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا - پولیٹکل مصلحت ہی عموماً یہی مذہب سلاطین ہے - اسمیں شک نہیں کہ آل رسول میں ایک تو فیض صحبت رسول کا اثر نسلاً بعد نسلاً عرصہ تک قائم رہا - دوسرے انکا مظلوم رہنا اور سلطنت کے لہو ولعب سے دور رہنا اور بھی کام دیگیا اپنے اخلاق کی وجہ سے مسلمانوں کی نظروں میں اولاد علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی وقعت پیدا کی - دینی امور میں بس یہی لوگ سند رہ گئے پیغمبر خدا کے بعد مسلمانوں میں جو وقعت حسنین کی تھی اس سے کہیں بڑھ کر وقعت عام مسلمانوں کی نظروں میں اولاد حسنین نے دو صدیوں کے بعد پیدا کی جس کا اثر اب تک (زمانہ تالیف کتاب ہذا) چلا جاتا ہے - دیالمہ نے بنو عباس پر فوق حاصل کرنے کی یہ حکمت سوچی کہ آل علی کا اپنے کو شیدا ظاہر کیا کسی کی ذاتی عقیدت سے یہاں بحث کرنا نہیں ہے محض اسقدر ظاہر

ہے

کیا جاتا ہے کہ خلافت کے جھگڑے کو جزو ایمان قرار دینا اور اہل تشیع کے مذہب کو اہل سنت و جماعت سے الگ کرکے دکھانا یعنی مذہب اسلام کو دو مستقل حصوں میں تفریق کرنا۔ اس بدعت کا بانی معز الدولہ ہوا اور اسی خیال کے موئد اکثر سلاطین دیالمہ تھے۔ ورنہ اسکے پہلے یہ باتیں مسائل جزئیہ کی طرح مافی الذہن رہتی تھیں اپنے مخالف خیال والے کو کوئی مذہبی طور پر جدا نہیں سمجھتا تھا بعد دیالمہ کے فارس کے صفوی خاندان نے بھی اس جزوی مسئلہ کو خوب رونق دی اور رفتہ رفتہ سنیوں اور شیعوں میں وہ تفرقہ پیدا ہوا جو فی زمانا موجود ہے اور ہر سمجھدار ان کے نزدیک نہایت حیرت اور افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۴	عضد الدولہ بن رکن الدولہ	۳۳۸ھ	یہ اپنے چچا کی جگہ فارس اور کرمان کا بادشاہ ہوا۔ اسنے نجف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تربت بنا کر ایک عالیشان عمارت اسپر قایم کی اور اسکو زیارت گاہ قرار دیا۔ اسنے جزیہ بند سے قیصر روم سے اپنے لیے ہدیہ اور تحفہ منگوایا اور اس طرح اپنے کو عام نظروں میں معزز ثابت کیا۔ یہ نہایت زبردست بادشاہ ہوا ہے۔ شہر بغداد کی اسنے بہت کچھ قدر اور منزلت کی۔ بغداد اور مکہ کی راہ میں جتنے کنوئیں خراب ہو گئے تھے سب کو اسنے درست کرادیا۔ مکہ مدینہ نجف اور کربلا میں اسنے غربا کے لیے روپیے بھیجے۔ اسکا وزیر نصر بن ہارون نصرانی تھا۔ چنانچہ ۱۲ برس تک اسکی سلطنت رہی۔ اسکے مرنے پر خلیفہ طائع اسکی تجہیز و تعزیت میں شریک ہوا تھا۔ اپنی وصیت کے مطابق یہ نجف میں دفن کیا گیا۔ سلاطین دیالمہ میں یہ سب سے بڑا بادشاہ تھا۔
۵	موئد الدولہ بن رکن الدولہ	۳۷۲ھ	یہ اپنے بھائی عضد الدولہ کے زمانہ میں اصفہان کا حاکم تھا اور عضد الدولہ اسکا مطیع تھا۔ عضد الدولہ کے مرنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد یہ بھی مرگیا۔ اسنے صرف اپنے بھائی فخر الدولہ سے جنگ کی

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			تھی - اسلیے کہ عضد الدولہ سے وہ سرتابی کرکے خراسان چلا گیا تھا اور وہان سے سامانیون کی مدد سے مؤید الدولہ کے مقابلہ کو آیا تھا جیسا کہ نوح بن منصور سامانی کے حال مین لکھا گیا ہے - اسکی حکومت کا زمانہ تو بہت پہلے سے شروع ہوا لیکن بادشاہت سنہ ۳۷۲ھ مین ہوئی کہ یہی عضد الدولہ کی فوت کا زمانہ ہے -
۶	فخر الدولہ بن رکن الدولہ	سنہ ۳۷۳ھ	دونون بھائیون کے مرنے پر امرا دولت نے اسکو خراسان سے (جہان یہ بھائیون کے خوف سے جا چھپا تھا) بلا کر تخت پر بٹھایا اسکے لیے صمصام الدولہ نے خلیفہ بغداد سے خلعت بھجوائی اور اس طرح ایک مدت کے بعد ملک موروثی پر بآسانی قابض ہو گیا -
۷	صمصام الدولہ بن عضد الدولہ	سنہ ۳۷۲ھ	عضد الدولہ کے مرنے پر صمصام الدولہ بغداد کا امیر الامرا بنا اُسکو اُتار کر
۸	شرف الدولہ بن عضد الدولہ		شرف الدولہ نے اپنے کو امیر الامرا بنایا اور ۲ برس کے بعد اپنی موت سے مر گیا -
۹	بہار الدولہ بن عضد الدولہ	سنہ ۳۷۹ھ	شرف الدولہ کے مرنے پر یہ امیر بغداد ہوا خلیفہ طائع باللہ کو اسنے تخت سے اُتار کر قادر باللہ کو بٹھایا سنہ ۳۸۱ھ مین یہ مرا اور اسکا تابوت مشہد امام علیہ السلام مین بھیجا گیا -
۱۰	مجد الدولہ بن فخر الدولہ	سنہ ۳۸۷ھ	فخر الدولہ کے بعد اسکا نابالغ بیٹا مجد الدولہ تخت پر بیٹھا - لیکن انتظام سلطنت اسکی (مجد الدولہ کی) مان کرتی تھی - اور اپنی زندگی تک سلطنت دیلمی کی رونق اسنے قایم رکھی محمود غزنوی نے اسپر چڑھائی کرنی چاہی تھی اسنے کہلا بھیجا کہ بیوہ پر فتح یابی سے محمود کا کیا نام ہوگا اور اگر کہین شکست ہوئی تو ذلت تو ہی ہوگی - محمود نے پھر اسکی زندگی بھر ادھر توجہ نہ کی -

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			لیکن اسکے مرتے ہی محمود نے رے پر چڑھائی کرکے اور مجدالدولہ کو گرفتار کرکے غزنی بھیجدیا اور خلیفہ قادر باللہ کو لکھا کہ مجدالدولہ کا چلن شرع محمدی کے خلاف تھا اسلیے مین نے ایسا کیا۔
۱۱	سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ	سنہ ۴۰۱ھ	آپنے باپ کے بعد یہ فارس اور بغداد مین حکمران ہوا اسکے ملک کو زیادہ تر محمود غزنوی نے کمزور کیا اور کچھ خانہ جنگیون نے خراب کیا۔
۱۲	شرف الدولہ بن بہاء الدولہ	سنہ ۴۱۱ھ	سنہ ۴۱۱ھ مین شرف الدولہ کا نام بغداد کے خطبہ مین داخل ہوا اور سلطان الدولہ کا نام ترک ہوا۔
۱۳ ۱۴ ۱۵	ابوکالیجار بن سلطان الدولہ جلال الدین بن بہاء الدولہ قوام الدولہ بن بہاء الدولہ		محمود کا زور بغداد پر ترکون کے حملے۔ دیالمہ کی باہمی لڑائیان اسپر طرہ یہ کہ یہ تین بادشاہ باہم لڑنے جھگڑنے مین مشغول ہوگئے جس سے دشمنون کو اور قوت ہوئی۔ آٹھ نو خلفاے عباسی برابر شطرنج کے بادشاہ کی طرح بے کسی اختیار کے تخت خلافت پر بیٹھتے چلے آتے تھے۔ دیالمہ کی کمزوری سے قادر باللہ کو ذرا موقع مل گیا کہ وہ خلافت کی گئی گزری حالت کو کچھ سنبھال سکے لیکن یہ سنبھالنا صرف یہ تھا کہ دیالمہ کے مقابلہ مین خلیفہ کی رونق بڑھ چلی ورنہ عام طور پر تمام ملک مین بدامنی تھی۔ سلطنت دیالمہ کے ضعف کے ساتھ خلافت کو بھی ضعف تھا اسلیے سلاطین دیالمہ سے ملک کو فوجی تقویت تھی اور خلفا سے درباری عزت تھی۔ فوجی وقعت مین کمی ہوئی تو درباری عزت کیا خاک قایم رہ سکتی قوام الدولہ کے وقت مین قایم بامر اللہ خلیفہ تھے انکی خلافت مین ترکون نے پھر زور پکڑا اور بجاے ملوک غزنی کے سلجوقیون کا زور شروع ہوا جسکا اثر بغداد تک پہنچا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱۶	خسرو بن فیروز بن ابوکالیجار		اس بادشاہ کا لقب ملک رحیم تھا۔ اسکے وقت مین دیالمہ نے چاہا کہ متفقہ طاقت سے وہ اپنے کو سنبھال لیں لیکن سنبھال نہ سکے۔ خلیفہ نے بھی انکی عزت کم کردی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ملک رحیم کے بجائے طغرل بیگ کا نام خطبہ مین پڑھا جائے۔ یہ تو تھا ہی طغرل بیگ خلیفہ کی اجازت سے حج کو چلا۔ راہ مین وہ خلیفہ سے ملنے کو ٹھہرا۔ دیالمہ اپنی غلط فہمی سے طغرل بیگ کے ساتھی ترکون سے لڑ پڑے اور مغلوب ہوئے۔ تمام شہر مین لوٹ مار ہوئی جنکو طغرل قید کرکے لیگیا لیکن ابو منصور بن ابوکالیجار کو ایک موقع مل گیا کہ وہ کچھ دلون کے لیے فارس کا بادشاہ ہوگیا اور پھر اپنے سپہ سالار فضل بن حسن کے ہاتھ سے جسکی نسل کو مورخ فضلویہ کہتے ہین ۴۴۸ھ مین مارا گیا اور اُسکے ساتھ دیالمہ کا خاتمہ ہوگیا۔ فضلویہ کو بھی تھوڑے ہی دلون مین ملک قاور سلجوقی نے بھگا کر اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔

فصل ہشتم

سلاطین علویہ اسماعلیہ

تیسری صدی کے اخیر مین ایک بڑی زبردست سلطنت علویون کی مغرب مین قایم ہوئی بنوامیہ اور عباسیون کے بعد حدود ارضی کے اعتبار سے اور نیز اس لحاظ سے کہ عرصہ تک بادشاہت قایم رہی۔ علوی سلطنت تیسرے درجہ مین شمار ہوتی ہے۔ لغداد سے پچھم اندلس تک علویون کی بادشاہت تھی۔ کچھ دلون تک شام۔ مکہ اور مدینہ مین بھی علویون کا زور تھا۔ سال بھر تک خطبہ لغداد مین مستنصر علوی کا نام لیا گیا۔ اندلس البتہ مستقل اور زبردست سلطنت اسلامی عرصہ تک علویون کا ایک صوبہ رہی جیسا کہ سلاطین اندلس کے حال مین ذکر کیا گیا۔ سلاطین علویہ باعتبار خلفاے عباسیہ کے زیادہ پابند احکام شرعی تھے لہو و لعب سے انکو پرہیز تھا اسلیے عیسائی مورخون نے

براہ تعصب علویوں کو متعصب لکھا ہو۔

ابتدا اس سلطنت کی محمد بن عبداللہ سے ہوئی جسنے اپنا لقب مہدی رکھا اور ظاہر کیا کہ پیغمبر خدا نے میرے لیے پیشینگوئی کی ہو۔ امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کی نسل سے یہ تھا اسلیے جو خاندان مہدی کی ذات سے قایم ہوا اُسکو علویہ۔ اسماعلیہ اور فاطمیہ کہتے ہین اور بعض مورخ عبیدیہ بھی کہتے ہین۔ لیکن بعضون کا خیال ہو کہ مہدی حضرت علی کی نسل سے نہ تھا۔ ملکی مصالح پر نظر ڈالکر ادعائی علوی بن گیا تھا۔ لیکن یہ قول ضعیف ہو۔

ڈھائی سو برس سے کچھ زیادہ عرصہ تک یہ خاندان قایم رہا۔ چودھویں بادشاہ عاضد پر سنہ ۵۶۷ھ مین اسکا خاتمہ ہوا۔ سلاطین علویہ کے مختصر حالات ذیل مین درج ہین۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	مہدی	سنہ ۲۹۶ھ	ابتدا اس سلطنت یون ہوئی کہ مہدی نے افریقہ مین خروج کیا سلطنت عباسی مین ضعف تھا کسی سے مہدی کی مزاحمت نہو سکی اسنے قیروان مین ایک نہایت مضبوط قلعہ مہدیہ نام بنایا اور اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اندلس۔ قیروان اطرابلس کو فتح کرکے مصر کی فتح کو آیا۔ یہان خلیفہ مقتدر عباسی کی طرف سے مونس خادم مقابلہ کو آیا لیکن مہدی کا بول بالا بلند رہا۔ ۲۵ برس سلطنت کرکے یہ حصار مہدیہ مین مرا۔
۱	قایم بامر اللہ بن مہدی	سنہ ۳۲۲ھ	باپ کے مرنے پر یہ تخت نشین ہوا اور خلفاے عباسی کے طرز پر اسنے اپنا لقب قایم بامر اللہ قرار دیا اور اسکے جانشینوں نے بھی اس خصوص مین اسکی تقلید کی۔ ابو یزید ایک معمولی مدرس نے قایم پر خروج کیا اور اُسکو مہدیہ مین محصور کرکے قیروان سے بے دخل کر دیا۔ حالت محاصرہ مین یہ حصار مہدیہ مین بیمار ہوا اور وہین مرا۔
۳	منصور باللہ بن قایم	سنہ ۳۳۴ھ	یہ بڑا شجاع تھا۔ تخت پر بیٹھکر اسنے ابو یزید کو بھگا یا اور خود اسکے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			تعاقب مین سوڈان تک گیا بالآخر ابو یزید گرفتار ہوا اور ذلت سے مارا گیا۔
۴	معزلدین اللہ بن منصور	۳۴۱ھ	سلطنت نے اسکے زمانہ مین عروج پکڑا۔ مصر۔ اسکندریہ۔ مکہ اور مدینہ تمام مقامات عباسیون کے تصرف سے نکل کر اسکی سلطنت مین شامل ہوئے۔ شام پر بھی اسکا دخل ہوگیا۔ قاہرہ اسکا آباد کیا ہوا شہر اب تک مصر کا دارالخلافہ ہے۔ اس بادشاہ نے مصر کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور پھر برابر سلاطین اسماعیلیہ کا یہی دارالحکومت رہا
۵	عزیز باللہ بن معز	۳۶۵ھ	عضدالدولہ دیلمی سے اسنے مراسلت جاری کی۔ شام سے اندلس تک تمام ممالک غربی پر اسکا قبضہ تھا۔ اسنے ایک یہودی گورنر شام مین تعنات کیا اور ایک مسیحی حاکم مصر کے لیے مقرر کیا لیکن پھر اپنی غلطی پر متنبہ ہوا۔
۶	حاکم باللہ بن عزیز	۳۸۶ھ	یہ بڑا متشرع بادشاہ تھا۔ اسنے عورتون کے پردے مین سختی کی۔ مسکرات کی خرید و فروخت بند کرادی اسکے وقت مین انتظام شہر بھی اچھا تھا۔ قاہرہ مین مسجد ازہر اسی کی بنائی ہوئی ہے لیکن بعض مورخ اسکو فرعون ثانی لکھتے ہین اور اسکی سختیون کو حدود شرعی سے متجاوز بتاتے ہین۔ واللہ اعلم۔
۷	ظاہر لدین اللہ بن حاکم	۴۱۱ھ	یہ بادشاہ بڑا نیکنام تھا۔ اسکی نیکنامی سنکر عمائد خراسان حج کرکے لوٹے تو مصر سے ہوتے آئے اور وہان سے خلعت لائے۔ محمود سبکتگین کو اسکی خبر لگ گئی۔ اسنے فوراً خلیفہ بغداد قادر باللہ کو مطلع کیا۔ حجاز ابھی مصر سے لوٹ کر بغداد ہی مین ٹھہرے تھے کہ خلیفہ نے اُنسے بازپرس کی اور خلعت کے کپڑے جلائے گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود سبکتگین کو بھی علویون سے خوف تھا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اور یہین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیالمہ ملوک غزنی سلجوقی وغیرہ یہ سب خلفاے بغداد کی خاطر اسلیے بھی کرتے تھے کہ سلاطین علویہ سے دوبدو مقابلہ کرنے کو وہ مصلحت کے خلاف جانتے تھے۔ سلاطین علویہ کو زور بازو کے علاوہ جو عزت خاص بعام نظرون مین حاصل تھی وہ ان غیر قریشی النسل سلاطین کے لیے بہت زیادہ خوف کی تھی
۸	مستنصر باللہ بن ظاہر	سنہ ۴۲۷ھ	قایم باللہ خلیفہ عباسی نے والی افریقیہ سے سازش کرکے اسکو نقصان پہنچانا چاہا لیکن اسکی حکمت کارگر نہ ہوئی اور اسکے بدلہ مین مستنصر کے اشارہ سے بساسیری نے قایم کو بغداد مین قید کرکے سال بھر تک مستنصر کا نام بغداد کے خطبہ مین قایم رکھا مستنصر کے عہد مین عباسیون کا خاتمہ ہوجاتا لیکن طغرل بیگ نے آکر بساسیری کو مغلوب کیا اور قایم باللہ کو بڑے اعزاز سے پھر تخت پر بٹھایا اور اسی صلہ مین اپنے لیے رکن الدین خطاب حاصل کیا۔
۹	مستعلی باللہ بن مستنصر	سنہ ۴۸۷ھ	سات سال حکومت کرکے یہ قتل کیا گیا۔
۱۰	آمر باحکام اللہ بن مستعلی	سنہ ۴۹۵ھ	اسکے وقت مین شمالی عیسائیون سے بڑی لڑائی ہوئی اور مسلمان غالب رہے۔ ان شمالی عیسائیون کو مسلمان مورخ اہل فرنگ لکھتے ہین۔ اسکے وقت مین شام مین ایک خاندان نزاریہ نام صاحب حکومت ہوا اور کچھ ملک علویون کا اس خاندان کے قبضہ مین آگیا اسکی کوئی اولاد نہ تھی اسلیے اپنے چچا حافظ کو اسنے ولیعہد مقرر کیا
۱۱	حافظ لدین اللہ بن مستنصر	سنہ ۵۲۴ھ	شامیون پر اسنے بھی غلبہ نہ پایا اور زوال سلطنت علویہ شروع ہوا۔
	ظافر باللہ بن حافظ	سنہ ۵۴۴ھ	اسکے وزیر نے اسکو اسلیے قتل کیا کہ یہ خفیف الحرکت تھا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱۳	فائز بنصر اللہ بن ظافر	سنہ ۵۴۹ھ	اہل فرنگ سے اسکے وقت مین کبھی لڑائی رہی۔ بلاد غربی پر اہل فرنگ کا جو قبضہ ہو چکا تھا وہ مستحکم ہوا۔ اور کچھ حصہ ملک اسنے اُنسے واپس بھی لے لیا۔
۱۴	عاضد لدین اللہ	سنہ ۵۵۵ تا ۵۶۷ھ	اسکے وقت مین اہل فرنگ ساحل شرقی و مغربی سے آتے آتے مصر تک پہنچ گئے اور مصر پر قابض ہو گئے۔ غیر مذہب والون کا مصر پر قابض ہونا نور الدین محمود والی شام کو بہت اکھرا۔ اسنے مصریون کی مدد کو فوج بھیجی جو اہل فرنگ پر غالب آئی۔ شامیون نے اہل فرنگ کو مصر سے نکال دیا لیکن خطبہ مین بجائے عاضد کے مستضی باللہ عباسی کا نام داخل کیا۔ اسی زمانہ مین عاضد بھی مرگیا اور اسکے ساتھ ہی سلاطین علویہ اسماعلیہ کا خاتمہ ہوگیا اور بنو عبیدی کا نام مٹ گیا۔

فصل ششم

شیعان اسماعیلیہ

علاوہ سلاطین اسماعیلیہ کے شیعان علی کا ایک مذہبی فرقہ بھی اسماعیلیہ نام رکھتا ہے۔ اہل تشیع کے بارہ امام کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ امام جعفر صادق نے پہلے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو مذہبی امور مین اپنا جانشین قرار دیا تھا لیکن اسکے چال چلن کو ناپسند کرکے دوسرے بیٹے موسیٰ کو نامزد کیا۔ فرقہ اسماعیلیہ کا یہ قول ہے کہ جو پہلے نامزد کیا گیا وہی امام برحق ہے۔ امام معصوم ہوتے ہین انسے خطا نہین ہو سکتی اور خطا معلوم بھی ہو تو وہ قابل گرفت نہ ہونا چاہیے۔ امام موسیٰ کاظم کے ماننے والے اثنا عشریہ کہلاتے ہین اور اسماعیل کے ماننے والے اسماعیلیہ کہے جاتے ہین۔ یہی دو فرقے شیعون کے زیادہ مشہور ہین۔ کچھ اور ضمنی تقسیمین بھی ہین جو چندان قابل لحاظ نہین ہین۔

شیعون کے دو فرقے

یون سلاطین اسماعیلیہ اپنے جد اسماعیل کی تعظیم ضرور امام موسیٰ سے زیادہ کرتے ہونگے لیکن ابتدائی زمانہ مین ان جزئیات کو مذہبی رکن قرار دینے کا زیادہ دستور نہ تھا۔ اخیر مین حسن بن

صباح ایک خراسانی سے فرقہ اسماعیلیہ کو بڑی رونق دی۔ اسماعیلیہ اسکو سیدنا لکھتے ہین۔ اسکی نسل مین خودمختار حکومت بھی عرصہ تک رہی اور اسمین مختلف خیالات کے لوگ پیدا ہوئے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر حال حسن اور اولاد حسن کا بھی لکھدیا جائے۔ اسمین گفتگو ہے کہ حسن عربی النسل تھا یا نہین۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	حسن بن صباح	سنہ ۴۸۳ھ	یہ امام موفق نیشاپوری کا شاگرد تھا اور حکیم عمر خیام کا (جس کی رباعیان بہت مشہور ہین) ہم مکتب تھا۔ نظام الملک طوسی وزیر ملک شاہ سلجوقی کا بھی یہ ہم مکتب تھا۔ ابتدا مین یہ ملک شاہ کے یہان نوکر ہوا۔ نظام الملک سے کچھ رنج بڑھا۔ اسلیے مصر مین مستنصر شاہ علوی کے پاس چلا گیا اور علویان اسماعیلی کا اپنے کو ازبس ہی خواہ ظاہر کیا۔ شاہ مستنصر سے تو اسکا لطف اخیر تک قایم رہا لیکن درباریون سے ان بن ہوگئی اور اسے واپس آنا پڑا۔ واپس آکر اسنے قہستان کے ایک قلعہ الموت پر سنہ ۴۸۳ھ مین قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ سلطانی ڈھنگ سے بادشاہانہ طریقہ اختیار کرکے مذہب اسماعیلیہ کا وعظ جاری کیا اور ایک مستقل مذہب کی حیثیت پیدا کرلی۔ اسکے مقلدین فدائی کہلاتے تھے اور جابجا امرا سے تعرض کرنا اپنا فرض منصبی جانتے تھے حسن کے حکم سے ایک فدائی نے نظام الملک کو ہلاک کیا اور اسی زمانہ مین ملک شاہ مرگیا جس سے حسن کی خودمختاری اور زیادہ ہوگئی
۲	کیا بزرگ بن حسن	سنہ ۵۱۸ھ	اپنے باپ کے مرنے پر تخت الموت پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین ریاست نے کچھ زور اور پکڑا۔ گو محمود سلجوقی کے وقت مین اسماعیلی بہت مارے گئے لیکن اسکی خودمختاری مین کچھ فرق نہین آیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۳	محمد ابن کیا		چار فدائیون نے خلیفہ عباسی راشد باللہ کو راہ مین مار کر قتل کیا - ریاست اسماعیلیہ کو کچھ فائدہ نہین پہنچا لیکن عام طور پر الموت مین خوشی منائی گئی - محمد سلطان سنجر نے محمد ابن کیا کا عقیدہ دریافت کیا اور غرض اسکی یہ تھی کہ اگر وہ بے دین ہو تو مجاہدین اسلام بھیجے جائین - لیکن محمد ابن کیا نے جواب مین وہ باتین لکھین جس سے محمد سلطان سنجر ساکت ہو رہا اور معلوم ہوا کہ صرف جزئیات مین اختلاف ہے - رکن مذہب مین کوئی فرق نہین ہے ۲۵ برس تک یہ حکمران رہا -
۴	حسن بن محمد کیا		اسکو لوگ علی ذکرہ السلام کہتے تھے - اسکو علماے اسلام ملحق اور زندیق لکھتے ہین - اسکے معتقدات اسلام کے خلاف تھے یہ دہریہ مذہب رکھتا تھا اور سب تکلیف لوگون کو اغوا کرتا تھا کہ وہ مذہب کو کوئی چیز نہ سمجھین -
۵	محمد بن حسن بن محمد بن کیا	سنہ ۵۶۱ھ	الحاد مین یہ اپنے باپ سے بھی بڑھا تھا - امام فخرالدین رازی اسی زمانہ مین تھے - آذربایجان سے رے مین آکر انھون نے درس جاری کیا - مذہبی درس مین وہ مثلاً نام اسماعیلیون کا لیتے تھے اور حسن بن محمد اور محمد بن حسن کو برا بھلا کہتے تھے تاکہ لوگ ادھر مائل نہ ہون فدائیون نے الموت سے پہنچکر امام فخرالدین رازی کو بہت دق کیا جس سے وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غزنین چلے گئے اور پھر وہان سے سلطان محمد خوارزم کے پاس خوارزم مین جاکر زندگی بسر کی -
۶	جلال الدین حسن بن محمد بن حسن		باپ کے اعتقادات سے اسنے توبہ کی اور اپنے توبہ کی خبر تمام اسلامی سلاطین

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			مصر کے پاس بھیجی۔ جس سے یہ جلال الدین حسن نومسلم مشہور ہوا۔ مذہب اسلام کو اسکے وقت میں رونق ہوئی۔ اسکی ماں ایک مرتبہ حج کرنے گئی تو اسکے ساتھ رایت سلطانی بھی تھا۔ ناصر خلیفہ بغداد کے حکم سے سلطان محمد خوارزم شاہ کے رایت سے رایت جلال الدین آگے رکھا گیا۔ سلطان محمد کو جہاں اور رنج ناصر سے ہوا وہاں یہ بھی خیال تھا کہ خلیفہ نے جلال الدین سے مجھے کم سمجھا
۷	علاء الدین محمد بن جلال الدین حسن		نو برس کے سن میں یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ جو کچھ الٹا سیدھا حکم دیتا تھا لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق اسکو واجب التعمیل جانتے تھے اور کہتے تھے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اسکے وقت میں مذہب کھیل ہوگیا۔ "اخلاق ناصری" کا مصنف ناصر الدین اسی وقت میں تھا۔
۸	رکن الدین خورشاہ بن علاء الدین	سنہ ۶۵۳ھ	چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے اسے گرفتار کرکے ہزاروں اسماعیلیوں کو تہ تیغ کیا اور پھر اسکے بعد بغداد کی طرف توجہ کی۔ خلفائے بغداد اور شاہان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے۔

فصل نہم ۹

سلاطین سلجوقیہ

سلجوق

بیغوشاہ ترکستان کے دربار میں ایک شخص سلجوق نامی تھا جو بیغو سے خفا ہوکر ملک روان کی سرحد دیار سمرقند میں چلا آیا تھا۔ نواحی جند میں یہ آکر ٹھہرا اور مذہب آبائی چھوڑکر والی ماوراء النہر کے امتزاج سے مسلمان ہوگیا۔ جند اس زمانہ میں بیغوشاہ ترکستان کا باج گذار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے تو سلجوق مزاحم ہوا۔ اُسنے کہا کہ کفار مسلمانوں سے خراج لیں میں اسے گوارا نہیں کرسکتا۔ جند کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور سلجوق کی شہرت کی یہی ابتدا ہوئی۔ اسکے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی مدد سے ایلک خان پر فتح پائی تو سلجوق کا نام اور بھی بلند ہوا۔ سلجوق کا

بیٹا میکائیل ایک لڑائی مین مارا گیا۔ اور اُسکے دو بیٹے طغرل بیگ اور جغر بیگ اپنے دادا سلجوق
کے ظل عاطفت مین پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونون بیٹے میکائیل اور داؤد اپنے باپ
کی طرح تھے اور دونون پوتے طغرل بیگ اور جغر بیگ تو بڑے ہی زبردست نکلے۔ سلجوقیون سے
حاکم ماوراء النہر علی تگین معروف ایلک خان اور ترکستان کے سلاطین دبنے لگے۔ ایلک خان نے
تمام سلاطین گرد و نواح کو جمع کرکے سلجوقیون کا استیصال کرنا چاہا اسپر جغر بیگ خراسان اور طوس سے ہوتا ہوا
آرمینیہ کی طرف لڑا ح سلطنت روم مین عیسائیون سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ محمود سبکتگین کا
تھا۔ سلجوقیون کو والی طوس نے اپنے ملک سے گزرنے دیا اسپر وہ محمود کے عتاب کا مستوجب ہوا۔
جغر بیگ نے وہان کئی قلعے فتح کیے اور بہت سی غنیمت لیکر پھرا۔ پھر یہ دونون بھائی یک جا ہو کر
اپنی قوت متفقہ کا زور بلخ مین دکھانے لگے۔ خان کاشغر اور سلطان محمود نے باہم مل کر ایلک خان کو
جب سمرقند سے بھگا دیا تھا اُسوقت سلجوقیون کا بھی زور گھٹ گیا تھا لیکن محمود کے مرنے پر مسعود کے
زمانے مین مرو اور ہرات پر جغر بیگ قابض ہو گیا۔ اور خراسان مین بمقام نیشاپور طغرل بیگ نے
اپنا تخت حکومت رکھا۔ اسکے بعد مسعود نے چڑھائی کی اور دونون بھائیون نے مل کر مسعود کا سخت
مقابلہ کیا۔ اس لڑائی مین اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزارون برس سے نہین ہوئی تھی۔ مسعود کو ہزیمت ہوئی
اور سلجوقیون کی سلطنت خراسان مین قائم ہوئی۔

طغرل بیگ / جغر بیگ

خوارزم شاہ سے اُسکے سپہ سالار نے سرتابی کی تھی اسلیے طغرل بیگ کو خوارزم شاہ کی مدد کے
لیے خوارزم جانا پڑا اور وہان سے مظفر و منصور واپس آیا۔ پھر غزوہ روم کے لیے روانہ ہوا اور وہان سے
بھی کامیاب ہو واپس آیا۔ اسی زمانہ مین طغرل بیگ دو مرتبہ بغداد گیا۔ ایک مرتبہ تو ملک رحیم دیلمی کا خاتمہ
کیا اور دوسری مرتبہ قائم بامر اللہ خلیفہ بغداد کو بساسیری کے پنجہ سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھایا اور مستنصر علوی کا نام
خطبہ سے نکال کر پھر قائم بامر اللہ کا نام خطبہ مین داخل کیا۔ اسی سال اہواز اور بصرہ مین طغرل کا نام
خطبہ مین پڑھا گیا۔ تیسری مرتبہ سنہ ۴۵۴ھ مین طغرل بیگ پھر بغداد گیا اور قائم بامر اللہ کی لڑکی سے عقد
کیا۔ لیکن زفاف کی نوبت نہین آئی تھی کہ طغرل بیگ نے دنیا سے رحلت کی۔ اور جغر بیگ اسکے پہلے مر چکا تھا

طغرل بیگ

۱۔ طغرل بیگ } یہ دونون بادشاہ ساتھ حکمران تھے۔ باہم بہت رسم تھی اور ایک دل ہو کر سب
۲ جغر بیگ } کام کرتے تھے۔ صرف کہنے کو جغر بیگ کا اخیر مین دار الحکومت مرو تھا اور

طغرل بیگ کا بھتیجا اور پوتا تھا۔ ورنہ مرتے دم تک دونون ایک دل رہے۔

۳
الپ ارسلان بن جغر بیگ ۴۵۵ھ

یہ بڑا نیک نام اور نیک نیت بادشاہ تھا۔ ڈاڑھی اسکی بہت بڑی تھی اور ٹوپی بہت اونچی پہنتا تھا۔ عبادان سے سواحل بحر تک اور جیحون سے دجلہ تک اسکے قبضہ مین تھا۔ کئی سلاطین اسکے باج گزار تھے۔ خان ترکستان کی لڑکی سے اسنے اپنے بیٹے ملک شاہ کی شادی کی اور مودود بن مسعود کی لڑکی سے اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ کیا۔ اسکے وقت مین قیصر روم نے تین لاکھ فوج لیکر اور بہت سے عیسائی سلاطین کو ساتھ لیکر بلاد اسلام پر چڑھائی کی اور نیت یہ کی بغداد کو ویران کردے اور تمام مسجدین کھدوا دے۔ الپ ارسلان نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ عیسائی پسپا ہوئے اور قیصر روم گرفتار ہوا۔ لیکن پھر قیصر کو رہائی دیگئی اور قیصر نے

قیصر روم کو شکست

اپنی بیٹی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد مین دی۔ ارسلان شاہ کے لیے خاقان چین کی دختر بھی لی گئی اور خاقان چین بھی زمرۂ مطیعان مین داخل ہوا۔ اسکے وقت مین نیشاپور رشک بغداد بن گیا۔ تمام سلاطین اسکے دربار مین آتے تھے اور آستانہ شاہی پر جبہ سائی کرتے تھے۔ موت اسکی عجیب طور پر ہوئی۔ اتفاق سے ایک قلعہ دار اسیر ہوکر آیا اور گفتگو مین مشتعل ہوکر اسکی طرف لپکا۔ لوگون نے روکنا چاہا لیکن اسنے اپنی شان کے خلاف سمجھا کہ کوئی غیر اسے بچائے۔ اسنے لوگون کو باز رکھ کر خود کمان سیدھی کی۔ تیر خالی گیا۔ اور قلعہ دار نے پہنچکر اسکا کام تمام کردیا۔ اس بادشاہ کے دربار مین علما بہت رہتے تھے۔ خود نظام الملک طوسی اسکا وزیر ایک زبردست عالم اور بڑا مدبر شخص تھا۔ سلجوقیون نے جو زور پکڑا اسمین شمشیر ترکی کے ساتھ حکمت نظام الملکی ایک قابل لحاظ شے تھی۔

۴
جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان ۴۶۵ھ

نظام الملک طوسی کی سعی سے جلال الدین تخت پر بیٹھا۔ نظام الملک اسکے باپ کے وقت سے وزیر سلطنت تھا۔ اور اب تو بالکل ہی سیاہ و سپید کا مالک ہوگیا۔ نظام الملک بڑا مشہور شخص ہوا ہے عباسیون کے زمانہ مین جس طرح برامکہ کا خاندان تھا۔ اسی طرح کچھ دنون کے لیے سلجوقیون کے وقت مین نظام الملک کا خاندان عروج پر تھا۔ بغداد اور بصرہ مین مدرسہ نظامیہ اسی کا بنوایا ہوا ہے اسکی یونیورسٹی کی کتابون کا پڑھنا اس زمانہ تک طریقہ نظامیہ کا درس کہلاتا ہے۔ طوس

نظام الملک

مردم خیز جگہ ہے۔ یہان نظام الملک۔ غزالی۔ فردوسی تین بڑے مشہور شخص گزرے ہین کہ ہمہ کا

شعر ہی سے

	ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ از طوس بود		چون نظام الملک غزالی و فردوسی بود

ملک شاہ کی گرفتاری

یہ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو نکلا۔ راہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ حالت گرفتاری میں اپنے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرنا ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھ کر ذلیل کریں گے۔ یہاں نظام الملک نے قیصر روم سے مصالحت کا ڈھنگ ڈالا اور شرائط صلح طے کرنے کو خود گیا۔ قیصر روم نے ان قیدیوں کا ذکر کیا تو نظام الملک نے نہایت بے پروائی سے سنا لیکن ملک شاہ جب نظام الملک کے سامنے لایا گیا تو اسنے کچھ التفات نہ کیا۔ نظام الملک لوٹا تو قیصر روم نے ملک شاہ کو مع اور قیدیوں کے اسکے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ مصالحت ہو جانے پر اسیران سلطنت کی رہائی لازمی تھی جب ملک شاہ رومیوں کی حد نظر سے باہر ہوا تو نظام الملک نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اسکے بعد ملک شاہ نے رومیوں پر چڑھائی کی اور کسی حکمت سے قیصر روم گرفتار ہو کر ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر روم نے ملک شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو تاجر ہو تو بیچ ڈالو اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو۔ ملک شاہ نے نہایت عزت سے قیصر روم کو رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں تم پر ثابت کر دوں کہ میری سابق گرفتاری ایک امر اتفاقی تھی۔ میری قوم کسی طرح کمزور نہیں ہے۔ ملک شام بھی اس بادشاہ کے قبضہ میں آگیا تھا۔ شکار کا اسکو بہت شوق تھا۔ جب یہ بادشاہ بغداد گیا تو خلیفہ مقتدی باللہ نے اسکی بڑی خاطر کی۔ اسنے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا۔ لیکن خلیفہ نے (غالباً براہ تواضع) گوارا نہ کیا۔ تب ملک شاہ نے بادشاہ کی انگوٹھی لی اور اسی کے بوسہ پر اکتفا کیا۔ مقتدی نے اپنی بیٹی ملک شاہ کے عقد میں دی اور تمام بلاد اسلام کی زمام امارت ملک شاہ کے سپرد کی۔ جلال الدین خلیفہ ہی کا عطیہ خطاب ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زمام امارت خلیفہ کے اختیار میں کب تھی کہ اُسنے ملک شاہ کو دی اور ملک شاہ کا اس فرضی عطیہ کے بغیر کیا ہرج تھا۔ نظام الملک سے اخیر اخیر بادشاہ ناخوش ہو گیا تھا۔ ناخوشی کے نتائج پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ ایک فدائی نے نظام الملک کو قتل کیا اور ملک شاہ نے بھی مہینہ کے اندر ہی اپنی موت سے وفات پائی۔

مدرسہ نظامیہ

مدرسہ نظامیہ کے دو مدرس بڑے مشہور ہیں۔ امام ابو اسحاق شیرازی اور امام غزالی نظام الملک

ابو اسحاق — امام غزالی

نے یہ چاہا کہ اپنے طرز زندگی پر علماے وقت کی رائیں لکھوا کر اپنے ساتھ قبر مین بطور تبرک نامی کے لیتا جائے۔ تمام علما نے آنکھ بند کر کے نظام الملک کی خوبیون کا قصیدہ نثر مین لکھدیا اور اسمین کچھ شک نہین کہ نظام الملک طوسی ایسا ہی شخص تھا۔ تمول اور پھر حدود شرع کا لحاظ آسان امر نہین ہوتا۔ لیکن جب امام ابو اسحاق کی باری آئی تو انھون نے لکھا "خیر الظلمۃ حسن کتبہ ابو اسحق" (یعنی ظالمون مین حسن اچھا ہی راقم ابو اسحاق" نظام الملک کا نام حسن تھا۔ نظام الملک یہ تحریر دیکھ کر بہت رویا اور بولا کہ ابو اسحق سے زیادہ کوئی دوسرا سچا نہین ہی۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۵	برکیارق بن ملک شاہ	سنہ ۴۸۵ھ	نظام الملک کے بیٹے موید الملک و فخر الملک اسکے وزیر تھے تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا۔ اسکے وقت مین تخت اور سلطنت کے لیے سلجوقیون مین باہمی نزاع برپا رہی۔
۶	محمد بن ملک شاہ	سنہ ۴۹۸ھ	تیرہ برس سلطنت کر کے یہ مرا۔
۷	سلطان السلاطین سنجر بن ملک شاہ	سنہ ۵۰۹ھ	یہ بادشاہ بڑا نیک نام خدا ترس اور بیدار مغز تھا۔ اسکے وقت مین بہت سی لڑائیان اور بہت سے غزوات ہوئے۔ بہرام شاہ غزنی اسکا باج گزار رہا۔ کورخان ترکی کے مقابلہ مین سلطان سنجر مغلوب ہوگیا تھا۔ اس سے ذرا رنگ پھیکا ہو چلا تھا لیکن اسکے بعد بہرام غزنوی کو جب علاء الدین جہان سوز غوری نے دبایا اور سلطان سنجر نے پہنچکر علاء الدین کو گرفتار کر لیا تب پھر اسکا طنطنہ کامرانی اصلی حالت پر آگیا۔ لڑائی بلخ مین یہ ایک مرتبہ ترکمان غزنی کے ہاتھ گرفتار ہوگیا اور چار برس تک گرفتار رہا۔ پھر حکمت عملی سے نکل کر اپنے ملک مین آیا۔ یہ پہلے بھی آسکتا تھا لیکن بیوی کے گرفتار تھا۔ بیوی کے ساتھ بھاگ نکلنا آسان نہ تھا اور بیوی کو چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ تھا۔ جب بی بی مر لی تو یہ کسی حکمت سے نکل بھاگا۔ اس اثنا مین غزون نے تمام ملک ویران کردیا تھا

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اسکے وقت میں حاکم خوارزم نے بغاوت کرکے ایک جدا سلطنت قایم کی۔ حکمران آگے چل کر خوارزم شاہیون کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس بغاوت نے سلطان سنجر کو سب سے زیادہ کمزور کر دیا تھا
۸	محمود خان خواہرزادہ سلطان سنجر	۵۵۲ھ	بغراخان کی نسل میں تھا۔ سلطان سنجر کے بعد یہی تخت نیشاپور پر بیٹھا۔ اسکے وقت میں خوارزم شاہیون اور غزریون کا زور ہوا۔ محمود کو اندھا کرکے کچھ ملک خوارزم شاہیون نے لے لیا اور کچھ غزریون نے لے لیا۔ اور اس طرح سلجوقیون کی سلطنت کا خراسان میں خاتمہ ہو گیا۔

اب کچھ ان سلجوقیون کا حال لکھا جاتا ہے جو عراق عرب میں حکمران تھے۔

عراق عرب کے سلجوقی

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	محمد ابن محمد بن ملک شاہ	۵۰۹ھ	اپنے باپ محمد شاہ کے مرنے پر یہ عراق پر حکمران ہوا اور سلطان سنجر نے کچھ زیادہ اسکی فکر نہیں کی۔ مسترشد باللہ خلیفہ بغداد سے یہ رنجیدہ ہو گیا تھا اور اس نے بغداد کا محاصرہ بھی کیا تھا لیکن پھر مصالحت ہو گئی۔
۲	طغرل بن محمد بن ملک شاہ	۵۲۵ھ	بھائی کے مرنے پر سلطان سنجر کے اشارہ سے یہ عراق کی ریاست پر قابض ہوا۔
۳	مسعود بن سلطان ملک شاہ	۵۲۹ھ	اسکے وقت میں چند سلجوقیون نے خلیفہ مسترشد کو ملک گیری کے لیے ابھارا۔ مسعود سے لڑائی ہوئی خلیفہ گرفتار ہوا اور ایک فدائی نے اسکا کام تمام کیا۔ اسکے بعد راشد اپنے باپ کے خون بہا کے لیے نکلا اور اصفہان تک پہنچتے پہنچتے مارا گیا پھر مسترشد کے دوسرے بیٹے مقتفی باللہ کو مسعود نے تخت خلافت پر بٹھایا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۴	ملک شاہ بن محمود بن محمد بن سلطان ملک شاہ	سنہ ۵۴۷ھ	تین مہینہ تک یہ بادشاہ رہا اسکے مزاج مین عیاشی تھی لوگون نے اسے قید کرکے اسکے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔
۵	محمد بن محمود	سنہ ۵۴۷ھ	سلیمان شاہ سے جو اسکے بعد تخت پر بیٹھا برابر لڑتا رہا۔ آل سلجوق کے ضعف کا زمانہ تھا اسلیے خلفا سے بغداد نے بھی کچھ قوت پکڑلی تھی۔ سات برس تک سلطنت کرکے مرا۔
۶	سلیمان بن ملک شاہ	سنہ ۵۵۵ھ	آرسلان کا نام بھی اسکے ساتھ خطبہ مین داخل کیا گیا۔ آٹھ مہینہ تک اسکی سلطنت تھی۔
۷	ارسلان بن طغرل	سنہ ۵۵۶ھ	آلموت کے فدائیون سے یہ لڑتا تھا اور غالب رہا۔ اسکے وقت مین خوارزم شاہیون کا زور شروع ہوا۔
۸	طغرل بن ارسلان	سنہ ۵۷۱ھ	خلیفہ مستضئ باللہ کے وقت مین یہ تخت نشین ہوا۔ رکن الدین قسیم امیر المومنین کا لقب ملا۔ اسکے وزیر قزل ارسلان نے اس سے سرتابی کی اور عرصہ تک لڑتا رہا۔ درمیان مین طغرل کے قید ہوجانے سے یہی بادشاہ بن گیا تھا۔ خلیفہ ناصر دین اللہ بھی طغرل سے ناخوش تھا۔ تکش سلطان شاہ خوارزم کے مقابلہ مین یہ مارا گیا اور اسکا سر بغداد بھیجا گیا اور اسکے مرنے پر عراق مین سلجوقیون کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

کرمان کے سلجوقی

سلطان سنجر کے ایک بھائی کی نسل مین سلطان شاہ۔ توران شاہ۔ ایران شاہ۔ ارسلان شاہ۔ محمد شاہ بن ارسلان۔ طغرل شاہ۔ ارسلان شاہ بن طغرل شاہ۔ بہرام شاہ۔ توران شاہ۔ محمد شاہ بن بہرام شاہ۔ یہ دس خودمختار بادشاہ کرمان مین یکے بعد دیگرے خوارزم شاہیون کے عروج تک حکمران رہے اور ہمدان انکا پایہ تخت تھا اسکے بعد تمام سلجوقیون کی طرح یہ لوگ بھی مٹ گئے۔

سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق کو الپ ارسلان نے روم کی طرف بھیجا تھا۔

اسکی نسل سے ایک جدا بادشاہت قایم ہوگئی جسمین چودہ بادشاہ اسکے بعد تخت پر بیٹھے اور قونیہ یا قونیہ دار الحکومت قرار پایا۔

سلیمان[1] بن قلتمس۔ داود[2] بن سلیمان۔ قلیج ارسلان[3] بن سلیمان۔ مسعود[4] بن قلیج ارسلان۔ قلیج ارسلان[5] بن مسعود۔ غیاث الدین کیخسرو[6] بن قلیج ارسلان۔ رکن الدین سلیمان[7] بن قلیج ارسلان۔ قلیج ارسلان[8] بن سلیمان۔ عز الدین[9] کیکاوس بن غیاث الدین۔ علاء الدین[10] کیقباد بن غیاث الدین۔ غیاث الدین[11] کیخسرو بن علاء الدین۔ رکن الدین سلیمان[12] بن غیاث الدین کیخسرو۔ کیخسرو[13] بن رکن الدین۔ غیاث الدین[14] مسعود بن کیکاوس۔ کیقباد[15] بن فرامرز۔

ایشیاے کوچک کے سلجوقی

اس خاندان کے بادشاہ رومیون سے لڑتے رہے۔ خوارزم شاہیون سے بھی لڑے عراق کے سلجوقیون سے بھی کبھی کبھی مقابل ہوگئے۔ لیکن برابر اپنی حالت پر قایم رہے ساتوین صدی ہجری کے اخیر مین پرلیغ غزا خان نے جسکے مطیع یہ سلطنت ہوگئی تھی کسی قصور پر کیقباد کو تخت سے اتار کر روم سے سلجوقیون کا نام مٹایا۔

	فصل دہم	
	شاہان خوارزم	

سلجوقیون کے زوال سلطنت کے وقت خوارزم شاہیون کا خاندان بہت زور پکڑ لیا تھا۔ اسلیے کچھ انکا حال بھی لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملک شاہ سلجوقی کا ایک ترکی غلام نوشتگین بہت معزز ہوگیا تھا۔ اسکے مرنے پر اسکا بیٹا قطب الدین محمد برکیارق اور سلطان سنجر کے وقت مین خوارزم کا حاکم مقرر ہوا اور اپنے جیتے جی فرمانبردار رہا۔ خوارزم کے لحاظ سے لوگ اسے خوارزم شاہ کہنے لگے اور پھر اسکے جانشینون کا بھی یہی لقب پڑا۔ اور اسکا خاندان خوارزم شاہیون کا خاندان کہلایا۔

نوشتگین

قطب الدین

قطب الدین کے مرنے پر اسکا بیٹا اتسز خوارزم شاہ حاکم خوارزم ہوا۔ ابتدا مین تو سلطان سنجر کا بڑا ہی خواہ تھا۔ پھر سرتابی کی۔ سلطان سنجر نے تین چار مرتبہ اسپر چڑھائی کی اور ہر مرتبہ یہ لڑبھڑ کر آخر مین اطاعت قبول کر لیتا تھا۔ سلطان سنجر اسکی پچھلی خیرخواہیون پر نظر ڈال کر عفو کرتا تھا اور کچھ لڑائی سے کنارہ کشی بھی بہتر سمجھتا تھا۔ سلطان سنجر کے ساتھ الوری بھی ہوتا تھا۔ الوری کے بعض شعرون

اتسز

سے ان لڑائیون کا پتہ چلتا ہو۔ اتسز خوارزم شاہ نے سلطان سنجر سے فرصت پائی تو خضر پر قالبض ہوا اور کئی مرتبہ ترکستان پر حملہ کرکے کافرون کو زچ کیا۔

جب سلطان سنجر کو ترکمان غزا نے قید کیا اسوقت اسنے سلطان سنجر کی کمزوری سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہا۔ لیکن بن ستر (رشید وطواط شاعر اسکا مصاحب تھا۔ رشید نے اسکے جنازہ کی طرف دیکھکر یہ دو شعر پڑھے تھے ؎

شاہا فلک از سیاستت می لرزید	پیش تو بطوع بندگی میبرزید
صاحب نظرے کجاست کو در نگرد	تا آن ہمہ مملکت باین می ارزید

ایل ارسلان بن اتسز سنہ ۵۵۲ھ

ایل گویا پہلا خود مختار پادشاہ تھا۔ قراختائیون کو اسکا باپ کچھ سالانہ خراج دیا کرتا تھا اسنے اسمیں تامل کیا۔ بالآخر لڑائی ہوئی اور لڑائی مین ہزیمت ہوئی اور اسی اثنا مین یہ مرگیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۴	سلطان شاہ بن ایل ارسلان	سنہ ۵۵۷ھ	اسکا بڑا بھائی تکش خان اس سے برابر لڑتا رہا اور باوراء النہر کے قراختائیون سے ہرایک اپنے اپنے موقع پر مدد لیتے اور بدعہدی کرتے رہے۔ ملکہ ترکان اسکی مان بھی اسکی طرف سے شریک مہمات ملکی رہتی تھی۔
۵	تکش خان	سنہ ۵۶۸ھ	آخر کار سلطان شاہ پر غالب آکر اسنے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا۔ اسکے وقت مین خوارزم شاہون کا بڑا عروج ہوا۔ طغرل سلجوقی کو اسی نے عراق مین قتل کیا۔ ایران۔ خراسان۔ [illegible] تمام اسکی حکومت تھی۔
۶	سلطان محمد بن تکش خان	سنہ ۵۹۶ھ	غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری سے جنکا ذکر باسلام فی الہند مین آئیگا تکش خان کی موت کی خبر سنکر کچھ سر اٹھایا تھا لیکن سلطان محمد کے مقابلہ مین عاجز آکر انھون نے امان مانگی۔ مجھ جیسا رستم و اسفندیار ثانی کے مارے جانے سے شہاب الدین غوری سمجھا کہ اسکا بازو ٹوٹ گیا۔ شہاب الدین غوری کے مرنے [illegible]

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			جب غور کی تجزی ہوئی تو غور اور غزنی بھی سلطان محمد کی زد پہنچ گئی - یہی وہ زمانہ ہے کہ شہاب الدین کے ترکی غلام قطب الدین نے ہندوستان میں ایک مستقل سلطنت کی بنیاد ڈالی - ماوراء النہر کی جانب جاکر قراختائیون پر بھی اس بادشاہ نے فتح پائی - ناصر خلیفہ بغداد سے اسکو کچھ رنج آگیا تھا - خلفاے عباسی تمام شرقی بلاد اسلام میں پیشواے مذہب سمجھے جاتے تھے - عام مسلمانون کا رنجیدہ کرنا اسنے پسند نہیں کیا - لیکن اسکے ساتھ ہی اپنے بغض کو بھی رفع نہ کرسکا - اتفاق سے ناصر خلیفہ بغداد اور شریف مکہ مین کچھ بے لطفی پیدا ہوئی - فدائیان الموت کو خلیفہ نے شریف مکہ کی سرکوبی کو روانہ کیا - شریف مکہ کا بھائی ایام حج مین مارا گیا یہ واقعہ مذہب اسلام کے بالکل خلاف تھا - سلطان محمد نے تمام علما سے ناصر کے خلاف فتوی لیا اور سید علاء الملک ترمذی کو پیشواے مذہب مان کر سب سے اُنکے ہاتھ پر بیعت کرائی اور بغداد کی طرف تین لاکھ فوج لیکر چلا کہ خلیفہ کی جگہ پر سید علاء الملک کو بغداد کے تخت پر بٹھائے - راستے مین اتابک سعد شاہ ایران سے اور اتابک ازبک آذربائیجان سے الگ الگ تسخیر عراق کے لیے چلے تھے - سلطان محمد نے ان دونون کو پسپا کیا - اور بڑے کروفر سے بغداد کی طرف چلا - شیخ شہاب الدین سہروردی ایک مشہور صوفی نے خلیفہ کی طرف سے سفارشی ہوکر سلطان محمد کو سمجھانا چاہا لیکن اسنے شیخ کا کچھ بھی خیال نہ کیا - للہ جنود السموات والارض - اسکے بعد قدرت خدا نظر آئی اس کثرت سے برف باری ہوئی کہ تمام سلطانی خیمہ و خرگاہ تباہ ہوگیا سلطان نے بجز واپس ہونے کے کوئی چارہ نہ دیکھا - گو یا کمال الدین اسمعیل نے اسی برف

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			برف باری کو یون نظم کیا ہے مانند پنبہ دانہ کہ در پنبہ دانہ ہست　　اجرام کوہ ہاست نہان در میان برف سلطان محمد عراق ہی مین تھا کہ چنگیز خان نے اسکے ملک پر چڑھائی کی - چنگیز خان کے گھستے ہی تمام بلاد اسلام مین شور مچ گیا مختلف مقامات پر یہ لڑا لیکن اقبال روگردان رہا - لڑکے بالون سے یہ جُدا ہوگیا اور اسی اندوہ وغم مین مرگیا -
۷ ۸ ۹	رکن الدین غیاث الدین جلال الدین		یہ تینون بیٹے سلطان محمد کے مختلف مقامات پر صوبہ دار تھے باپ کے مرتے ہی الگ الگ خودمختار ہوگئے - چنگیز خانیون سے لڑتے رہے اور لطف یہ ہے کہ آپسمین بھی اتفاق نہ تھا - جلال الدین اخیر تک لڑتا رہا - چنگیز خان سے یہ خوب خوب لڑا - ایک مرتبہ بھاگ کر ہندوستان مین بھی چلا آیا تھا - عراق بھی اسنے فتح کیا - دوسیون سے بھی یہ لڑا - ہر جگہ چھپتا پھرا یا مارا پھرا - لیکن چنگیز خان نے کہین فرصت نہ دی - خبر نہین یہ کہان مارا گیا - بعض کہتے ہین کہ آخر مین اسنے لباس فقرا اختیار کرلیا تھا اور خوارزم شاہون کا اسپر خاتمہ ہوا -

فصل یازدہم

شاہان کرمان

فراختائی

فراختائیون کی قوم کرمان مین زور پکڑ گئی تھی - جلال الدین کے وقت مین براق حاجب امرائے دولت مین تھا - جلال الدین کی سلطنت زائل ہوئی تو اسنے کرمان مین ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد ڈالی جسمین سلاطین ذیل حکمران ہوئے -

رکن[۱] الدین خواجہ حق ابن براق حاجب - قطب[۲] الدین محمد سلطان - عصمۃ[۳] الدین قتلق ترکان - جلال[۴] الدین سیورغتمش - صفوۃ[۵] الدین پادشاہ خاتون - سلطان[۶] مظفر الدین محمد شاہ

قطب الدین شاہجہان - عصمۃ الدین اور صفوۃ الدین یہ دو عورتین تھین - صفوۃ الدین بڑی حسینہ - شاعرہ اور عاقلہ تھی - اسکی ایک رباعی نقل کی جاتی ہی -

آن روز کہ در ازل نشانش کردند	آسایش جان ہمہ الآنش کردند
دعوی لب نگار میکرد نبات	زان روے سیہ چوب در دہانش کردند

جلال سیورغتمش نیکنام بادشاہ تھا - مظفر الدین کے وقت مین مولانا فخر الدین کو لوگون نے قتل کیا - قطب الدین کے عہد مین سلاطین مغل کے کسی گورنر نے قطب الدین سے کرمان نکال لیا اور اس طرح قراختائیون کا ۷۰۳ھ مین خاتمہ ہو گیا - اسکے بعد ملک اسلام ناصر کو کرمان کی حکومت ملی اور کچھ روز تک مختلف حکام کی آمد و رفت سے کرمان خراب ہو کر امیر مبارز الدین

آل مظفر در کرمان

محمد بن مظفر کو جو مان کی طرف سے قراختائی تھا حکومت کرمان کی سنہ ۷۴۱ھ مین ہاتھ آئی مبارز الدین محمد کے زمانہ مین شیخ ابو اسحق اور شیخ شجاع دو بڑے شخص تھے مبارز الدین ان دونون سے برابر لڑتا رہا - مبارز الدین کی حکومت سندھ سے شام تک قایم ہو گئی تھی یہ بڑا زبردست بادشاہ تھا - پھر اسکے بعد شیخ شجاع جلال الدین شاہ شجاع کے لقب سے تخت پر بیٹھا - اسکے بعد مجاہد بن زین العابدین - عماد الدین احمد - نصرت الدین یحیی ایک ساتھ مختلف مقامات پر حکمران ہوئے اور اسی زمانہ مین تیمور کا عہد شروع ہوا - چنگیز خان نے تو لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا تھا لیکن تیمور کے بعد اسلامی سلطنت ایک نئے طور پر قایم ہوئی -

فصل دوازدہم

چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین

سلاطین سلجوقی اپنے لڑکون کو دوسرے امرا کے پاس بھیجدیتے تھے اور وہ اتابک کے لقب سے پکارے جاتے تھے - ان اتابکون نے مختلف مقامات پر مختلف وقتون مین زور پکڑا - اسلیے مختصر حال انکا بھی لکھا جاتا ہی -

(۶) اتابکان شام کے نام

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	عماد الدین زنگی ابن آق سنقر [illegible] غلام سلجوقی	سنہ ۵۲۱ھ	

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۲	نورالدین محمد بن عمادالدین	سنہ ۵۴۱ھ	اسی نے فرنگیون کے مقابلہ مین عاضد خلیفہ اسماعیلیہ کی مدد کے لیے شام سے مصر مین فوج بھیجی تھی
۳	ملک صالح بن نورالدین	سنہ ۵۶۹ھ	
۴	سیف الدین بن عمادالدین		
۵	قطب الدین بن عمادالدین	سنہ ۵۵۵ھ	
۶	سیف الدین بن قطب الدین	سنہ ۵۶۵ھ	یہ موصل مین تخت نشین ہوا۔
۷	عزالدین مسعود		
۸	اتابک نورالدین ارسلان شاہ		
۹	عزالدین مسعود بن ارسلان شاہ		ہلاکو خان کے وقت مین خاتمہ ہوگیا۔

شام

آذربایجان اور فارس

اسکے علاوہ آذربایجان - تکلہ - فارس کے حکمران بھی اتابک کے لقب سے مشہور ہوئے اور سلجوقیون کی نسل کے ساتھ سلجوقیون کے غلام بھی اس لقب مین شریک تھے طوالت کے خیال سے ان حکمرانون کے نام درج نہین کیے جاتے اور انکے حالات مین کوئی دلچسپی بھی نہین ہے۔

سلاطین نیمروز

سلطان سنجر کے عہد نیمروز مین بھی نامی حکمران گزرگئے ہین نام انکے ذیل مین ہین - ان سلاطین کو بعض طاہر بن خلف احمد کی نسل سے بتاتے ہین اور بعض ملوک عجم کی نسل مین داخل کرتے ہین۔

ملک تاج الدین ابوالفضل - ملک شمس الدین - یمین الدولہ بہرام شاہ - نصرۃ الدین - رکن الدین بہرام شاہ - شہاب الدین محمود -

آخری بادشاہ شہاب الدین کی حکومت کفار تاتار کے عہد میں غارت ہوئی -

سلجوقی نسل سے کچھ لوگ ہرات مین حکمران رہے ہین جنکو تاریخ والے ملک کرت کہتے ہین - چنگیز خان کی خیر خواہی کی بدولت یہ خاندان عروج پکڑ گیا تھا - بانی اس خاندان کا رکن الدین تھا - شمس الدین محمد ابن ابی بکر کرت دوسرا بادشاہ ۱۳۴۲ء مین تخت پر بیٹھا اسکے بعد شمس الدین بن ملک شمس الدین - فخر الدین - غیاث الدین - شمس الدین ابن غیاث الدین - معز الدین حسین - غیاث الدین پیر علی - یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے -

ملک کرت

غیاث الدین تیمور کے زمانہ مین تھا اور اسکا مطیع تھا - چنانچہ تیمور نے اپنی لڑکی کی شادی غیاث الدین کے بیٹے پیر محمد سے بڑی دھوم سے کی تھی -

فصل سیزدہم

چنگیز خان اور اسکی اولاد

تاتار جو دیوار چین سے شمال کو واقع ہے اسکے باشندے فن سپہ گری مین مشہور اور اسکے ساتھ ہی جہالت مین شہرہ آفاق تھے - اب خدا نے اُنکے ذریعہ سے نمونہ قدرت دکھانا چاہا - یہ وہی لوگ تھے جنکی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لیے قدیم چینیون نے دیوار چین بنائی تھی -

قدیم تاتاریون مین ترک اور مغل یہ دو مشہور قومین تھین - ترکون کی سلطنت تو اب تک بہت بیان کی گئی یعنے سامانی - صفاری اور دیالمہ کے (کہ یہ ایرانی تھے) علاوہ جتنے بادشاہ بیان کیے گئے ہین انمین اکثر ترک - ترکی غلام یا ترکی افغان (افغانستان مین آ بسنے والے ترک) تھے - ترک اپنے اصلی مقام سے الگ ہو گئے تھے - لیکن مغل ابھی تک اُسی صحراے تاتار کی ہوا کھاتے تھے جو انسان مین درندون کی خاصیت پیدا کرنے مین اکسیر ہے -

مغلون مین چنگیز خان ایک معمولی شخص تھا جو بڑھتے بڑھتے تمام مغلون کا بادشاہ ہو گیا

ترکستان
شرقی ترکستان
کاشغر
یارقند
پامیر
حصار
شغنان
یسین
مستوج
بلخ
تبت کوچک
چترال
دیر
کافرستان
افغانستان
کوہ ہمالیہ
کابل
درہ خیبر
پشاور
راولپنڈی
اسلام آباد
غزنی
کالاباغ
ہندوستان
جموں
لاہور
امرتسر
فیروزپور
جالندھر
ملتان
لودیانہ
سرہند

چنگیز خان کی ابتدا
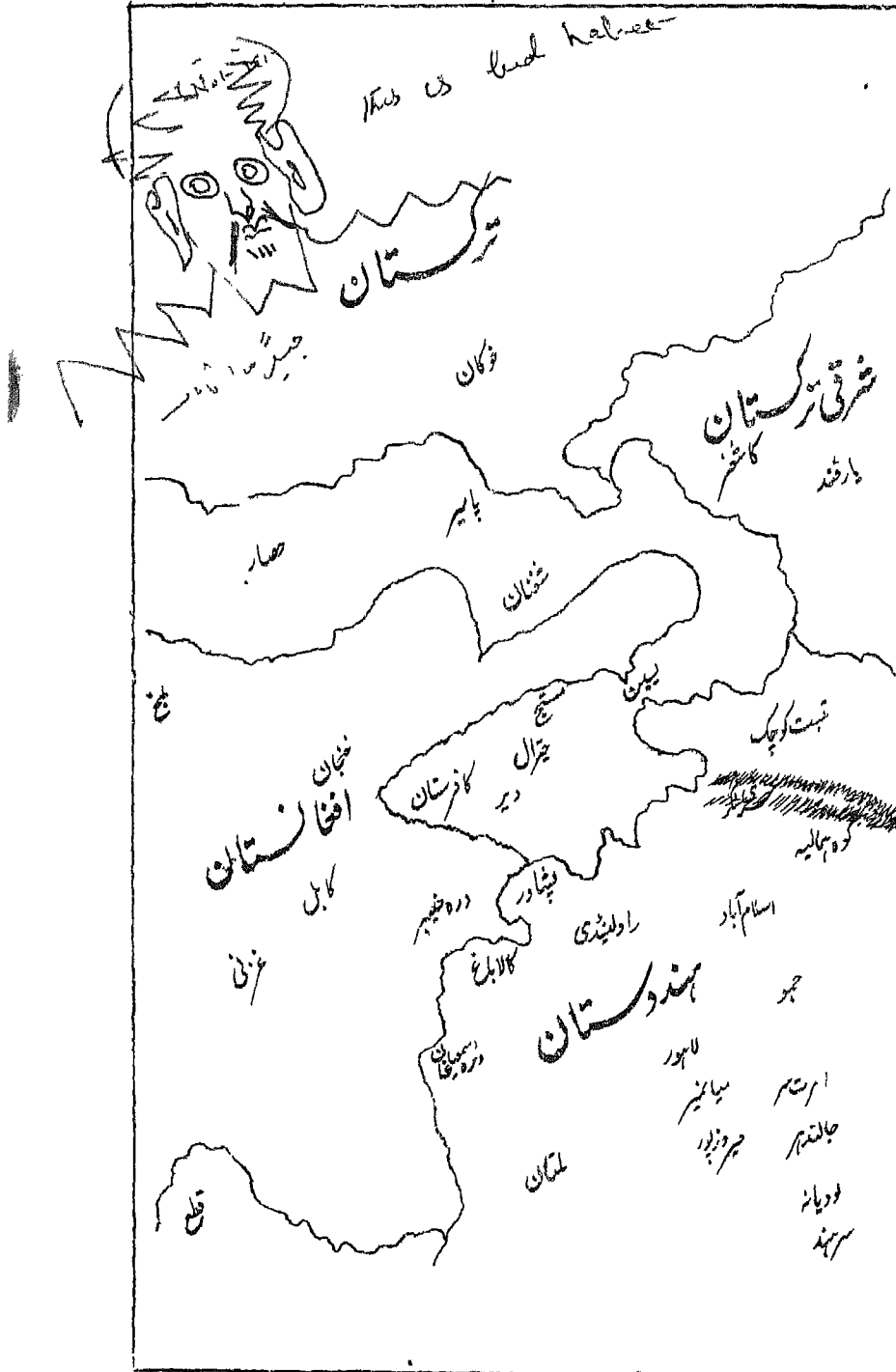
۵۹۹ھ / ۱۲۰۲ع مین یہ گدی نشین ہوا۔ تاتار۔ چین۔ ختا۔ ختن۔ کاشغر مین اپنا سکہ جما چکا تو بلاد اسلام کی طرف چلا۔ سلطان محمد خوارزم شاہ سے وہ کچھ ناخوش ہو گیا تھا۔ خوارزم شاہ بھاگا پھرتا تھا۔ اور چنگیز خان تعاقب مین جاتا تھا۔ بخارا۔ سمرقند۔ نخشب۔ بلخ۔ خراسان۔ مرو۔ ایران اور نواحی ہند تمام بلاد اسلام کو مغلون نے تباہ کر دیا۔ یہ لوگ سکان ارض کے لیے آفت آسمانی تھے اور انسان کے حق مین بلا ر سرم تھے۔ گردن مارنا گھر جلا دینا انکے نزدیک کھیل تھا۔

مسلمانونکی تباہی

چنگیز خان کے وقت مین سواے سلطنت ہند اور خلافت بغداد کے تمام مشرقی مسلمانی ریاستون کو گزند پہنچا۔ ان کفار نے مسلمانون کو سخت اذیت پہنچائی۔

اکتائی قاآن بن چنگیز خان

چنگیز خان کے بعد اسکا بیٹا اوکتائی قاآن ۶۲۴ھ مین چنگیز خان کی جگہ پر تخت نشین ہوا اور اسکی ماتحتی مین چغتائی خان ماوراء النہر۔ خوارزم۔ کاشغر۔ بدخشان اور بلخ کا حاکم ہوا

کیوک خان۔ منکو خان

اوکتائی قاآن کے بعد کیوک خان اور پھر اسکے بعد منکو خان تخت نشین ہوا۔ اور ان سلاطین کے وقت مین سلطنت کو بڑی رونق تھی۔ ابتدا مین ان لوگون کا کوئی مذہب نہ تھا۔ کچھ دنون تک عیسائیت کا چرچا رہا بعد اسکے اسلام ان لوگون کا عام مذہب ہو گیا۔ اور تمام ایشیا مین یہ پھیل گئے۔ کچھ دنون کے بعد انمین باہم نفاق پھیلا۔ نسل چنگیز خان مین کئی خود مختار سلطنتین قایم ہوگئین اور کچھ پہلے کے حکمرانون کی نسل مین بھی خود مختار رہا کیے۔ تیمور کے زمانہ تک مختلف خود مختار مسلمان ریاستین وسط ایشیا مین قایم تھین

ہلاکو خان

منکو قاآن کے وقت مین اسکا بھائی ایل خان مشہور ہلاکو خان (بن تولیخان بن چنگیز خان) بلاد غربی کی فتح کو تعینات ہوا تھا۔ مستعصم خلیفہ بغداد سے اسنے مدد چاہی۔ خلیفہ نے مدد نہین دی اسکے بعد اسنے کچھ اور پیغام بھیجا۔ خلیفہ نے اسکا جواب بھی اس طرح نہین دیا جس طرح ایک مطیع خود مختار رئیس کو مناسب تھا۔ چنگیز خان کے وقت مین یہ خلافت اسی لیے قایم رہنے پائی کہ اسوقت کے خلیفہ ناصر نے چنگیز خان سے آشتی گفتگو کی۔ گو اسوقت بغداد کے خلیفہ مین بہ نسبت سابق کے قوت زیادہ تھی لیکن نہ اتنی کہ چنگیز خان کے پوتے کا مقابلہ کرنا اسکی حالت کے مناسب ہوتا۔ شہر بغداد بلاد اسلام مین اسوقت اول درجہ کا شہر تھا۔ لڑائی

بغداد کی تباہی

ہوئی۔ خلیفہ نے کچھ مقابلہ کر کے در شہر بند کر لیا۔ ہلاکو خان نے محاصرہ کیا اور باہر کی مدد کو روکا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شہر فتح ہوا۔ خلیفہ نے مصالحت کی گفتگو کی لیکن بات کچھ ایسی بگڑ گئی کہ تمام شہر لوٹا گیا۔ ہزاروں بندگان خدا جان سے مارے گئے اور عباسیون کا خاتمہ ہوگیا۔ مشہور ہے کہ فتح بغداد تک ہلاکو خان کافر تھا اور پھر مسلمان ہوگیا۔

تیمور

چنگیز خان کی نسل مین آگے چل کر تیمور نے بھی بہت زور پکڑا۔ تیمور نے نسل چنگیز خان مین ہونے کی وجہ سے نہین بلکہ خود اپنی ذاتی قابلیت سے ترقی کی۔ اسکے وقت مین چنگیز خانیون کا زور بالکل ختم ہوچکا تھا۔ چنگیز خان نے جس طرح اپنی ذات سے ایک نئی سلطنت کی بنیاد قایم کی۔ اسی طرح تیمور نے بھی اپنے قوت بازو سے رنگمت جمائی۔ چنگیز خان اور تیمور مین علاوہ کفر و اسلام کے ایک یہ بھی فرق تھا کہ وہ محض اکھڑ سپاہی تھا اور یہ عاقبت اندیش مدبر تھا۔ تیمور صرف تمام بلاد اسلام ہی کا بادشاہ نہین تھا بلکہ تمام یورپ۔ ایشیا اور افریقہ اسکا تھا اور اسی لحاظ سے مورخون نے اسے صاحبقران لکھا ہے اور بعد سکندر اعظم کے اس لقب کا سزاوار تیمور ہی سمجھا گیا۔

تیمور صاحبقران

تیمور کے حالات لکھنے سے پہلے چنگیز خانی بادشاہون کے نام درج کیے جاتے ہین۔

چنگیز خانی سلاطین

چنگیز خان۔ اوکتائی قاآن۔ کیوک خان۔ منکو قاآن۔ ہلاکو خان۔ ابا قاآن۔ نکودار۔ ارغون خان۔ توبلا قاآن۔ کیخاتو خان۔ بایدو خان۔ غازان خان۔ الجایتو خان خدا بندہ۔ ابوسعید بہادر خان۔ یہ تمام بادشاہ اپنے جد اعلیٰ چنگیز خان کی طرح وحشی اور سفاک نہ تھے انہین سے بعض صفات حسنہ کے سلاطین بھی ہوئے ہین۔

تیمور

تیمور سمرقند کے قریب پیدا ہوا۔ ماں کی طرف سے یہ چنگیز خان کی نسل مین تھا۔ ابوسعید بہادر خان کے بعد اسکو عروج ہوا۔ ایشیا اور یورپ کے مورخ ہمزبان ہین کہ فاتح ہونے کی حیثیت سے تیمور لاثانی تھا۔ وہ لکھتے ہین کہ تیمور نے جتنے ملک فتح کیے یا جتنی مخلوق پر حکومت کی اتنی فتح یا حکومت خسرو۔ اعظم۔ سکندر۔ قیصر۔ چنگیز خان۔ شارلیمین۔ نپولین۔ انہین سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ العظمۃ للہ کوئی حد ہے۔ سلطنت چین کی بڑی دیوار سے وسط روس تک۔ بحر روم اور دریاے نیل سے دریاے گنگ کے منبع تک اسکے فتوحات تھے۔

تیمور کے وقت مین سب سے بڑی سلطنت عثمانی ترکون کی ایشیا سے کوچک مین

اور یورپ میں یونان کے کچھ حصّہ پر بھی۔ بادشاہ ترکی بایزید کو اسنے قید کرکے ایشیا میں کچھ دنون کے لیے ترکون کی سلطنت کمزور کردی۔ اسکے علاوہ چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستون کا کیا تذکرہ ہی۔ چنگیز خان کی فتوحات اکثر اس طور کے ہوئے کہ اسکا دشمن شاہ خوارزم جہان جہان پناہ ڈھونڈھتا پھرا وہان اسکے تعاقب مین چنگیز خان بھی قتل عام کرتا ہوا اور بستیون کو پھونکتا ہوا چلا گیا۔ اور تیمور کا یہ نقشہ تھا کہ اسکو روے زمین پر ایک سلطنت قایم کرنے کا شوق تھا اسکا مقولہ تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے اُسی طرح دُنیا مین بھی ایک ہی حکمران ہونا چاہیے تیمور خان کے مخبر حاجیون اور درویشون کے لباس مین تمام پھرا کرتے تھے اور تیمور کو تمام حالات سے مطلع کرتے تھے۔ تیمور کا پایہ تخت سمرقند تھا۔ ایشیا مین صرف چین کا فتح کرنا باقی تھا فتح کی غرض سے یہ چلا تھا راہ مین احکم الحاکمین نے اپنی حکومت دکھائی اور یہ چپکے سے گوشہ قبر مین جا کر ہمیشہ رہنے پر مجبور رہا۔

تیمور کے بعد سلطنت تقسیم ہوگئی۔ مفصلہ ذیل بادشاہ وسط ایشیا مین ۹۱۱ھ تک یکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ امیر تیمور صاحبقران۔ مرزا خلیل سلطان۔ خاقان سعید مرزا شاہرخ۔ مرزا علاء الدولہ۔ مرزا الغ بیگ۔ مرزا ابو القاسم بابر بادشاہ۔ مرزا عبد اللطیف۔ مرزا شاہ محمود مرزا ابراہیم۔ سلطان ابو سعید۔ سلطان حسین بہادر خان صاحبقران ثانی۔ مرزا یادگار محمد۔

یہ چند نامی سلاطین خاندان تیموری کے لکھدیے گئے مگر ان سب کی سلطنت کا کوئی مستقل سلسلہ نہین تھا۔ مختلف مقامات پر انکی حکومتین تھین۔ چنانچہ یون سمجھ مین خوب آجائیگا کہ بابر کے دادا کے مرنے پر اُسکے بیٹون مین ملک یون تقسیم ہوگیا۔ سمرقند اور بخارا مین احمد مرزا۔ بلخ مین محمود مرزا۔ کابل مین الغ خان تخت نشین ہوا۔ بابر کا باپ عمر شیخ مرزا پہلے حاکم کابل تھا لیکن مرنے کے وقت حاکم فرغانہ ہوگیا تھا۔ اسلیے فرغانہ ہی کو بابر کا اصلی ملک سمجھنا چاہیے

بابر نے ایسے ایسے انقلاب کے تماشے دیکھے کہ کسی بادشاہ نے نہ دیکھے ہونگے۔ بارہا یہ تخت شاہی پر بیٹھا اور بارہا نان شبینہ کا محتاج ہوگیا ۱۴۹۷ء مین اسنے سمرقند فتح کیا سمرقند سے اسکا قبضہ اُٹھ گیا تو ۱۵۰۴ء مین کابل اسکے ہاتھ آیا اور فتح ہند تک یہی اسکا مستقل پایہ تخت رہا۔ جب خاندانی دشمنون سے اسکو فرصت ملی تو ازبکون کے تخت کاشغر

تیموری سلاطین

بابر کی مصیبتین

چپکا۔ اسمعیل صفوی شاہ ایران نے اُزبکون کو دبایا ورنہ بابر کا خاتمہ ہی ہوجاتا۔

اُزبکون کا عروج

ترکون اور مغلون کی مخلوط النسل قوم اپنے سردار اُزبک کے نام سے موسوم ہی تیموری سلطنت کے زوال پر ان لوگون نے زور پکڑا۔ اسمعیل صفوی نے اُزبکون کا زور بہت گھٹایا لیکن پورا استیصال نہ ہوسکا۔ بابر ہی کے وقت مین ایک زبردست سلطنت اُزبکون کی ماوراء النہر مین قایم ہوئی جو ابھی حال تک رہی ہی مؤلف کو کوئی کتاب اس بارے مین نہین ملی۔ کاشغر کی اسلامی سلطنت جسکا خاتمہ ابھی حال مین روسیون اور چینیون کے ہاتھ سے ہوا ہی عجب نہین کہ وہ انھین اُزبکون کے سلسلہ مین ہو لیکن یہ قیاس ہی قیاس ہی۔ ناظرین اسپر کوئی راے قائم نہ کرین۔

سنہ ۱۵۲۶ع مین بابر نے ہندوستان فتح کیا اور پھر برابر آگرہ مین رہا۔ اسکا تابوت البتہ دفن ہونے کے لیے کابل بھیجا گیا۔ تیمور کا نام بابر کی نسل سے زیادہ عرصہ تک قایم رہا اور وہ بھی صرف ہندوستان مین۔ الاسلام فی الہند مین خاندان تیموری کا بقیہ سلسلہ درج کیا جائیگا صرف بابر کے بیٹے ہمایون کا حال یہان لکھدیا جاتا ہی جسکو ہندوستان سے بہت کم تعلق رہا۔

سنہ ۱۵۳۰ع مین اپنے باپ بابر کے مرنے پر ہمایون تخت پر بیٹھا لیکن تمام عمر اسکی مصیبت مین کٹی۔ بابر کی طرح یہ بھی مارا مارا پھرا۔ بھائیون سے زیادہ اذیتین پہنچین۔ اسکا بھائی کامران کابل کا گورنر تھا لیکن بہت جلد وہ خودمختار بن گیا اور اسکے ساتھ ہی دوسرے بھائی جو بدخشان اور قندھار مین تھے وہ بھی کامران کے طرفدار ہو گئے۔ شیرشاہ سوری بہار مین زور پکڑنے لگا۔ ہمایون نے دو مرتبہ چڑھائی کی اور دونون مرتبہ زک اُٹھائی۔ کامران نے شیرشاہ سے سازش کرکے پنجاب شیرشاہ کے لیے خالی کردیا۔ ہمایون افتان خیزان سندھ پہنچا۔ وہان سے راجپوتانہ مین ہندو راجہ سے مدد کا خواستگار رہا لیکن پھر اسے مصلحت کے خلاف سمجھا اسی سفر مین سنہ ۱۵۴۲ع اکبر پیدا ہوا۔ اسوقت بجز ایک نافہ مشک کے اور کوئی چیز ہمایون کے پاس نہ تھی۔ اسی نافہ کو اسنے قومی دستور کے مطابق فرزند کی ولادت کی خوشی مین حاضرین پر تقسیم کیا۔ امرکوٹ کے راجہ نے سندھ کی دوبارہ چڑھائی پر ہمایون کا ساتھ دیا لیکن نتیجہ صرف اسقدر نکلا کہ حاکم سندھ نے ہمایون کو قندھار چلنے کا راستہ دیدیا۔ ہمایون کو بڑا کھٹکا یہ تھا کہ کوئی گرفتار کرکے اُسے کامران کے پاس نہ بھیجدے

قندھار کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حاکم قندھار ہمایون کے بھائی مرزا عسکری کامران کا طرفدار ہے۔ اسلیے قندھار کے پاس پہنچکر پھر ہمایون کو بھاگنا پڑا۔ اور اب وہ سیدھا طہماسپ صفوی شاہ ایران کے پاس چلا گیا طہماسپ کے باپ اسمعیل صفوی نے شیعون کے فرقے کو بڑی رونق دی تھی اسکا بیٹا طہماسپ بھی اپنے باپ کا ہم خیال تھا۔ اختلاف مذہب نے ہمایون کو بہت ذلیل کیا۔ ہمایون مصلحت وقت پر نظر ڈالکر شیعہ بنا یا شیعہ بنے اور قندھار کو فتح ہونے کی صورت مین طہماسپ کے حوالہ کرنیکا اقرار کیا۔ طہماسپ نے ایرانی فوج اسکے ساتھ کی اور اسنے قندھار کو فتح کرکے طہماسپ کے بیٹے مراد کے حوالے کردیا۔ لیکن اسکے بعد ہی رعایا کی بغاوت دیکھکر یا شاید مراد کے مرنے پر پھر ہمایون نے قندھار پر قبضہ کرلیا اور کابل کی طرف رُخ کیا۔ مرزا کامران بھاگ گیا۔ ہمایون نے کابل کو دارالحکومت بنایا اور یہین اپنے بیٹے اکبر کو جو دو تین برس کا تھا دیکھا کیونکہ ضرورت سفر نے باپ بیٹے مین جُدائی کرادی تھی اور کسی طرح اکبر مرزا کامران کے قبضہ مین آگیا تھا۔ اسکے بعد ہمایون نے بدخشان پر چڑھائی کی اور اسپر قبضہ حاصل کیا۔ کامران سندھ سے واپس آکر پھر کابل پر دخیل ہوگیا۔ ہمایون کے آنے پر کامران بھاگا اور اُزبکون سے مدد لیکر لڑا اور پھر شکست اُٹھائی۔ اسکے بعد چارون بھائی کامران۔ ہمایون۔ ہندال۔ عسکری۔ مین مصالحت ہوئی۔

۱۵۴۹ء مین جب ہمایون نے بلخ پر جو ازبکون کے قبضہ مین آگیا تھا چڑھائی کی تو پھر کامران کابل پر دخیل ہوگیا اور اکبر کو اپنے قبضہ مین کرلیا۔ کامران نے ایکبار پھر شکست کھائی اور سلیم شاہ سوری کے پاس ہندوستان چلا آیا۔ سلیم شاہ نے اعانت سے انکار کیا تو وہ کاگرون کے بادشاہ کے پاس پناہ گزین ہوا۔ ۱۵۵۳ء مین کاگرون نے کامران کو گرفتار کرکے ہمایون کے حوالے کردیا۔ اور ہمایون نے بمجبوری بھائی کے اندھا کیے جانے کا حکم دیا۔ جب کامران کی آنکھ مین نشتر دیکر لیمو کا عرق ٹپکایا گیا تو وہ تکلیف برداشت نہ کرسکا اور بے اختیار چلا اُٹھا "خدایا مین نے دنیا مین جیسا کیا ویسا پایا۔ اب صرف عاقبت کی بھلائی مین چاہتا ہون تو مجھپر وہان رحم کرنا"

اسکے بعد عادل شاہ سوری کے زمانہ مین ہمایون نے ہند کا قصد کیا۔ سوائے عادل شاہ کے اور بھی خودمختار ریاستین ہند مین قایم ہوگئی تھین بہ ۱۵۵۵ء مین ہمایون کابل سے روانہ ہوا لاہور

سرہند کو فتح کرتا ہوا دلی پہنچ گیا۔ یہان چھ مہینے رہکر اسنے کوٹھے کے زینے سے گر کر وفات پائی عادل شاہ کی فوج سے اسکا مقابلہ نہین ہوا بلکہ اسکے مرنے پر اسکے بیٹے اکبر کا مقابلہ ہوا۔ اکبر سے خاندان تیموریہ کا سلسلہ الاسلام فی الہند کی فصل ۱۱ مین ذکر کیا جائیگا۔

باب ششم

الاسلام فی الہند

فصل اوّل

ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات

حدود ہند

ہند کے مذکورہ ہمالیہ شمال و مغرب مین دریائے اٹک ہے جو افغانستان اور بلوچستان کو ہند سے جدا کرتا ہے۔ اسی دریا کو اہل سندھ مین، دکھن جانب جاکر دریائے سندھ بھی کہتے ہیں) اور اب انگریزی جغرافیہ مین تو دریائے انڈس لکھتے ہین۔ شمال و مشرق مین کچھ برہما کا ملک ہے اور بقیہ ہر طرف سمندر ہے۔ یعنے پچھم بحر عرب اور دکھن بحر ہند۔ پورب خلیج بنگالہ یا بحر عرب مختصر یہ ہے کہ اُتر کی جانب پہاڑ ہے اور باقی اطراف مین پانی ہے۔ اسی لیے ہندوستان کو جزیرہ نما ہند بھی کہتے ہین۔ جس طرح دریائے جیحون کے مشرقی ملک کو عربون نے ماوراء النہر کہا اسی طرح

وجہ تسمیہ

معلوم ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کے پورب جو ممالک تھے انکو سندھ یا ہند خطاب دیا جو عجمی تصرف سے ہندوستان ہوگیا۔ ورنہ سنسکرت مین جو ہندوستان کی قدیم زبان ہے ہند یا ہندوستان کا کہین پتہ نہین ہے۔ عربون کی چڑھائی کے پہلے کل ہندوستان کا صرف ایک نام بھارت ورش تھا جسکے شمالی حصّہ کو آریہ ورت اور جنوبی حصّہ کو داکھنات کہتے تھے۔ مسلمان مورخون نے بھی ہند کے جنوبی حصہ کو دکن لکھا ہے۔ یورپ والون نے اخیر زمانہ مین ہند کو انڈیا کو یا اور دکن کو اپنے تلفظ مین دِکان (Deccan) کہنے لگے۔

ہندوستان کے باشندے

ہندوستان کے قدیم باشندے گول بھیل تھارو وغیرہ ہین جو شمال اور مغرب کے حملہ آورون کے خوف سے دشوار گزار مقامات مین جاکر پناہ گزین ہوئے۔ انکے علاوہ چمار۔ ڈوم وغیرہ رذیل قومین بھی ہند کے قدیم باشندے ہین جنھون نے حملہ آورون کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اصطلاح ہنود مین ان قدیم قومون کو شودر کہتے ہین لیکن تاریخی اصطلاح مین انکو نان ایرین

افغانستان
بلوچستان
پنجاب
لاہور
نیپال
بنگال
خلیج بنگال
بمبئی
لنکا
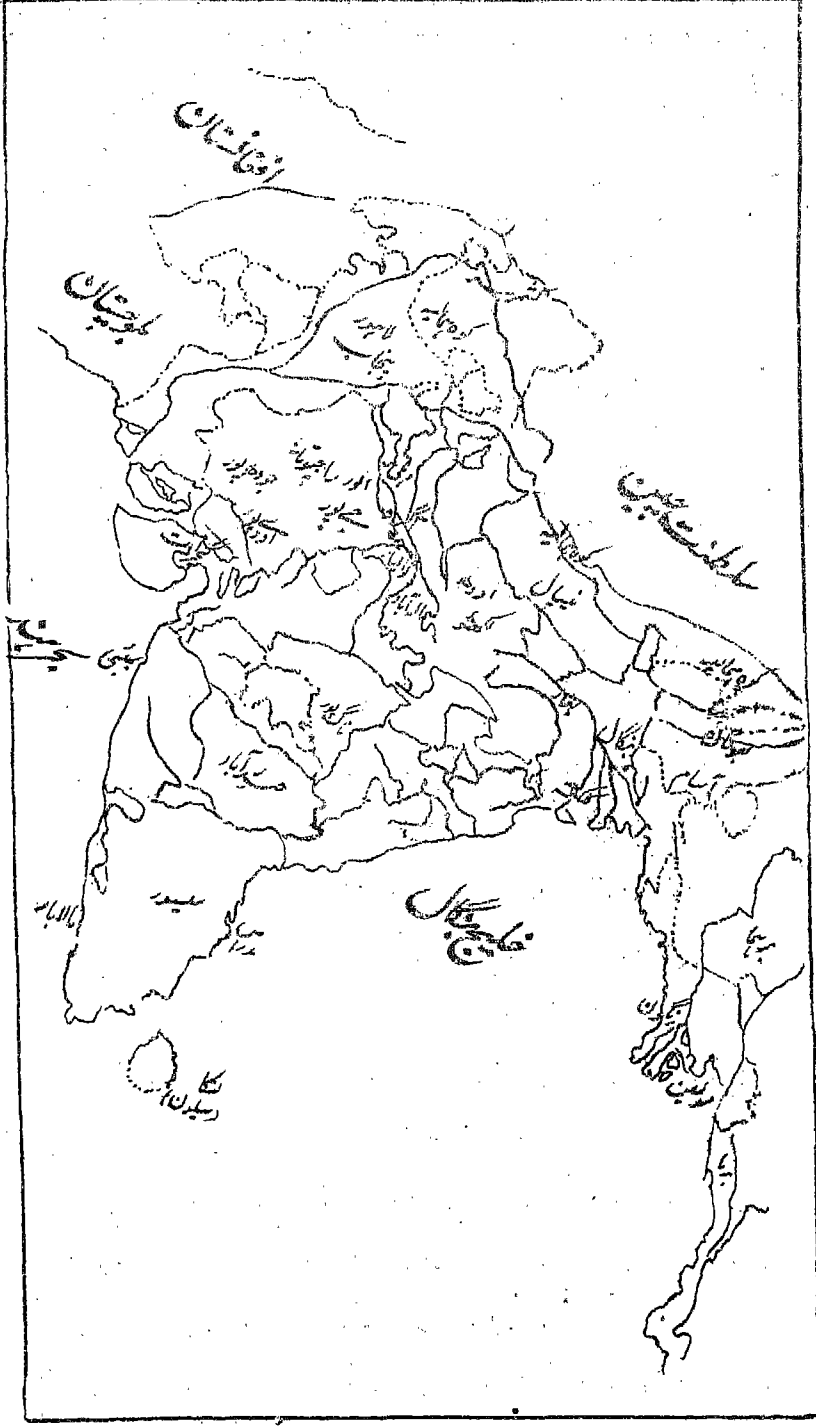
(غیر اریا) کہتے ہین - نن ارین کہنے کی وجہ یہ ہو کہ شمالی و مغربی حملہ آور آریا قوم کے تھے - جو انگریزی تلفظ مین ارین کہلائے - یہ حملہ آور پہلے شمالی ہند مین آباد ہوئے اور انھین کے نام سے شمالی ہند اریا ورتہ بولا گیا -

مذاہب

آرین مین برہمن (اہل علم) چھتری (اہل سیف) والیش (تجارت پیشہ) یہ تین مشہور قسمین ہین - اور پھر انکے بعد بہت سی ذیلی تقسیمیں ہین - ارین اور نن ارین دو تو یہ ہوئین اور تیسری قوم اہل اسلام - اب یہی تین ہند کے اصلی باشندے سمجھے جاتے ہین - ایران کے کچھ لوگ جہاز کے ذریعہ سے ساحل مغرب پر اترے اور آتش پرستی اپنا آبائی مذہب ساتھ لائے یہ لوگ پارسی کہلاتے ہین - تورا مین - بہت کم ہین - لیکن تجارت اور علمی روشنی کے ذریعہ اسوقت پولیٹکل معاملات مین تمام باشندگان ہند پر انکو فوق ہے - عیسائیون کا مذہب بھی ہندوستان مین پھیل چلا ہے - لیکن ابھی تک عیسائیون نے اہل ہند ہونے کی حیثیت حاصل نہین کی - یورپین جو محض حکمرانی کے ذریعہ سے آتے ہین اور ایام یورے ہونے پر چلے جاتے ہین - وہ تو سیاح کی مد مین ہین - رہے یوریشین (یعنے وہ اہل یورپ جو ہند مین رہ گئے) یہ بھی یورپین تقلید مین اہل ہند ہونے کو ننگ سمجھتے ہین - ایک تیسرا درجہ نیٹو کرسچین (دیسی عیسائیون) کا ہے جو ابھی تک مالی ملکی اور مردم شماری ہر اعتبار سے تھوڑے ہین -

فصل دوم

ابتداے اسلام سے سلاطین غزنی کے ختم تک

سنہ ۴۴ھ
سنہ ۶۶۵ء

سنہ ۴۴ھ مین مرو سے کابل تک عرب گھس آئے اور بارہ ہزار کافرون کو مسلمان کیا - غالباً یہ زیاد گورنر خراسان کی حکومت اور امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا - والی کابل اگر بالکل مطیع نہین تھا تو باج گزار ضرور تھا کیونکہ اسکی سرتابی پر ۲۲ھ مین دوبارہ لشکر کشی ہوئی اور اتفاقاً مسلمانون نے ایک گھاٹی مین پھنس جانے کی وجہ سے ہزیمت پائی - اس شکست کا بدلا سنہ ۸ھ مین

مسلمانونکی آمد

عبدالرحمن حاکم خراسان نے لیا جسنے کابل پر خود دھاوا کیا اور بہت سا حصہ ملک کا اپنے قبضہ مین کر لیا - اسوقت تمام افغان مسلمان ہو چکے تھے - افغان تو پیغمبر خدا کے وقت ہی سے اپنا ایمان لانا کہتے ہین - لیکن اسمین شبہ نہین ہو کہ سنہ تک اکثر انہین سے مسلمان ہو چکے تھے

اور محمود کے بعد پھر انہیں کوئی کا فر نہ رہا۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ۶۳ھ میں مسلمان افغانوں نے راجہ لاہور سے کچھ حصہ ملک کا مصالحت کے ذریعہ سے حاصل کر لیا تھا۔ مسلمان مورخ تمام غیر مذہب والوں کو اہل ضلالت کہکر الگ ہو جاتے ہیں وہ دوسرے مذہب سے زیادہ بحث نہیں کرتے اسلیے مسلمان مورخوں نے

افغانوں کا مذہب

افغانوں کا ابتدائی مذہب نہیں لکھا ہو لیکن ایرانیوں کے میل جول سے قیاس جاتا ہو کہ یہ لوگ پہلے آتش پرست تھے۔

مہلب ابن ابی صفرہ ملتان میں

۴۴ھ میں جو حملہ عربوں کا افغانستان پر ہوا اُسی سلسلہ میں ایک سپہ سالار مہلب ابن ابی صفرہ نام ملتان تک چلا آیا تھا اسنے زیادہ تر ہندوستان کے حالات دریافت کرنے کے لیے ایسا کیا غالباً اُسنے اس ملک کو پسند نہیں کیا اور اسی لیے عربون نے پھر ادہر خاص توجہ نہیں کی۔

سندھ میں مسلمان

بیان کیا جاتا ہو کہ حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت میں کچھ عرب سمندر کی راہ سے سندھ میں آگئے تھے لیکن انکے حالات اور انکے آنے کے اغراض صاف طور پر ظاہر نہیں ہوئے۔

سنہ ۹۲ھ
سنہ ۷۱۱ء
محمد قاسم

حجاج حاکم بصرہ کے حکم سے اسکا بھتیجا یا بھانجہ محمد قاسم سنہ ۹۲ھ میں ہندوستان فتح کرنے چلا اور یہاں پہنچکر وہ کامیاب بھی ہوا۔ نہایت ہوشیاری اور استقلال سے اسنے حکومت قایم کرنا چاہی تھی۔ لیکن ولید بن عبد الملک خلیفہ دمشق کی تلون مزاجی کا یہ شکار ہو گیا۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے عروج کا تھا پچھم میں نصف فرانس تک مسلمان پہنچ گئے تھے اور یہاں پورب جانب ہندوستان پر اس طرح تسلط ہو گیا تھا کہ رفتہ رفتہ کل ہندوستان پر قبضہ ہو جانے کی امید تھی۔ ولید بڑا ظالم بادشاہ تھا۔ اسکے لیے محمد قاسم نے راجہ داہر کی دو خوبصورت لڑکیاں ہندوستان سے بھیجیں۔ لڑکیوں پر ولید لٹو ہو گیا۔ لڑکیوں نے کہا کہ محمد قاسم میرے ساتھ ہم بستر ہو چکا ہو خلیفہ کے لائق میں نہیں رہی۔ خلیفہ نے غصہ میں حکم دیا کہ محمد قاسم کچی کھال میں سلوا کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ محمد قاسم کا جنازہ ہندوستان سے دمشق چلا اور جو ملک فتح ہوئے تھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے لگے۔ لڑکیوں نے اپنے باپ کے قاتل کا جنازہ دیکھ کر کہا کہ "ہم نے باپ کے خون کا عوض لینے کو یہ بہتان لگایا تھا"

اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہو کہ ہندوستان کے تمام باشندے دیگر ممالک

مفتوحہ کی طرح مسلمان کیون نہین ہوگئے - ولید بڑا ظالم تھا اور اسلیے اسکے ماتحت حکام بھی اسی خصلت کے ہونگے - اسی کے وقت مین اندلس فتح ہوا اور ہندوستان مین بھی مسلمانون کے قدم آئے - ان دونون مقامات مین پوری روشنی اسلام کی نہین پھیلی اور اسلام ملکی مذہب نہ ہوسکا - خیال کیجیے کہ محمد قاسم کے ساتھ جو برتاؤ ولید نے کیا اسکا اثر ہندوستان کی قومون پر کیا ہوا ہوگا - وہ زمانہ جب صحابی رسول فوج مین ساتھ ہوتے تھے اور اخلاق محمدی سے لوگون کو گرویدہ کرتے تھے ولید کے پہلے گذر چکا تھا - غلط کار ہین وہ لوگ جو زور شمشیر اسلام کا پھیلنا بیان کرتے ہین - جہان جہان محض زور شمشیر تھا وہان اسلام نے رونق نہین پکڑی - اسلام نے وہین رونق پکڑی جہان صحابی رسولؐ کے قدم گئے - یا اونکے زمانہ مین جب دین اور دنیا دونون کے سودے الگ الگ ہونے لگے اُن لوگون کے قدم پہنچے جو رسولؐ اور اصحاب رسولؐ کے قدم بہ قدم چل کر دنیا کو دین پر صدقے کرتے پھرتے تھے -

ولید کے وقت مین سندھ

اسلام اور زور شمشیر

محمد قاسم کے بعد اسکا جانشین تمیم گو اسقدر ملک پر قابض رہا جو محمد قاسم فتح کر چکا تھا لیکن محمد قاسم کی شان ہی دوسری تھی - کوئی بتیس برس کے بعد خلفاے بنو امیہ کا خاتمہ ہوا اور اسکے ساتھ تمیم کا بھی کہین پتہ نہ لگا اور ممالک مفتوحہ بدستور ہندو راجاؤن کے قبضہ مین آگئے -

کئی صدی کے بعد سلاطین غزنی کے ذریعہ سے پھر ہندوستان کی طرف اہل اسلام نے رُخ کیا - سبکتگین نے کئی حملے ہند پر کیے - محمود کے بارہ حملے مشہور ہین - قریب قریب ہندوستان کے تمام مشہور مقامات پر محمود گیا اور کامیاب پھرا - محمود کے بعد مسعود بھی ہندوستان پر برابر حملے کرتا رہا - محمود کا زمانہ کئی باتون سے قابل یادگار رہا ایک تو یہ کہ اسکے بعد مسلمان بادشاہون کا سلسلہ ہند سے نہین ٹوٹا - دوسرے یہ کہ فارسی زبان کی رونق جو عربون کے عہد سلطنت مین زائل ہوگئی تھی وہ پھر تازہ ہونے لگی - گو باپ کی طرف سے یہ ترک تھا لیکن اسکی مان ایرانی تھی اور اسلیے اسکی مادری زبان بھی ایرانی تھی - پہلے تمام عدالتون کی زبان عربی تھی - اسنے بجاے عربی کے فارسی کو رواج دیا - فارسی کو اسکے وقت مین اور اسکے بعد آج تک تمام ایشیا مین وہ نسبت رہی جو فرانس کی زبان کو یورپ مین ہے - لیکن اسنے عربی زبان کو بالکل معدوم نہین کیا

سلاطین غزنی

محمود کی یادگارین

زبان فارسی ہندوستان مین

جس طرح یورپ کے علمی اور اہم کاموں میں رومن زبان مستعمل ہوتی ہے اسی طرح عربی کا درجہ قایم ہوا۔ محمود غزنی کے وقت سے فارسی زبان جو ہندوستان میں گھسی تو آج تک نہ نکلی اب تک ہندوستان میں فارسی زبان جاننے والے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی سنسکرت زبان کا عربی اور فارسی کے میل جول سے بدلنا محمود کے وقت سے شروع ہوا اور اسی نئی بھاشا نے شاہجہان کے وقت میں سُدھر کر اُردو معلی کا لقب پایا۔

اردوئے معلی

کوئی بُرا سمجھے یا بھلا مؤلف کے نزدیک گو محمود نے ہندوستان پر حملے بہت کیے غازی لقب پایا مسلمانون کے نزدیک اپنے کو موقر دکھایا لیکن اپنے طرز عمل سے اُسنے ہندوؤن کے دل مین اسلام سے نفرت پیدا کردی سمجھدار لوگون نے اُسوقت بھی رائے قائم کی تھی کہ نقدی طمع کے خیال سے یا حکمرانی کے شوق مین محمود کفرستان مین مارا مارا پھرتا ہے لیکن مذہب اسلام کو اس سے ترقی نہین ہوئی اور نہ وہ مذہب کے ترقی دینے کے لیے کوئی کوشش کرتا۔ حضرت امام حسین کے خون کا بدلا لینے کے پردہ مین جس طرح عراق مین لوگون نے حکومتین کین اسی طرح محمود بھی مذہبی جہاد کے نام سے مسلمانون کا اپنا جان نثار بناتے رہا ورنہ اسلام پھیلانے سے اسکو کوئی غرض نہ تھی۔ بعض مورخ نے اسکو دہریہ لکھا ہے اور اسکی مذہبی باتون کو تقیہ یا حکمت عملی سے تعبیر کیا ہے اس کتاب کا مؤلف اسقدر لکھنے کی تو ہرگز ہرگز جرأت نہین کرسکتا لیکن اسقدر تو بے تکلف کہہ سکتا ہے کہ جب تک دینی اور دنیاوی دونون بادشاہتین ایک شخص مین جمع ہوتی رہین تب تک مسلمان بادشاہان کی کیفیت ہی اور ہوتی تھی اسکے بعد جب صرف دنیوی پیشوائی ان لوگون کے متعلق ہوئی تو یہ مذہبی پیشوا نہ رہے صرف حامی مذہب اسلام کے لقب کے سزاوار رہ گئے۔ اسی مد مین محمود بھی تھا اسنے اتنے بہت سے جہاد کیے۔ کافرون پر فتحیاب رہا۔ اسلام کے لیے اپنا ایثار برابر ظاہر کرتا رہا۔ ان سب باتون پر اسے غازی نہ کہیے۔ اول درجہ کا مسلمان نہ کہیے۔ اپنے وقت کا بہترین حاکم نہ کہیے تو بھی جائے تعجب ہے۔ اب اسپر طرہ یہ کہ اسکو دائرہ اسلام سے خارج کرکے دہریہ کہا جائے تو بڑی ہی زیادتی ہے۔

محمود کی پالیسی

محمود کا درجہ

سلطان محمود کے بعد [1] محمد۔ [2] مسعود۔ [3] مودود۔ [4] ابو الحسن علی۔ [5] عبد الرشید۔ [6] فرخ زاد۔ [7] ابراہیم [8] مسعود بن ابراہیم۔ [9] ارسلان۔ [10] بہرام۔ [11] خسرو شاہ۔ [12] خسرو ملک بن خسرو شاہ۔ بارہ سلاطین اسکی نسل سے ہوئے اور یہ سب ہند پر کم و بیش حکمران رہے۔ انہین سے [1] مسعود ثانی۔ [2] خسرو شاہ

خسرو ملک بن خسرو شاہ یہ تینوں بادشاہ لاہور کے تخت پر بیٹھے باقی اور سلاطین غزنی ہی سے حکمرانی کرتے رہے۔

فصل سوم

غوریوں کی سلطنت

ملوک غزنی کے تباہ ہونے پر خاندان غور نے غزنی پر تسلط پایا اور اسی سلسلہ میں خسرو ملک کے بعد ہندوستان میں بھی غوریوں کی سلطنت قایم ہوئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملک غور اور غوریوں کا عروج کچھ اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے۔

غوریوں کا عروج

ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں ایک وسیع مقام کا نام غور ہے۔ یہاں کے باشندے صحیح قول یہ ہے کہ افغان تھے اور سنہ ۴۰۱ھ میں جب غزنویوں نے غور فتح کیا تو یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ سلطان محمود غزنوی نے بذات خاص حملہ کر کے غوریوں پر فتح پائی اور تب سے ملک غور گویا غزنی کا ایک صوبہ ہو گیا تھا۔ غور کے بادشاہ قطب الدین سوری یا قطب الدین محمد غوری اور سلطان بہرام غزنوی میں لڑائی ہوئی اور قطب الدین ہلاک ہوا۔ قطب الدین کا بھائی سیف الدین بھائی کے خون کا عوض لینے چلا۔ بہرام ڈر کر کرمان کی طرف بھاگ گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اچانک غزنی میں پہنچکر اُسنے سیف الدین غاصب سلطنت کو قید کیا اور تمام گلی کوچوں میں اُسے رسوا کر کے بڑی ذلت سے مارا۔ اب تیسرے بھائی علاء الدین نے یہ خبر سنکر بہت اہتمام سے چڑھائی کی۔ بہرام بھاگ گیا۔ علاء الدین نے غزنی میں پہنچکر گویا خون کا دریا بہا دیا تمام شہر کو پھونک کر جلا دیا اور محمود و مسعود اور ابراہیم کی قبروں کے سوا تمام قبریں کھود ڈالیں۔ غزنی ایسے عمدہ شہر کے جلانے سے جہان سوز اسکا لقب ہوا اور آج تک تاریخوں میں اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۵۴۷ھ کا ہے۔ اسکے بعد ہندوستان کی سلطنت سنہ ۱۱۸۶ء تک خسرو شاہ اور خسرو ملک کے قبضہ میں تھی اور پھر اسکے بعد غوریوں کے قبضہ میں آگئی۔

علاء الدین جہان سوز

سنہ ۵۴۷ھ
سنہ ۱۱۵۲ء

علاء الدین جہان سوز کو قومیت کے اعتبار سے سوری اور ملک کے اعتبار سے غوری لکھنا چاہیے۔ غزنی کی فتح کے بعد وہ اپنے اصلی دار الحکومت فیروز کوہ پر چلا گیا اور غزنی کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا گیا۔ لیکن دو ہی چار برس کے اندر سلجوقیوں کے بادشاہ سلطان سنجر نے غور اور

علاء الدین کی گرفتاری

غزنی دونون پر حملہ کرکے علاء الدین کو گرفتار کیا لیکن اسکے بعد پھر اسکو چھوڑ دیا - اس زمانہ مین سلجوقیون کی ترقی کا آفتاب بھی ڈھل چلا تھا - اور علاء الدین کے معاملہ کچھ تھوڑے ہی دنون کے بعد سلطان سنجر ایک ترکی قوم یوزیا غز کے ہاتھ گرفتار ہوگیا جیسا کہ سلطان سنجر کے حالات مین درج ہو چکا ہے اور اس درمیان مین غزنی بھی قوم غز کے قبضہ مین آگئی تھی - قوم غز جب پیچھے چلی گئی تو غزنی پر علاء الدین کی حکومت قایم ہوئی اسکے بعد علاء الدین اپنی موت سے مرا - غزنی کی بربادی سے علاء الدین کی موت تک صرف چار برس کا زمانہ گزرا اور اسی درمیان مین یہ سب انقلابات ہو گئے -

سیف الدین ثانی

علاء الدین کے بعد اسکا بیٹا سیف الدین ثانی تخت غور پر بیٹھا اور ڈیڑھ برس کے قریب سلطنت کرکے غز کی لڑائی مین خود اپنے ایک رکن دولت کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسکے بعد علاء الدین کا بھتیجا

غیاث الدین غوری

سنہ ۵۵۲ھ
۱۱۵۷ع

غیاث الدین غوری سنہ ۵۵۲ھ مین غور کے تخت پر بیٹھا - یہ بادشاہ اپنے بھائی شہاب الدین کے ساتھ ملکر سلطنت کرتا تھا - غور غزنی اور ہرات پر جب ان دونون کا قبضہ ہولیا تو ان دونون نے مشرقی خراسان پر بھی قبضہ کیا - سلجوقیون مین یہ دم نہ تھا کہ وہ انکا مقابلہ کرتے - شہاب الدین غوری نے سنہ ۵۸۲ھ مین

شہاب الدین غوری

سنہ ۵۸۲ھ
۱۱۸۶ع

ہندوستان پر حملے کرکے خسرو ملک کو جو لاہور کے تخت پر بیٹھا تھا فریب سے قید کیا اور غیاث الدین کے پاس غور بھیجدیا - خسرو ملک کی گرفتاری کے بعد شہاب الدین ہندوستان کے پایہ تخت لاہور پر حکمران ہوا -

شہاب الدین غوری کے حملے

غیاث الدین بہت کم لڑائیون مین شریک ہوتا تھا - سپہ سالاری کا کام زیادہ تر شہاب الدین کے تعلق تھا - شہاب الدین نے مختلف حملے کرکے قریب قریب تمام ہندوستان کو فتح کرلیا اور جو ہندوان کی ریاستین خودمختار رہ گئین وہ آج تک خودمختار چلی آتی ہین - درمیان مین انکی حیثیتین بدلتی رہین لیکن معدوم نہین ہوئین -

محمود غوری

غیاث الدین کے بعد شہاب الدین اور شہاب الدین کے بعد اسکا بھتیجا محمود فیروزکوہ کی گدی پر بیٹھا - شہاب الدین غوری محمود غزنوی سے کم نہ تھا لیکن محمود غزنوی کی سی فراست اسمین نہ تھی اسلیے بہت زیادہ یہ مشہور نہ ہوسکا - اسکے وقت مین خوارزم شاہیون کا عروج تھا - خوارزم شاہ سے شہاب الدین لڑا اور اتفاقاً مغلوب ہوگیا اور پھر جو مقابلہ کو چلا تو موت نے فرصت نہ دی شہاب الدین کے مرنے پر خوارزم شاہ نے محمود غوری کی سلطنت کا غور اور غزنی مین خاتمہ کردیا - شہاب الدین کے

وقت مین غوریون کی سلطنت کو جیسا ہی عروج تھا ویسے ہی اسکے مرنے پر وہ نسیت ونابود ہوگئی۔

سنہ ۶۱۲ھ / سنہ ۱۲۱۵ء [?]

محمود غوری کے بعد غوریون کی سلطنت کا سنہ ۶۱۲ھ مین خاتمہ ہوا۔ لیکن قطب الدین ایبک شہاب الدین کا ترکی غلام جو شہاب الدین کے وقت مین ہندوستان کا گورنر تھا اسکے مرتے ہی سنہ ۶۰۲ھ مین خود مختار بادشاہ قرار پاگیا اور محمود کے مرنے کے بعد اسنے ہندوستان مین ایک ایسی زبردست اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی جسکے بادشاہون نے پھر کبھی ہند سے باہر اپنا پایہ تخت نہین رکھا۔

قطب الدین ایبک

شاہان خوارزم نے غوریون کے خاندان کا خاتمہ کردیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چنگیز خان کے بعد یہ لوگ پھر کچھ بڑھے تھے تاہم مقابلہ چنگیز خان سے جن غوریون نے چند دہ صدی مین مقابلہ کیا اونکو بھی مورخون نے شاہان غور لکھا ہے۔

فصل چہارم

غلام بادشاہون کا بیان

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	قطب الدین ایبک	سنہ ۶۰۲ھ سنہ ۱۲۰۶ء	غوریون کی تباہی اور شہاب الدین غوری کے مرنے پر یہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا اور دہلی کو اسنے پایہ تخت بنایا جو برابر شاہان ہند کا پایہ تخت رہی۔ یہ ایک ترکی غلام تھا۔ شہاب الدین نے اسے خریدا تھا۔ لیکن غلام ہونے سے اسکو بے وقعت نہ سمجھنا چاہیے سبکتگین بھی غلام تھا۔ معزز خاندان کے لوگ بھی پہلے زمانہ مین غلام ہوکر بکا کرتے تھے۔ اسنے بیس برس تک ہندوستان مین حکومت کی لیکن خودمختار بادشاہ کی حیثیت سے صرف چار برس۔
۲	آرام شاہ بن قطب الدین	سنہ ۶۰۷ھ [?] سنہ ۱۲۱۰ء [?]	برس روز کے اندر ہی اندر شمس الدین التمش نے اسکو تخت سے اُتار دیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۳	شمس الدین التمش	سنہ ۶۰۷ھ سنہ ۱۲۱۱ء	یہ بھی ایک غلام تھا اور قطب الدین ایبک کا داماد تھا۔ مشہور ہے کہ یہ بڑا عالی خاندان تھا۔ اسکے بھائیون نے حضرت یوسف کی طرح اسے فروخت کرڈالا تھا۔ بہار کی صوبہ داری سے آکر اسنے اپنے سالے کو تخت سے اتارا اور خود بادشاہ بنا۔ خوارزم شاہیون نے جب غزنی کی سلطنت تباہ کی تھی اسوقت شہاب الدین کے دو غلام ناصر الدین اور تاج الدین اور تھے جنھون نے قطب الدین کی طرح خود سلطنتین قایم کرلی تھین۔ چنانچہ تاج الدین غزنی مین حکمران تھا اور ناصر الدین بلا دسندھ مین تھا۔ سلطان شمس الدین التمش کو ان دو حریفون کا کھٹکا تھا۔ تاج الدین کا تو یہ انجام ہوا کہ خوارزم شاہ نے جب اُسے غزنی سے نکالا تو وہ ہندوستان پر قبضہ کرنے چلا لیکن شمس الدین التمش نے اُسے لڑائی مین گرفتار کرکے قید کرلیا۔ ناصر الدین پر شمس الدین التمش نے فوج کشی کی اور ناکام رہا لیکن ناصر الدین سے اتنا فایدہ شمس الدین کو پہنچا کہ فتح غزنی کے بعد جب خوارزم شاہ نے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہا تو ناصر الدین نے راستہ ہی مین اُسے روک دیا۔ یہ بادشاہ ہندوستان کا پہلا شہنشاہ سمجھا جائے تو بجا ہی اسنے تمام ہندپر اپنا سکہ جمایا۔ خلیفہ بغداد نے بھی اسکو خلعت بھیجے جسکو مسلمان بادشاہ بڑے فخر اور عزت کی چیز سمجھتے تھے ناصر الدین نے جلال الدین شاہ خوارزم کا منھ پھیرا ہی تھا کہ مغلون کی ایک فوج وہان آئی اور ملک کو برباد کرگئی۔ یہ چنگیز خان مغل کا زمانہ تھا جسکے حالات اوپر لکھے جاچکے ہین۔ ناصر الدین نے جب جلال الدین کی لوٹ کھسوٹ اور مغلون کی مار دھاڑ سے فرصت پائی تو شمس الدین التمش پہنچا۔ ناصر الدین کن کن بلاؤن کا مقابلہ کرتا

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			بیچارہ جان لیکر بھاگا اور بادمخالف کے جھونکوں سے اسکی کشتی دریاے اٹک میں ڈوب گئی - اخر میں شمس الدین التمش کا کوئی حریف نہ تھا - جامع الحکایات زبان فارسی کا مصنف اسکے درباریوں میں تھا - دلی میں قطب صاحب کی لاٹ ۲۴۲ فیٹ اونچی جو پرانی دلی کی ایک مشہور چیز ہے اسی کے وقت میں ختم ہوئی -
۴	رکن الدین بن شمس الدین	سنہ ۶۳۳ھ سنہ ۱۲۳۶ء	یہ بادشاہ عیاش مزاج تھا - امراے اسکی جگہ پر اسکی بہن کو بٹھایا -
۵	رضیہ بیگم بنت شمس الدین	سنہ ۶۳۴ھ سنہ ۱۲۳۶ء	یہ بہت ہی ہوشیار عورت تھی - مردانہ کپڑا پہن کر تخت پر بیٹھتی تھی اور خوب انتظام کرتی تھی - ایک حبشی غلام پر اسکی نظر عنایت بہت تھی - اچھی نیت سے یا بری نیت سے یہ معلوم نہیں - لیکن امرا کو یہ برا معلوم ہوا اور یہ تخت سے اتاری گئی -
۶	معز الدین بہرام شاہ بن شمس الدین	سنہ ۶۳۷ھ سنہ ۱۲۳۹ء	رضیہ بیگم کے بعد امراے اسکو تخت پر بٹھایا لیکن دو برس کے بعد یہ بھی تخت سے اتارا گیا - اسکے وقت کا واقعہ صرف اسقدر قابل تذکرہ ہے کہ لاہور تک مغل چلے آئے تھے اور پھر واپس گئے -
۷	علاء الدین مسعود شاہ بن رکن الدین	سنہ ۶۳۹ھ سنہ ۱۲۴۱ء	امراے دولت بگڑے تو تھے ہی اسپر یہ طرہ ہوا کہ اس بادشاہ کو عیاشی کا شوق ہوا تھوڑے دنوں میں یہ بھی تخت سے اتارا گیا اور جان سے مارا گیا - اسکے وقت میں بھی مغلوں نے دو حملے ہند پر کیے ایک تو تبت کی راہ سے بنگالہ پر اور دوسرا شمال و مغرب سے پنجاب پر -
۸	ناصر الدین محمود	سنہ ۶۴۴ھ سنہ ۱۲۴۶ء	شمس الدین التمش کا یہ بیٹا تھا - یہ بادشاہ بڑا نیک اور معتدل المزاج تھا - عمر بن عبد العزیز خلیفہ بغداد سے اسکا انداز بہت ملتا تھا -

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			جو کچھ فرق تھا وہ اسقدر کہ زمانہ رسول اللہ سے عمر کا زمانہ قریب تھا اور اسکا بعید تھا - عمر اپنے وقت کے سلاطین مین اچھا تھا اور ناصر الدین محمود اپنے زمانہ کے سلاطین مین اچھا تھا - ناصر الدین کی زندگی درویشانہ تھی اپنی بی بی سے پکوا کر کھاتا تھا اور کتابت سے اپنا خرچ چلاتا تھا - غیاث الدین بلبن اسکے وزیر نے اسکے زمانہ مین بڑا زور پکڑا - ناصر الدین کے وقت مین سلطنت زوروں پر تھی - اکثر لڑائیوں مین یہ خود شریک رہتا تھا - ہلاکو خان کا ایلچی اسکے دربار مین آیا تھا تو بڑی طیاری کی گئی تھی - اسکی سلطنت کا زور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسکے زمانہ مین شیر خان حاکم پنجاب نے مغلون کو دور دفع کرکے اُنکے ملک پر دھاوا کیا اور غزنی پر قابض و متصرف ہوگیا
۹	غیاث الدین بلبن	سنہ ۶۶۴ھ سنہ ۱۲۶۶ء	ناصر الدین محمود کے مرنے پر یہ خود تخت نشین ہوگیا - غیاث الدین بھی اصل مین ایک ترکی غلام تھا شمس الدین التمش نے اپنی لڑکی اسکو بیاہ دی تھی جسکی وجہ سے یہ ناصر الدین کا پھوپھا تھا - یہ بادشاہ جابر اور سخت تھا - اسنے سلطنت کا بڑا انتظام کیا اور بیدار مغزی سے کام کرتا تھا - صرف ہندوستان ہی کی ایک اسلامی سلطنت ایسی تھی جو چنگیز خان کے ہاتھون تباہ نہین ہوئی - اسلیے دور دور سے چنگیز خان کے ستائے ہوئے امرا اور سلاطین اسکے دربار مین پناہ گزین ہوئے اور بڑے بڑے عالم اور فاضل مصیبتین اُٹھاکر یہان چلے آئے - امیر خسرو ملک الشعرا اسی کے عہد مین تھا اور اسکے بیٹے محمد کا مصاحب تھا - علما اور فضلا سے تو کوئی ایسا مذاق غیاث الدین کو نہین تھا لیکن سلاطین کے جمع ہونے پر وہ اکثر فخر سے کہتا تھا کہ ہندرہ سلاطین میرے مہمان ہین - ان بادشاہون کے اصلی مقام کا

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اعتبار سے دلی کے محلے روم غور خوارزم بغداد وغیرہ ناموں سے مشہور ہوگئے تھے۔ بلبن کے مرتے وقت اسکا بیٹا بغرا خان بنگال کا حاکم تھا۔ اسلیے بغرا خان کے بیٹے کیقباد کو لوگون نے تخت پر بٹھایا
۱۰	کیقباد بن بغرا خان بن غیاث الدین بلبن	سنہ ۶۸۵ھ سنہ ۱۲۸۶ء	یہ بادشاہ اٹھارہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا اور لہو ولعب مین مشغول ہوا۔ بغرا خان اسکا باپ بنگال سے اسے سمجھانے آیا لیکن اسکی کچھ نہ چلی اور یہ واپس گیا۔ کیقباد کو لوگون نے قتل کیا اور سلطنت خلجیون کے ہاتھ آئی جو اسوقت دربار مین زیادہ رسوخ رکھتے تھے۔

فصل پنجم

خلجیون کی سلطنت

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	جلال الدین خلجی	سنہ ۶۸۹ھ سنہ ۱۲۸۸ء	بعض مورخون نے خلجیون کو مغلون کے گروہ مین شامل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ترکی افغانون کا ایک گروہ خلجی کہلاتا تھا۔ ستر برس کی عمر مین جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا اور کیقباد کے معصوم بچے کو قتل کرا کے اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔ لیکن اور امور مین یہ رحم دل اور سادہ مزاج سمجھا جاتا تھا۔ اسکے وقت مین اسکے بھتیجے علاء الدین نے دکھن مین بہت نمایان فتوحات کیے۔
۲	علاء الدین خلجی	سنہ ۶۹۵ھ سنہ ۱۲۹۵ء	اپنے چچا جلال الدین کو قتل کرکے یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا ہی زبردست بادشاہ ہوا۔ ہند مین انتہائے مشرق اور انتہائے جنوب تک اسنے سلطنت پھیلائی اسکے وقت مین دو مرتبہ مغلون نے حملے کیے اور برابر ناکام رہے اسکا ایک حبشی غلام کافور اسکے وقت مین بڑا عروج پکڑ گیا تھا

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اسی غلام کی نسبت برعکس نہند نام زنگی کافور کا مقولہ مستعمل ہوا جو آج تک زبان زد ہے۔ آخر مین اسی غلام نے بادشاہ کو سلطنت کی طمع مین ہلاک کیا جیسا کہ مورخون کا خیال ہے لیکن وہ جلد اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اس بادشاہ کے وقت مین انتظام ملک بہت اچھا تھا مذہب اسلام کا پاس رفتہ رفتہ بادشاہون کے دربار سے اٹھتا جاتا تھا اور اس بادشاہ نے تو ادبھی مذہب کو ناقابل لحاظ چیز سمجھ لیا تھا۔ ہندو والی گجرات کی بی بی کولا دیوی کو اسنے لڑائی مین گرفتار کر کے اپنے محل مین داخل کیا اور اسکی لڑکی دیول دیبی کو اپنے بیٹے خضر خان کے عقد مین دیا جو اسپر فریفتہ ہوگیا تھا۔ ہندوؤن سے اس طرح کے میل جول رکھنے کی پہلی مثال تہی۔ خضر خان اور دیول دیبی کے عشق و محبت کو امیر خسرو دہلوی نے منظوم کیا ہے جو بہت مشہور تصنیف انکی ہے۔ یہ بادشاہ جاہل مطلق تھا لیکن عالمون سے اپنے کو کم نہین سمجھتا تھا۔
۳	مبارک شاہ خلجی بن علاء الدین خلجی	سنہ ۷۱۷ھ سنہ ۱۳۱۷ء	کسی طرح یہ کافور کے ہاتھ سے بچا اور تخت پر بیٹھا۔ کافور مارا گیا۔ انتظام کی لیاقت مطلق نہین رکھتا تھا اور طرہ یہ کہ طبیعت عیاشی کی طرف مائل ہوئی۔ خسرو خان نومسلم وزیر نے سلطنت کی طمع سے اسکو قتل کیا لیکن خسرو خان کو کامیابی نہوئی۔ غیاث الدین بلبن کے ایک ترکی غلام غازی خان نے خسرو خان کو ہلاک کیا اور خود غیاث الدین تغلق کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔

فصل ششم

خاندان تغلق

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	غیاث الدین تغلق		اسکا باپ ایک ترکی غلام تھا اور مان اسکی ایک ہندی عورت تھی ابھی تک غیاث الدین بلبن کا بیٹا بغرا خان بنگالے مین حکمران تھا اُسنے یہی غنیمت سمجھا کہ غیاث الدین تغلق نے کچھ اُس سے تعرض نہین کیا - ایک چوبی مکان اسپر گر پڑا اور اُسی صدمہ سے مرا مشہور ہی کہ اسکے بیٹے جونا خان کی سازش سے ایسا ہوا تھا -
۲	محمد تغلق	۷۲۵ھ ۱۳۲۵ء	تخت پر بیٹھکر جونا خان نے اپنا لقب محمد تغلق رکھا - اسکی تخت نشینی کی رسم بڑے دھوم سے ادا ہوئی تھی - یہ بادشاہ بڑا عالم تھا اور مذہبی احکام کا پابند تھا - ابتدا مین اسکی سلطنت بڑے ہی زور دن پر تھی لیکن آخر مین تمام ملک مین بغاوتین پھیل گئین - دکھن اور بنگال کے صوبون مین خودمختار سلطنتین قایم ہوگئین - ملک ویران ہوگیا - دیوگڈھ کو اُسنے دارالسلطنت بنانا چاہا اور تغلق آباد نام رکھا - لوگون کو بجبر وہان بسنے پر مجبور کیا - دیوگڈھ تو آباد نہین ہوا لیکن دلی ویران ہوگئی - یہ بادشاہ خفیف الحرکت تھا - اسکے وقت مین تانجیر (افریقہ) کے ایک مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ہند کی سیر کی تھی وہ اپنے سفرنامہ مین ہند کی حالت زار پر بڑا افسوس ظاہر کرتا ہی - یہ بادشاہ شاعر بھی تھا - حالت نزع مین جو قطعہ اسنے موزون کیا وہ یہ ہی - بسیار درین جہان چمیدیم　　بسیار نعیم و ناز دیدیم اسپان بلند بر نشستیم　　ترکان گران بہا خریدیم کردیم بسے نشاط آخر　　چون قامت ماہ نو خمیدیم اس بادشاہ نے خلیفہ عباسی حاکم بامر اللہ بن مستکفی سے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			غائبانہ بیعت کی تھی۔ اس زمانہ مین خلفاے عباسیہ مصر مین تھے ہلاکو خان کے بعد مخدوم زادون سے کچھ زائد حیثیت کے ساتھ یہ خلفا مصر مین تھے۔ اور محمد تغلق کی عقیدت سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی خلفاے عباسیہ کی اجازت بغیر بلاد اسلام کے سلاطین اپنی سلطنت کو بلاسند سمجھتے تھے۔ خلفاے عباسیہ کا بغداد سے مصر جانا سلطنت مصر مین مذکور ہوگا۔
۳	فیروز شاہ تغلق	سنہ ۷۵۲ھ سنہ ۱۳۵۱ء	محمد تغلق کے مرنے پر اسکا بھتیجہ فیروز شاہ تغلق تخت نشین ہوا اسکے دربار مین بنگال اور دکن کے ایلچی آئے جس سے وہان کی اسلامی سلطنتون کا خود مختار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اسکو تعمیر کا بڑا شوق تھا۔ ہانسی حصار کی نہر اسی کی کھدوائی ہوئی ہے۔ یہ بادشاہ رحیم المزاج تھا۔ ہاتھ پاؤن کاٹنے کی سزا اسنے موقوف کی اسپر یورپین مورخ اسکے مداح ہین لیکن مؤلف کے نزدیک جب اسنے مصالح شرعی پر اپنی رائے کو ترجیح دی تو یہ قابل تعریف نہین ہے مجرمون کے ساتھ سختی نہ کرنا بادشاہ کے لیے عیب ہے۔
۴	غیاث الدین تغلق ثانی	سنہ ۷۹۰ھ سنہ ۱۳۸۹ء	پانچ ہی مہینہ کے اندر تخت سے اُتارا گیا اور جان سے مارا گیا۔
۵	ابوبکر تغلق	سنہ ۷۹۱ھ سنہ ۱۳۸۹ء	یہ فیروز تغلق کا پوتا تھا۔ ناصر الدین تغلق دعویدار تخت سے لڑتا رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ابوبکر اسیر ہوا اور ناصر الدین تخت پر بیٹھا۔
۶	ناصر الدین تغلق	سنہ ۷۹۲ھ سنہ ۱۳۸۹ء	سلطنت تو فیروز شاہ کے وقت سے کمزور ہو چلی تھی اب ان بادشاہون کی چند روزہ تخت نشینیون نے اور خانگی جھگڑون نے اور بھی ضعف بڑھا دیا۔
۷	ہمایون ناصر الدین تغلق	سنہ ۷۹۶ھ سنہ ۱۳۹۴ء	یہ صرف پینتالیس دن تک تخت نشین رہا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۸	محمود تغلق بن ناصر الدین تغلق	سنہ ۷۹۶ھ سنہ ۱۳۹۴ء	یہ بادشاہ بہت کم سن تھا اسکے وقت مین سلطنت دہلی حدود اراضی کے اعتبار سے بہت کم ہو گئی اور اسی زمانہ مین تیمور نے دہلی پر حملہ کیا جو تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہی۔ محمود تغلق کے وزیر نے ایک سلطنت جونپور مین قایم کی جو کچھ عرصہ تک قایم رہی۔ تیمور سمرقند کے قریب کا رہنے والا تھا۔ ابتدا مین یہ ایک غریب آدمی تھا لیکن بڑھتے بڑھتے شاہی کے درجہ تک پہنچا۔ مان کی طرف سے یہ چنگیز خان کی نسل مین تھا۔ یہ مسلمان تھا اور کسی قدر تربیت یافتہ تھا لیکن انسان کو تکلیف دینے مین چنگیز خان سے ہرگز کم نہ تھا۔ سائبیریا اور روس کو جزءاً برباد کرکے ایران اور ماوراء النہر پر پورے طور پر تسلط جما کے تیمور نے دہلی پر حملہ کیا۔ محمود تغلق بھاگ گیا اور شہر والون کی غلطی سے شہر مین قتل عام ہوا۔ دہلی کے علاوہ ہندوستان کے اور بھی بہت سے مقامات تباہ اور برباد کیے گئے۔ بے انتہا مسلمان قتل کیے گئے۔ پھر اسکے بعد جمنا کے قریب فیروزشاہ کی بنائی ہوئی مسجد مین جا کر تیمور نے گڑگڑا گڑگڑا کر خدا کا شکر ادا کیا اور اُسکی درگاہ مین جبہ سائی کی۔ خدا ہی جانے کہ کیا واقعات تھے اور اِن لوگون کے خیالات کی کیا نوعیت تھی سنہ ۸۰۱ھ مین تیمور ہندوستان سے واپس گیا اور ہندوستان کو تباہی کی حالت مین چھوڑتا گیا۔ اسکے چلے جانے پر دو مہینہ تک دلی مین کوئی حاکم نہ تھا۔ گویا ہر ایک بجاے خود ششدر اور متحیر تھا اسکے بعد اقبال نامی ایک سردار نے اپنے کو حاکم بنایا۔ اقبال لڑائی مین مارا گیا۔ محمود تغلق پھر دلی مین آیا لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد مر گیا اور اسکی جگہ پر دولت خان لودھی

تیمور ہند مین

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			بیٹھا صرف پندرہ مہینے گزرے تھے کہ خضر خان حاکم پنجاب نے اسپے کو گورنر تیمور بنا کر دلی پر قبضہ کیا اور دولت خان کو خارج کیا۔

فصل ہفتم

سیدون کا خاندان

خضر خان ہندوستان مین پیدا ہوا لیکن نسب کے روسے حضرت فاطمۃ بنت رسول کی نسل مین تھا خضر خان نے تو جلوس شاہانہ پسند نہین کیا لیکن اسکی نسل مین جو بادشاہ ہوئے وہ شاہی انداز پر تھے اور انکی حکومت کا زمانہ تاریخ مین سیدون کی سلطنت کا زمانہ کہا جاتا ہے

خضر خان کے خاندان مین سید مبارک ۱۴۲۱ع مین تخت نشین ہوا۔

سید محمد ۱۴۳۵ع " " " "

علاء الدین ۱۴۴۴ع " " " "

خضر خان کے وقت مین حکومت برائے نام تھی ہان سید مبارک اور سید محمد نے کچھ ہاتھ پیر سنبھالے اور راجپوتون سے لڑنے کی نوبت آئی اور مالوہ پر بھی ان لوگون نے چڑھائی کی لیکن علاء الدین نے کچھ رونق نہین پکڑی۔ اسکی حکومت نواحی دلی پر محدود تھی۔ آخر مین اسنے بدایون جا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور دلی کی حکومت بہلول خان لودی کو سپرد کر دی

فصل ہشتم

لودھیون کا خاندان

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	بہلول خان لودھی	۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ع	افغانون کی ایک قوم لودھی تھی یہ لوگ فیروز تغلق کے وقت سے بڑھے اور تجارت سے بڑے مالدار بنگئے۔ سیدون کے وقت مین فوجی خدمتین انکے تعلق تھین۔ اخیر مین بہلول خان لودھی دلی کا بادشاہ ہی بن گیا۔ پنجاب کے صوبے اسنے دلی مین شامل کیے اور تیمور کے بعد جو بے رونقی پھیلی تھی وہ اسکے وقت مین

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			کم ہونے لگی۔ شاہ جون پور سے چھبیس برس تک چھیڑ چھاڑ رہی اور بالآخر سنہ ۱۴۷۸ع مین جونپور بھی دلی کا ماتحت ہوگیا۔
۳	سکندر لودھی	سنہ ۸۹۴ھ سنہ ۱۴۸۸ع	اسکو اپنے مذہب کا بڑا پاس تھا۔ یہ عالم فاضل اور شاعر تھا۔
۴	ابراہیم لودھی ابن سکندر لودھی	سنہ ۹۲۳ھ سنہ ۱۵۱۷ع	یہ بادشاہ سلطنت کے قابل نہ تھا اسکے وقت مین بغاوتین پھیلین۔ دولت خان لودھی حاکم پنجاب نے بابر کو کابل سے بلایا۔ سنہ ۹۳۲ھ مین بابر نے چڑھائی کی اور ابراہیم لودھی معرکہ جنگ مین پانی پت کے پاس مارا گیا۔ گوالیار کا راجہ بھی ابراہیم کا شریک حال ہوکر مارا گیا اسلیے بابر نے اس لڑائی کو محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی لڑائیون سے مشابہ سمجھا۔ بابر کے ساتھ توپ بھی تھی۔ بابر کو فخر تھا کہ اُسنے توپون سے عمدہ کام لیا۔ بابر کی فوج بہت کم تھی۔ ابراہیم لودھی نے بھی خوب مقابلہ کیا۔ لیکن شکست و فتح مین تائید ایزدی ہوا کرتی ہے۔ فوج کی کثرت ہمیشہ کارآمد نہین ہوتی۔

فصل نہم

خاندان سوری

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	شیر شاہ سوری	سنہ ۹۴۷ھ سنہ ۱۵۴۰ع	یہ بادشاہ ابراہیم خان پٹھان کا بیٹا تھا۔ چھوٹی حالت سے بڑھتے بڑھتے یہ بہار کا خود مختار بادشاہ ہوگیا۔ یہ اپنے کو بادشاہان غور کی نسل مین بتاتا تھا لیکن اسکا خاندان بجائے غوریون کے سوریون کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ہمایون نے اسکے مقابلہ مین دو مرتبہ شکست کھائی۔ پچھلی شکست سنہ ۱۵۴۰ع مین

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			ہوئی اور اسی زمانہ سے شیر شاہ دلی کا شاہنشاہ سمجھا جانے لگا۔ شیر شاہ نیکنام اور مدبر بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ بنگال سے دریاے اٹک تک اسنے سیدھی سڑک بنوائی اور ایک ایک کوس پکنوئین سمجھیں اور اسنے اپنے صرف سے مہمان سرائین بنوائین علاء الدین خلجی تک کے قانون کو اسنے زندہ کیا۔ اکبر کا قانون علاء الدین خلجی اور شیر شاہ کے قانون کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ مورخین شیر شاہ کی تعریف اسلیے زیادہ نہ کرسکے کہ سلاطین مغلیہ کے مورث ہمایون نے اس سے زک اٹھائی تھی۔ باغی اور غاصب کے نام سے یہ یاد کیا جاتا ہے لیکن اسکی خوبیاں اور کارگزاریاں حالات سے مستنبط ہوسکتی ہین اسکا مقبرہ سہسرام مین ہے اور یہین یا اسکے قریب اسکا مولد بھی تھا۔
۲	سلیم شاہ بن شیر شاہ	سنہ ۹۵۲ھ سنہ ۱۵۴۵ء	شیر شاہ کا بیٹا جلال خان تخت پر بیٹھکر سلیم شاہ مشہور ہوا۔ یہ بادشاہ بھی مدبر اور نیکنام تھا دلی کا سلیم گڑھ قلعہ اسی کی یادگار ہے۔ سید محمد جونپوری نے مہدی موعود بن کر اسی کے وقت مین زور پکڑا تھا شیخ علائی واعظ اس فرقہ کا رونق دینے والا تھا۔ بادشاہ نے اس خصوص مین اعتدال سے کام لیا اور بہت جلد اس فرقہ کا استیصال ہوگیا۔
۳	عادل شاہ بن شیر شاہ	سنہ ۹۶۰ھ سنہ ۱۵۵۳ء	اسکا اصل نام محمد شاہ سور عادلی تھا یہ بالکل نا قابل سلطنت تھا۔ ایک مسلمان بنیا ہیمو بقال ایک چھوٹے سے دوکاندار کی حیثیت سے بڑھتے بڑھتے وزارت کے عہدے پر پہنچا اور پھر تمام نظم و نسق کا اختیار اسکو ہوگیا۔ یہ حالت دیکھکر ہمایون نے جو ہندوستان سے بھاگ کر کابل مین مقیم تھا ہندوستان کا رخ کیا۔ دلی پر ہمایون کا قبضہ ہوگیا۔ عادل شاہ کے دشمن ملک مین زیادہ تھے اسلیے ہمایون کو

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			زیادہ کامیابی بھی ہوئی۔ ہیمو بقال پورب سے چلا اور پانی پت مین ہمایون کی فوج سے لڑائی ہوئی۔ لیکن ہمایون اسکے پہلے مر چکا تھا اور اسکا بیٹا جلال الدین اکبر تیرہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا تھا۔ ہیمو بقال کا مقابلہ اکبر کے اتالیق خان خانان بیرم خان نے کیا۔ ۹۶۴ھ مین ہیمو گرفتار ہوا اور اکبر کی مستقل سلطنت دلی مین قایم ہوئی۔ عادل شاہ اسکے بعد بھی کچھ دنون تک بہار اور بنگال پر حکمران رہا لیکن ایک نئے دعویدار کے ہاتھ سے وہ جلد ہی مارا گیا اور پھر تو تمام ہندوستان مین اکبر نے وہ شہنشاہی قایم کی جو محمد تغلق کے وقت سے زایل ہو چکی تھی۔ اکبر کے وقت سے خاندان مغلیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کچھ اُن خود مختار ریاستون کا ذکر کیا جائے جو محمد تغلق کی شاہنشاہی بگڑنے پر قایم ہوئی تھین اور پھر مغلون کے زمانہ مین تباہ ہوئین۔

فصل دہم

مغلون کے قبل چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستین

محمد تغلق کی شاہنشاہی تباہ ہونے پر جو خود مختار ریاستین جابجا قایم ہوئی تھین۔ انہین سے مسلمان خاندانون کا تذکرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اکبر کے وقت مین تمام ریاستین مطیع ہو گئی تھین لیکن انکا پورا استیصال شاہجہان اور عالمگیر کے زمانہ مین ہوا۔

بہمنی سلطنت

دکن کا بہمنی خاندان بہت زبردست خیال کیا جاتا ہے۔ حسن ایک چھوٹے درجہ کا پٹھان تھا محمد تغلق کے مقربون مین ایک کانگو برہمن تھا۔ حسن نے اس سے کچھ زمین کاشت کے لیے لی زمین مین دفینہ نکلا۔ حسن نے اسلامی دیانت داری کے لحاظ سے وہ دفینہ اپنے محسن برہمن کے حوالہ کیا برہمن قدردان تھا۔ اُسکی عزت اسنے بہت بڑھائی۔ اس ذریعہ سے حسن کا رسوخ ملکی معاملات مین بھی بڑھنا شروع ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان تغلق کے زوال کی حالت مین یہ بادشاہ ہو گیا اپنے عروج کے

زمانہ مین اظہار احسانمندی کی غرض سے اسنے اپنے کو کانگوہی مشہور کیا اور اپنے خاندان کو بہمنی کہنے لگا۔ حسن بادشاہ ہونے پر علاء الدین حسن کانگوہی مشہور رہا۔

دارالسلطنت گلبرگہ اور بدر

سلاطین بہمنی کا دارالسلطنت پہلے حسن آباد گلبرگہ تھا اور پھر بدر رہا۔ محمود شاہ ثانی تک اس خاندان کا پورا عروج تھا اسکے بعد چار بادشاہ محض نام کو تخت پر بیٹھے اور کلیم پر خاندان بہمنی کا خاتمہ ہوگیا۔

بادشاہون کی فہرست

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	علاء الدین حسن کانگوہی	سنہ ۱۳۴۷ء	سنہ ۷۴۸ھ	۱۰	علاء الدین اول	سنہ ۱۴۳۵ء	
۲	محمد شاہ اول	سنہ ۱۳۵۸ء		۱۱	ہمایون شاہ	سنہ ۱۴۵۷ء	
۳	مجاہد شاہ	سنہ ۱۳۷۵ء		۱۲	نظام شاہ	سنہ ۱۴۶۱ء	
۴	داؤد شاہ	سنہ ۱۳۷۸ء		۱۳	محمد شاہ ثانی	سنہ ۱۴۶۳ء	
۵	محمود شاہ اول	سنہ ۱۳۷۸ء		۱۴	محمود شاہ ثانی	سنہ ۱۴۸۲ء	
۶	غیاث الدین	سنہ ۱۳۹۷ء		۱۵	احمد شاہ ثانی	سنہ ۱۵۱۸ء	
۷	شمس الدین	سنہ ۱۳۹۷ء		۱۶	علاء الدین ثانی	سنہ ۱۵۲۰ء	
۸	فیروز شاہ	سنہ ۱۳۹۷ء		۱۷	ولی اللہ	سنہ ۱۵۲۳ء	
۹	احمد شاہ اول	سنہ ۱۴۲۲ء		۱۸	کلیم اللہ	سنہ ۱۵۲۶ء	سنہ ۹۳۳ھ

یوسف عادل شاہ ایک ترکی غلام تھا جو ایران سے آکر سلاطین بہمنی کے ہاتھ بکا اور اسنے اپنی نسل کی بابت یہ ظاہر کیا کہ وہ عثمان بانی سلطنت ترکی کی نسل مین ہے اور محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کا بھائی ہے۔ شیرخواری کی حالت مین ملک سے الگ کیا گیا تاکہ اپنے بھائی کے ہاتھون سے قتل نہو۔ ایران مین رہنے سے شیخ صفی کے مریدون کی صحبت مین بیعت رہا اور اسلیے اسکا مذہب شیعہ تھا اور اسکے خاندان کے اکثر بادشاہون کا یہی مذہب تھا۔

ریاست بیجاپور

بہمنی خاندان جب ضعیف ہوا تو یوسف عادل نے ایک جدا سلطنت بیجاپور مین قایم کرلی۔

فہرست سلاطین

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	یوسف عادل شاہ	سنہ ۱۴۸۹ء	سنہ ۸۹۵ھ	۴	ابراہیم عادل شاہ	سنہ ۱۵۳۵ء	
۲	اسمعیل بن یوسف شاہ	سنہ ۱۵۱۰ء		۵	علی عادل شاہ	سنہ ۱۵۵۷ء	
۳	ملو عادل شاہ	سنہ ۱۵۳۴ء		۶	ابراہیم عادل شاہ ثانی	سنہ ۱۵۷۹ء	سنہ ۹۸۷ھ

نظام شاہی خاندان احمد نگر

احمد نگر مین ایک شاہی خاندان احمد شاہ کی ذات سے قایم ہوا اور عام طور پر لوگ اسکو نظام شاہی خاندان کہنے لگے - احمد کا باپ قوم کا ہندو تھا جو گرفتار ہوکر بطور غلام کے سلاطین بہمنی کے دربار مین آیا اور مسلمان ہوگیا - اپنی ذاتی لیاقت سے اسنے بڑا عروج پکڑا اور بہمنی سلطنت کے ضعف پر اسکا بیٹا احمد بادشاہ بن بیٹھا -

ان بادشاہون کے وقت مین سُنیون اور شیعون کے جھگڑے مسلمانون مین برپا رہے اور یہی کیفیت بیجاپور کے مسلمانون کی بھی تھی ؎

نظام شاہی بادشاہ

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	احمد شاہ	سنہ ۱۴۹۰ء	سنہ ۸۹۶ھ	۶	اسماعیل شاہ	سنہ ۱۵۸۸ء	
۲	برہان شاہ	سنہ ۱۵۰۸ء		۷	برہان شاہ ثانی	سنہ ۱۵۹۰ء	
۳	حسین شاہ	سنہ ۱۵۵۳ء		۸	ابراہیم نظام شاہ	سنہ ۱۵۹۴ء	
۴	مرتضی نظام شاہ	سنہ ۱۵۶۵ء		۹	احمد شاہ ثانی	سنہ ۱۵۹۴ء	
۵	میران حسین شاہ	سنہ ۱۵۸۸ء		۱۰	بہادر شاہ	سنہ ۱۵۹۵ء	سنہ ۱۰۰۴ھ

بادشاہان گولکنڈہ

قطب قلی ایک ترکی النسل سپاہی ہمدان سے آکر سلاطین بہمنی کے دربار مین ملازم ہوا اور سلطنت بہمنی کے زوال کے زمانہ مین گولکنڈہ کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا - اسکا مذہب بھی شیعہ تھا - بادشاہ ہونے پر اسکا لقب سلطان قلی شاہ ہوا -

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	سلطان قلی شاہ	سنہ ۱۵۱۲ء	سنہ ۹۱۸ھ	۲	جمشید قطب شاہ	سنہ ۱۵۴۳ء	

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۳	سبحان قلی شاہ	سنہ ۱۵۵۰ء		۵	محمد قلی شاہ	سنہ ۱۵۸۰ء	سنہ ۹۸۸ھ
۴	ابراہیم شاہ	سنہ ۱۵۵۰ء		+	+	+	+

عماد شاہی خاندان برار

ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست عماد شاہیوں کی برار میں تھی۔ فتح اللہ عماد الملک اسکا بانی ایک نومسلم کی اولاد میں تھا۔ چوتھے بادشاہ برہان عماد شاہ کا وزیر تفال شاہ غاصب کی حیثیت سے تخت نشین ہوا پھر اسکے بعد سنہ ۱۵۷۲ء میں یہ ریاست احمد نگر میں شامل ہوگئی۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	فتح اللہ عماد الملک	سنہ ۱۴۸۴ء		۴	برہان عماد شاہ	سنہ ۱۵۶۱ء	
۲	علاء الدین	سنہ ۱۵۰۴ء		۵	تفال شاہ		
۳	دریا عماد شاہ	سنہ ۱۵۲۹ء		۶	+	+	+

بریدشاہی خاندان بیدر

قاسم برید نے ایک ریاست کی بنیاد بیدر میں ڈالی۔ چھ بادشاہ یکے بعد دیگرے ریاست میں خود مختار رئیس کی طرح حکمران رہے۔ لیکن یہ ریاست ایسی چھوٹی تھی کہ اسکے زوال کا زمانہ تاریخوں سے متحقق نہیں ہوتا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	قاسم برید	سنہ ۱۴۹۸ء	سنہ ۹۰۴ھ	۴	ابراہیم برید	سنہ ۱۵۶۲ء	
۲	امیر برید	سنہ ۱۵۰۴ء		۵	قاسم ثانی	سنہ ۱۵۶۹ء	
۳	علی برید	سنہ ۱۵۴۹ء		۶	مرزا علی	سنہ ۱۵۷۲ء	

شاہان گجرات

محمود تغلق کے عہد میں مظفر شاہ جو ایک مسلمان راجپوت تھا اور امراے دلی میں پرورش پائی تھی گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اور پھر بہت جلد خود مختار بادشاہ بن گیا۔ گجرات کی بادشاہی بہمنی بادشاہی کی سی تھی۔ مظفر شاہ ثانی کے وقت میں اسمعیل صفوی کا ایلچی یہاں آیا تھا۔

پرتگال والوں نے بمبئی کے قریب اپنا دخل کرلیا تھا۔ شاہان گجرات جو برابر انکا مقابلہ کرتے رہے کیونکہ اس خاندان کے بادشاہ بحر احمر سے خلیج فارس تک جہاز رانی کرنے کے لیے ضروری سمجھتے تھے کہ غیر لوگ بحر ہند میں مداخلت نہ کریں اور یہی حال مصر فتح کرنے کے بعد عرصہ تک سلاطین ترکی کا بھی تھا

چنانچہ انھیں اغراض کے لیے شاہان گجرات کو شاہان گجرات کو پرتگال والوں کے مقابلہ میں ملوک مصر بحری قوت سے مدد دیتے تھے۔ گجرات کے بادشاہوں کے پاس علاوہ جنگی جہازوں کے توپ کے سامان بھی اچھے تھے۔ جب شاہ گجرات سے ہمایوں کا مقابلہ ہوا تو ایک اٹلی کا باشندہ گجراتی توپخانہ کا مہتمم تھا۔ آخر میں یہ سلطنت تبجری کی وجہ سے کمزور ہو گئی لیکن اسکا پورا استیصال اکبر بن ہمایوں کے ہاتھ سے ہوا۔ محمود ثالث نے سورت میں ایک قلعہ بنایا تھا جو اب تک قایم ہے۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	مظفر شاہ	سنہ ۱۳۹۶ء	سنہ ۷۹۹ھ	۸	سکندر شاہ	سنہ ۱۵۲۶ء	
۲	احمد شاہ	سنہ ۱۴۱۲ء		۹	محمود شاہ ثانی	سنہ ۱۵۲۶ء	
۳	محمد شاہ	سنہ ۱۴۴۳ء		۱۰	بہادر شاہ	سنہ ۱۵۲۶ء	
۴	قطب شاہ	سنہ ۱۴۵۱ء		۱۱	میراں محمد شاہ فاروقی	سنہ ۱۵۳۶ء	
۵	داؤد شاہ	سنہ ۱۴۵۸ء		۱۲	محمود شاہ ثالث	سنہ ۱۵۳۷ء	
۶	محمود شاہ بیگڑہ	سنہ ۱۴۵۹ء		۱۳	احمد شاہ ثانی	سنہ ۱۵۶۱ء	
۷	مظفر شاہ ثانی	سنہ ۱۵۱۱ء		۱۴	مظفر شاہ ثالث	سنہ ۱۵۶۱ء	سنہ ۹۶۹ھ

ریاست مالوہ

مالوہ کا صوبہ فیروز شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں خود مختار ہو گیا تھا۔ مالوہ کی دارالحکومت مانڈو میں دلاور شاہ غوری نے جو اپنے کو ماں کی طرف سے شاہان غور کی نسل میں بتاتا تھا ایک خود مختار ریاست قایم کی۔ شاہان مالوہ اپنی ہمسایہ ریاستوں سے برابر لڑتے رہے لیکن شاہان گجرات کا لحاظ کرتے تھے آخر میں جب مالوہ کی ریاست کمزور ہوئی تو بہادر شاہ گجراتی نے اسے اپنی بادشاہی میں شامل کر لیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	دلاور شاہ غوری	سنہ ۱۴۰۱ء	سنہ [illegible]ھ	۵	غیاث الدین خلجی	سنہ ۱۴۶۹ء	
۲	ہوشنگ شاہ غوری	سنہ ۱۴۰۵ء		۶	ناصر الدین خلجی	سنہ ۱۵۰۰ء	
۳	محمد شاہ غوری	سنہ ۱۴۳۲ء		۷	محمود ثانی خلجی	سنہ ۱۵۱۰ء	سنہ ۹۱۶ھ
۴	محمود شاہ خلجی	سنہ ۱۴۳۵ء		۸	+	+	+

ملک راجہ ملقب بہ ناصر خان نے محمد تغلق کے عہد میں ایک خود مختار ریاست خاندیس میں

ریاست خاندیس

قایم کی - یہ بادشاہ عربی النسل تھا اور اپنے کو عمرؓ فاروق کی نسل میں بتاتا تھا - شاہ گجرات کا یہ داماد تھا اور شاہ گجرات اسکا بڑا حامی تھا اسلیے شاہان خاندیس - شاہان گجرات کا احترام کرتے تھے - اکبر کے عہد میں یہ بادشاہی تخت دلی کے تابع ہوگئی -

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	ملک راجہ نام خان	سنہ ۱۳۹۹ء	سنہ ۸۰۱ھ	۷	میران محمد شاہ	سنہ ۱۵۲۰ء	
۲	میران عادل خان	سنہ ۱۴۳۷ء		۸	میران مبارک شاہ	سنہ ۱۵۳۵ء	
۳	میران مبارک شاہ	سنہ ۱۴۴۱ء		۹	میران محمد خان	سنہ ۱۵۶۶ء	
۴	عادل خان اول	سنہ ۱۴۵۷ء		۱۰	راجہ علی خان	سنہ ۱۵۷۶ء	
۵	داود خان	سنہ ۱۵۰۳ء		۱۱	بہادر شاہ	سنہ ۱۵۹۶ء	
۶	عادل خان ثانی	سنہ ۱۵۱۰ء		+	+	+	+

سلاطین بنگالہ

بنگال کے حاکم نے محمد تغلق سے بغاوت کی تو وہان ایک خود مختار سلطنت قایم ہوئی اور اکبر کے عہد تک قایم رہی - ہمایون کے بعد شیر شاہ اور اُسکے جانشین مابعد حکمران ہوئے - بعض مورخین انکو بھی شاہان بنگال کی مد مین داخل کرتے ہین - بہرحال محمد تغلق کے زمانہ سے اکبر کے عہد تک جتنے خود مختار حکمران بہار اور بنگالہ مین ہوئے اُنکی سلسلہ وار فہرست یہ ہے -

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	فخرالدین	سنہ ۱۳۳۸ء	سنہ ۷۳۹ھ	۹	جیت بل عرف جلال الدین	سنہ ۱۳۹۳ء	
۲	علاء الدین	سنہ ۱۳۴۰ء		۱۰	احمد شاہ	سنہ ۱۴۱۹ء	
۳	حاجی شمس الدین	سنہ ۱۳۴۲ء		۱۱	ناصرالدین	سنہ ۱۴۳۶ء	
۴	سکندر شاہ	سنہ ۱۳۵۸ء		۱۲	ناصر شاہ	سنہ ۱۴۲۶ء	
۵	غیاث الدین	سنہ ۱۳۶۷ء		۱۳	باربک	سنہ ۱۴۳۹ء	
۶	سلطان السلاطین	سنہ ۱۳۷۴ء		۱۴	یوسف شاہ	سنہ ۱۴۴۵ء	
۷	شمس الدین ثانی	سنہ ۱۳۸۳ء		۱۵	فتح شاہ	سنہ ۱۴۶۱ء	
۸	راجہ کنش شاہ	سنہ ۱۳۸۶ء		۱۶	شاہزادہ	سنہ ۱۴۸۱ء	

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱۷	فیروز شاہ	سنہ ۱۴۸۶ء		۲۴	[illegible] شاہ	سنہ ۱۵۴۵ء	
۱۸	محمود شاہ	سنہ ۱۴۹۳ء		۲۵	عدلی شاہ	سنہ ۱۵۴۸ء	
۱۹	مظفر شاہ	سنہ ۱۴۹۴ء		۲۶	بہادر شاہ	سنہ ۱۵۵۳ء	
۲۰	علاء الدین	سنہ ۱۴۹۷ء		۲۷	جلال الدین شاہ	سنہ ۱۵۶۴ء	
۲۱	نصرت شاہ	سنہ ۱۵۲۱ء		۲۸	سلیمان کرانی	سنہ ۱۵۶۳ء	
۲۲	محمود شاہ	سنہ ۱۵۳۴ء		۲۹	بایزید شاہ	سنہ ۱۵۷۳ء	
۲۳	شیر شاہ	سنہ ۱۵۳۷ء		۳۰	داؤد شاہ	سنہ ۱۵۷۳ء	سنہ ۹۸۱ھ

ان بادشاہون مین راجہ کنش شاہ ہندو تھا لیکن اسکا بیٹا جیت مل مسلمان ہوا اور جلال الدین کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہان جونپور

سلطنت جونپور کی بنیاد محمد تغلق کے وزیر خواجہ جہان نے ڈالی تھی۔ بہلول لودی کے وقت تک یہ سلطنت عروج پر تھی بہلول لودی نے اسکو غارت کی۔ بابر شاہ اور شیر شاہ نے بھی جونپور پر قبضہ کیا تھا۔ شیر شاہ کے خاندان کے زوال پر جونپور کی سلطنت مختلف لوگون کے قبضہ مین تھی۔ اکبر نے پورے طور پر اسکو دلّی کے ماتحت کیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق	نمبر	نام	سنہ جلوس	مطابق
۱	خواجہ جہان	سنہ ۱۳۹۴ء	سنہ ۷۹۶ھ	۴	محمود شاہ	سنہ ۱۴۴۰ء	
۲	مبارک شاہ	سنہ ۱۳۹۹ء		۵	محمد شاہ	سنہ ۱۴۵۷ء	
۳	ابراہیم شاہ	سنہ ۱۴۰۱ء		۶	حسین شاہ	سنہ ۱۴۵۷ء	سنہ ۸۶۲ھ

فصل یازدہم

مغلون کی سلطنت

جلال الدین اکبر بن ہمایون شاہ سنہ ۱۵۵۶ء

تیرہ برس کی عمر مین اکبر تخت نشین ہوا۔ بیرم خان خانخانان اسکا اتالیق تھا۔ بالغ ہوتے ہی اکبر نے اپنے کو خانخانان کی حکومت سے آزاد کر لیا لیکن اکبر کے بلوغ تک جو کام خانخانان سے ہوا سلطنت مغلیہ اس سے بے نیاز نہین کہی جا سکتی۔ اکبر کے دادا اور باپ بابر اور ہمایون کا مستقل

[illegible] ہندوستان نہ تھا اسلیے سلاطین اور مورخوں [illegible] سلطنت مغلیہ کی ابتدا اس کتاب مین اکبر کے عہد سے کیجاتی ہے۔ (بابر اور ہمایون کے حالات باب ۵ فصل ۱۴ مین دیکھیے)

اکبر کی فتوحات

اکبر کے عہد مین کابل۔ گجرات۔ بنگالہ۔ کشمیر۔ سندھ۔ قندھار۔ خاندیس اور دکن کے اکثر صوبے آہستہ آہستہ دلی کی شہنشاہی مین داخل ہو گئے۔ محمد تغلق کے آخر عہد مین ہندوستان کی شہنشاہی جو زوال شروع ہوا تھا اب اسکی تلافی ہوئی۔

اکبر کے دربار مین علوم کا چرچا

ابوالفضل

فیضی

اکبر کو علاوہ جنگی امور کے مذہبی اور علمی مباحثون سے بھی دلچسپی تھی۔ اسکا وزیر ابوالفضل اور اسکا بھائی فیضی یہ دونون بڑے عالم تھے۔ علوم قدیمہ کے علاوہ زبان دانی مین بھی فیضی کو کمال حاصل تھا۔ سنسکرت اور فارسی کا ماہر تو تھا ہی۔ سواطع الالہام (تفسیر قرآن شریف) ایسی کتاب ہے جسمین شروع سے آخر تک ایک نقطہ نہین آیا فیضی کے عربی لٹریچر کا وہ کمال ظاہر ہوتا ہے جسکی نظیر آج دنیا مین نہین ہے۔

اکبر کا مذہب

اکبر مذہب کی طرف سے بہت آزاد تھا۔ ہندوؤن کے تالیف قلوب کے لیے اسنے اپنے مذہبی مسائل کی پروا نہ کی۔ اور اسمین شبہ نہین ہے کہ ہندو اکبر کو ویسا ہی محترم جانتے ہین جیسا اپنے اور نیکنام ہندو بادشاہون کو سمجھتے تھے لیکن اسمین گفتگو ہے کہ اس پالیسی نے آیندہ کے لیے سلطنت اسلام پر کیا اثر ڈالا۔ ظاہر ہے کہ ہندوؤن سے کیا ہو سکتا تھا۔ مسلمانون کا زور البتہ اس سے گھٹ گیا۔ اور پھر اسکے بعد جب مسلمانون نے اپنے کو سنبھالنا چاہا تو ہندوؤن کے بڑھے ہوئے مسلمانون کی پروا نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو اور مسلمان دونون ہند کی حکومت سے الگ ہو گئے اور اچھا ہوا کہ ایسا ہوا ورنہ فسادون اور خانہ جنگیون کی کوئی حد نہ ہوتی۔ اکبر کی پالیسی کو مسلمان بری نظر سے دیکھتے تھے۔ اکبر کے پوتے عالمگیر نے اکبر کے ڈالے ہوئے دستور کو بہت کچھ مٹانا چاہا لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا۔ مسلمانون مین بت پرستی اور خیالات فاسد کی پیروی کا دستور جو اسوقت دیکھا جاتا ہے اسکی ابتدا زیادہ تر اکبر ہی کے وقت مین پڑی تھی۔ بہرحال نیکنامی۔ دانشمندی۔ بہادری۔ ہر دلعزیزی۔ بلند حوصلگی اور فتحمندی کے اعتبار سے اکبر کو ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ سمجھنا چاہیے۔

ملکی قانون

ملکی قانون جہانتک وصول مالگذاری وغیرہ سے تعلق رکھتا تھا اسکی نسبت مورخون کا بیان ہے کہ علاء الدین خلجی اور شیر شاہ کے مسودہ قانون کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ رونق دی گئی تھی۔

جہانگیر سلیم بن اکبر

اکبر کے دو لڑکے پہلے مر چکے تھے اسلیے تیسرا لڑکا سلیم خواہ مخواہ ولیعہد تھا۔ لیکن اسکے بیٹے خسرو نے دادا کے مزاج مین بڑا دخل پیدا کیا تھا سلیم اپنے باپ سے باغی تھا لیکن مرتے وقت پہنچ گیا اور یہی تخت پر بیٹھا۔ خسرو نے بغاوت اختیار کرکے قید کی سزا پائی۔ اس بادشاہ کی بیگم نورجہان معاملات ملکی مین بھی دست انداز ہوتی تھی۔ زنجیر عدل نے جہانگیر کو بہت مشہور کیا تھا اسکے وقت مین جیمس اول شاہ انگلستان کا ایلچی سر ٹامس رو دلی مین آیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ کے جہازران ہندوستان کے سواحل پر مال تجارت لاتے تھے بادشاہان گجرات کے وقت سے یورپین لوگون کا سلسلہ آمد و رفت شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہمایون کے حملے کے وقت شاہ گجرات کا گولنداز اٹلی کا رہنے والا تھا۔ شاہجہان نے بہت سے حصے دکن کے فتح کیے۔ آخر مین نورجہان کی وجہ سے شاہجہان کو بغاوت اختیار کرنا پڑی لیکن آخر کو باپ کے مرنے پر یہی تخت نشین ہوا۔

شاہجہان ابن جہانگیر

شاہجہان کا عہد بہت ہی مبارک سمجھا جاتا ہے۔ ہندؤن کا دستور جو اکبر کے دربار مین پڑا تھا شاہجہان نے بہت کچھ اسکی اصلاح کی۔ اکبر نے قمری مہینہ کی جگہ پر فصلی سنہ جاری کیا تھا یعنی سنہ جو اکبر کے وقت مین قایم تھا وہی قایم رہا لیکن مہینے ہندی کر دیے گئے اور مہینون اور سالون کا بدلنا ہندؤن کے طریقہ سے شمسی سال کے اعتبار سے قایم کیا گیا تھا۔ سمت تو بکرماجیت کے وقت کا سنہ ہے۔ فصلی سنہ کو اکبری سنہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ شاہجہان نے ہجری سنہ کو پھر دفتر مین رواج دیا۔ چنانچہ اسکے بعد سمت۔ فصلی اور ہجری تینون سنہ ہندوستان مین انگریزون کے وقت تک رائج تھے۔ اب انگریزون کے وقت مین چوتھا سنہ علیسوی رائج ہوا۔

سنہ فصلی

اس بادشاہ کے عہد مین سلطنت کو بہت رونق تھی۔ اسنے بڑے بڑے جشن کیے دلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد اسکی یادگار ہے۔ اپنی بی بی کا روضہ اسنے آگرہ مین ایسا خوشنما بنایا کہ جو دنیا کی عجائبات مین شمار کیا جاتا ہے اور تاج محل کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

ابتداے سلطنت مین ازبکون نے کابل پر چڑھائی کی۔ نرسنگھ دیو قاتل ابوالفضل نے بوندیل کھنڈ مین بغاوت کی لیکن بادشاہ ... [illegible]

... اطاعت کرنے ... [illegible]

مین شاہجہان کو دکن فتح کرنے کی جو چاٹ پڑی تھی وہ پادشاہ ہونے پر بھی قایم رہی۔ کل دکن شاہجہان کا مطیع ہوگیا اور بعض خودمختار ریاستون مین (مذہبی رعایت سے) جو شاہ ایران کا نام خطبہ مین پڑہا جاتا تھا وہ اب خارج ہوگیا۔ احمد نگر کی ریاست تو بالکل نیست و نابود ہوگئی تھی۔ اسپین کے مغربی حصہ پُرتگال کے باشندے پرتگیز کہلاتے ہین۔ ہندوستان مین کچھ پہلے سے انکی آمد و رفت تھی۔ کلکتہ کے قریب ہوگلی کے قلعہ مین انکا تجارتی اسباب رہتا تھا۔ کچھ بے لطفی پیدا ہونے پر حاکم بنگال نے محاصرہ کرکے ہگلی کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر پرتگیزون کا زور گھٹنے لگا۔

علی مردان خان

علی مردان خان حاکم قندھار نے اپنے بادشاہ والی ایران کے ظلم سے تنگ آکر قندھار کو ملازمان شاہجہانی کے سپرد کردیا۔ علی مردان خان بڑا خوش سلیقہ شخص تھا۔ دربار شاہی مین اسنے بڑی عزت پائی۔ دِلّی کی نہر اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔ بلخ اور بدخشان مرزا سلیمان کے قبضہ سے خارج ہوکر برابر ازبکون کے قبضہ مین چلے آتے تھے۔ شاہجہان نے اِن موروثی مقامات پر بھی قبضہ حاصل کیا۔ لیکن قبضہ ناپائیدار رہا۔ قندھار تو بہت جلد قبضہ سے نکل گیا۔ مردان خان یا جسونت سنگھ۔ مرزا مراد۔ اورنگ زیب اور دارا شکوہ پے در پے بھیجے گئے۔ مخالف فوج بے زچ ہوئے۔ لیکن برف باری راہ کی تنگی اور پہاڑی لٹیرون کے حملے سے شاہی فوج کی حالت خراب ہوئی اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سعد اللہ خان

سعد اللہ خان اسکا وزیر تھا اور مشہور ہے کہ ہندوستان مین ایسا لایق وزیر کبھی نہین ہوا۔ سعد اللہ بادشاہ کے سامنے ہی اپنی موت سے مرا۔

میر جملہ ایک ہیرے کے سوداگر کا لقب تھا۔ اپنی فتانت سے وزیر گولکنڈہ مقرر ہوگیا تھا۔ اورنگ زیب کے جوڑ توڑ سے یہ شاہجہانی فوج مین داخل ہوگیا۔ قطب شاہ خراج گزار رہا۔ علی بن عادل شاہ بیجاپور پہلے سے مطیع شاہجہان تھا۔ اورنگ زیب اسکو تخت سے اوتارنا چاہتا تھا لیکن اتفاق سے اورنگ زیب کو وہان سے ہٹنا پڑا اور وہ اپنے تخت حکومت پر قایم رہگیا۔

عالمگیر سنہ ۱۶۵۸ء

شاہجہان کے چار بیٹے۔ دارا شکوہ[۱]۔ مرزا شجاع[۲]۔ اورنگ زیب[۳] اور مرزا مراد[۴] ہندوستان کے مختلف حصون مین حکمران تھے۔ دارا شکوہ ولیعہد تھا۔ اسلیے وہ دہلی مین رہتا تھا۔ اورنگ زیب نے

بھائیون کو لڑوا دیا اور خود بھی لڑا۔ اپنے جوڑ توڑ سے یہ سب پر غالب آیا۔ اور جون ۱۶۵۸ء مین عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لیکر اپنے کو عالمگیر مشہور کیا اور شاہجہان وجود معطل رہگیا۔ شاہجہان کے ساتھ پہلے تو بڑے ادب اور تعظیم سے اورنگ زیب پیش آیا لیکن جب اُسنے دیکھا کہ داراشکوہ کی محبت شاہجہان کے دل سے دور نہین ہوتی تو شاہجہان کے ساتھ قیدین لگائی گئین اور وہ شاہی قلعہ مین ایک معزز قیدی کی حیثیت سے زندگی کے باقی دن پورے کرکے آٹھ برس کے بعد مرگیا۔

شاہجہان کی موت

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاہجہان ایسا بادشاہ قید ہوا اور پھر کسی نے اسکی اعانت مین سر نہین اُٹھایا؟ - بظاہر اورنگ زیب کی کمال لیاقت کا اس سے پتہ چلتا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی مان لینا چاہیے کہ مسلمانون کے خیالات شاہجہان کی طرف سے بہت اچھے نہ تھے۔ اکبر اور جہانگیر کے وقت مین ہندؤن کے دستور کی تقلید بہت کچھ کیگئی تھی۔ اور اسکے نتائج پر نظر ڈالکر متعصب مسلمانون کا گروہ کشیدہ خاطر رہتا تھا۔ شاہجہان نے کچھ اصلاح کی لیکن بہت کم۔ داراشکوہ کے انداز سے لوگ سمجھتے تھے کہ اکبر شاہ کا زمانہ پھر عود کرے گا۔ داراشکوہ نے ہندؤن کا فلسفہ بہت کچھ پڑھا تھا اور اُنکی صحبت سے زیادہ محظوظ ہوتا تھا۔ بنارس کی پرانی عدالت کا مکان (جسمین مسلمانون کا ایک شریف خاندان اسوقت قابض ہے) مشہور ہے کہ داراشکوہ کے لیے بنوایا گیا تھا کہ وہ بنارس مین رہکر پنڈتون سے استفادہ حاصل کرے۔ عالمگیر نے اپنا طرز بہت ہی متعصبانہ رکھا جس سے متعصب مسلمانون کی طبیعتین اسکی طرف مائل ہوگئین۔

عالمگیر کا پہلا کام بھائیون کا استیصال تھا۔ مرزا شجاع تو لڑ بھڑ کر مفقود الخبر ہوگیا رہے داراشکوہ اور مرزا مراد یہ دونون قید کیے گئے اور شرعی الزام مین مارے گئے۔ اسکی سلطنت بہت وسیع تھی بنگال سے کشمیر بلکہ کشمیر سے پار تبت تک اسکی عملداری تھی۔ دکن کی خود مختار ریاستین پہلے باجگذار تھین۔ عالمگیر نے انکو تخت دلی مین شامل کرنا چاہا گولکنڈہ کا بادشاہ تاناشاہ اور بیجاپور کا بادشاہ سکندر عادل شاہ یہ دونو گرفتار ہوئے اور انکی سلطنت دلی مین شامل کی گئی۔ مرہٹون نے اسی کے وقت مین ترقی کی۔ سیواجی لٹیرون کا سردار تھا۔ شاہی فوج کو اسنے بہت دق کیا گرفتار بھی ہوا تو دلی سے بھاگ گیا اور اب راج گدی پر بیٹھا اسکے مرنے پر اسکا بیٹا سمبھاجی

مرہٹہ

گرفتار ہوکر قتل ہوا۔ سنبھاجی کے بعد اسکا بیٹا ساہوجی گدی نشین ہوا۔ عالمگیر جب پچاس برس سلطنت کرکے ۹۰ برس کی عمر مین بمقام احمد نگر مرا اسوقت ساہوجی زندہ تھا اور ایک نیم خود مختار رئیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

اورنگ زیب ہندوستان کے نامی بادشاہون مین شمار کیا جاتا ہے۔ اکبر کے عہد مین خلاف شرع باتین جو رواج پکڑ چلی تھین بہت کچھ اسکے زمانہ مین اصلاح ہوئی۔ اسکے ظاہر و باطن کو لوگ یکسان نہین لکھتے اسکے وقت مین اسراف کی بلا نازل نہ تھی اور اسلیے اہل علم خوش نہ تھے ورنہ اورنگ زیب سے اچھا کوئی مسلمان بادشاہ نہین ہوا۔ کچھ نہ سہی تو اتنا ہر ایک کو تسلیم ہے کہ یہ حتی الوسع کوشش کرتا تھا کہ شرعی اعتراض اسپر کہین سے عائد نہ ہو۔ مانا کہ ایکا مومن نہ تھا لیکن سچے مومن بننے کی کوشش تو کرتا تھا یہی غنیمت تھا۔

معظم بہادر شاہ اول بن اورنگ زیب

عالمگیر کا بڑا بیٹا معظم شاہ اپنے باپ کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ کی طرح اسنے بھی اپنے دو بھائی اعظم اور کام بخش کے قتل کے بعد بہادر شاہ لقب اختیار کیا۔ یہ بادشاہ نیک نیت اور منصف تھا اسکے بھائی جو مارے گئے وہ اپنی ہی شرارت سے حالت جنگ مین زخمی ہوئے اور مرے۔

سکھ

اسکے وقت مین سکھون کو بڑا زور ہوا اسلیے کچھ مختصر حال سکھون کا بھی لکھا جاتا ہے۔ بابر کے وقت مین کھتریون کے چیلے گورو نانک نے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا جسمین ہندو اور مسلمان دونون یکسان سمجھے جاتین۔ عرصہ تک یہ فرقہ مرنج و مرنجان رہا۔ ایک گورو کے بعد دوسرا گورو تلقین مذہب کے لیے گدی پر بیٹھتا تھا۔ اکبر کے مرنے کے بعد سال کے اندر ہی اندر سکھون کا ایک گرو کسی طور سے شاہی فوج کے ہاتھ سے مارا گیا جسکے بعد سکھون کو ہتھیار رکھنے کی ضرورت پیدا ہوئی اور وہ مذہبی جوگیون سے سپاہیون کی صورت مین آنے لگے۔ ۱۶۷۵ء مین سکھون کے دسوین گورو گوبند نے مختلف فرقون کو سکھا شاہی مین شامل کرکے ایک چھوٹی سی فوج ترتیب دی۔ عالمگیر کے مرنے پر سکھون کی حالت باغی گروہ کے قریب قریب تھی مسلمانون کو انسے بے انتہا دشمنی پیدا ہوگئی۔ ممکن ہے کہ ابتدا مسلمانون کی طرف سے ہوئی ہو لیکن جب ان سکھون نے تلوار سنبھالی تو برابر ہی ہوگئے اور مسلمانون کا مارنا عین ثواب سمجھنے لگے۔

بہادر شاہ اول کو گورو مندا کے مقابلے میں خود جانا پڑا۔ سکھ لوگ پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے اور موقع پاکر نکل آتے تھے اسلئے مسلمانوں کو انکے تعاقب میں بڑی دقت ہوتی تھی۔ بالآخر سکھ مغلوب ہوگئے اور مندا مفرور ہوگیا لیکن انکی جڑ کٹنے نہ پائی تھی کہ بادشاہ نے بھی فروری سنہ ۱۷۱۲ء میں وفات پائی۔

جہاندار شاہ بن بہادر شاہ سنہ ۱۷۱۲ء

بہادر شاہ کے مرنے پر اسکا بیٹا جہاندار تخت نشین ہوا۔ یہ عیاش اور نالائق بادشاہ تھا اسکے بھتیجے فرخ سیر نے بنگال سے آکر اسکو اور اسکے وزیر ذوالفقار خان کو قتل کیا اور خود تخت پر بیٹھا۔

فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ اول سنہ ۱۷۱۳ء

بارہہ کے سیدوں نے اسکی بڑی مدد کی تھی اسلیے سید عبداللہ خان قطب الملک وزیر ہوا اور اسکا بھائی سید حسین علی خان امام الملک امیر الامرا مقرر ہوا۔ لیکن جب سیدوں کے اختیارات بڑھے تو بادشاہ کو رشک ہوا۔ نکبت کے آثار پیدا ہوگئے۔ اسی وقت میں ایک انگریزی ڈاکٹر نے بادشاہ کا علاج کرکے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے بنگالے میں ۳۸ گاؤں کی زمینداری خریدنے کی اجازت حاصل کی اور یہ حکم حاصل کیا کہ کلکتہ کے پریسیڈنٹ کے دستخط سے جو مال روانہ ہو اسکے محصول کے لیے تلاشی نہ لی جایا کرے۔

سلطنت کی کمزوری دیکھ کر مندا پھر نمودار ہوا اور پہلے سے زیادہ بری طرح پر مسلمانوں سے برتاؤ شروع کیا۔ فرخ سیر کی سلطنت کمزور ہو چلی تھی لیکن پھر بھی مندا کے لیے بہت تھی۔ مندا مع اپنے ساتھیوں کے گرفتار کیا گیا اور دلی لایا گیا اور ایسی سخت سزا اسکو دی گئی کہ عرصہ تک سکھوں کو سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہوئی۔ فرخ سیر سیدوں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

رفیع الدرجات بن رفیع القدر بن بہادر شاہ

رفیع الدولہ بن رفیع القدر بن بہادر شاہ

پھر رفیع الدرجات اور رفیع القدر کو یکے بعد دیگرے سیدوں نے تخت پر بٹھایا۔ لیکن سال کے اندر ہی دونوں مر گئے۔ سیدوں کو بادشاہ گر کا لقب ملا اور اورنگ زیب کی قائم کی ہوئی بادشاہت کے ڈھیچر ہر طرف سے ڈھیلے ہو چلے۔

محمد شاہ بن جہاں شاہ بن بہادر شاہ سنہ ۱۱۳۱ھ سنہ ۱۷۱۹ء

اب سیدوں نے محمد شاہ کو منتخب کیا۔ مشکل سے محمد شاہ کی ماں بیٹے کی بادشاہی پر راضی ہوئی۔

چین قلیچ خان مخاطب بہ آصف جاہ ایک معزز ترکی سردار اور بڑا خاندانی شخص تھا

غازی الدین کا بیٹا تھا جو اورنگ زیب کے سردارون مین گنتی کا سردار تھا - آصف جاہ جہاندار شاہ کے وقت سے بیدل ہو رہا تھا - روز بروز سیدون کی بیجا قوت کے بڑھنے سے سنہ ۱۷۱۲ء مین سیدون سے منحرف ہو گیا - اور دکن مین اپنی خود مختار حکومت کا نقشہ جمایا - اسی سال مین سید عبد اللہ خان بادشاہ سے منحرف ہو کر آمادہ جنگ ہوا - لڑائی مین گرفتار ہوا اور سیدون کی حکومت کا خاتمہ ہوا - محمد شاہ کو اس اعتبار سے سنہ ۱۷۲۰ء سے خود مختار بادشاہ کہنا چاہیے - سنہ ۱۷۲۲ء مین آصف جاہ دکن سے بلایا گیا اور وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن بادشاہ کو عیش و عشرت کا شیدا اور اپنی معشوقہ کے اختیار مین دیکھ کر آصف جاہ بہت متنفر ہوا اور بادشاہ کو بھی اس متشرع سپاہی سے علیحدہ ہونے کی فکر ہوئی - سنہ ۱۷۲۳ مین آصف جاہ نے وزارت سے استعفا دیا اور سنہ ۱۷۲۴ مین خود مختار ریاست دکن مین قایم کر کے حیدرآباد کو دار الریاست قایم کیا اور بادشاہ کو نذرین بھیجکر برائے نام اپنا ولی نعمت تسلیم کرتا رہا - سعادت خان خراسان کا ایک سوداگر فن سپہ گری سے واقف اودھ کا حاکم ہو کر محمد شاہ کی کمزوریون سے خود مختار حاکم بن گیا - مرہٹون نے بہت ہی قوت پکڑی - مرہٹون کے دبانے کے لیے آصف جاہ اور سعادت خان محمد شاہ کے رفیق بنے لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا اسی اثنا مین ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے سنہ ۱۷۳۹ مین حملہ کر کے دلی مین قتل عام کیا اور پھر محمد شاہ کو بادشاہی گدی پر بدستور چھوڑ کر واپس گیا - محمد شاہ کی حالت اب بہت سقیم تھی - نام کو وہ شہنشاہ ہند رہگیا تھا - آصف جاہ اور سعادت خان آپسمین صاف نہ تھے - لیکن نادر شاہ کے مقابلے کے لیے یہ دونون محمد شاہ کے شریک ہوئے تھے -

نادر شاہ نے جو دلی مین خونریزی کی وہ تو زیادہ تر دلی والون کی شرارت کی پاداش تھی لیکن خاندان تیموریہ کے جواہرات اور زر نقد (جسمین تخت طاؤس بھی تھا) وہ اسقدر لیگیا کہ بادشاہ مفلس ہو گیا اور ارکین دولت بھی فقیر ہو گئے - نادر شاہ چلتے وقت محمد شاہ کو اٹک سے پورب جتنا ملک تھا اسکا بادشاہ بنا تا گیا - نادر شاہ زندہ رہتا تو محمد شاہ کو تقویت ہوتی لیکن نادر شاہ کے مرجانے سے بادشاہ کی دقتین بڑھ گئین -

مرہٹے تو تھے ہی - دلی کے اتر دامن کوہ مین روہیلے پٹھانون نے سرتابی کی جسکے لیے بادشاہ کو خود جانا پڑا - ان روہیلون نے خود مختاری اختیار کر لی اور انکے نام سے وہ سرزمین

اب تک روہیلکھنڈ کہی جاتی ہے۔

اسی اثنا رمین احمد شاہ دُرّانی نے اپنے پایہ تخت قندھار سے فتح ہندوستان کے لیے چڑھائی کی۔ سرحد ہند تک وہ پہنچا تھا کہ محمد شاہ نے انتقال کیا۔

احمد شاہ بن محمد شاہ ۶ سنہ ۱۷۴۸ء

احمد شاہ بن محمد شاہ نے بہ حالت شہزادگی کسی حکمت سے احمد شاہ درانی کو ٹالا تھا کہ اسکا باپ محمد شاہ مرا اور یہی تخت شاہی پر بیٹھا۔ اسکے وقت مین روہیلون نے سر اُٹھایا اور مغلوب ہوئے خود اراکین دولت کی نااتفاقی سے یہ مرہٹون کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ اور اسکی آنکھین نکالی گئین۔

عزیز الدین عالمگیر ثانی ۷ بن جہاندار شاہ سنہ ۱۷۵۴ء سنہ ۱۱۶۷ھ

احمد شاہ کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ عماد الملک غازی الدین خان جسنے احمد شاہ کو اندھا کرکے اسے تخت پر بٹھایا تھا وزیر ہوا۔ اسکے وقت مین احمد شاہ درانی دوسری مرتبہ دلّی مین آیا اور نجیب الدولہ روہیلہ کو وزیر سلطنت بنا کر چلا گیا۔ عماد الملک نے امرا اور مرہٹون کی مدد سے دہلی پر حملہ کیا۔ نجیب الدولہ نے پھر احمد شاہ ابدالی کو تیسری مرتبہ بلایا۔ عماد الملک نے یہ کیفیت دیکھ کر عالمگیر ثانی کو قتل کر ڈالا اور اورنگ زیب کے پوتے شاہجہان ثانی کو تخت پر بٹھا کر بھرت پور چلا گیا۔ مرہٹے مقابلے مین آئے۔ احمد شاہ درانی کی مدد نجیب الدولہ اور نواب شجاع الدولہ نے کی احمد شاہ فائز المرام واپس گیا اور شاہجہان کو تخت پر چھوڑتا گیا۔ اسکے بعد مرہٹے پھر دلّی مین آئے اور شاہجہان کو معزول کرکے جوان بخت کو تخت پر بٹھایا۔ احمد شاہ درانی پھر چوتھی مرتبہ ہندوستان مین آیا اور پانی پت مین بے انتہا مرہٹے مارے گئے اور ہمیشہ کے لیے مرہٹون کا زور جاتا رہا

محمد شاہ عالم عالی گوہر ۸ بن عالمگیر ثانی سنہ ۱۷۶۰ء سنہ ۱۱۷۳ھ

عالمگیر ثانی کے بعد اسکا بیٹا شاہ عالم بادشاہ ہوا۔ مرہٹون کا زور گھٹا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا زور شروع ہوا۔ قاسم علی خان اور شجاع الدولہ نے شکست کھائی۔ سنہ ۱۷۶۵ء مین انگریزون سے شاہ عالم نے صلح کی۔ دہلی مین پھر روہیلون کا زور ہو گیا۔ غلام قادر روہیلہ نے بادشاہ کی آنکھین نکال لین۔ مرہٹون نے آکر بادشاہ کی اعانت کی لیکن اپنا سکہ جمایا۔ پھر انگریزون نے مرہٹون کو نکال کر اپنا قبضہ کیا اور اس طرح مغلون کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی بادشاہی ہندوستان مین قایم ہوئی۔

محمد اکبر ثانی بن شاہ عالم ۹ سنہ ۱۸۰۸ء سنہ ۱۲۲۱ھ

شاہ عالم کے بعد اسکا بیٹا اکبر شاہ ثانی دہلی کے لال قلعہ مین تخت نشین ہوا۔ دہلی اور چند دیہات کے علاوہ کوئی شی بادشاہ کے قبضہ مین نہ تھی۔ باپ کی طرح یہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کا

وظیفہ خوار تھا۔ اس بادشاہ کے وقت میں مولوی عبدالعزیز کا انتقال ہوا۔ سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمعیل سکھوں کے مقابلہ میں شہید ہوئے۔ ان دونوں بزرگوں نے شمال و مغرب میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔

ابو الظفر محمد بہادر شاہ ثانی بن محمد اکبر شاہ ثانی

اکبر شاہ کے بعد بہادر شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ باپ کی طرح یہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار تھا اور لال قلعہ کا حاکم تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یہ رنگون بھیجے گئے۔ اور سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر ہندوستان کی سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے انگلش گورنمنٹ کی طرف منتقل ہوئی اور ملکہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کی رعایا ہونے کا فخر ہندوستانیوں کو حاصل ہوا۔

اگر انگلش گورنمنٹ کا سایہ نہ ہوتا تو معلوم نہیں مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی۔ ہندوستان کے مسلمان عیسائی عملداری میں ہیں لیکن مذہبی آزادی کے اعتبار سے اچھی حالت میں ہیں اور خوش ہیں۔

فصل دوازدہم

ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں

نظام حیدرآباد

محمد شاہ کی شاہنشاہی یا دوسرے لفظوں میں دلی کی بادشاہی کے زائل ہونے پر جو ریاستیں ہندوستان میں قایم ہوئیں انمیں نظام حیدرآباد کی ریاست کو اول درجہ کی سمجھنا چاہیے اور کل بلاد اسلام میں سلاطین ترکی شاہان ایران کے بعد یا چند دیگر امور پر لحاظ کرکے خدیو مصر امیر کابل اور شاہ مراکو کے بعد نظام حیدرآباد کا درجہ سمجھا جاتا ہے۔

محمد شاہ کے تذکرہ میں آصف جاہ نظام الملک کا تذکرہ آچکا ہے وہی اس خاندان کا بانی ہوا جب تک شاہان دہلی کی کچھ حالت باقی رہی یہ لوگ تخت دہلی کے معین یا ہوا خواہ رہے۔ جب دہلی بالکل ہی مٹ گئی تو یہ لوگ خود مختار سلطان ہوگئے۔ مرہٹوں سے قرب وجوار کے راجاؤں سے مفرانسیسیوں اور انگریزوں سے انکا مقابلہ رہا۔

اس خاندان کے بادشاہ عموماً نیک نام اور ہر دلعزیز رہے اب تک دس بادشاہ ہوئے ہیں جنکے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ	۱۱۳۲ھ	
۲	غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ		

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۳	میر احمد نظام الدولہ ناصر جنگ	سنہ ۱۱۶۴ھ	
۴	میر محمد امیر الملک صلابت جنگ		
۵	خان نظام علی خان		
۶	میر نظام علی آصف جاہ ثانی	۱۱۷۵ - ۱۲۱۸	
۷	میر اکبر علی خان سکندر جاہ	سنہ ۱۲۱۸ھ	
۸	ناصر الدولہ میر فرخندہ علی خان آصف جاہ	سنہ ۱۲۴۴ھ	
۹	میر تہنیت علی خان افضل الدولہ	سنہ ۱۲۷۳ھ	
۱۰	میر محبوب علی خان	سنہ ۱۲۸۵ھ	

میر محبوب علیخان خلد اللہ

دو برس کی عمر میں میر محبوب علی خان خلد اللہ ملکہٗ گدی پر بیٹھے اور بالغ ہونے پر ۱۳۰۱ھ میں زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ہند کے مسلمان اس والی ریاست اور اس ریاست کو بڑی امید کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اہل علم کی جو قدر آج اس ریاست میں ہو ہندوستان میں کہیں نہیں ہو۔

اس زمانہ کے ایک معزز اخبار نے جو خیالات اس رئیس کی نسبت ظاہر کیے ہیں بجنسہٖ نقل کیے جاتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت حضور نظام کی نسبت یہ مختصر کیفیت ناظرین کے واسطے خالی از دلچسپی نہ ہوگی اعلیٰ حضرت حضور نظام کی عمر ۲۹ برس کی ہو۔ چہرہ بدن قد متوسط مائل بہ کوتاہی خوبصورت ہیں فن سپہگری میں پورے مشاق نہایت عمدہ نشانہ باز اور شہسوار بہت اچھے نیزہ باز۔ آسٹریا کا شاہزادہ جو یہاں سیر کو آیا تھا اُس سے اور حضور نظام سے نشانہ بازی کا مقابلہ ہوا۔ اعلیٰ حضرت جیتے میں نے بھی حضور نظام کے واسطے اپنے ملک سے کئی بندوقین تحفہ کے طور بھیجی ہیں۔ نظام اپنی طبیعت پر پورا اختیار رکھتے ہیں جفاکش انتہا درجے کے ہیں۔ گرمیوں کے ایام میں شیر کا شکار ہوتا ہو تو پہ دھوپ میں گھنٹوں ایک جگہ کھڑے رہتے ہیں۔ خادم کے پاس بہت سے تولیے ہوتے ہیں جب پسینہ آیا اور خادم سے تولیہ لیا اور منہ پونچھا اور پھینک دیا۔ اس طرح ایک ایک دن ڈیڑھ ڈیڑھ سو تولیے

استعمال میں آتے ہیں۔ پہاڑوں میں پیدل اسقدر چلتے ہیں کہ خادم وغیرہ تھک جاتے ہیں اور یہ نہیں تھکتے۔ مزاج میں رحم اور فیاضی بہت ہی۔ خدمتگار وغیرہ جو فقرا کو روکتے ہیں تو منع کردیتے ہیں۔ اپنے مکان میں خدام اور مصاحب کے ساتھ اکثر اوقات ایک جگہ جو کھڑے ہوئے تو گھنٹوں کھڑے ہی رہجاتے ہیں۔ ایک روز دماغ کو چکر آگیا اور گر پڑے۔ ایک روز ایک مصاحب کو غش آگیا جس طرف اُنکی نظر اُٹھ جاتی ہی ایک ایک گھنٹہ تک قایم رہتی ہی اور کچھ سوچا کرتے ہیں۔ جلال اسقدر ہی کہ وزیر اعظم ہی جب کبھی طلب ہوتے ہیں تو اُنکے ہوش درست نہیں رہتے حالانکہ وہ رشتہ دار ہیں۔ اُنکے بڑے بہنوئی ہیں اور نظام اُنکا بہت خیال کرتے ہیں۔ رزیڈنٹ صاحب جب سلام کو حاضر ہوتے ہیں تو اُنکے چہرے پر تغیر کے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ نظام فقرا اور اولیا اللہ کے بڑے معتقد ہیں اور نہایت مودب ہوکر اُنکے سامنے بیٹھتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر باتیں کرتے ہیں اور رخصت ہونے کے وقت اُنکی جوتیاں اپنے ہاتھ سے رکھ دیتے ہیں مجلس وعظ میں جب حاضر ہوتے ہیں ابتدا سے انتہا تک روتے ہیں۔ علما کی بھی نہایت عزت کرتے ہیں سُنی المذہب حنفی المشرب ہیں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بڑی عقیدت ہی۔ باورچیخانہ کا خرچ آٹھ ہزار روپیہ روز کا ہی مگر خود کھانے کا کم شوق ہی۔ دو سو باورچی نوکر ہیں۔ رعایا کی حیثیت سے ہندو مسلمان دونوں کو برابر دیکھتے ہیں۔ ابھی ابھی ایک ہندو سردار تھے جنکا نام بنسی لال یا بنسی پرشاد تھا۔ نظام نے اُنکو بنسی راجہ کہکر پکارا۔ بس فوراً اُنکو یہ خیال آیا کہ میری زبان سے راجہ نکلا ہی۔ اُسی وقت راجہ کا خطاب اُنکو عطا کیا اور اسقدر جاگیر دی کہ واقعی راجہ بنا دیا بیس لاکھ لاکھ روپیہ مساجد وغیرہ کے خرچ کے لیے ہی"

ریاست بہاولپور

حضرت عباس عم رسول کے خاندان کے لوگ شکارپور رہتے تھے۔ درانی کے ظلم سے تنگ آکر یہ لوگ خوب دل کھول کر لڑے اور پھر بہاولپور میں آکر سنہ ۱۷۳۳ء میں خودمختارانہ طور پر آباد ہوئے سنہ ۱۸۲۷ء تک یہ لوگ الگ الگ حکمران تھے اور سنہ ۱۸۲۷ء میں سب رئیسوں نے ملکر بہاول خان ثالث کو اپنا بادشاہ قرار دیا۔ اُس وقت ریاست کے حدود ارضی بہت بڑھ گئے تھے۔ اخیر میں رنجیت سنگھ سے تنگ آکر بہاول خان نے انگلش گورنمنٹ سے مدد چاہی اور تب سے یہ ریاست برابر انگلش گورنمنٹ کی حمایت میں چلی آتی ہی۔ بہاول خان ثالث کے بعد فتح خان۔ بہاول خان

چہارم اور نواب صادق خان جنکے بعد دیگرے حکمران رہے یہ ایک چھوٹی سی ریاست ہے اور چھبیس لاکھ سے کچھ زیادہ کی تحصیل ہے۔

ریاست مالیرکوٹلہ

ایک چھوٹی سی ریاست مالیرکوٹلہ کی پنجاب میں ہے ڈھائی لاکھ کی تحصیل ہے۔ یہ لوگ شیخ احمد زندہ پیر کی نسل میں ہیں۔ بہلول لودھی کے پہلے یہ لوگ مخدوم زادوں کی طرح پیشوائے مذہب کی حیثیت رکھتے تھے۔ بہلول لودھی نے انکو جاگیر دیکر پولیٹکل معاملات سے دلچسپی پیدا کروائی۔ پھر سلاطین مغل کے زمانہ میں یہ لوگ کچھ اور با اختیار ہوتے گئے۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں انگلش گورنمنٹ کی حمایت میں وزیر خان مسندنشین ہوا اور تب سے برابر مسندنشینی کا سلسلہ جاری ہے۔

ریاست ٹونک

صاحبزادہ امیر خان قوم پٹھان نے اپنے زور بازو سے سنہ ۱۸۶۶ء میں ریاست ٹونک کی بنیاد ڈالی۔

نواب امیر خان۔ نواب وزیر محمد خان عرف وزیر الدولہ۔ نواب محمد علی خان۔ نواب محمد ابراہیم خان خلد اللہ ملکہٗ آج تک پانچ نواب مسندنشین ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دینداری میں مشہور ہیں۔ مذہبی حرارت کی وجہ سے کچھ جھگڑا ہوگیا تھا جسپر نواب محمد علی خان کو انگریزوں نے بنارس میں لاکر رکھا اور محمد ابراہیم خان کو گدی نشین کیا۔ گیارہ لاکھ کی ریاست ہے۔

ریاست رامپور

روہیلے پٹھانوں کا زور محمد شاہ اور اسکے مابعد کے سلاطین کے تذکرے میں لکھا گیا ہے مرادآباد، بدایوں اور بریلی میں انہیں لوگوں کی حکومت تھی۔ آخر آخر غلام محمد خان غاصب ریاست پر آصف الدولہ لکھنؤ کا نواب انگریزوں کو چڑھا لایا۔ نواب غلام محمد خان مارا گیا محمد علی خان متوفی سابق رئیس کا بیٹا احمد علی خان گدی پر بیٹھا۔ احمد علی خان کے مرنے پر محمد سعید خان بن نواب غلام محمد خان گدی نشین ہوا اور نواب محمد سعید خان کے بعد نواب محمد یوسف علی خان گدی نشین ہوئے۔ جنھوں نے ایام غدر میں انگریزوں کے ساتھ خیرخواہی کرکے بہت کچھ رسوخ پیدا کیا۔ انکے بعد انکے بڑے بیٹے نواب کلب علی خان مسندنشین ہوئے انکا عہد یادرہے گا بڑے مدبر اور نیک نیت رئیس تھے۔ ہر قسم کے اہل فن انکے دربار میں جمع رہتے تھے۔ سنہ ۱۳۰۶ھ میں انکا انتقال ہوا اور اب انکے بیٹے نواب حامد علی خان سلمہ نواب ریاست ہیں۔ اللہ انکے ملک میں ترقی اور دولت میں افزونی عطا کرے۔ دلی اور لکھنؤ کے درمیان میں بس

سہی ایک رئیس ہین- علوم انگریزی سے واقف ہین اور یورپ کی بھی سیر کی ہو- تعلیم عمدہ پائی ہو
سال دو سال سے مسندنشین ہوئے ہین- ہر طرح امید کیجاتی ہو کہ انکے وقت مین ملک کی مرفہ الحالی
ترقی کرے گی- انکے وقت مین منشی امیر احمد مینائی بڑے اہتمام سے اردو لغت جمع کررہے ہین
اگر یہ کتاب ختم تک پہنچی تو عمدہ یادگار ہوگی-

ریاست ممدوٹ

پنجاب مین ایک چھوٹی ریاست ممدوٹ کی ہو- والی ریاست قوم کا افغان ہو- نظام الدین خان
بانی ریاست رنجیت سنگھ کا ہمعصر اور اسکا ماتحت تھا- اب انگلش گورنمنٹ کی نگرانی ہو- نظام الدین
خان- قطب الدین خان- فتح الدین خان- جمال الدین خان- قطب الدین خان- نظام الدین خان
گذشتہ والیان ریاست کے نام ہین-

ریاست بھوپال

وسط ہند مین ایک ریاست بھوپال ہو- بعد حیدرآباد کے وسعت اراضی کے اعتبار سے
اسی کا درجہ ہو- فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین جب دہلی کی سلطنت ضعیف ہوئی تو دوست محمد خان
مرازی نے اس حصہ ملک مین دخل کرلیا- تب سے یار محمد خان فیض محمد خان- حیات محمد خان-
غوث محمد خان- وزیر محمد خان- نظر محمد خان- فوجدار محمد خان- قدسیہ بیگم- جہانگیر محمد خان-
نواب سکندر بیگم- نواب شاہجہان بیگم خلد اللہ ملکہا یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے-

نواب صدیق حسن خان مرحوم نواب شاہجہان بیگم کے شوہر تھے بڑے دیندار اور متشرع
تھے- بہت سی مذہبی کتابین مرحوم نے تالیف اور ترجمہ کین- بھوپال مین انکی بدولت جو مذہبی
رونق قایم ہوئی تھی اب تک اسکا اثر باقی ہو- نواب شاہجہان بیگم سے مسلمان خوش ہین اور ریاست
نیک نام ہو-

بنگال مین اورنگ زیب کے وقت مین جعفر علی خان گورنر تھا- سلطنت مغلیہ کو ضعف ہوتا
گیا اور بنگال کے گورنرون کی قوت بڑھتی گئی- سنہ ۱۱۱۶ھ سے سنہ ۱۲۵۴ھ تک مفصلہ ذیل نواب گدی
نشین ہوئے-

مرشد آباد کے نواب

جعفر علی خان- شجاع الدولہ- علاء الدولہ سرفراز خان- علی وردی خان مہابت جنگ
غلام حسین خان سراج الدولہ- نواب میر محمد قاسم علی خان- نجم الدولہ- اشرف میر پھلواری سیف
الدولہ- مبارک الدولہ- نظام الملک- سید زین العابدین خان- سید احمد علی خان- ہمایون جاہ

منصور علی خان نصرت جنگ۔

اس خاندان کے لوگ اب بھی باقی ہیں اور انگلش گورنمنٹ سے کچھ وظیفہ پاتے ہیں۔ غلام حسین سراج الدولہ وہی شخص ہے جسکی نسبت ہندوستان کی تاریخ میں مذکور ہے کہ کلکتہ میں حملہ کرکے ۱۴۶ انگریزون کو سنہ ۱۱۷۰ھ میں ۱۵ فٹ مربع حجرہ تاریک میں بند کیا تھا۔ نواب میر قاسم علی نے انگریزون سے ۱۱۷۵ھ کے قریب پوری شکست کھائی اور اسی وقت سے اس خاندان کی خودمختاری زائل ہوئی۔

شاہان اودھ

جسطرح محمد تغلق کی شاہنشاہی کے زوال کے بعد شاہان جونپور خودمختار رئیس بنگئے تھے۔ اسی طرح محمد شاہ کے گورنر برہان الملک سعادت خان کی نسل مین خودمختارانہ حکومت کا سلسلہ احمد شاہ کے وقت سے شروع ہوا۔ منصور علی خان صفدر جنگ ۱۱۶۵ھ مین وزیر تھا پھر اودھ کی حکومت پر دلی سے والپس آیا۔ اسکے بعد خاندان مغلیہ کا زوال اور اس خاندان کا عروج شروع ہوا

برہان الملک سعادت خان۔ منصور علی خان صفدر جنگ ۱۱۶۵ھ۔ شجاع الدولہ ۱۱۷۰ھ جلال الدین حیدر۔ آصف الدولہ ۱۱۸۸ھ۔ علی جان ۱۲۱۲ھ۔ سعادت علی خان ۱۲۱۲ھ غازی الدین حیدرخان ۱۲۲۹ھ۔ نصیر الدین حیدر ۱۲۴۳ھ۔ محمد علی شاہ ۱۲۵۳ھ۔ امجد علی شاہ ۱۲۵۸ھ۔ واجد علی شاہ ۱۲۶۳ھ سے ۱۲۷۱ھ تک۔ برجیس قدر ۱۲۷۳ھ۔ یہ تیرہ اشخاص اس خاندان مین صاحب حکومت گزرے ہین۔

نصیر الدین حیدر کے بعد منا جان تخت پر بیٹھا تھا لیکن فوج انگلشیہ کی مدد سے وہ گرفتار ہوکر چنار گڈھ مین قید کیا گیا اور نصیر الدین محمد علی شاہ تخت پر بیٹھا۔ مناجان کا زمانہ حکومت بہت ہی قلیل ہوا اسلیے فرمانروایون مین اسکا شمار نہین کیا جاتا۔

والیان ریاست غازی الدین کے پہلے نواب کہلاتے تھے اور اسکے وقت سے شاہ کہے جانے لگے۔ آصف الدولہ نے لکھنؤ کو دارالسلطنت قرار دیا۔ شروع مین بہار سے روہیلکھنڈ تک شاہان اودھ کا قبضہ تھا۔ سعادت علی خان سے آدھا ملک شرقی ایسٹ انڈیا کمپنی نے لے لیا۔ واجد علی شاہ کے مزاج مین آرام طلبی زیادہ تھی ملک مین ہر جا بے انتظامی

ہوئی ارکین دولت کی نااتفاقی اور بھی ریاست کے حق مین زہر ہوگئی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے واجد علی شاہ کو معزول کرکے کلکتہ پہنچایا - انکا بیٹا برجیس قدر اپنی مان کی ولایت مین کچھ یونہی بنام نام مزاحم ہوا - اور پھر ریاست نیپال مین پناہ گیر ہوا اسلیے اسکا نام بھی زمرۂ شاہان مین لکھدیا گیا -

لکھنؤ کی رونق

دلی کے بعد لکھنؤ کی رونق ایسی تھی جیسی قرطبہ کے بعد غرناطہ کی رونق اندلس مین مسلمانون کی یادگار قایم ہوئی - لکھنؤ جب آباد تھا عجب شہر تھا - ہر فن کے ماہر باکمال جمع تھے - اُردو زبان کی ٹکسال جسطرح دلی تھی ویسی ہی ایک ٹکسال لکھنؤ کو بھی سمجھنا چاہیے ۱۸۵۷ء نے ایک ساتھ دلی اور لکھنؤ کو غارت کیا ۱۸۵۷ء کے قبل جنھون نے دلی اور لکھنؤ کو دیکھا ہی وہ کلکتہ اور بمبئی کو حقیر جانتے ہین - یہ دونون شہر دولت مین بڑھ جائین لیکن وہ لوگ کہان پیدا ہونگے اور وہ مذاق کہان سے آئےگا جسپر یہانکے لوگ مرمٹنے کو طیار تھے -

چھوٹی چھوٹی ریاستین

مفصلۂ بالا ریاستون کے علاوہ نو ریاستین مسلمانون کی اور ہین جنکا اختصار یون کیا جاتا ہی -

نمبر	نام ریاست	قوم	فرمان روا
۱	ریاست جوناگڈھ بمبئی -	بلوچی پٹھان	نواب بہادر خان
۲	ریاست تبادرہ بنگال	افغان	نواب محمد اسمعیل خان
۳	ریاست رادھن پور بمبئی	مغل	نواب بسم اللہ خان
۴	ریاست پالن پور بمبئی	افغان	دیوان شیر محمد خان
۵	ریاست گدی بمبئی	افغان	نواب جعفر علی خان
۶	ریاست خیرپور بمبئی	بلوچی پٹھان	
۷	ریاست باؤنی بنگال	چغتان	نواب محمد حسین خان
۸	ریاست بناس پور بنگال	مغل	نواب سند خان
۹	ریاست کوروائی	افغان	نواب محمد سرور علی خان

فصل سیزدہم

اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیون ہوا

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام اپنی پوری روشنی مین کب تھا۔ ملکی فتوحات کے اعتبار سے تو وہ اب بھی جا بجا موجود ہی۔ اور افراد شخصی کے لحاظ سے اس گئی گزری حالت پر بھی دُنیا مسلمانون سے خالی نہین ہی۔ لیکن ہم سچے اسلام سے وہ ذوق و شوق مراد لیتے ہین جو رسول اللہ نے اپنے کلام اور فیض صحبت سے لوگون کے دلون مین ایک خاص طور پر پیدا کر دیا تھا۔ ہر شخص اُسوقت دُنیا کو محض دینی اغراض کے لیے کام مین لاتا تھا۔ مذہبی اغراض کے مقابلہ مین دُنیاوی اغراض کو ہیچ جانتا تھا۔ تمام مسلمان ایک دل ایک فریق ایک گروہ سمجھے جاتے تھے۔ گھنٹہ بھر پہلے جو مسلمانون کے نزدیک گشتنی تھا وہ قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ہی حقیقی بھائی کے برابر ہو جاتا تھا۔ سگے بھائیون مین تو جھگڑے ٹنٹے ہوتے ہی رہتے ہین اسلیے یون کہیے کہ وہ دوسرے مسلمانون کا جزو بدن ہو جاتا تھا۔

اسلام کی پوری روشنی

چو عضوے بدرد آورد روزگار دیگر عضوہا را نماند قرار

ایک رونین کے ٹوٹنے سے سارے بدن مین درد ہوتا ہی اور جسم مین کسی ایک مقام کے سہلانے سے تمام جسم کو آرام ملتا ہی۔ بس یہی کیفیت ابتدا مین مسلمانون کی تھی۔ کسی ایک مسلمان کی خوشی کا تمام مسلمانون پر اثر پڑتا تھا اور ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کی ناخوشی سے تمام قوم متاثر ہو جاتی تھی۔ جب تک مسلمانون کی یہ حالت تھی ہم کہتے ہین کہ اُسی وقت تک دنیا مین سچا اسلام تھا یعنے اُسوقت تک اکثر مسلمان اُس سبق کو ذرا بھی بھولے نہ تھے جو رسول عربی نے پڑھایا تھا اُسکے بعد قوم اُس اعلیٰ صفت سے متصف نہ رہی جسپر مسلمانون کو ناز تھا اور ناز ہی اُسکے بعد جسطرح ہر قوم مین اچھے بُرے ہوتے ہین اسی طرح مسلمانون مین بھی ہر قسم کے لوگ ہوئے اور ہوتے ہین اور آئندہ ہوتے رہین گے۔ لیکن جب تک قرآن مسلمانون کا دستور العمل رہا۔ اپنے ملکی قانون کے اعتبار سے پھر بھی یہ خیر الامم سمجھے گئے

اخوت اسلامی

ہماری مفصلہ بالا تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے اچھے دلون کو ہم دو حصون پر تقسیم کر سکتے ہین۔ ایک وہ زمانہ جب سچے اسلام کا وجود دُنیا مین تھا۔ اور دوسرا وہ زمانہ کہ طبیعتون مین گو اختلاف اور بُرائیان پیدا ہو گئی تھین لیکن قرآن کو دستور العمل اور پولیٹکل قانون جانکر عام طور پر شعار اسلام سمجھا جاتا تھا۔ پہلا زمانہ افسوس ہی کہ بہت تھوڑے دلون تک قایم رہا اور دوسرا زمانہ

اسوقت تک تھا جو عام طور پر مسلمانوں کی ملکی ترقی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا زمانہ صرف تیس تینتیس ۳۳ برس تک قایم رہا۔ سنہ ہجری سے دس گیارہ سال ایک
حیات رسولؐ اور اُسکے بعد کوئی ۲۳ سال تک خلفاے راشدین کا وقت یعنے حضرت عثمان
خلیفہ ثالث کے اخیر زمانہ کی بدنظمیوں کے پہلے پہلے یہ تینتیس ۳۳ برس کا زمانہ ایسا تھا کہ ہبوط آدم سے
اب تک نہ ہوا اور نہ مسلمان کے عقیدے کے مطابق آیندہ ہونے کی امید ہے۔ ۳۳ برس کے بعد کوئی
بُرا مانے یہ پہلا پیغمبر خدا کے سبق اکثر صحابہ فراموش کر چکے تھے۔ جب تابعین اور تبع تابعین کا
زمانہ اُن ابتدائی ۳۳ سالوں کے مقابلہ مین نہایت ہی بُرا اور پُر آشوب سمجھا گیا تو مابعد کے قرون
کا کیا تذکرہ۔ سنہ ۳۳ھ کے بعد جو لڑائیاں مسلمانوں نے کین اُنمین مورخون کے نزدیک خود غرضیون کو
زیادہ تعلق تھا۔ مسلمان مسلمان سے لڑے جنمین سے ایک فریق کو خواہ مخواہ برسر خطا ماننا پڑتا ہے چند
لڑائیون کو باہمی غلط فہمیون کے حوالے کرتے ہین۔ لیکن پھر آگے چل کر مورخون کو صاف صاف کہنا
پڑتا ہے کہ دُنیا کے مقابلہ مین دین کا خیال رکھنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ رسول اللہ کا زمانہ وہ
ایک عجیب قدرت کا زمانہ تھا۔ خدا کو یہ دکھانا تھا کہ انسان سے بھی فرشتون کے کام لیے جا سکتے ہین

خالی کر دُنہ بند کر کے سمندر کی تہ پر رکھدیا جائے۔ سیکڑون فیٹ قعر سمندر کو وہ منٹون مین
نہین سکنڈون مین طے کر کے سطح آب پر آجائیگا۔ بس یہی کیفیت مسلمانون کی تھی الحق یعلو ولا یعلیٰ
زمانہ ہجرت تک پیغمبر خدا نے اپنی قوم کو آلایش جہالت سے پاک کرنے مین وہی کام کیا جو تجلیلاً
کدو کے اندرونی حصہ کے صاف کرنے مین کرنا پڑتا ہے۔ پھر اُسکے بعد تمام دُنیا مین عرب اس سُرعت
سے پہنچے کہ اُسکی نظیر نہین ملتی۔

کاغذ پر ایک قطرہ تیل کا ڈال دیا جائے اور پھر ایک گھنٹے کے بعد دیکھا جائے کہ ایک مربع فٹ کاغذ
تیل سے بھرا پڑا ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیرت مسلمانون کی ترقی سے ظاہر ہوتی ہے۔ سنہ ہجری کے
پہلے سال مین مسلمانون کے پاس کوئی کنواں پانی پینے کو یا کوئی جگہ نماز پڑھنے کو بھی مدینہ مین
نہ تھی۔ انتہا سے بیچارگی ملاحظہ فرمائیے۔ گویا مادر گیتی کے وہ فرزند ہی نہ تھے اور پھر تینتیس برس کے
اندر انھین بیچارون کو دیکھیے تو جنوب مین یمن کا حصہ جنوبی۔ شمال مین بحر اسود۔ مغرب مین
افریقہ کا ساحل شمالی۔ مشرق مین حدود ہندوستان۔ اس وسعت مین سب یہی لوگ نظر آتے

تھے۔ یون تو چنگیز خان کے حملے۔ تیمور کے حملے۔ بونا پارٹ کے حملے۔ اور اسکے پہلے سکندر اور بخت نصر کی چڑھائیان بھی مشہور ہین۔ لیکن مسلمانون کے ساتھ حیرت افزا امر جو وہ یہ ہے کہ ۳۳ برس کے اندر وہ جہان تک پہنچ گئے وہان کے باشندون کو اپنا ہمدرد اپنا ہمخیال اپنا ہم مذہب بنا لیا۔ اور کافرون سے بت پرستی اور عیسائیون سے مسئلہ تثلیث۔ گبرون سے آتش پرستی ستارہ پرستون سے ستارہ پرستی۔ وحشیون سے رسید گی چھڑا دی۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کیسا زمانہ تھا اور کیسے لوگ تھے۔ کیسا سچا خیال اور کتنا مستحکم استقلال اُن لوگون کے ساتھ ساتھ

مسلمانون کی ترقی

چلتا تھا۔ آبائی مذہبون کو ترک کرنا کوئی آسان کام نہین ہی۔ لیکن معلوم نہین کہ کیا منتر وہ لوگ پڑھتے تھے کہ غیر قومین مسمر ایز ہو جاتی تھین۔ منتر صرف یہ تھا کہ اپنے طرز عمل سے وہ لوگ دکھاتے تھے کہ مسلمان تمام امور مین دُنیا کی بہترین قوم ہین۔ مذہب گو اخروی خیال سے زیادہ تعلق رکھتا ہی لیکن عوام کے سمجھنے کے لیے آخر کوئی ذریعہ چاہیے۔ بس اس سے اچھا کیا ذریعہ ہو سکتا ہی کہ مسلمانون نے اپنی دنیوی حالت سے لوگون پر ثابت کر دیا کہ جو قوم دُنیا مین ایسی سچی ایسی خلیق ایسی باقاعدہ ایسی منکسر المزاج۔ ایسی بے طمع ہی اُسکا حشر کیونکر بُرا ہو سکتا ہی اور جب اُسکا حشر بُرا نہ ہوا تو اُسکے ساتھیون کا حشر کیونکر بُرا ہو گا

تاریخون سے معلوم ہوتا ہی کہ ۳۳ھ کے بعد مسلمانون کے اخلاق مین کمی پیدا ہوئی یعنے عام مسلمان قابل ستایش نہ رہے بلکہ یہ ڈھونڈھنا پڑا کہ کون حق پر قایم ہی اور کون جادۂ اعتدال سے گرا ہوا ہی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ۳۳ھ تک جہان جہان مسلمان پہنچ سکے وہان آج بجز اسلام کے اور کوئی دوسرا ملکی مذہب نظر نہین آتا اب اِن دونون باتون کو پیش نظر رکھنے کے بعد کچھ شبہہ نہین رہتا کہ ۳۳ برس کے قبل جو وصف مسلمانون مین تھا وہ عام طور پر باقی نہین رہا یعنے جو وصف پہلے قوم مین تھا وہ بعض افراد قوم کے ساتھ مختص ہو گیا

مسلمانون کی حالت سکون

ملکی اور مذہبی پیشوائی ۳۳ھ تک ایک شخص مین تسلیم کیجاتی تھی۔ پہلے رسولؐ خدا دونون جہان کا پیشوا سمجھا جاتا تھا اُسکے بعد امر خلافت مین کچھ تھوڑے سے اختلاف کے بعد عام مسلمانون نے یہ تسلیم کیا کہ خلیفہ اول کا فعل چونکہ سنت نبوی کے خلاف نہین ہی اسلیے وہ دینی اور دنیاوی امور مین پیشوا ہین۔ یہی خیال لوگون کا خلیفہ ثانی کی نسبت بھی تھا۔ خلیفہ دوم کو اخیر تک اور اُنکے

بعد خلیفہ سوم کو جب تک مروان کی مداخلت سے بے لطفیان نہین پیدا ہوئین لوگ ایسا ہی سمجھتے رہے اسکے بعد جو فتنے برپا ہوئے وہ لوگون پر ظاہر ہین یہان لکھنے کا موقع نہین اب مسلمانون کے دو فرقے ہوئے ایک وہ جنھون نے دُنیا وی امور کو دینی معاملات سے الگ کرکے عزلت گزینی اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے دین اور دُنیا کو اسی طرح ساتھ رکھنا چاہا جسطرح وہ اب تک دیکھتے آئے تھے۔ لیکن افسوس کہ وہ رسول اللہ کے پڑھائے ہوئے سبق کو بھول چلے تھے اس دوسرے فرقہ مین کچھ لوگ تو سچے دل سے دین اور دُنیا کا ساتھ چاہتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ فی الواقع وہ اس خیال کے نہ تھے محض دنیا وی طمع سے وہ اپنے کو ایسا ظاہر کرنا ترقیون کا سبب سمجھتے تھے۔ پچھلے گروہ کی ان ذہنی نقیسون نے غضب دکھا دیا۔ ظاہر مین دونون کی غرضین ایک اور دلون مین زمین اور آسمان کا فرق۔ اس پولٹیکل گروہ کے اختلاف سے مسلمانون مین ایسی خونریزیان ہوئین کہ سُننے والون کو حیرت ہوتی ہے کہ یون دفعتاً مسلمانون کی کایا پلٹ کیون ہوگئی۔ تھوڑے دنون کے بعد گروہ ثانی کا فرقہ اول بالکل معدوم ہوگیا صرف فرقہ ثانی رہگیا جسکی غرض دُنیا کے لیے دین کا بیچنا اور دین کو بدنام کرکے اُسکے ذریعہ سے دُنیا کا حاصل کرنا مقصود رہا۔ تلوار خزانہ اور حکومت سب انکے ہاتھ مین تھی۔ گروہ اول جس نے دُنیا کو لات ماری تھی نان شبینہ کا محتاج تھا اور بالکل اُنکے بس مین تھا۔ اس پولٹیکل گروہ مین جتنا نور ایمان تھا اُتنی ہی روشنی یہ بلاد مفتوحہ مین پھیلا سکتے تھے۔ زیادہ کہان سے لاتے۔

مختصر یہ کہ پہلی صدی کے اندر ہی اندر صوفیون۔ عالمون۔ قاضیون۔ محدثون۔ فقیہون کا گروہ الگ ہوگیا اور ظالمون لٹیرون۔ لامذہبون کا گروہ جُدا قایم ہوا۔ فرمانروأون کی جماعت اسی پچھلے گروہ سے پوری کی جاتی تھی۔ انمین بعض بعض وقت اعلی درجہ کے لوگ بھی تھے مثلاً عمر بن عبد العزیز دمشق مین۔ ناصر الدین محمود ہندوستان مین۔ لیکن الشاذ کالمعدوم۔

اب ہم یہ دکھاتے ہین کہ ہندوستان مین اسلام کب آیا۔ افغانستان تک اسلام تیس صدی کے اندر آچکا تھا دیکھ لیجیے وہان کا ملکی مذہب اسلام ہے۔ ہندوستان کی حالت سُنیے کہ خلیفہ دوم عمر کے وقت مین کچھ مسلمان جہاز کے ذریعہ سے سندھ مین آگئے اور چلے گئے۔ اُنکے آنے کی وجہ ظاہر نہین ہوئی۔ کچھ لوگ اسکے بعد تحقیق حالات کے لیے آئے اور دیکھ بھال کر واپس گئے سنفل طور

مسلمانون کے فرقے

پر اس ملک کو بلاد اسلام میں شامل کرنے کے لیے پہلی صدی کے اخیر میں محمد قاسم آیا۔ یہ نیت ولید ابن عبدالملک خلیفہ دمشق کا تھا۔ مسلمانوں میں سنہ ۳۲ھ کے بعد جو نفاق کی آگ بھڑکی تھی وہ اب ایک طور پر فرو ہو گئی تھی۔ سلاطین عجم کی سی کیفیت بادشاہوں میں آچلی تھی۔ ملکی فتوحات کا شوق پھر انہیں تازہ ہوا۔ محمد قاسم کا ہندوستان میں آنا اشاعت اسلام کی غرض سے نہ تھا یا یوں کہیے کہ اشاعت اسلام اسکا مقصود نہیں تھا۔ اصلی غرض توسیع سلطنت تھی تاہم ابتک مسلمانوں میں سُنت نبوی کی کچھ بو باس باقی تھی۔ اُسکا آنا کسی غرض سے ہو لیکن لڑائی کی بنا اُسنے مذہبی طریقہ سے کی یعنے راجہ داہر والی پنجاب کے پاس آ سنے کہلا بھیجا کہ تم مسلمان ہو جاؤ یعنے قرآن کو اپنے ملک کا قانون قرار دو کہ یہ کلام خدا کی آئین مذہبی ہو اور اگر تم اسے منظور نہ کرو تو تم ہمارے مطیع ہو کر کوئی خفیف رقم خرچ فوج کے لیے جزیہ کے نام سے دیا کرو تاکہ مسلمان تمہارے ملک کی نگرانی کریں (یہ ایسا ہی تھا جیسا کہ رزیڈنٹ حیدرآباد نظام کی ریاست کا نگران رہتا ہے) اور اگر تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانو تو تلوار کو حکم قرار دو۔ نوبت لڑائی کی پہنچی اور محمد قاسم غالب رہا۔ بہت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں کی حکومت ہند میں قایم ہوئی۔ مسلمانوں کے طرز تمدن اور حسن اخلاق پر ہندو اپنے خیالات قایم کرنے لگے۔ ابھی پورے طور پر محمد قاسم کی رنگت جمنے نہ پائی تھی کہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے ایسا جاہلانہ اور وحشیانہ فعل سرزد ہوا کہ تمام ہندو کو اچنبھا ہو گیا اور جو عمدہ خیالات مسلمانوں کی طرف سے اُنکے دل میں قایم ہوئے تھے وہ نفرت سے بدل ہو گئے۔ تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ راجہ کی دو لڑکیاں خلیفہ کے حرم بنانے کے لیے دمشق بھیجی گئی تھیں۔ لڑکیوں نے اپنے باپ کے خون کا عوض یوں لیا کہ محمد قاسم کا اپنی طرف ملتفت ہونا خلیفہ سے بیان کیا۔ خلیفہ نے بے سمجھے یہ حکم بھیجا کہ محمد قاسم کچی کھال سے منڈھا جائے اور دمشق بھیجا جائے۔ خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور محمد قاسم کا جنازہ دمشق چلا۔ زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ دمشق سے ہندوستان تک اعلیٰ سے اعلیٰ گورنر موجود تھے کسی نے اس حکم کی ترمیم کی جرأت نہ کی۔ محمد قاسم بیچارہ ایک ادنیٰ ملازم کیا کرتا اور اُسپر سے عربی نسل ہونے کی وجہ سے یہ بات اسکی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی کہ حکم میں تامل کرنا مذہبی شان کے خلاف ہے۔ محمد قاسم نے جو کچھ اسلام کی خوبیاں

ولید بن عبدالملک

محمد قاسم ہند میں

خوبیاں ہندوستان کے لوگوں میں تھیں اپنے جنازہ کے ساتھ ہندوستان سے لیتا گیا ہندو یہ سمجھے کہ مسلمان قابل نفرت ہیں۔

ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں بہت سے فتوحات ہوئے۔ لاہور سے لیکر نصف فرانس تک اسکی حکومت تھی اور حکومت کی نوعیت محمد قاسم کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے جو شخص قوم کے اعتبار سے مسلمان ہو وہ اس حکومت پر ناز کرے۔ لیکن خیال مذہب کے رو سے جو مسلمان ہے خوش تو وہ بھی ہوگا لیکن فخر و ناز میں تامل کریگا۔

اسپین بھی ولید کے وقت میں فتح ہوا اور جتنے دنوں تک ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت رہی قریب قریب اتنی ہی مدت تک اسپین میں مسلمان رہے۔ اور مسلمان ایسے کہ وہ آجکل کے تمام لکھے پڑھے مسلمانوں کے مایہ ناز اور یورپ کی مہذب قوموں کے استاد تھے۔ لیکن جب عیسائیوں نے زور پکڑا تو اسپین سے مسلمان اس طرح نکالے گئے جس طرح دودھ سے مکھی یا آپ کے لفظوں میں جسم سے روح۔ اسکا سبب کیا تھا؟ یہی کہ خلیفہ نے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ سلطان جابر ہونے کی حیثیت سے ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو محض دینی امور سے تعلق رکھتا تھا گرتا پڑتا وہاں پہنچا اُسکے سبب سے کچھ روشنی پھیلی۔ کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں کی نسل بڑھی۔ کچھ لوگ دُنیاوی رسوخ کے خیال سے بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ لیکن ملک پر اپنے اخلاق کا عام اثر مسلمانوں نے ایسا نہ ڈالا کہ تمام ملک اسلام کی طرف راغب ہوتا اور تمام ملک میں ایک ہی مذہب پھیل جاتا۔ جس طرح ہندوستان کے فتح ہوتے ہی ہندوؤں کے بھڑکانے کے لیے محمد قاسم کا جنازہ روانہ ہوا اُسی طرح اسپین میں بھی ایک واقعہ پیش آیا طارق (فاتح اسپین) نے اپنی خوشی سے حملہ کرکے اسپین فتح کیا۔ موسیٰ گورنر افریقہ نے طارق کو عدول حکمی کے جرم میں قید کیا۔ کیا اچھا انعام ملا۔ اسکا سبب کیا تھا؟ بس یہ کہ گورنر افریقہ کو رشک آیا۔ وہ ڈرا کہیں خلیفہ کی طرف سے افریقہ کی گورنری طارق کو مل جائے بڑوں کا اثر چھوٹوں پر ضرور پڑتا ہے۔ جب بڑے بڑے لوگوں کے یہ خیالات تھے تو چھوٹے چھوٹے حکام بھی اسی رنگ کے ہونگے۔ "دین الملوک ملک الادیان" یہی سبب تھا کہ ان بادشاہوں کی بدولت اسلام کو رونق نہیں ہوئی۔ کچھ رونق اُن نفوس پاک (علماے مذہب) سے ہوئی

جو ان بادشاہوں کی حمایت میں اپنا مذہبی وعظ سناتے تھے۔ سارے ملک کے ایک مذہب ہونے کے لیے حاکم کا مذہبی اثر جو ایک ضروری امر تھا مفتوحہ ممالک میں خیر سے کبھی نہیں پڑا۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ ایسے لوگ یا تو علم تاریخ سے جاہل ہیں یا تعصب نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ اسلام ہرگز بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ ہاں مسلمان بادشاہوں نے ملک البتہ بزور شمشیر حاصل کیے۔ جن ممالک کو ایسے بادشاہوں نے فتح کیا جنکی غرض صرف حکومت اور نام آوری تھی۔ وہاں اسوقت اسلام کی رنگت نہیں ہے یا ہے تو بہت ہی پھیکی ہے۔ ۹ سو برس تک اندلس میں مسلمان تھے اور آج وہاں ہزار میں ۹۹۹ شخص ایسے ہونگے جنھوں نے "اللہ اکبر" کی صدا کبھی نہ سنی ہوگی۔ "اللہ اکبر" کہنے والا تو ایک بھی نہ ہوگا۔ انگلستان اور فرانس میں تو مسجدیں بھی ہیں۔ اسپین میں ایک مسجد کا بھی پتہ نہیں۔

ہندوستان کے حملہ آور

اب ہندوستان کے حملہ آوروں کا کچھ حال سنیے۔ محمود غزنوی ہند کے تمام مسلمان بادشاہوں میں سب سے زیادہ متعصب سمجھا جاتا ہے۔ اکثر مسلمان اُسکے مداح بھی ہیں۔ ہند کے بُت پرستوں سے وہ بہت لڑا۔ ہزاروں لاکھوں بُت اُسنے توڑے۔ لیکن افسوس کہ بعض مسلمان مورخ خود مسلموں کے اسلام میں شک کرتے ہیں اور اُسے دہریہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سجدہ کرنا۔ خدا کی درگاہ میں ناک رگڑنا۔ مذہبی چرچا کرنا محض اسلیے تھا کہ مسلمان دل توڑ کر اُسکا ساتھ دیں اور اس طرح مذہبی پیرایہ میں دُنیاوی ترقی حاصل ہو۔ محمود غزنوی سے اس درجہ تو بدگمان نہ ہونا چاہیے لیکن اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ اُسکے تمام حالات دیکھنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مذہب کے لیے اُسنے کبھی کچھ سختی کی۔ لوٹ کھسوٹ میں اُسنے ہزاروں گردنیں ماریں لیکن کسی ایک کو بھی اس حجت شرعی سے قتل نہیں کیا کہ یہ اسلام یا جزیہ پر راضی نہیں ہوتا اسلیے گردن زدنی ہے۔ اس امر کے کہنے میں کچھ بھی پس وپیش نہ ہونا چاہیئے کہ محمود غزنوی نے ہندوؤں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے بیوجہ نفرت پیدا کردی۔ محمود غزنوی تو خیر اسلام کا بار بار نام لینا اپنی پالیسی کی ایک شان سمجھتا تھا۔ بابعد کے سلاطین نے اسے بھی ضروری نہ سمجھا۔ تیمور نے بیوجہ مسلمانوں کی گردنیں مارنے میں کوئی نئی بات نہیں کی۔ کیونکہ بہت پہلے سے ایسا دستور ہوچلا تھا مسلمان عورتوں کو اُسکے اہل فوج اپنے تصرف میں لاتے تھے اور لونڈیوں کی طرح پکڑلیجاتے تھے یہ اُسی کے وقت کی بات ہے۔

چھ سات سو برس مین مسلمان اتنی تاریکی کے زمانہ مین آگئے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی دنکو سوئے اور آدھی رات کو آنکھ کھلے - یا پہاڑ کی چوٹی سے ڈھلک کر کسی بہت بڑے گہرے گڑھے مین جا پڑے - خلیفہ دوم کا وقت اور تیمور کا وقت موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلا زمانہ اسلام کا تھا تو دوسرا زمانہ کفر کا ہے (نور اور ظلمت کے معنون مین) خالد ایسا سپہ سالار تھا جسنے تمام شام اور مصر کے ملک فتح کیے - تمام یورپ کے مورخ اسکے مداح ہین - اسکی غنیمت کے بدولت تمام صحابی مالا مال ہوگئے - خلیفہ دوم عمر نے تخت پر بیٹھتے ہی، حکم صادر کیا کہ خالد کی گردن مین اُسکے سر کا کپڑا لپیٹا جائے اور فوج کی سپہ سالاری سے وہ کھینچ کر علیحدہ کر دیا جائے - جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ گو لاکھون گردنین اُسنے حق پر ماری ہین لیکن ایک شخص کو اُسنے ایسی حالت مین مارا کہ وہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا اور پھر مرتد ہونا اسکا یقینی نہ تھا - اسکی حسین بی بی خالد کو پسند تھی - ممکن ہے کہ اُسکے حسن کے شوق نے خالد کو مزید تحقیقات سے روکا ہو - تمام لوگ خالد کے سفارشی تھے اور خود رسول نے اپنے زمانہ مین اُنکو "سیف اللہ" لقب دیا تھا - لیکن خلیفہ دوم نے ایک بات پکڑ لی کہ مشتبہ شخص مسلمانون کی فوج کی سپہ سالاری کا مستحق نہین ہے ایسے شخص کو امیر المومنین کا نائب ہونا زیب نہین دیتا - لیکن واہ رے خالد اسکے بعد بھی وہ تمام عمر فوج کا ادنی سپاہی ہوکر رہا اور برابر اُسکی رائے سے فتوحات ہوئے کبھی دل مین اسنے یہ خیال نہ کیا کہ سپہ سالاری (کمانڈر انچیف) کے بعد وہ ادنی سپاہی ہو کر کیا رہے - اسی سے پتا چلتا ہے کہ اُسوقت دنیاوی عروج کو لوگ وہ کیا سمجھتے تھے اور غرض اُنکی دنیا مین صرف دین کے لیے سرمایہ جمع کرنا تھا - جب اس واقعہ کو تاریخ مین پڑھ کر تیمور کے حالات پڑھے جاتے ہین کہ فتح دلی کے بعد وہ چھہ دن تک جشن شاہانہ مین مشغول رہا اور اُسکی فوج چھہ روز تک برابر مسلمانون کو قتل کرتی رہی اور مسلمانون کا گھر لوٹتی رہی - مسلمانون کی بہنون اور بیبیون سے مجلس عیش درست کرتی رہی - تیمور اپنے کو امیر المومنین کہتا تھا اور پھر یہ تماشا دیکھتا رہا - تیمور تو خیر ایک نو مسلم مغل تھا - اسکے ساتھ تو بڑے بڑے اکابر مسلمان تھے کسی نے بھی اسلام کا پاس نہ کیا تو بہت حیرت ہوتی ہے کہ خدایا ابتدا مین اسلام کیا تھا اور پھر وہ کیا ہوگیا - تیمور کے قبل یا بعد جتنے سلاطین آئے وہ سلطنت کے شوق مین آئے یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ بلاد اسلام مین اُنکی آنکھین کھلی تھین اور وہ مسلمان تھے ورنہ اشاعت مذہب سے نہ اُنکو کوئی تعلق تھا اور نہ اُنمین یہ قابلیت تھی -

خالد

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ سچے مسلمانون نے تو بہت حد تک خیر باد کہا لیکن اسلامی ترقیان عرصہ تک قایم رہین اور اُنکے قیام کے زمانہ کا معیار ہم نے بتایا ہو کہ جب تک مسلمان دنیوی معاملات مین قرآن ایسے عمدہ قانون کے پابند رہے اُنکی دنیاوی ترقی مین ضعف نہین آیا - اس سوال پر ناظرین کو تعجب ہوگا کہ یہ بھی ممکن ہو کہ مسلمان کسی قانون کو قرآن سے اچھا سمجھے - لیکن اس تاریخ سے معلوم ہوسکتا ہو کہ دنیادی امور مین بادشاہون نے قرآن کے خلاف بہت سی باتین پیدا کین اور قرآن کو معاملات مین غیر مکمل یا نامناسب سمجھا - تعجب ہو کہ باوجود اسکے پھر وہ مسلمان کے مسلمان بنے رہے اور ملکون کی تاریخین نہ دیکھیے - ہندوستان ہی کے بادشاہ فیروز تغلق کے حالات پڑھیے اُسنے پیر کاٹنے کی سزا کو وحشیانہ سمجھکر موقوف کرادیا - یورپین مورخ اس حرکت کے بڑے مداح ہین - یہان اس سے بحث نہین ہو کہ یہ حکم کہانتک اچھا تھا - بلکہ صرف یہ دکھانا ہو کہ جب مسلمانون مین قرآن کی ترمیم پیش ہوگئی تو پھر وہ مسلمان کس بات کے رہے -

مسلمانون نے قرآن کو چھوڑا

ہندوؤن کے قاعدے بہت مستحکم سہی - مانا کہ برہمنون کے دستور نے اُنکو بالکل ہی پابند اور مجبور کر رکھا ہو - لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس مشعل نے افریقہ مغربی سے سندھ تک اپنی روشنی پھیلائی وہ ہندوستان کے روشن کرنے کے قابل نہ تھا وہ قابل ضرور تھا لیکن ہند تک پہنچتے پہنچتے اُسکا تیل خرچ ہوچکا تھا اور اسکی روشنی قریب الاختتام تھی - پنجاب مین نانک شاہی تمام پھیل گئے - کبیر پنتھیون نے جابجا اپنی جگہ کرلی - ابھی حال مین جو ترقی برہمو سماج نے بنگال مین کی ظاہر ہو - اسلام نے کیا قصور کیا تھا کہ بادشاہ وقت کے مذہب ہونے پر بھی اُسنے پوری ترقی نہین کی - سکھ - کبیر پنتھی - برہمو سے ہندو تعرض نہین کرتے لیکن اسلام سے نفرت کرتے ہین اسکی وجہ صرف مسلمان بادشاہون اور اُنکے حکام کا طرز عمل ہو - ہند کے مسلمانون پر ہم کوئی پولٹیکل الزام نہین رکھتے - ان بادشاہون نے اپنی ہندو رعایا کے ساتھ جو برتاؤ کیا اگر قدیم فاتحون کا برتاؤ مفتوحون کے ساتھ دیکھا جائے تو مسلمانون کا زمانہ بہت ہی غنیمت معلوم ہوتا ہو - ہندوؤن کو چاہیے کہ وہ مسلمانون کے یہ احسانات کبھی نہ بھولین - ہمارے کہنے کا منشاء یہ ہو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہند کے حکمرانون نے کوئی مذہبی وقعت ہنود کے دل مین پیدا نہ کی - سلطنت مغلیہ کے قبل بعض حکمرانون کی حیثیت لوٹمار کی وجہ سے اس طرح جادۂ اعتدال سے گری ہوئی رہی کہ

ہندوؤن پر مسلمان غالب نہ ہوئے

سلاطین مابعد کو تلافی مافات ہی سے چھٹی نہ ملی۔ سلاطین مغلیہ مین اکبر نے ایک جُدا مذہب ہی قایم کرنا چاہا۔ وہ کامیاب بھی ہوا۔ اسلام مین بُت پرستی کا دستور زیادہ تر اکبر ہی کے وقت سے پیدا ہوا۔ عالمگیر نے اس پالیسی کے بدلنے کی کوشش مین سارا زمانہ صرف کیا۔ اکبر کے اثر کو تو وہ اٹھا نہ سکا اور نہ مذہب اسلام پھیلانے مین کامیاب ہوا۔ ہان یہ ہوا کہ ہنود کے دلون مین مسلمانون سے نفرت پیدا ہونے کے جہان کئی ایک قرن پہلے گزر چکے تھے وہان یہ بھی ایک نیا قرن قایم ہوا۔

اسلام کی تاریخ سلسلہ سے پڑھی جائے تو عجب کیفیت ناظرین پر طاری ہوگی جو زمانہ سیکڑون برس مین طے ہوا ہے وہ گھنٹون مین طے ہوگا۔ ابھی رسول خدا اور اُنکے خلفا سے مابعد کے زمانہ پر نظر تھی کہ ۲ ۳ گھنٹہ کے اندر ہی اندر ترکون، تاتاریون یا خلفا سے عباسیہ کے بگڑے ہوئے زمانہ مین ناظرین پہنچ گئے۔ آئین! ہم کہان سے کہان پہنچے۔ اتنا انقلاب ہوا اور پھر اسلام کا نام چلا ہی جاتا ہے۔

اس تحریر کا مؤلف انھین خیالات سے متاثر ہے کوئی اُسے سلاطین اسلام کا دشمن یا اُنکا ہجو گو نہ سمجھے۔ یہ صحیح ہے اور تمام مورخین اسکو مانتے ہین کہ بُرے سے بُرے مسلمان بادشاہ کا زمانہ بھی اُس وقت کے دوسرے ہمعصر بادشاہون سے کہین اچھا تھا۔ بادشاہون کے دلون مین اسلام کی محبت کم سہی لیکن جو احکام شرعی قاضیون اور مفتیون سے صادر ہوتے تھے وہ گئی گزری حالت پر بھی دیگر ممالک کے انتظام سے کہین اچھا نمونہ دکھاتے تھے۔ اسلام کے گئے گزرے دنون کی برکتون کی قدر جب معلوم ہوگی کہ دوسرے ممالک کی تاریخ ساتھ ساتھ دیکھی جائے۔ لمپ کتنا ہی ناصاف ہو پھر بھی چراغون سے اُسکی روشنی کہین زیادہ ہوگی۔ مسلمان بادشاہون کی برائی کوئی کیا کریگا۔ ہیڈنگ پر جو سوال تھا اُسکا جواب کل مضمون کے پڑھنے کے بعد کم و بیش سمجھ مین آسکتا ہے۔

باب ہفتم

مسلمانون کی موجودہ سلطنتین

فصل اول

سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی

تیمور کے پہلے ایک ترکی خاندان (عثمانی) نے ایشیاے کوچک مین ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد

ڈالی جو رفتہ رفتہ یورپ تک پھیل گئی اور اب تک وہ قایم ہی۔ اسوقت اسکا پایہ تخت قسطنطنیہ ہی۔ اور اسکے پادشاہ سلاطین ٹرکی کہلاتے ہین۔

پہلے لکھا گیا ہی کہ سلجوقیون کی ایک شاخ ارض روم یعنی ایشیاے کوچک کے قریب قابض تھی۔ اسکے سلاطین بھی اوپر مذکور ہوئے ہین۔ سلجوقیون کا بڑا خاندان جو خراسان پر حکمران تھا خوارزم شاہون کے عروج کے وقت تباہ ہو چکا تھا۔ لیکن ارض روم کے سلجوقی چنگیز خان کے بعد بھی قایم رہے۔ مشرق اور جنوب کے حصے مغلون نے دبا لیے تھے اور مغرب کی جانب عیسائی بادشاہون نے ناک مین دم کر رکھا تھا۔ سلجوقیون کا دارالحکومت اسوقت قونیہ تھا۔ اور حکومت انکی نواحی قونیہ پر محدود تھی۔ ایک مدت سے ترکون کا ایک گروہ ترکستان سے نکل کر خراسان اور پھر آرمینیا مین آباد تھا۔ ان لوگون نے شام کی طرف کوچ کیا۔ انکے ساتھ چار پانچ سو مسلح سوار تھے اور طغرل انکا سردار تھا۔ فن حرب سے یہ لوگ بخوبی واقف تھے۔ شاہ قونیہ علاءالدین سلجوقی مغلون سے گرم پیکار تھا کہ اس خانہ بدوش گروہ کا وہان گزر ہوا۔ مغلون نے تمام ترکون کا ناک مین دم کر رکھا تھا۔ اسلیے طغرل اپنے دل سے علاءالدین کا شریک ہوا اور طغرل کی شرکت سے علاءالدین فتحیاب رہا۔ علاءالدین نے اس کارگزاری کے صلہ مین ایشیاے کوچک کا ایک پہاڑی حصہ طغرل کو جاگیر مین دیا۔

آرمینیا

طغرل

طغرل کے مرنے پر اسکا بیٹا عثمان جانشین ہوا اور ۱۲۹۹ء مین علاءالدین کے مرنے پر خود مختار رئیس کے درجہ مین قایم ہوا۔ اسکے بعد سلطنت بڑھتی گئی۔ قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک ان سلاطین کا پایہ تخت بروسا مین تھا۔

عثمان بن طغرل

۱۲۹۹ء مین سکہ اور خطبہ عثمان کے نام کا جاری ہوا۔ ۱۳۰۱ء مین قسطنطنیہ کے سپہ سالار کو شکست دیکر اسنے ایشیاے کوچک مین بحیرہ اسود تک اپنا قبضہ بڑھا لیا۔ مغلون نے بھی اسکے مقابلہ مین شکست کھائی۔ ۱۳۲۶ء مین بروسا پر ترکون کا قبضہ ہوا اور پھر قسطنطنیہ کے فتح ہونے تک یہی شہر پایہ تخت رہا۔ یہ شہر عثمان کے مرنے سے کچھ ہی پہلے فتح ہوا تھا۔ عثمان سے اس شہر کو بس اتنا ہی تعلق ہوا کہ یہان اسکا لاشہ دفن کیا گیا۔ عثمان بڑا نیکنام بادشاہ تھا۔ اب تک ترک بڑی عظمت سے اسکا نام لیتے ہین۔ اسکی تلوار اب تک موجود ہی۔ یورپ مین جس طرح تاجپوشی

سلطان عثمان خان ۱۲۹۹ء

آسٹریا
ہنگری
بوسنیا
سرویا
رومینیا
بلگریا
بحر اسود
رومیلیا
ٹرکی یورپ میں
قسطنطنیہ
ٹرکی ایشیا میں
یونان
بحر میڈیٹرینین

کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اسی طرح تخت نشینی کے وقت عثمان کی تلوار نئے سلطان کی کمر مین باندھی جاتی ہے عثمان کے بعد اُسکا بیٹا ارخان تخت نشین ہوا۔

۲ سلطان اورخان بن عثمان خان ۱۳۲۶ء سنہ ۷۲۶ھ

ارخان کے بھائی علاء الدین نے وزیر کی طرح کام کیا۔ والی قونیہ کا سکہ اور خطبہ عثمان ہی کے وقت سے بند ہو چلا تھا اور اب تو بالکل ہی موقوف ہوگیا۔ علاء الدین نے سوارون اور پیادون کی قواعددان فوج کی بنیاد ڈالی۔ اُسوقت یورپ مین اسکا کہین بھی چرچا نہ تھا۔ ترکون کی دیکھا دیکھی کوئی سو برس کے بعد فرانس والون نے اسکی تقلید کی۔ اور اب تو گویا تمام یورپ اس بارے مین بڑھا چڑھا ہوا ہے نکومیدیا۔ نائس اور برغامہ سلاطین یورپ کے قبضہ سے نکل کر ترکون کے دخل مین آگئے۔ اسکے بیٹے سلیمان اول نے یورپ مین بہت سے فتوحات کیے اور تمام سلاطین یورپ ارخان کی قوت کو تسلیم کرنے لگے۔

۳ مراد اول بن ارخان سنہ ۱۳۵۹ء

سلطان ارخان خان کے بعد اسکا بیٹا مراد اول تخت نشین ہوا۔ اور اسکے عہد مین یونانی شہر بہت فتح ہوئے جنمین اڈریانوپل بھی تھا اور ممالک یورپ کا یہی دارالحکومت قرار پایا۔ لیکن قسطنطنیہ فتح ہونے تک برو سا سے تخت شاہی اُٹھایا نہین گیا۔ ایشیا مین مقدونیا اور حمص کی طرف فتوحات ہوگئے۔ یونانیون پر جب مراد کی حکومت قایم ہوگئی تو سرویہ۔ الی سینیا۔ والیشیہ اور ہنگری سے مقابلہ ہونے لگا۔ ان تینون نے ملکر ترکون کو اڈریانوپل سے نکالنا چاہا لیکن بجاے نکالنے کے وہ خود مجبور ہوئے اور اپنے نقصان کے ساتھ صلح کرلی۔ عثمانیون کا جھنڈا سرخ رنگ کا اسی وقت مین قایم کیا گیا۔ شاہ قسطنطنیہ روم (اٹلی) کے پوپ کے پاس گیا اور مسلمانون کے مقابلہ مین مدد طلب کی۔ یونانیون کا گرجا پوپ کے گرجا سے الگ تھا۔ رومیون نے یونانیون کو مدد تو دی لیکن یونان کی رعایا اس سے خوش نہ ہوئی۔ یونان کی عیسائی رعایا پوپ کو ترکون سے زیادہ اپنے مذہب کا دشمن سمجھتی تھی اور اس اختلاف مذہب سے قسطنطنیہ کے بادشاہ کا اعتبار بھی رعایا کے دلون سے اُٹھ گیا۔ قرامانیہ مین ایک خود مختار ترکی ریاست اور تھی جسکو مراد نے اپنے زیر فرمان کرلیا۔ یورپ مین بلگریا سلطنت ترکی مین شامل کرلیا گیا۔ یہ بادشاہ دشمن کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور پھر جانبر نہو سکا۔

۴ بایزید یلدرم بن مراد ۱۳۸۹ء

مراد کے بعد اسکا بیٹا بایزید یلدرم بادشاہ ہوا۔ اب سرویہ پر پورا تسلط ترکون کا ہوگیا۔ یورپ کی کئی سلطنتین ملکر بایزید سے لڑین اور مغلوب رہین۔ ایشیاے کوچک کے تمام حصے پورے طور پر ترکون کے

زیر فرمان ہو گئے - والی قرمانیہ گرفتار ہوا - بایزید کے وقت سلطنت ترکی نے خوب زور پکڑا تھا - بایزید نشہ اقبال میں مست ہو کر میخواری اور عیش و عشرت کی طرف متوجہ ہوا - جس سے اب تک سلاطین ترکی بالکل مجتنب تھے - پوپ روم نے ترکوں کے مقابلہ میں جہاد کا فتویٰ دیا - فرانس - ہنگری - برگنڈی وغیرہ وغیرہ مختلف حصہ یورپ سے فوجی جنرل اور بہت سے شاہزادے جہاد کو چلے - بایزید عیش و عشرت میں حکمرانی کے فرائض کو بھولا نہ تھا - بایزید نے اس عمدگی سے مقابلہ کیا کہ سب کے دانت کھٹے ہو گئے - اور بے انتہا عیسائی گرفتار اور مقتول ہوئے - اب بایزید تمام اہل یورپ کو اپنی رعایا سمجھنے کی وجہ رکھتا تھا - اسنے شاہ قسطنطنیہ کو خط لکھا اور کہا کہ قسطنطنیہ میری تخت نشینی کے لیے خالی کر دو - یہ منصوبہ پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ تیمور کی چڑھائی کا وقت آگیا - مصر اور شام فتح کر کے تیمور ایشیاے کوچک کی طرف بڑھا - بایزید نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا اور یہ محض اتفاق تھا یا تیمور کی حکمت عملیوں کا نتیجہ تھا کہ فتح تیمور کو نصیب ہوئی - بایزید قید ہوا اور ترکی سلطنت کے اکثر ایشیائی حصے عثمانی خاندان کے قبضہ سے کچھ دنوں کے لیے نکل گئے -

تیمور نے بایزید کو گرفتار کیا

محمد اول بن بایزید سنہ ۱۴۰۲ء

بایزید کے بعد اسکا بیٹا محمد اول تخت پر بیٹھا - شاہی خاندان میں نفاق پھیلا - تیمور کی غارت کیا کم تھی اسپر سے بایزید کے لڑکوں کی باہمی لڑائیاں اور بھی غضب تھیں - لیکن محمد اول بڑی تعریف کا مستحق ہے کہ تیمور کی لڑائی سے جو نقصان پہنچا تھا اسکی تلافی کر لی - یہ بادشاہ منکسر مزاج اور اپنے ملک کا دوست سمجھا جاتا ہے -

مراد ثانی بن محمد سنہ ۱۴۲۱ء

مراد ثانی جو اپنے باپ محمد اول کے بعد بادشاہ ہوا - بڑا ہی نیک اور زاہد بادشاہ تھا - دو مرتبہ اسنے اپنے نابالغ بیٹے کو تخت پر بٹھا کر گوشہ نشینی اختیار کی لیکن دونوں مرتبہ مغربی عیسائیوں کے سر اٹھانے سے گوشہ نشینی کے ترک کرنے پر مجبور ہوا - ہنگری - پولنڈ - اٹلی - یونان - جرمنی - ان تمام ممالک کے بادشاہوں نے باہم اتفاق کر کے ترکوں پر چڑھائیاں کیں - لیکن ترک ہمیشہ کامیاب رہے -

محمد ثانی بن مراد ثانی سنہ ۱۴۵۱ء

مراد ثانی کا بیٹا محمد ثانی سنہ ۱۴۵۱ء میں تخت نشین ہوا - یہ بادشاہ بڑا ہی مستعد اور بہادر تھا - اسکے وقت میں فتوحات بہت ہوگئے - قسطنطنیہ اور آرمینیا اور بڑے مقامات فتح ہوئے اور اسی وقت سے قسطنطنیہ دار الحکومت قرار پایا اور اب تک وہ دار الحکومت ہے - تجارتی اور ملکی اغراض پر نظر ڈال کر

سو فتح اور محل کا خیال کر کے یہ کہا جاتا ہی کہ یورپ کا بہترین شہر قسطنطنیہ ہی اسکے وقت مین تمام یورپ اور ایشیا مین عثمانی ترکون کی دھوم تھی - اس بادشاہ کے وقت مین قواعد اور ضوابط عمدہ طور پر مرتب کیے گئے -

بایزید بن محمد ثانی ۸ سنہ ۱۴۸۱ء

بایزید بن محمد ثانی سنہ ۱۴۸۱ء مین تخت نشین ہوا - اسکا دوسرا بھائی وجیم بھی دعویدار تھا - لیکن اپنی نادانی سے وہ عیسائیون کے قبضہ مین جارہا اور ۱۳ برس کی قید کے بعد مارا گیا - اسکی قید کے حالات بڑے دلچسپ ہین - وجیم سے فرصت ملی تو اسکے بیٹے سلیم نے سر اُٹھایا - بایزید نے جب دیکھا کہ سلیم ایسے بہادر کو تمام فوج بادشاہ بنانا چاہتی ہی تو وہ مجبوراً تخت سے الگ ہو گیا اور معمولی طور سے ایک قصبہ مین رہکر زندگی بسر کرنے لگا -

سلطان سلیم خان اول ۹ سنہ ۱۵۱۲ء

بایزید ثانی کا بیٹا سلطان سلیم خان نہایت نامی بادشاہ ہوا ہی - لڑنے کا اسکو بڑا شوق تھا کئی مرتبہ تخت نشینی کے پہلے یہ اپنے باپ سے مقابلہ کر بیٹھا تھا - اسمعیل صفوی شاہ ایران کو اسنے شکست دی شام - مصر - اور عرب پر اسنے قبضہ کیا اور مصر کے خاندان جرکسکا خاتمہ کر دیا - ہلاکو خان کے حملے کے بعد گو خلفاے عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی یہ لوگ بطور پیشوا اسے مذہب کے شاہان مصر کے پاس حاضر رہتے تھے - اہم کاغذات پر خلفاے عباسیہ کے دستخط بھی کرا لیے جاتے تھے اور اسی وجہ سے مصر کے بادشاہون کی عزت اور مسلمان بادشاہون سے زیادہ تھی - مقدس مقامات (یعنے بیت المقدس مکہ اور مدینہ) پر قبضہ رکھنے سے بھی شاہان مصر ممتاز سمجھے جاتے تھے - اب عثمانی بادشاہون کو بھی یہ سب باتین حاصل ہو گئین - سلیم نے آخر خلیفہ عباسی سے اپنی خلافت پر دستخط کروا لیا اور رسول اللہ کے چند تبرکات بھی اس سے حاصل کیے -

سلیم ان لڑائیون مین توپ کے استعمال کی بدولت زیادہ تر کامیاب رہا - لیکن ابھی تک عثمانی سلطنت کی بحری قوت کم تھی - سلیم نے بحری قوت بڑھانے کی طرف بھی آخر آخر بہت توجہ کی تھی -

سلطان سلیمان دوم بن سلیم اول ۱۰ سنہ ۱۵۲۰ء

سلیم اول کے بعد اسکا بیٹا سلیمان دوم تخت نشین ہوا - یورپ مین جو ترقی اب ہی اسکی ابتدا اخیر پندرہ صدی مین قایم ہو چکی تھی - سلیمان کے وقت مین یورپ کی عیسائی سلطنتین بڑی ترقی پر تھین - بری طاقت مین تو ترک ہمیشہ بڑھے رہتے ہی تھے - سلیمان نے اپنی بحری قوت بھی تمام یورپ مین

قوتون سے بڑھا دی اور پھر تمام عیسائی قوتون نے جنگی امور مین اسی کا تتبع کیا۔ ترکی مورخ اس کو صاحبقران لکھتے ہین اور عیسائی مورخ سلیمان اعظم کہتے ہین اسکے وقت مین ملکی مالی اور جنگی قوانین درست ہوئے اور بہت سے نئے فتوحات ہوئے۔

آسپین مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ اسکے پہلے ہوچکا تھا۔ مسلمان بادشاہون مین اسمٰعیل صفوی شاہ ایران اور اکبر شاہ دہلی اسکے ہمعصر تھے۔ واسیلی اور فوڈرچ جسنے روس کی موجودہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی اسی وقت مین تھا۔

ہنگری بلگریڈ اور روڈس پر سلیمان نے قبضہ کیا اور اسٹریا کا بہت سا حصہ دخل کر لیا۔ دارالسلطنت اسٹریا فتح ہوتے ہوتے رہگیا۔ پھر شاہ وائنا نے دبکر خراج دینا منظور کر لیا۔ ایشیا مین بغداد۔ آرمینیا۔ جزیرہ وغیرہ سلطنت ترکی مین شامل کر لیے گئے۔

تمام سلاطین یورپ نہایت ادب سے سلیمان سے خط وکتابت کرتے تھے۔ سلیمان کے جنگی جہازون نے بحیرہ روم۔ بحر قلزم اور بحر عرب پر پورا تسلط کر لیا تھا۔ ساحل افریقہ اور ساحل بحر عرب کے تمام مقامات اسکے قبضہ مین تھے۔ خلیج فارس پر بھی اسکی زد تھی۔ بحری قزاق اس سے دبتے تھے۔ کچھ غلط فہمیون کی وجہ سے اسکے دو بیٹے مصطفےٰ اور بایزید اسکے حکم سے مارے گئے۔ کئی وزیر اسکے حکم سے قتل ہوئے۔ مصالح ملکی کا سمجھنا آسان نہین ہے لیکن مورخون نے انہین واقعات سے اسکے دامن نیکنامی پر دھبہ لگایا ہے ورنہ اور طور پر تمام اوصاف مین اعلی درجہ پر مخلوق سمجھا جاتا ہے۔

آخر آخر اسکی چڑہائی بمقابلہ شاہ جرمنی کے سرجیت پر ہوئی۔ سرجیت فتح ہوا لیکن اسکی نزع روح کے بعد فتح سرجیت کے بعد کئی دن تک اسکی موت ظاہر نہین کی گئی۔ پھر جب اظہار کا موقع آیا تو تنومند ترکون کے کاندھون پر عطر سے بسا ہوا جنازہ قسطنطنیہ چلا۔ ایک طرف "کل من علیہا فان و کل نفس ذائقۃ الموت" کی صدا بلند تھی اور دوسری طرف نقیب پکارتا تھا "یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام"

سلیمان کے وقت مین یورپ کی عیسائی سلطنتین۔ حرفت۔ صنعت اور فن جہازرانی مین سلطانون سے کم تھین۔ اسلیے سلیمان نے تمام یورپ پر بڑا اثر ڈالا۔ پھر سلیمان کے بعد یورپ کی دیگر سلطنتون نے بھی ترقیان کین لیکن سلاطین ترکی کی عظمت عرصہ تک دلون سے نہ نکلی۔ ترک سب سے بڑھ کے تو یورپین سلطنتون سے دبنے والے بھی نہ تھے۔

ترکی کے زوال کی ابتدا سلطان مصطفےٰ ثالث کے وقت سے ہوئی۔ اب یورپ کی اعلیٰ قوتون مین اسکا شمار نہین ہوتا۔ لیکن پھر بھی سلطنت ایران سے کہین زیادہ اپنے بچاؤ کی قابلیت سلطنت ترکی کو حاصل ہے۔ دوسرے پر حملہ کرنے کا زور اب ترکی مین نہین رہا لیکن اپنے بچانے کو وہ اب بھی بہت ہے۔ سلطان عبدالحمید خلد اللہ ملکہ نے نہایت دانشمندی سے انتظام کیا ہے اور ترکون کی حالت پھر روبہ ترقی ہے۔ دیکھیے آیندہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

سلیمان ثانی

سلیمان کے بعد زیادہ تر ممالک مفتوحہ کی حفاظت سے ترکون کو تعلق رہا۔ کچھ فتوحات بھی ہوئے لیکن کم۔ سلیمان کے آخر عہد تک ترکون کی ترقی تھی پھر سلطان سلیم ثالث کے عہد تک اس ترقی کو قیام تھا اسکے بعد ۱۹ صدی کے آغاز سے انحطاط شروع ہوا سلطنت مین کچھ ضعف نہین آیا لیکن ہمعصر سلاطین کی ترقی سے خود بخود اضافی تنزل لازم آیا۔ بایزید اول کے بعد سلیمان اوّل اور موسیٰ کچھ دنون کے لیے بادشاہ ہوگئے تھے جنکو مار کر محمد اول تخت پر بیٹھا تھا۔ گو سلیمان اوّل اور موسیٰ کا شمار بادشاہون مین نہین ہوتا لیکن اسی رعایت سے اس سلیمان کو سلیمان دوم کہتے ہین۔ سلیمان دوم کے بعد جو سلاطین تخت نشین ہوئے انکے نام اور مختصر حالات ذیل مین درج ہین۔

سلاطین ترکی

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱۱	سلطان سلیم دوم بن سلیمان دوم	سنہ ۱۵۶۸ء / ۹۷۴ھ	امام صنعا اور تیونس پر اسنے فتح پائی۔ اسپین پر چڑھائی کی مگر کامیابی حاصل نہین ہوئی
۱۲	سلطان مراد ثالث بن سلیم خان دوم	سنہ ۱۵۷۶ء / ۹۸۲ھ	ایرانیون سے اسنے گرجستان لے لیا۔
۱۳	سلطان محمد خان ثالث بن مراد خان ثالث	سنہ ۱۵۹۵ء / ۱۰۰۳ھ	اسکی مان خفیہ طور پر اسکی تخت نشینی مین مددگار تھی اسلیے امور سلطنت مین بھی وہ دخل دیتی تھی۔
۱۴	سلطان احمد اول بن محمد خان ثالث	سنہ ۱۶۰۷ء / ۱۰۱۲ھ	عباس صفوی شاہ ایران سے یہ لڑا تھا۔
۱۵	سلطان مصطفےٰ بن محمد خان ثالث	سنہ ۱۶۲۱ء / ۱۰۲۶ھ	اپنے بھائی سلطان احمد کی وصیت کے مطابق تخت پر بیٹھا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			لیکن نالایق نکلا اسلیے معزول کیا گیا۔
۱۶	سلطان عثمان ثانی بن احمد خان اول	سنہ ۱۶۲۳ء / ۱۰۲۹ھ	سکندر شاہ پولونیہ کو اسنے بڑے معرکے کی شکست دی۔ روس۔ فرانس اور اٹلی کے سلاطین سکندر کے معین تھے لیکن عثمان کا آوازہ بلند رہا۔ آخر میں یہ عیاش ہو گیا تھا۔ فوج میں غدر ہوا اور یہ مارا گیا۔
۱۷	۔ اخان مراد رابع بن احمد خان	سنہ ۱۶۲۶ء / ۱۰۳۲ھ	شاہ ایران سے خوب خوب لڑائیاں ہوئین۔
۱۸	سلطان ابراہیم بن سلطان احمد	سنہ ۱۶۳۹ء / ۱۰۴۹ھ	اسکے وقت مین ترکون نے بحری لڑائی مین عیسائیون سے جزیرہ مالٹا لے لیا۔ آخر میں عیاشی کی وجہ سے یہ معزول کیا گیا۔
۱۹	سلطان محمد رابع بن ابراہیم	سنہ ۱۶۴۳ء / ۱۰۵۹ھ	یہ شیر خوار بچہ تھا۔ اسکی مان منتظم سلطنت ارکین دولت کے ہاتھ سے ماری گئی۔ امرا نے عورت کا امور ملکی مین دخل دینا پسند نہین کیا لیکن اسکے بعد اسکے وزرا نے خوب انتظام کیا۔ سلطنت کو بڑی رونق دی۔ لائق وزیر لما کے مرنے پر فوج مین بغاوت ہوئی اور یہ معزول کیا گیا۔
۲۰	سلطان سلیمان ثالث بن ابراہیم	سنہ ۱۶۸۱ء / ۱۰۹۷ھ	اسکے وقت مین فوج خود سر رہی۔ والی نمسا نے بلگریڈ پر دخل کر لیا لیکن سلطان نے خود چڑھائی کی اور فتح حاصل کی۔
۲۱	سلطان احمد ثانی بن ابراہیم	سنہ ۱۶۹۵ء / ۱۱۰۲ھ	اپنے بھائی کی طرح یہ مرض استسقا مین مرا۔ والی نمسا اسکے خوف سے بھاگ کر شاہ انگلستان کے پاس پناہ گیر ہوا تھا۔
۲۲	سلطان مصطفی ثانی بن محمد رابع	سنہ ۱۶۸۹ء / ۱۱۰۶ھ	ابتدا مین اسنے خوب زور پکڑا۔ روس اور نمسا کو بڑی

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			بڑی شکستیں دیں۔ آخر میں شاہ انگلستان کے کہنے سے مصالحت کرلی۔ مصالحت سے فوج ناراض ہوئی سلطان نے حکمت عملی کو راہ دیکر اپنے بھائی محمد کو تخت پر بٹھا دیا۔
۲۳	سلطان احمد ثالث بن محمد	سنہ ۱۶۹۹ء / ۱۱۱۵ھ	مصطفےٰ کے بھائی محمد کے تخت سے اُترنے پر یہ تخت نشین ہوا۔ اسکے وقت میں بھی خوب خوب لڑائیاں ہوئیں ترک ہر جگہ غالب رہے۔ فوج نے اس بادشاہ کو تخت سے اُتار دیا اور محمود اول کو بٹھایا۔
۲۴	سلطان محمود اوّل بن مصطفےٰ ثانی	سنہ ۱۷۱۶ء / ۱۱۴۳ھ	اسکو محمد خامس بھی کہتے تھے۔ نادر شاہ کا یہ معصر تھا۔ بادشاہ اسپین سے بحری لڑائی میں مغلوب رہا۔ لیکن بری لڑائی میں شاہ روس اور نادر شاہ کا جواب دیتا رہا۔ آخر میں نادر شاہ سے دب کر اس کو صلح کرلینا پڑی۔
۲۵	سلطان عثمان ثالث بن مصطفےٰ ثانی	سنہ ۱۷۵۰ء / ۱۱۶۷ھ	سلطنت کا کام یہ اچھا نہیں کرتا تھا۔ لیکن متشرع تھا۔ شراب نوشی کا اسنے بالکل انسداد کرادیا۔
۲۶	سلطان مصطفےٰ ثالث بن احمد ثالث	سنہ ۱۷۵۴ء / ۱۱۷۱ھ	روس سے بارہا لڑائی ہوئی اور سلطانی فوج برابر غالب رہی۔ بحری قوت میں بہ نسبت اور قوموں کے ترک کمزور تھے لیکن بری لڑائی انکی اب تک سخت تھی۔
۲۷	سلطان عبدالحمید بن احمد ثالث	سنہ ۱۷۶۶ء / ۱۱۸۳ھ	اسکے وقت میں سوا ے شاہ روس اور والی نمسا کے کسی سے لڑائی نہیں ہوئی۔ والی نمسا کو شکست ہوئی۔ روس سے بھی خوب مقابلہ کیا گیا۔ مگر سلطنت کا ضعف روبہ ترقی تھا۔
۲۸	سلطان سلیم ثالث بن مصطفےٰ ثالث	سنہ ۱۷۸۵ء / ۱۲۰۳ھ	اسکے وقت میں ضعف کے آثار کھلے کھلے نمایاں تھے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			بادشاہ فرانس بونا پارٹ نے روس اور انگلستان کی عداوت سے سلطان سلیم کے پاس فوجی قواعد سکھانے کو آدمی بھیجے - فوج باغی ہوگئی - نصاریٰ کا لباس پہننا منظور نہ کیا اور بادشاہ تخت سے اُتار اگیا -
۲۹	سلطان مصطفےٰ رابع بن عبد المجید	سنہ ۱۸۰۷ء / ۱۲۲۲ھ	سال کے اندر ہی یہ تخت سے اُتار اگیا -
۳۰	سلطان محمود ثانی بن عبد المجید	سنہ ۱۸۰۵ء / ۱۲۲۳ھ	سلطنت میں بے انتظامی تھی - موقع پاکر روس نے کئی قلعے لے لیے - شاہ محمد علی مرزا سے بھی یہ لڑا اور فتحیاب رہا - لیکن خانہ جنگیون سے اور فوج کی بغاوت سے سلطنت کا ڈھچر ڈھیلا ہو رہا تھا -
۳۱	سلطان عبد المجید ثانی بن محمود ثانی	سنہ ۱۸۳۹ء / ۱۲۵۵ھ	اسنے سلطنت کو بہت سنبھالا - تمام شاہان یورپ سے صلح کرلی - محمد علی پاشا والی مصر جو اسکے باپ کے وقت سے سرکش ہو رہا تھا اسکے عہد مین پھر مطیع ہوا - اسکے وقت مین انگریزون کا تقرب بہت بڑھ گیا - یورپ سے بمبئی تک جابجا انگریزون کی آبادی جو دیکھی جاتی ہے زیادہ تر اسی کے وقت مین قایم ہوئی - سنہ ۱۲۷۰ھ مین روس نے پھر ترکی پر چڑھائی کی فرانس اور انگلستان کی مدد سے ترک غالب آئے -
۳۲	سلطان عبد العزیز خان بن محمود ثانی	سنہ ۱۸۶۰ء / ۱۲۷۷ھ	یہ بادشاہ معتدل المزاج تھا شاہ ایران سے اسنے صلح کرلی - انگریزون کی مداخلت مین کمی کی - ملک کا دورہ کرنا پسند کیا - ہر طرح آثار ترقی نمایان تھے لیکن ارکین دولت نے اسے معزول کردیا -
۳۳	سلطان مراد خان	سنہ ۱۲۹۳ھ	سلطان عبد العزیز کے بعد تخت نشین ہوا لیکن تھوڑے ہی

سلاطین ترکی

نمبر	نام	سنہ جلوس	
			دلون مین خلل دماغ کی وجہ سے معزول کیا گیا۔
۴۴	سلطان عبدالحمید خان	۱۲۹۳ھ	سلطان مراد خان کے بعد یہ تخت نشین ہوئے اور اب تک انھین کی سلطنت ہی۔ انکے وقت مین ترکی کو رونق ہی۔ صاحب تدبیر ہین اور نیک نام ہین۔ ابتک سلطنت بڑی دانشمندی سے انھون نے کام کیا۔ لیکن آرمینیا کے عیسائیون کی شکایت پر جرمنی۔ فرانس۔ انگلستان اور روس بالاتفاق معاملۂ آرمینیا مین مداخلت کرنا چاہتے ہین۔ ادھر ان قومون کے چند سفیر جدہ کے بدؤون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ عیسائی قومون کے اتفاق سے سلطان ترکی کو ایک خاص غور ہے۔ دیکھنا ہے کہ اس پہلو کو سلطان عبدالحمید خان کس طرح بچاتے ہین۔

فصل دوم

سلطنت ایران

فتوحات ایران

حضرت عمر خلیفۂ دوم کے وقت مین یہ ملک مسلمانون نے فتح کیا۔ اسکے بعد مدینہ۔ دمشق اور بغداد کے خلفا اسپر حکمران رہے خلافت بغداد کے ضعیف ہونے پر سلاطین صفاریہ۔ سامانیہ۔ دیالمہ۔ غزنویہ۔ سلجوقیہ اور خوارزم شاہی اسپر حکمران ہوئے۔ اسکے بعد چنگیز خان کا زمانہ آیا۔ چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی آٹھوین پشت مین ابوسعید کے زمانہ مین چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم ہوئین جنکو فنا کرکے امیر تیمور نے ایران کو اپنا ایک صوبہ قرار دیا۔ تیمور کے بعد اسکے خاندان مین دسوین صدی ہجری کے آغاز تک ایران کی حکومت تھی۔ یہ سب حالات او پر مفصل بیان ہو چکے ہین۔ خاندان تیموری کا زور وسط ایشیا مین دسوین صدی ہجری کے شروع مین گھٹا۔ اسکے بعد کے حالات مختصر طور پر یہان درج کیے جاتے ہین۔

ایک سید بزرگ شاہ صفی نے پیشواے مذہب کی حیثیت سے ایران مین عروج پکڑا۔ تمام رعایا شاہ صفی کی معتقد تھی اسلیے شاہ صفی نے ایک رنگ حکومت کا پیدا کیا پھر اسکی نسل مین شاہ اسمعیل بڑا زبردست بادشاہ ہوا اور دو صدی تک صفوی خاندان ایران پر قابض رہا۔ شیعون کو سنیون سے بالکل الگ قایم کرنا یہ اسمعیل صفوی اور اسکے مابعد جانشینون کی حکمت عملی تھی۔ شاہان صفوی نے بہت زیادہ کوشش اس امر مین کی کہ شیعون کا گروہ سنیون سے بالکل الگ ہو جائے اپنی پالیسی مین سلاطین صفوی پورے طور پر کامیاب ہوئے اور ایران کی فوج اور ایران کی رعایا اس نئے جوش مین عرصہ تک کارنمایان کرتی رہی اور شاہی خاندان استقلال کے ساتھ حکمران رہا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	اسمٰعیل	سنہ ۹۰۶ھ	خاندان صفوی کا پہلا خودمختار بادشاہ ہے سلطان ترکی سے اسنے خوب خوب لڑائی کی۔ اور ازبکون کو بھی اسنے زیر کیا۔
۲	شاہ طہماسپ بن اسمعیل	سنہ ۹۳۰ھ	ہمایون بادشاہ ہند نے اسی سے مدد چاہی تھی۔ یہ بھی بڑا نامی بادشاہ ہوا ہے۔
۳	شاہ اسمعیل ثانی بن طہماسپ	سنہ ۹۸۹ھ	مدت سلطنت ۹ سال۔
۴	محمد خدابندہ بن طہماسپ	سنہ ۹۸۵ھ	یہ اپنے بھائی اسمعیل ثانی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا تھوڑے دنون کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔
۵	حمزہ بن محمد خدابندہ	سنہ ۹۹۴ھ	اسنے براے نام سلطنت کی۔
۶	شاہ اسمعیل ثالث	سنہ ۹۹۴ھ	اسنے براے نام سلطنت کی۔
۷	شاہ عباس	سنہ ۹۹۴ھ	اسمعیل اول اور شاہ طہماسپ کی طرح یہ بھی زبردست بادشاہون مین شمار کیا جاتا ہے۔
۸	شاہ صفی	سنہ ۱۰۳۹ھ	اسکے وقت مین خاندان صفوی نے کوئی نمایان کام نہین کیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۹	شاہ عباس ثانی	۱۰۵۲ھ	اسمعیل۔ طہماسپ۔ عباس اول کی طرح یہ بھی بڑا زبردست بادشاہ ہوا ہے۔ غیر مذہب والون سے لڑنے کی وجہ سے غازی اسکو لقب ملا۔
۱۰	سلیمان	۱۰۷۷ھ	سلیمان تک خیریت تھی اسکے بعد خلجیون اور ابدالیون نے اس خاندان کو کمزور کر دیا۔
۱۱	شاہ حسنین	۱۱۰۶ھ	
۱۲	شاہ طہماسپ ثالث	۱۱۳۵ھ	

خاندان صفوی کے انحطاط کے زمانہ مین ابدالیون اور خلجیون کو کچھ زور ہوا۔ ابدالی اور دُرّانی ایک ہی قوم ہے اور غور کے پہاڑون پر انکا اصل ٹھکانا تھا لیکن اسوقت ہرات کے آس پاس آباد ہوگئے تھے۔ خلجیون کی قوم اس زمانہ مین قندھار کے گرد و نواح مین بستی تھی۔ خلجی اور ابدالی آپسمین بھی لڑتے تھے آپسمین بھی لڑتے تھے۔ لیکن تھوڑے دنون کے لیے خلجیون اور ابدالیون نے مل کر ایرانیون کی سلطنت کو کمزور کر دیا۔ اور پھر اُسکے بعد خلجیون نے جاکر ایران پر قبضہ کر لیا۔ خلجیون کا سردار محمود قندھار سے روانہ ہوکر ایران مین داخل ہوا اور ۱۷۲۲ء کو تخت نشین ہوا۔ خلجیون اور ایرانیون کی جنگ کی ابتدا شاہ حسنین کے وقت مین ہوئی اور اُسکے بیٹے شاہ طہماسپ ثانی نے محاصرہ کی تکلیف سے گھبرا کر تاج شاہی محمود خلجی کے حوالے کر دیا۔

خاندان خلجی

۱۷۲۲ء / ۱۱۳۵ھ

(۱) محمود خلجی

اپنے چچا محمود کے مرنے پر اشرف خان تخت پر بیٹھا۔ سلطان ٹرکی نے سلطان روس سے مل کر اشرف خان کو دبانا چاہا۔ شمالی ملک کا روس خواہان تھا۔ اور مغربی حصّہ کو سلطان ٹرکی دبانا چاہتے تھے۔ اشرف خان نے لڑائیون مین بڑی بہادری دکھائی۔ اُن دونون سلطنتون نے اسکی سلطنت تسلیم کی لیکن اشرف خان اُن حصّون کو واپس نہ لے سکا جو دشمنون کے قبضہ مین آگئے تھے۔

(۲) اشرف خان خلجی

مرزا طہماسپ (جب تاج سلطنت محمود شاہ کے حوالہ کرکے علیحدہ ہوا) کسی طرح نادر قلی [illegible] کے قبضہ مین آگیا اور نادر شاہ نے اپنے کو اُسکا سپہ سالار بناکر ملکی فتوحات شروع کر دیے۔ نادر قلی پہلے قزاقون کی طرح لوٹ مار کرتا تھا۔ اب طہماسپ کی سپہ سالاری نے اسکی حالت مین بہت کچھ تغیر پیدا کیا۔ نادر شاہ کے عہد مین (۱۷۲۹ء) اشرف خان قتل کیا گیا۔ جبکہ ملک اشرف خان کے

نادر شاہ

عہدنامہ سے سلطنت ترکی میں داخل ہو گئے تھے اُسے نادرشاہ نے بزورشمشیر واپس لیا۔

نادر شاہ کا عروج

نادرشاہ نے طہماسپ کو شاہ شطرنج کی طرح تخت سے اوتار کر اُسکے شیرخوار بچے کو تخت پر بٹھایا اور سنہ ۱۷۳۶ء میں تمام لوگون کی صلاح سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ نادرشاہ نے اپنا مذہب بدل ڈالا۔ پہلے شیعہ تھا۔ اب سُنی ہوا۔ اور چاہا کہ خاندان صفویہ کی محبت لوگون کے دل سے نکل جائے اور اُسکے وقت سے ایک نیا رنگ پیدا ہو۔ لیکن نتیجہ اچھا نہ ہوا لوگ اس سے بددل ہونے لگے فوج کے خوش کرنے کو اسنے قندھار پر چڑھائی کی اور غلجیون کو وہان سے نکالا۔ پھر کابل غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان پر اسنے چڑھائی کی۔ اور یہان کی دولت سے اپنی فوج کو مالامال کرنا چاہا۔ دِلّی نادرشاہ کے وقت مین تباہ ہوئی۔ تیمور کے حملون کی طرح اب بھی دِلّی مین قتل عام ہوا۔ ہند سے واپس جا کر نادرشاہ نے اور بھی فتوحات کیے۔ ہند مین جو کچھ خونریزی نادرشاہ سے ہوئی اُسمین زیادہ تر دِلّی والون کا قصور تھا لیکن اسکے بعد نادرشاہ مین سفاکی اور خونریزی کی عادت ہوگئی اور کچھ مالیخولیا کا دخل بھی اسمین شروع ہوا۔ ایرانیون نے سنہ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء مین اسے قتل کیا۔

نادرشاہ کے بعد افغان مین احمدشاہ دُرانی (ابدالی) حکمران ہوا اور ایران مین نادرشاہ کے خلاف اعلیٰ کا بھتیجا عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ عادل شاہ دو برس کے بعد مرگیا اور پچاس برس کے اندر ہی اندر کوئی آٹھ بادشاہ۔ ابراہیم۔ شاہرخ مرزا۔ اسمٰعیل۔ محمد کریم خان۔ ذکی خان۔ صادق خان۔ جعفر خان۔ لطف علی یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے۔ اور سلطنت ایران روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ ان بادشاہون مین کریم خان زند نے ۳۰ برس تک سلطنت کی اور باقی بادشاہون نے برائے نام سلطنت کی۔

آغا محمد شاہ قاچار نے سنہ ۱۲۱۲ھ مین کئی لڑائیان فتح کر کے سلطنت ایران پر قبضہ کیا۔ شاہ روس سے بھی اسنے کئی لڑائیان کین اسکے بعد اسکا بیٹا فتح علی قاچار تخت ایران پر بیٹھا اور شاہ روس سے برابر لڑتا رہا۔ سنہ ۱۸۵۰ء مین محمد شاہ قاچار تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ اور رعایا کا مذہب شیعہ تھا۔ افغانون نے انپر جہاد کی نیت سے حملہ کیا۔ سنہ ۱۲۶۰ھ مین ترکی کے گورنر نجیب پاشا حاکم بغداد نے کربلا پر چڑھائی کی اور ۹ ہزار آدمیون کو مذہبی تعصب سے ہلاک کیا۔ محمد شاہ قاچار یہ سنکر غضبناک ہوا۔ مگر انگریزون اور روسیون نے بیچ بچاؤ کروا دیا۔

سنہ ۱۲۶۴ھ مین سلطان محمد شاہ قاچار نے وفات پائی - اور اسکا بیٹا ناصر الدین شاہ قاچار خلد اللہ ملکہٗ تخت ایران پر بیٹھا اور اب تک حکمران ہی - اس بادشاہ سے شیعہ مذہب کو بڑی تقویت ہی - بالفعل افغان روس اور ترکی ہر طرف سے شاہ ایران کو امن ہی - اس بادشاہ نے کئی مرتبہ یورپ کی سیر کی ہی - اپنا سفرنامہ بھی فارسی زبان مین لکھا ہی -

روس نے تو سلطنت ایران کو کمزور کر دیا ہی - لیکن پھر بھی یہ خود مختار بادشاہ ہے اور سلاطین اسلام مین بعد سلطان ترکی کے انکا شمار ہوتا ہی - سنیون مین جس طرح سلطان ترکی عبد الحمید خان پیشوا ے مذہب حامی دین متین سمجھے جاتے ہین اسی طرح شیعون مین شاہ کجکلاہ ناصر الدین شاہ قاچار اشید کی نگاہون سے دیکھے جاتے ہین خدا انکا ہ بد سے انکو بچائے -

خاندان تیموریہ کی تباہی سے آج تک جتنے حکمران ایران مین ہوئے انکے نام یکجا درج کیے جاتے ہین -

شاہان ایران

اسمعیل - شاہ طہماسپ - شاہ اسمعیل ثانی - محمد خدا بندہ - حمزہ - شاہ اسمعیل ثالث - شاہ عباس اول - شاہ صفی - شاہ عباس ثانی - سلیمان - شاہ حسین - شاہ طہماسپ ثانی - محمود - اشرف - شاہ طہماسپ ثالث - شاہ عباس - نادر شاہ - عادل شاہ - ابراہیم - شاہ رخ مرزا - سلیمان - اسمعیل - محمد کریم خان - ذکی خان - صادق خان - جعفر خان - لطف علی - آغا محمد شاہ قاچار - فتح علی شاہ قاچار - محمد شاہ اکبر قاچار - ناصر الدین احمد شاہ قاچار

فصل سیوم

سلطنت مصر

سلطنت مصر اب مسلمانون کی تیسرے درجہ کی سلطنت ہی یعنے بعد سلطنت ترکی اور ایران کے اسی کا درجہ ہی - ممکن ہی کہ افغانستان کو اسپر ترجیح دی جائے لیکن چند وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اسے تیسرے درجہ کی سلطنت اور افغانستان کو چوتھے درجہ کی سلطنت قرار دیجائے -

باب پنجم فصل ہفتم مین سلاطین علویہ کا تذکرہ کیا گیا ہی جس سے معلوم ہوگا کہ شروع اسلام سے سنہ ۵۶۷ھ تک مصر کے فرمانروائیون کی کیا کیفیت تھی - ناظرین کو یاد ہوگا کہ عاضد لدین اللہ پر سلطنت اسمعیلیہ کا مصر مین خاتمہ ہوا اور بجائے عاضد کے بغداد کے خلیفہ عباسی مستضی باللہ کا نام خطبہ مین

داخل کیا گیا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ خلفائے عباسیہ مین یہ قوت نہ تھی کہ وہ مصر کا پورا انتظام کر سکتے۔ صرف خطبہ مین اُنکا نام رہا لیکن حکومت دوسرے خاندان ایوبیہ نامی کی طرف منتقل ہوئی۔

خاندان ایوبیہ

صلاح الدین

صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب عاضد کے وقت مین سپہ سالار تھا۔ مصر مین عیسائی بہت زیادہ غالب آ گئے تھے۔ صلاح الدین ہی کی کوشش سے شام کے مسلمانون کی کمک آئی اور اسی کی کوشش سے عاضد کے ضعف پر نظر ڈال کر مستضی کا نام خطبہ مین داخل کیا گیا۔ اسی اثناء مین عاضد مر گیا اور صلاح الدین حکمران ہوا۔ اسکے باپ ایوب کے نام پر اس نسل کے بادشاہ ایوبیہ کہلائے۔ چونکہ نور الدین محمود والی شام اُس فوج کا حاکم تھا جسنے ابتدا مین مصر کے مسلمانون کو عیسائیون کے ہاتھ سے بچایا۔ اسلیے بعض مورخون نے صلاح الدین کے پہلے نور الدین کا نام بادشاہون کی فہرست مین داخل کیا ہے۔ لیکن اس کتاب مین نور الدین کا ایک علیحدہ خاندان شام کے سلجوقیون کے نام سے فصل ۱۱ باب ۶ مین قایم کیا گیا ہے۔ تمام یورپ مین یہ مشہور ہے

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب	۵۶۷ھ	یہ بڑا نیک نام بہادر اور متشرع بادشاہ ہوا ہے۔ مصر پر قبضہ کرکے اسنے شام پر چڑھائی کی۔ بیت المقدس وغیرہ عیسائیون سے عیسائیون سے چھڑا کر مسلمانون کو خوش کیا۔ عیسائیون سے اسنے بڑے بڑے معرکے کی لڑائیان کین۔ خلیفہ مستنصر عباسی کے عہد مین یہ تھا۔
۲	ملک عزیز عثمان بن صلاح	۵۸۹ھ	یہ بھی نیک نام بادشاہ تھا ناصر لدین اللہ کا ہمعصر تھا۔
۳	ملک منصور محمد بن عثمان	۵۹۵ھ	ایک سال کے بعد معزول کیا گیا۔
۴	ملک عادل سیف الدین بن ایوب	۵۹۶ھ	بڑا نیک نام اور عادل بادشاہ تھا اسکے وقت مین ملک بھی کچھ وسیع ہوا۔
۵	ملک کامل بن عادل	۶۱۵ھ	بڑا متشرع بادشاہ تھا۔
۶	ملک عادل ابوبکر بن کامل	۶۳۵ھ	دو برس اسنے حکومت کی۔
۷	ملک صالح بن کامل	۶۳۷ھ	عیسائیون کی لڑائی مین مارا گیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۸	ملک معظم توران بن ملک صالح	سنہ ۶۴۷ھ	دو مہینہ کے اندر مستعصم خلیفہ کے وقت میں مارا گیا۔
۹	شجرۃ الدر	سنہ ۶۴۸ھ	عورت تھی تین مہینہ کے اندر خود ہی الگ ہوئی۔
۱۰	ملک اشرف موسیٰ	سنہ ۶۴۸ھ	سنہ ۶۵۲ھ میں یہ تخت سے اُتارا گیا اسپر دولت ایوبیہ کا خاتمہ ہوا۔ اسکو تخت سے اُتارنے والے اور پھر تخت پر قبضہ کرنے والے اسی خاندان کے ترکی غلام تھے اسلیے اسکے بعد حکومت مصر دولت غلامان ایوبیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔
۱	ملک معز عزالدین ایبک ترکمانی صالحی	سنہ ۶۴۸ھ	یہ دولت غلامان کا پہلا بادشاہ ہے۔
۲	ملک منصور علی بن معز	سنہ ۶۵۵ھ	اپنے باپ کے مقتول ہونے پر یہ بادشاہ ہوا۔ یہ سلطنت سے خود ہی دست کش ہو گیا۔
۳	ملک مظفر قطز معزی	سنہ ۶۵۷ھ	تاتاریوں کو اسنے شکست دیکر بڑا نام پیدا کیا۔
۴	ملک ظاہر رکن الدین	سنہ ۶۵۸ھ	ملک مظفر کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا صاحب الرائے بادشاہ تھا۔
۵	ملک سعید محمد ناصر الدین	سنہ ۶۷۶ھ	سال کے اندر ہی لوگوں نے اسے معزول کر دیا۔
۶	ملک عادل بدر الدین	سنہ ۶۷۸ھ	چار مہینہ کے اندر ہی یہ تخت سے اُتارا گیا اور خاندان غلامان کا خاتمہ ہوا۔
۷	ملک منصور ابو المعالی قلاؤن صالحی	سنہ ۶۷۸ھ	یہ خاندان قلاؤنیہ کا پہلا بادشاہ ہے۔ اسکے وقت میں بھی فتوحات ہوئے۔
۸	ملک اشرف صلاح الدین خلیل	سنہ ۶۸۹ھ	دشمنوں کی سازش سے سنہ ۶۹۳ھ میں مارا گیا
۹	ملک ناصر محمد بن قلاؤن	سنہ ۶۹۳ھ	یہ کچھ دنوں کے لیے خود سلطنت پر بیٹھا تھا۔
۱۰	ملک عادل کتبغا منصوری		یہ بھی خود ہی سلطنت سے علیحدہ ہوا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱۱	ملک منصور حسام الدین		یہ قتل کیا گیا۔
۱۲	ملک مظفر رکن الدین		قتل کیا گیا
۱۳	ملک منصور ابوبکر	سنہ ۷۴۱ھ	جلاوطن کیا گیا۔
۱۴	ملک اشرف کچک	سنہ ۷۴۲ھ	آٹھ مہینے کے بعد یہ بھی جلاوطن کیا گیا۔
۱۵	ملک ناصر احمد	سنہ ۷۴۲ھ	مقتول ہوا۔
۱۶	ملک صالح اسمٰعیل ابوالفدا	سنہ ۷۴۳ھ	ساٹھ برس کے اندر مرگیا۔ اسکی کتب ابوالفدا تصنیف اسی کی تاریخ ابوالفدا مشہور ہے۔
۱۷	ملک کامل شعبان	سنہ ۷۴۶ھ	ارکان دولت نے اسکو معزول کیا۔
۱۸	ملک مظفر حاجی	سنہ ۷۴۷ھ	ذبح کیا گیا۔
۱۹	ملک ناصر حسن	سنہ ۷۴۸ھ	قتل کیا گیا۔
۲۰	ملک صالح	سنہ ۷۵۲ھ	تخت سے اتارا گیا۔
۲۱	ملک منصور بن حاجی	سنہ ۷۶۲ھ	تخت سے اتار دیا گیا۔
۲۲	ملک اشرف شعبان	سنہ ۷۶۴ھ	مقتول ہوا۔
۲۳	ملک منصور علی	سنہ ۷۷۸ھ	اپنی موت سے مرا۔
۲۴	صالح حاجی	سنہ ۷۸۳ھ	نوعمر سلطنت سے دست بردار ہوا اور سلطنت خاندان قلاؤن ختم ہوئی اسکے بعد قوم ترک چراکسہ کی نوبت آئی۔
۲۵	ملک ظاہر برقوق	سنہ ۷۸۴ھ	یہ چراکسہ کا پہلا بادشاہ ہے سلاطین ترکی کے فنا تک مصر کی سلطنت اسی کے خاندان میں رہی۔
۲۶	ملک ناصر فرج	سنہ ۸۰۱ھ	خانہ کعبہ کے گرد حنبلی۔ مالکی۔ حنفی۔ شافعی چار مصلے اسی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ تیمور نے اسکو بھی بہت دق کیا مگر اسکے خاندان کو مٹا نہ سکا رہا۔ کعبہ کے چاروں طرف لوگ نماز پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف اپنا منہ رکھتے ہیں

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اس تفریق سے کوئی نفاق نہیں پھیلا لیکن پھر بھی شروع شروع میں بعض مسلمان اس بدعت کے خلاف تھے۔
۲۷	ملک منصور عبدالعزیز	سنہ ۸۰۵ھ	مقتول ہوا۔
۲۸	ملک ابوالنصر شیخ	سنہ ۸۰۸ھ	صرف دو مہینے سلطنت کی۔
۲۹	مظفر احمد ابن موید	سنہ ۸۱۰ھ	سال کے اندر ہی اپنی موت سے مرا۔
۳۰	ملک ظاہر ططر ابوالفتح	سنہ ۸۱۱ھ	تین مہینے سے کچھ زیادہ سلطنت کی۔
۳۱	ملک صالح محمد	سنہ ۸۲۴ھ	پانچ چار مہینے سلطنت کرکے خود دست کش ہوا۔
۳۲	ملک اشرف ابوالنصر برسبائی	سنہ ۸۲۴ھ	قرآن سننے کا بہت شائق تھا دیندار بادشاہ تھا اپنی موت سے مرا۔
۳۳	عبدالعزیز ابوالمحاسن	سنہ ۸۴۱ھ	تین مہینہ کے اندر تخت سے اُتارا گیا۔
۳۴	ملک ظاہر ابوسعید علی ابن بنال	سنہ ۸۴۱ھ	غریب پرور بادشاہ تھا۔ چودہ برس کے بعد موت سے مرا۔
۳۵	ملک منصور عثمان	سنہ ۸۵۷ھ	معزول کیا گیا۔
۳۶	ملک اشرف ابوالنصر	سنہ ۸۵۷ھ	اپنی موت سے مرا
۳۷	موید احمد	سنہ ۸۶۵ھ	تخت سے اُتارا گیا۔
۳۸	ملک ظاہر ابوسعید خوشقدم	سنہ ۸۶۵ھ	اپنی موت سے مرا۔
۳۹	ملک ظاہر ابوسعید بلبائی	سنہ ۸۹۲ھ	چند مہینوں کے بعد جلاوطن کیا گیا۔
۴۰	ملک ظاہر ابوسعید تمر بغا	سنہ ۸۹۲ھ	دو مہینہ کے اندر قید کیا گیا۔
۴۱	ملک اشرف ابوالنصر قائتبائی	سنہ ۸۹۲ھ	۲۹ برس کے بعد اپنی موت سے مرا نیکنام بادشاہ تھا۔
۴۲	ملک ناصر محمد ابوالسعادات	سنہ ۹۰۱ھ	ڈھائی برس کے بعد قتل کیا گیا۔

نمبر	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۴۳	ملک اشرف قانصوہ	سنہ ۹۰۴ھ	صرف گیارہ دن بادشاہ رہا۔ پھر گم ہوگیا۔
۴۴	ملک ظاہر ابو سعید قانصوہ	سنہ ۹۰۴ھ	کچھ کم دو برس کے بعد فوج کے پھر جانے سے یہ بھی مفرور ہوگیا۔
۴۵	ملک اشرف جنبلاط	سنہ ۹۰۶ھ	جلا وطن کیا گیا۔
۴۶	ملک عادل طومان بائی	سنہ ۹۰۶ھ	چار مہینہ ۱۵ دن کے بعد مارا گیا۔
۴۷	ملک اشرف ابو النصر قانصوہ	سنہ ۹۰۶ھ	پندرہ برس تک یہ بادشاہ رہا سلیم اول سلطان ترکی نے حملہ کیا اور اسکو سخت سزا دی۔
۴۸	ملک اشرف طومان	سنہ ۹۲۲ھ	سلیم نے اسکو بھی شکست دی اور سنہ ۹۲۳ھ میں خاندان چراکسہ کا خاتمہ ہوگیا اور مصر دولت عثمانیہ میں داخل ہوگیا

خاندان چراکسہ

سلیم کی چڑھائی تک مصر میں خلافت عباسیہ کا سلسلہ قایم رہا تھا مستعصم (یا مستعصم) خلیفہ بغداد کی ہلاکت کے بعد خلفائے عباسیہ بغداد سے الگ ہوگئے لیکن بلاد اسلام سے الگ نہیں ہوئے۔ انکا سلسلہ مصر میں قایم تھا۔ دینی امور میں سلاطین مصر انکو پیشوا مانتے تھے سلیم نے خلافت کا لقب اپنے لیے مستعصم باللہ خلیفہ عباسی سے حاصل کیا اور پھر اسکے بعد عباسیوں کی خلافت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا۔

مستعصم باللہ کے بعد جتنے عباسی خلفا مصر میں ہوئے انکے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں

نمبر	نام	سنہ جلوس	نمبر	نام	سنہ جلوس
۱	مستنصر باللہ ثانی بن ظاہر بامر اللہ بن ناصر لدین اللہ	سنہ ۶۵۹ھ	۷	المتوکل علی اللہ	سنہ ۷۶۳ھ
			۸	مستعصم باللہ بن محمد ابراہیم	سنہ ۷۸۸ھ
۲	الحاکم بامر اللہ بن مسترشد باللہ	سنہ ۶۶۱ھ	۹	المستعین باللہ	سنہ ۸۰۸ھ
۳	المستکفی باللہ بن الحاکم بامر اللہ	سنہ ۷۰۱ھ	۱۰	المعتضد باللہ	سنہ ۸۱۵ھ
۴	الواثق باللہ	سنہ ۷۰۲ھ	۱۱	المستکفی باللہ سلیمان متوکل	سنہ ۸۴۵ھ
۵	الحاکم بامر اللہ بن المستکفی	سنہ ۷۴۲ھ	۱۲	القاسم بامر اللہ بن متوکل	سنہ ۸۵۵ھ
۶	المعتضد باللہ	سنہ ۷۵۳ھ	۱۳	المستنجد باللہ بن متوکل	سنہ ۸۵۸ھ

خلفائے عباسیہ مصر میں

نمبر	نام	سنہ جلوس	نمبر	نام	سنہ جلوس
۱۴	المتوکل علی اللہ بن یعقوب بن متوکل	سنہ ۸۷۲ھ	۱۵	مستمسک	سنہ ۹۰۳ھ

سنہ ۹۲۳ھ کے بعد یعنی دولت چراکسہ کے ختم ہونے اور سلیم شاہ ٹرکی کے فتح پانے کے بعد مصر کا ملک دولت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہو گیا۔ دولت عثمانیہ کے گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے۔ یہ گورنر وزرا کہلاتے تھے اور پاشا لقب سے مشہور تھے۔ انہیں سے مشہور گورنروں کے نام محمد پاشا گرجی حسن پاشا۔ محمود پاشا۔ محمد پاشا صوفی۔ احمد پاشا۔ محمد علی پاشا۔

جب سلطان کی بحری قوت میں ضعف آیا یا دوسرے لفظوں میں یورپ کی عیسائی سلطنتوں نے بحری طاقت میں ترقی کی اور مصر میں ہر طرف سے عیسائی جہازوں کی آمدورفت شروع ہوئی تو محمد علی پاشا نے سلاطین ٹرکی کو چھوٹی نگاہ سے دیکھا۔ محمد علی پاشا نے اپنے کردار کی سزا پائی اور مطیع سلطنت ہوا لیکن اسکے ساتھ ہی حکومت اسکے خاندان میں بالارث ہو گئی۔ محمد علی پاشا کے بعد اسکا بیٹا ابراہیم پاشا تخت پر بیٹھا پھر ابراہیم کا بیٹا عباس پاشا پھر اسکے بعد اسکا چچا سعید پاشا ابن محمد علی پاشا پھر اسمٰعیل پاشا ابن ابراہیم پاشا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور یہ سب دولت عثمانیہ کے ہی خادم رہے۔

۱ خدیو مصر

اسمٰعیل پاشا کو سلطان عبدالمجید خان نے خدیو کا لقب دیا جو بادشاہ کا مرادف لفظ ہے۔ عبدالحمید خان نے اسمٰعیل کو موقوف کر کے قسطنطنیہ بلا لیا اور اسمٰعیل کے بیٹے محمد توفیق کو تخت پر بٹھایا۔ محمد توفیق پاشا کو اپنے فوجی جنرل احمد عربی پاشا سے کچھ دقتیں پیش آئیں۔ انگریزوں نے خدیو کی مدد کی اور عربی پاشا کو گرفتار کر کے لنکا میں نظر بند کیا۔ اس مداخلت نے کچھ انگریزوں کے حقوق بھی مصر میں قائم کروا دیے فرانس کی بھی آمدورفت مصر میں ہے۔ انگلستان اپنے حریف فرانس کی وجہ سے کچھ زیادہ استحقاق اپنا جتا نہیں سکتا اور کچھ سلطان ٹرکی کا بھی اسکو خیال ہے ورنہ یورپ کی عیسائی سلطنتیں مصر کو تقسیم کر لیتیں اور خدیو سے کچھ نہ بنتی۔ انگریزوں کی مداخلت جہاں تک مصر میں ہے وہ انتظام ملک کے لیے مفید ہے لیکن مصر کی مسلمان رعایا کبھی کبھی عیسائیوں کی مداخلت سے ناخوش ہو جاتی ہے۔

خدیو پاشا نے سنہ ۱۳۰۹ھ میں انتقال کیا اور مارچ سنہ ۱۸۹۵ء میں اسمٰعیل پاشا سابق خدیو نے بھی انتقال کیا۔ محمد توفیق پاشا کے بیٹے محمد عباس پاشا خلد اللہ ملکہ اسوقت خدیو مصر ہیں

سلطان عبدالحمید خان نے انکو خدیو تسلیم کیا ہے۔ سلطان عبدالحمید خان سے یہ ملنے گئے تھے اور بظاہر سلطان عبدالحمید خان کی اطاعت میں یہ اپنی بھلائی سمجھتے ہیں۔

فصل چہارم

مسلمانون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین

ہندوستان مین جتنی چھوٹی چھوٹی ریاستین مسلمانون کی ہین اُنکا ذکر اسلام فی الہند کی تیسری فصل مین کیا گیا۔ ہندوستان کے علاوہ اور جو اسلامی ریاستین مشہور ہین کچھ اُنکا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

سلطان افغانستان

سلطنت مغلیہ سلطنت ایران اور شاہی تیموریہ کے بعد والی افغانستان یعنے امیر کابل کا درجہ ہے افغانستان پر امیر خود مختارانہ قابض ہین۔ ترکستان کا بھی کچھ حصہ اُنکے دخل مین ہے۔ حدود ارضی کے اعتبار سے مصر سے یہ ریاست کہین بڑی ہے۔ پایہ تخت کابل ہے۔ عبدالرحمن خان اسوقت اسکا امیر ہے سرحدی حفاظت کے خیال سے امیر کابل گورنمنٹ ہند کا وظیفہ خوار بنایا گیا ہے۔ امیر عبدالرحمن خان نے اپنی ذاتی دانشمندی سے بہت بڑی عزت حاصل کی ہے اور گورنمنٹ ہند کا وہ لون ہی ہوا خواہ رہا تو اُسکی عزت مین اور ترقی ہی ہوگی۔ امیر کا چھوٹا لڑکا (ولیعہد نہین) سردار نصر اللہ خان قیصرہ ہند ملکہ وکٹوریا سے ملنے کو مئی سنہ ۱۸۹۵ع مین انگلستان گیا ہے اسکی خاطر اور تواضع وہان بہت کچھ ہو رہی ہے۔

ریاست بلوچستان

بلوچستان کا حاکم اپنے دار الحکومت (قلات) کے اعتبار سے خان قلات مشہور ہے اسوقت یہ خان تخت نشین ہے اور انگلش گورنمنٹ کی ماتحتی مین حکومت کرتا ہے۔ ابھی حال مین اسکے باپ خان سابق کو انگلش گورنمنٹ نے سفاکی کے الزام مین برطرف کرکے اسکو حاکم بنایا ہے۔

ریاست چترال

کشمیر اور افغانستان کے درمیان مین ایک چھوٹی سی ریاست چترال کی ہے اسکا والی مہتر کہلاتا ہے پہلے سے یہ ریاست انگلش گورنمنٹ کی ماتحت تھی لیکن پہاڑی ملک اور راہ دشوار گزار۔ گورنمنٹ کو اپنی حکومت کے اظہار کی ضرورت یا اُسکا موقع نہ تھا۔ بالفعل آپس کی خانہ جنگیون نے انتظام قایم رکھنے کے لیے انگلش گورنمنٹ ہند کی فوج کو گویا بلا بھیجا۔ انگریزی فوج گئی اور فتحیاب رہی۔ کوئی گدی نشین تجویز نہین ہوا۔ اگر مہتر سابق کے خاندان سے کوئی گدی پر بٹھایا گیا تو وہ غالباً شجاع الملک ہوگا اور بہ نسبت سابق کے اب زیادہ مداخلت انگلش گورنمنٹ کی جانب سے ہوتی رہیگی۔

وسط ایشیا مین بھی منوز بہت سی اسلامی ریاستین سلطنت روس کی حمایت مین اُسی طرح ہین جس طرح انگلش گورنمنٹ کی حمایت مین ہندوستان کی نیم خود مختار ریاستین ہین - ان مین سے بخارا کا حال قلمبند کیا جاتا ہی - بقیہ ریاستون کے حالات طبع ثانی پر محول رکھے جاتے ہین -

سلطنت بخارا

سلطنت بخارا ایک زمانہ مین ایشیا کی بڑی مشہور سلطنت تھی حافظ شیرازی لکھتا ہے

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ ما را　　بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اب اسکے حدود ارضی بہت کم ہوگئے ہین رقبہ ۹۲۳۰۰ مربع میل ہو اور آبادی ۲۱۳۰۰۰۰ ہی - اختیارات کے اعتبار سے یہ سلطنت روس کی باج گزار ہو - برآمد سے درآمد کی تجارت کسی قدر زائد ہو اور اسلیے ملک کی مرفہ الحالی کم و بیش قایم ہی -

سلطنت مراکو

مراکو مین مسلمانون کی قدیم سلطنت ہی - یہ مقام اسپین کے قریب ہی غرناطہ کا آخری بادشاہ الغالب یہین بھاگ کر آیا تھا لیکن یہان کے بادشاہ نے کچھا سپر التفات نہین کی - سلطان ترکی کی بحری قوت گھٹنے کے بعد جب یوروپین طاقتون نے زور پکڑا تو اس مقام پر بھی اہل یورپ کے جہازون کی آمد و رفت شروع ہوئی - انکا آنا تھا کہ سلطان کے اختیارات پر اثر پڑنے لگا - اگر ایک ہی یورپین طاقت کا یہان گزر ہوتا تو سلطان مراکو کا خاتمہ ہوجاتا - ایک طاقت دوسرے کی حریف ہو اس سہارے مین سلطان مراکو فیض (دارالخلافت) مین بادشاہی تخت پر جلوہ افروز ہی -

سلطنت یمن

یمن کا بندر عدن تو انگریزون کے قبضہ مین ہی - باب المندب پر جہازرانی کے ذریعہ سے تمام یورپین طاقتون کا قبضہ ہی - لیکن ساحل چھوڑکر زمین یمن کا بادشاہ مسلمان ہی - سلاطین ترکی جب بحری قوت مین سب سے بڑھے تھے اُسوقت تمام سواحل پر انھین کی عملداری تھی اُسی سلسلہ مین یمن پر سلطان ٹرکی کی حکومت تسلیم کی گئی تھی اور ابتک اسی اعتبار سے ملک یمن کو سلطان ترکی کی محافظت مین کہہ سکتے ہین - لیکن مؤلف کے نزدیک جب تک سلطان ترکی اپنی بحری قوت کو تمام یورپین طاقتون سے بڑھا نلین تب تک وہ محض محافظ حرمین شریفین ہی ہونے سے کل زمین عرب کے محافظ کیسے جا سکتے ہین - پولیٹیکل اعتبارات سے نہین - چنانچہ جون ۱۸۹۵ء مین بمقام جدہ روسی فرنچ اور انگلش سفیرون پر بدوؤن نے مجرمانہ حملہ کیا تو سلطان نے افسوس ظاہر کیا اور تحقیقات کا وعدہ کیا - اِن طاقتون نے اسپر اکتفا نہ کیا - سلطان سے ہرجانہ مانگا اور تحریک کی کہ بدوؤن سے ہتھیار لے لیے جائین - اگر زمین عرب پر سلطان ترکی کی حکومت

کسی کی شرکت نہ رکھتی تو وہ مصروں کو یہ جرأت کیونکر پیدا ہوتی کہ وہ انتظام کی نسبت کوئی تحکمانہ رائے دیں
اس کتاب کی تالیف تک سلطان کا صرف اسقدر جواب شائع ہوا تھا کہ بدوّن سے ہتھیار لے لینا
نہایت مشکل ہے لیکن اس جواب پر عیسائی طاقتوں نے کیا عمل کیا ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔

ریاست مسقط

مسلمانوں کی ایک ریاست عرب کے صوبہ عمان میں بمقام مسقط ہے۔ یہ مقام خلیج فارس میں بندر جشیان اور سورت (ہندوستان) سے بہت قریب ہے۔ ابھی حال میں سلطان سے رعایا نے بغاوت کی تھی اور سلطان قلعہ میں محصور ہو گیا تھا۔ انگریزی جہازوں نے سلطان مسقط کی مدد کی اور باغیوں سے انکو بچایا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ مسقط میں انگلش گورنمنٹ کی مداخلت کیا ذہنیت رکھتی ہے۔

باب ہشتم

محض واعظین اسلام کے ذریعہ سے اشاعت دین

فصل اول

مسلمانان چین

تمام اسلامی آبادیاں کسی کتاب میں اگر مفصل بیان کی جائیں تو انکو دس حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) حضرت محمد رسول اللہ کا عہد۔
(۲) خلفائے راشدین کا عہد۔
(۳) اسپین کے مسلمان۔
(۴) ترکوں کے ذریعہ سے ایشیا میں اسلام کی اشاعت۔
(۵) ترکوں کے ذریعہ سے یورپ میں اسلام کی اشاعت۔
(۶) مغلوں کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت۔
(۷) افریقہ میں اسلام کی اشاعت۔
(۸) ملک چین کے مسلمانان۔
(۹) ہندوستان کا اسلام۔
(۱۰) مجمع الجزائر شرقی کے مسلمان۔

اس کتاب کی تقسیم مفصلہ بالا ہیڈنگ سے نہیں کی گئی لیکن باستثنائے امور مندرجہ (۷) و (۸) اور (۱۰) کے تمام باتیں بالتفصیل اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ افریقہ کے مسلمانوں کے حالات (۷) بھی اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں لیکن اتنی توضیح کے ساتھ نہیں جتنی شروع میں خواہش کی گئی تھی

یا جو اس کتاب کے لیے مناسب تھی۔ ناظرین کو اس غرض کے لیے طبع ثانی کا انتظار رہنا ہے۔
ہان چین اور مجمع الجزائر شرقی کے مسلمانوں کے حالات اینک کچھ بھی بیان نہیں کیے گئے۔
مسلمان مورخون نے ان مقامات کے مسلمانون سے بہت کم دلچسپی رکھی ہے۔ لیکن زمانہ حال کی
یوروپین تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ ان مقامات کے مسلمان بھی اسلامی دنیا مین بڑی وقعت کے
قابل ہین اور ہرگز اس قابل نہین ہین کہ اُنکے حالات سے بے پروائی کی جائے۔ ابھی حال مین
چین کے صوبہ یانان مین جب چینی مسلمانون نے ایک سخت بغاوت کی تو یورپین مورخون کی توجہ
ادھر مبذول ہوئی بالخصوص روسی اور فرنچ مورخون نے ادھر خوب توجہ کی۔ پروفیسر بزیلیف نے روسی
زبان مین جو خیالات چین کے مسلمانون کی نسبت ظاہر کیے ہین وہ بجنسہ نقل کیے جاتے ہین۔

چین کے مسلمان

"اگر چین کے مسلمان اُن پردیسیون کی اولاد ہوتے جو مدت سے وہان آباد ہین تو البتہ ہمکو اس یقین مین کہ ایک روز کل چین مسلمان ہو جائیگا۔ تامل ہو سکتا تھا۔ لیکن برخلاف اسکے جب دیکھتے ہین کہ وہان کے اصلی باشندونمین اسلام برابر ترقی کر رہا ہی تو ہمکو یہ سوال کرنا پڑتا ہی کہ یہ ترقی کب ختم ہوگی اور کہان تک پہنچکر رک جائیگی۔ ترکستان اور زنگیریا مین اگر مسلمانون سے ایک اسلامی عملداری قایم کرنے کے بعد بھی صرف دگزاشت کی گئی تو لازم ہو کہ چین خاص پر جہان اُنکے ہم مذہب ہر جگہ موجود ہین مسلمان ہمیشہ حملہ آور ہوتے رہا ہین۔ اگر فرض کیا جائے کہ آئندہ یہ پاک سلطنت چین کے تحت مین آ جا وینگے۔ تو کیا ایسا فرض کرنے سے اسلام وہان ضعیف ہو جائیگا؟ اس سوال کو ہم ابھی پیش نہین کرتے تھوڑے زمانہ کے لیے۔ دس برس یا بالفرض ایک صدی کے لیے ملتوی کرتے ہین لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس اثنا مین بھی اسلام برابر اپنی ترقی جاری رکھیگا۔ اپنے اغراض پورا کرنے کے لیے حسب مراد موقع کا منتظر رہیگا اور انجام کار وہ مقاصد حاصل کریگا جنکے حصول کے واسطے سعی بلیغ مین سرگرم ہی۔

اگر اسلام نے چین پر ملکی حکومت حاصل کر کے عوام مین اپنے تئین رواج دینے کی کوشش کی تو کیا اسکا کوئی مزاحم ہو سکے گا؟ ہمارے خیال مین ہرگز نہین۔ باشندگان چین مین اس قسم کا انقلاب پیدا کرنا اُس انقلاب سے بہت زیادہ آسان ہوگا۔ جو موجودہ خاندان شاہی کی تخت نشینی پر تبدیلی لباس مین ہوا۔

مشرق (یعنی ملک چین) مین مذہب کی گرفت لوگون کے دلون پر اس قسم کی نہین ہے جیسی مغرب
مین ہے۔ یہان کے لوگ روحانی زندگی کی بہت کم پروا کرتے ہین۔ بلکہ اُن مادّی ضروریات کے
مہیا کرنے مین جو جسم کی پرورش کے لیے درکار ہوتی ہین۔ زیادہ مصروف رہتے ہین کنفیوشی
السن۔ بدھا۔ تماو۔ کے مذاہب مین سے کسی نے بھی اُنکے دل مین اچھی طرح جڑ نہین
پکڑی ہے۔ لاوتیزی اور بدھا کے احکام پروہتون ہی مین مانے جاتے ہین۔ نہ کہ عوام مین
پس یہ بے اعتنائی جو عموماً مذہب کی جانب ظاہر کی جاتی ہے مغربی مذاہب کو اسکا موقع دیتی ہے
کہ وہ بآسانی باشندگان چین مین اپنا اثر پھیلا دین۔ (مغربی مذاہب مین) مزمانہ حال صرف
اسلام ہی کو یہ عمدہ موقع نصیب ہے۔ خواہ اُسکو تمام وکمال کامیابی حاصل نہ ہو۔ لیکن ملک چین سے
اُسکا کالعدم ہوجانا خارج از امکان ہے۔

جو آگ مغربی خیالات نے انہین لگادی ہے اُسکو مغربی مذاہب سرد نہین کرسکتے اسلیے بالکل ممکن ہے
کہ چینی اسلام قبول کرنے کے بعد لاپروائی اور استغنا کی خاصیتونکو جو اُنسے ہمیشہ ظہور مین آتی رہی ہین اپنے
سے دور کردین۔ یہ ضروریات سے ہے کہ ایک دن مغربی خیالات مشرق (یعنی ملک چین) پر کلیتہً حاوی ہوجائینگے
ایسی حالت مین کیا وجہ ہے کہ مغرب کا مذہب یعنی اسلام جو بدھ مذہب سے بہت زیادہ صاف اور اعلی ہے
اُسکی جگہ قایم ہوجاے ہندوستان کے اُن مقامات پر جہان بدھ مذہب سابق مین زیادہ رواج تھا اسلام نے
بمقابل اُسکے زیادہ وسعت سے اشاعت پائی۔ ترکستان مین اسلام نے اسکو بالکل منہدم کردیا جب دین نبوی
ملک چین مین اسطرح داخل ہوگا۔ جیسے بدھ مذہب ہوا یعنی براہ بری سمندر سے اور براہ خشکی شمال مغرب سے تو ظاہر ہے۔
چنانچہ مسلمانان چین کو تو اسمین ذرا بھی شبہہ نہین۔ کہ دین اسلام مذہب ساکھیامنی کو پامال کرکے خود مختار
بن بیٹھیگا۔ حقیقت مین اگر کبھی ایسا ہوا کہ ملک چین میں جہان دنیا کے ایک ثلث لوگ آباد ہین اسلام نے اپنا
مذہب قرار دے لیا تو بلاشبہ کرہ مشرق کے ملکی تعلقات مین انقلاب عظیم واقع ہوگا۔ دین نبوی
جب جبل طارق سے لیکر بحر الکاہل تک پھیل جاویگا تو مسیحی دُنیا کو دوبارہ خطرات مین ڈالدینے کا
اُسکو موقع ملیگا۔ مزید بران اگر باشندگان چین کو اُنکی چپ چاپ مخفی زندگی کے خواب سے جو اُنکے
لیے اسقدر فائدہ مند ہے۔ شدید تعصبانہ جوش نے جگا دیا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اور قومون کی گردنون مین
وزنی طوق پڑجائینگے۔ یہ ہی صرف نہین ہے۔ بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ تمام دنیا کے عاقلون نے

نقشہ ملک چین
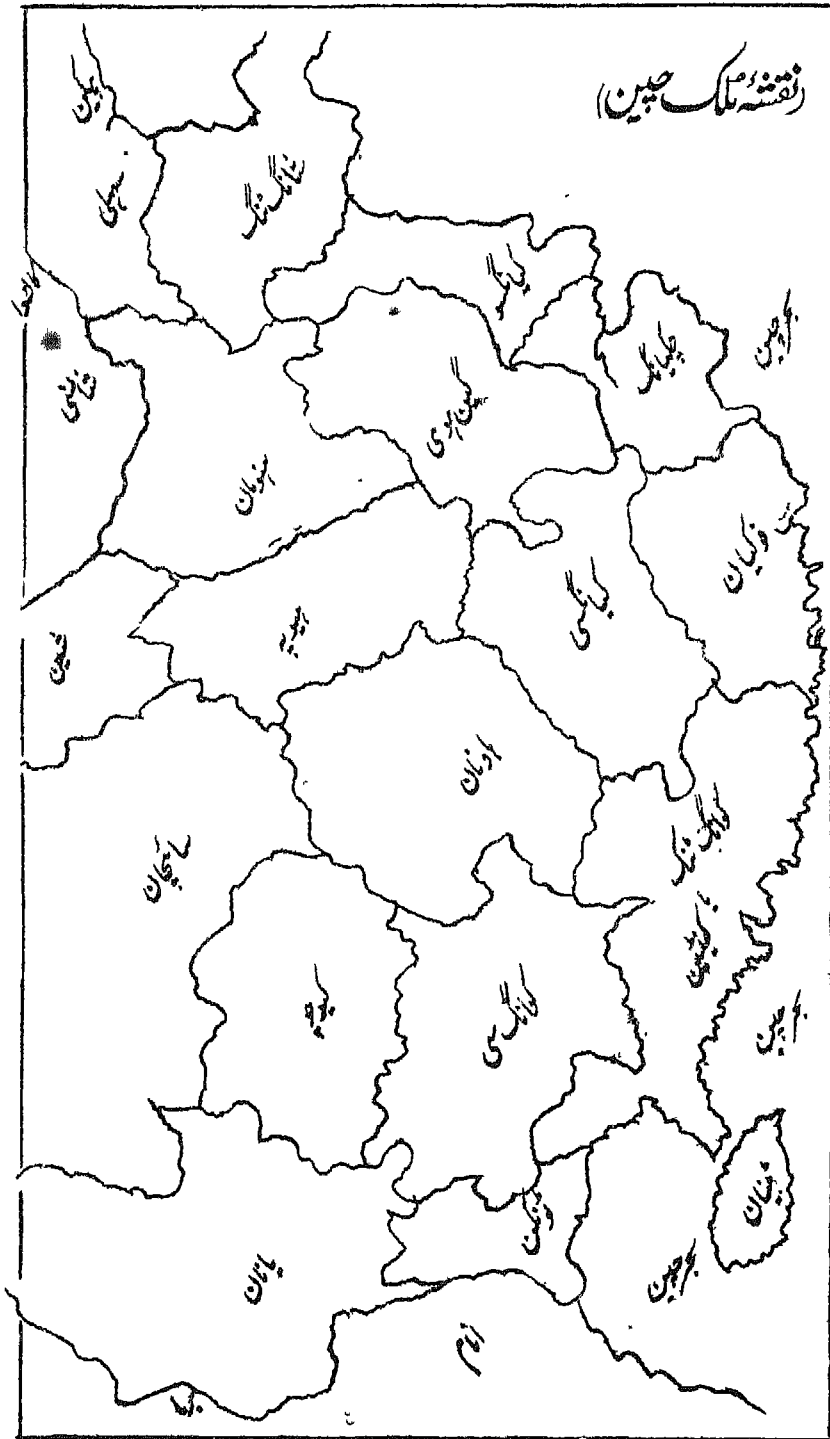
بالاتفاق مغرب کے ترقی یافتہ خیالات کو مشرق کے ضعیف اور بیجان خیالات پر فضیلت دی ہے
پس اگر اب نئی دقتین اس ترقی کے راستہ مین پیدا کی جا دین جسکی بنا سائنس اور تہذیب کے
سچے اصولوں پر قایم کی گئی ہو تو خیال کرنا چاہیے نوع انسان کے واسطے یہ کیسی شدید بدبختی
کی بات ہوگی؟"

آبادی

اسوقت مسلمانان چین کی آبادی زیادہ تر صوبہ کنٹن - یانان - شانسی اور کانگسو مین ہے - کل آبادی
چینی مسلمانون کی دو کروڑ سے زیادہ ہے - بعض مورخون نے اس تعداد کو بہت گھٹا دیا ہے اور بعض نے اس سے
بھی زیادہ بیان کی ہے -

کنٹن چین کا جنوبی حصہ ہے اور بحر چین پر واقع ہے اسی کے قریب پچھم جانب یانان بھی ہے - اور
صوبہ جات شانسی اور کانگسو سرحد ترکستان پر شمال و مغرب کی جانب واقع ہین - قریب الفہم ہونے کے
لیے کنٹن اور یانان کے حالات ایک جگہ درج کیے جاتے ہین اور شانسی اور کانگسو کا بیان جدا کیا جاتا ہے -

مسلمانان کنٹن

اس کتاب کے شروع مین بیان ان ایلچیون کے نام لکھے گئے ہین جو رسول عربی نے اشاعت اسلام
کے لیے جا بجا روانہ کیے تھے وہان کسی سفیر کا چین جانا مذکور نہین ہوا ہے - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۶۲۸ع
مین وہاب ابوکبشہ شاہ چین کے پاس بھیجا گیا تھا - اسکی آمد بحری سفر کے ذریعہ سے ہوئی اسلیے ابوکبشہ
صوبہ کنٹن مین جو بحر چین کے ساحل پر واقع ہے اترا - عربون کی بحری تجارت اور ملکون سے بہت پہلے
سے قایم تھی - یہان عرب سے حجاز کے باشندے مراد نہین ہین بلکہ عرب کے شمالی و جنوبی حصے یعنی
شام اور یمن کے باشندے مراد ہین جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ عرب کے باشندے حضرت عیسیٰ کے پہلے
سے لنکا کی راہ سے جنوب ہند مین اپنے تجارتی جہاز لاتے تھے رسول اللہ کی بعثت تک تجار عرب
لنکا کی راہ سے ساحل چین تک پہنچ گئے تھے - وہاب ابوکبشہ کا چین مین آنا غالباً تاجرانہ حیثیت سے
تھا اور اسی ضمن مین دعوت اسلام کا خط بھی بھیجا گیا تھا کنٹن مین ابوکبشہ کی بڑی عزت ہوئی اور اسکے ہم
مذہب کو تعمیر مسجد اور اعلان دین کی اجازت دیگئی - ابوکبشہ ۶۳۲ع مین جب مدینہ واپس آیا تو رسول اللہ کی
وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا زمانہ تھا - ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن ساتھ لیکر وہ پھر

وہاب ابوکبشہ

کنٹن کو گیا کنٹن مین اسکا مزار ابتک موجود ہے اور اسکی بنائی ہوئی مسجد بھی بلا بڑی تغیر و تبدل کے ابتک قایم ہے -
خلفا کے وقت مین مسجد کے گرد مسلمان تاجرون کی بستی تھی اور بہت عزت کے ساتھ یہ لوگ وہان

رہتے تھے جسطرح ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے عروج میں بھی اپنی عدالت اور اپنا ملکی قانون ساتھ رکھتی تھی۔ اسیطرح کنٹین کے مسلمان بھی اپنا قاضی الگ رکھتے تھے اور خلیفۂ اسلام کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔

سنہ ۷۵۶ء میں خلیفہ منصور نے چار ہزار عرب شاہ تھانگ کی کمک پر ایک بغاوت کے فرو کرنے کو روانہ کیے تھے۔ جب لڑائی ختم ہو گئی تو عربی سپاہیوں نے اپنے ملک کو واپس جانے سے انکار کیا اور اس ذریعہ سے کنٹین میں مسلمانوں کی جمعیت وہ قائم ہوئی جو عرابی پاشا کی گرفتاری کے بعد اب انگریزوں کو مصر میں حاصل ہے۔ مسلمان دعوت اسلام کے ذریعے سے نو مسلموں کی تعداد بڑھاتے رہے چینی عورتوں کے بطن سے مسلمانوں کی نسل بھی خوب بڑھی۔ شاہان چین کے مغلیہ خاندان کے وقت میں مسلمانان چین کو باہر سے بھی مدد پہنچتی رہی۔ مغل خاندان شاہی کے زوال پر گورنمنٹ چین نے اپنا یہ اصول قرار دیا کہ غیر ملک کے لوگ آنے نہ پائیں۔ ممکن تھا کہ یہ زمانہ مسلمانان چین کو دیگر بلاد اسلام سے الگ کرکے تاریکی خیالات میں ڈال دیتا لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوا اور اب تو مسلمانوں کی آبادی کچھ بڑھ گئی ہے کیونکہ گورنمنٹ چین نے غیر قوموں سے نفرت رکھنے کی پالیسی بدل دی ہے۔

اسلام کو جب زور تھا تب باشندگان چین کی تجارت اسلامی سلطنت کی موافقت پر منحصر تھی اور اہالی تبت کے مقابلہ میں بھی چینیوں کو مسلمانوں کی ضرورت تھی۔ اسوقت تک مسلمانان چین کی حالت تو بری ہو ہی نہیں سکتی تھی لیکن اسکے بعد بھی انکی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ روز بروز ترقی ہوتی رہی۔

مسلمانان چین کی وضع

ارکان مذہبی ادا کرنے کے علاوہ اور تمام باتوں میں اب مسلمانان چین اصل چینیوں سے مشابہ ہیں۔ موچھیں بڑھی ہوئی سر کی چوٹیاں لٹکتی ہوئیں ننگے سر پھرتے ہیں۔ لیکن مسجدوں میں جانے کے وقت سر پر عمامہ رکھ لیتے ہیں مسجد کے مینار بھی بہت بلند نہیں کرتے۔ اصلی باشندوں کے ساتھ ہر طرح ملے جلے رہتے ہیں اسلیے غیر قوم نہیں سمجھے جاتے یہ کیفیت صوبہ کنٹین ہی کے مسلمانوں کی نہیں ہے بلکہ کم و بیش یہی حالت تمام مسلمانان چین کی ہے۔ بادشاہی فوج میں بھی یہ لوگ بھرتی ہوتے ہیں ملکی خدمتیں بھی پاتے ہیں اور امن سے بسر کرتے ہیں لیکن پھر بھی اپنے مرکز اسلام سے بہت دور اور غیر مہذب گورنمنٹ کے مطیع۔

ابن بطوطہ چین میں

ابن بطوطہ کا سفرنامہ پڑھنے سے لطف آتا ہے جہاں اسنے اس خوشی کو بیان کیا ہے جو بلاد اسلام کے ایک سیاح کے ملنے سے مسلمانان چین کے چہروں پر نمایاں تھی کنٹین اور یانان کے حالات قریب قریب ایک ہی ہیں۔ صرف

اتنا فرق ہی کہ یانان میں کچھ مسلمان خشکی کے ذریعہ سے پہنچے تھے۔

صوبہ کنتین اور یانان کے حالات تو ختم ہوگئے۔ اب صوبہ شانسی اور کانسو کے مسلمانوں کا حال بیان کیا جاتا ہی۔ ان دونوں صوبوں میں بہت زیادہ مسلمان آباد ہیں اگر دو کروڑ کل چین میں ہیں تو ڈیڑھ کرور لیلیقدر تین ربع کے صرف انھیں دونوں صوبوں میں ہیں۔ بلاد اسلام کے ہم سرحد ہونے سے دعاۃ اسلام یہاں بآسانی پہنچے سلطنت کی طرف سے کچھ مزاحمت نہ ہوئی کیونکہ چین کے بادشاہ اور مسلمانوں سے برابر خلوص قایم تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہی کہ حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے وقت میں یزدجرد کے بیٹے فیروز کے لیے سفارشی ہوکر خاقان چین کا سفیر خلیفہ کے پاس پہنچا تھا خلیفہ نے اسکی بہت خاطر کی اور ایک عرب سپہ سالار اسکے ساتھ کردیا۔ چنانچہ اسطرح شمالی اور مغربی چین میں بھی براہ خشکی سنہ ۶۵۱ء میں دعوت اسلام پہنچ گئی۔

مسلمانان شانسی

ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں جو عربوں کے انتہائے عروج کا زمانہ تھا جب ایک طرف طارق نے اسپین فتح کیا۔ محمد ابن قاسم نے سندھ فتح کیا تو خراسان کے حاکم قتیبہ بن مسلم نے دریائے جیحون عبور کرکے سمرقند بخارا وغیرہ مقامات فتح کیے اور مسلمانوں کی فوج سرحد چین تک پہنچ گئی۔ خاقان نے ایلچیوں کو ایک رقم کثیر دیکر خلیفہ اسلام کی بزرگی تسلیم کی۔ اور پھر نہ خاقان چین کو مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت ہوئی اور نہ مسلمانوں نے انکو دق کرنے کی خواہش کی مصالحت کی صورت قایم رہی اور دعوت اسلام کے لیے راستہ کھلا رہا۔ اور پہلی مسجد شانسی میں سنہ ۷۴۲ء میں بنی۔

ولید عبدالملک کا زمانہ

علاوہ ان مسلمانوں کے جنکی تعداد دعاۃ اسلام کی بدولت اور مسلمان تاجروں کی ضعیف کوشش سے بڑھتی رہی۔ چنگیز خان کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی بڑھ جانے کا ایک سبب پیدا ہوگیا چنگیز خان کے تخت و تاراج سے بڑے بڑے امرا جس طرح وسط ایشیا سے ہندوستان میں آکر پناہ گزین ہوئے اسی طرح بہت سے مسلمان چین میں جاکر آباد ہوگئے۔ اور مسلمانان چین کی آبادی میں دفعتاً ترقی ہوگئی۔

صوبجات کانسو اور شانسی دونوں قریب ہی قریب ہیں۔ آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں کانسو میں بھی اسلام پھیلا صوبہ کانسو کے فرمانروا خان ستپوک کے مسلمان ہونے پر اسلام نے یہاں اور زور پکڑا۔

مغلیہ خاقانوں کے وقت میں عبدالرحمن سنہ ۱۲۴۴ء میں چین کے شاہی خزانہ کا افسر تھا۔ سید اجل بخاری سنہ ۱۲۵۹ء میں خزانہ شاہی کا وزیر تھا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خاقان چین کی طرف سے مسلمانان چین کو عہدہ ہاے جلیلہ ملتے رہے مثل اور قوموں کے مسلمان بھی وہاں سلطنت کے ایک رکن سمجھے جاتے ہیں مفقود

نامور مسلمان

قوم کی حالت مین نہین ہین - اسلامی سلطنتون کے زور گھٹنے پر مسلمانان چین کی حالت پولیٹیکل معاملات مین کسی قدر گھٹ گئی ہی لیکن اب بھی بہت غنیمت ہی - اور مسلمانان چین کو بھی انتظام سلطنت مین عام رعایا کی طرح حصّہ لینے کا حق ہی - چین کے اصلی باشندون مین مذہبی تعصب کم ہی اسلیے دعوت اسلام مین کوئی مزاحمت نہین ہوتی - اب بھی دعاۃ اسلام واعظون کی حیثیت سے اچھا کام کرتے رہتے ہین - اور یورپین مورخون کو خوف ہی کہ اگر رفتہ رفتہ اسلام چین کا ملکی مذہب ہو گیا تو ایک انقلاب عظیم واقع ہوگا -

فصل دوم

مسلمانان مجمع الجزائر

بحر الکاہل اور بحر ہند کے بیچ مین چین اور برہما کے دکھن آسٹریلیا کے قریب تک جو سیکڑون جزیرے چھوٹے بڑے قریب قریب واقع ہین اُنکے مجموعے کو مجمع الجزائر کہتے ہین - اِن جزائر مین بھی مسلمانون کی آبادی بہت دنون سے ہی جس طرح سیلون کی راہ سے عرب کنٹین صوبہ چین مین تجارت کی غرض سے پہنچے اوسی طرح اور اوسی زمانہ مین تجارت کے ذریعہ سے دعاۃ اسلام کا مجمع الجزائر مین آنا قیاس کیا جاتا ہی لیکن کوئی زمانہ معین نہین کیا جاسکتا ہی - تاریخین اسبارہ مین صاف نہین ہین مجمع الجزائر کے مسلمان باعتبار مسلمانان چین کے زیادہ متشرع ہین - یہ لوگ بکثرت حج کرتے ہین اور اِن حاجیون کے ذریعہ سے مسلمانون کے مذہبی دستور مین فرق نہین پڑتا - یورپین مورخ حج کے فرض کی ماہیت اور ترقی کو دیکھ کر سمجھتے ہین اور مسائل اسلام کے نکات پر متحیر ہوتے ہین مجمع الجزائر کی تمام آبادیون کے تذکرے کا سوادکافی مولف کے پاس نہین ہی لیکن پھر بھی سماٹرا اور جاوا دو بڑے اور زیادہ مشہور جزائر کا حال بالاجمال بیان کیا جاسکتا ہی -

مجمع الجزائر

ساتوین صدی عیسوی مین مسلمان تاجر ملک چین مین پہنچے اور آٹھوین صدی کے وسط تک چین مین بکثرت نظر آنے لگے - اسکے بعد اِن تاجرون کی حالت روز بروز بڑھتی گئی - دسوین صدی سے پندرہوین صدی تک مشرقی ملکون کی تجارت پر عرب پورے طور پر قابض تھے - چین کی بعض تاریخون سے پتا چلتا ہی کہ آخر ساتوین صدی عیسوی مین سماٹرا مین عربون کی بستی قایم ہو گئی تھی - یہ تو ابتدائی حالت ہی - اسکے بعد جب ہندوستان مین مسلمان پہنچے تو ہندی مسلمانون نے بھی سماٹرا مین آنا شروع کیا - چودھوین صدی عیسوی مین جب ابن بطوطہ نے اُس جزیرہ مین قدم رکھا تو مذہب اسلام کو اسنے
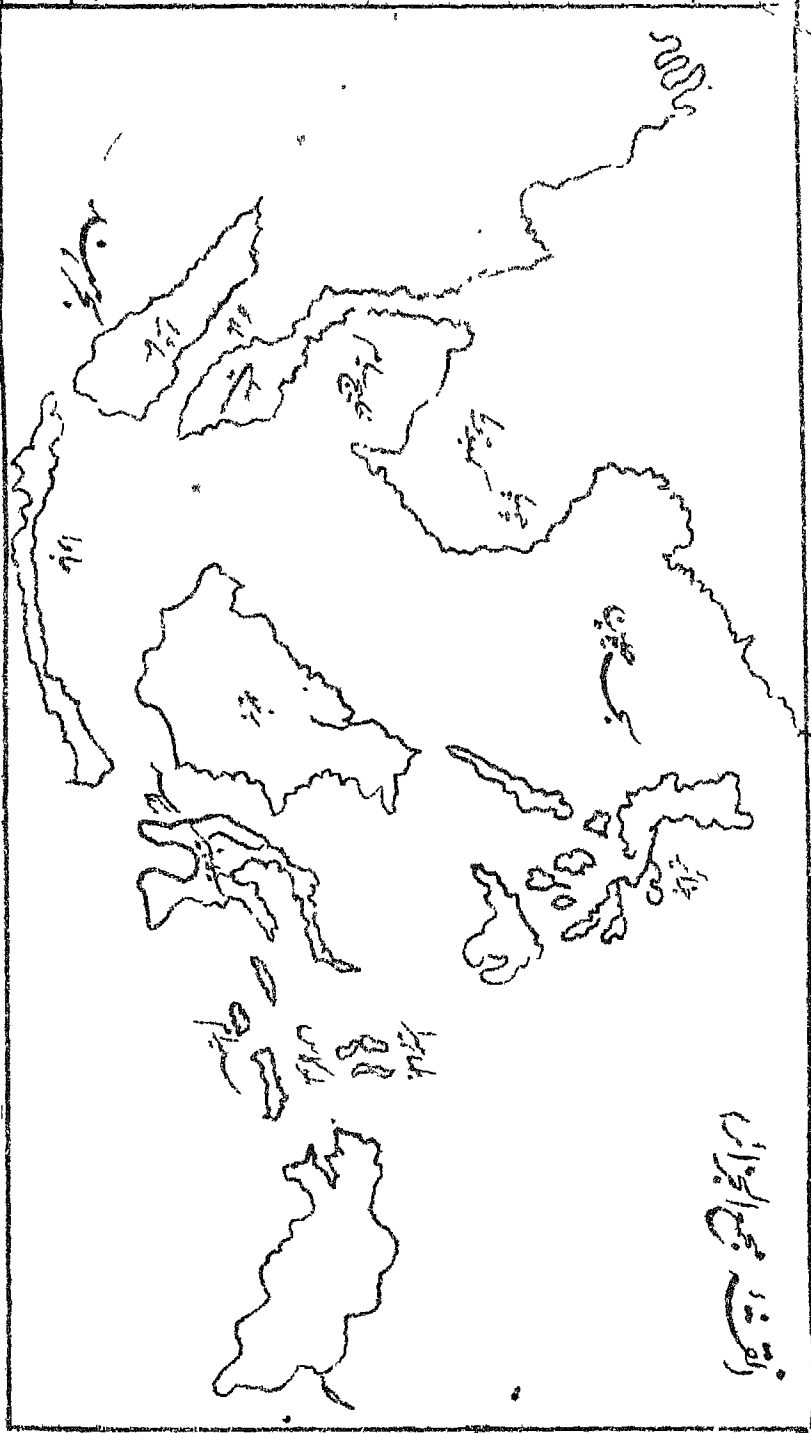
ابن بطوطہ

نقشہ مجمع الجزائر
بحر چین
چمپا
کمبوڈیا
خلیج سیام
بحر ہند
جاوا
ملوکاس

بار رونق پایا۔ وسط تیرھویں صدی میں یہاں کا فرمانروا بھی بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔ یہاں کے ایک بادشاہ کا نام ملک الصالح تھا جس نے ۱۲۹۷ء میں جزیرہ سماٹرا کے شہر سمدرا کا بادشاہ ملک طاہر بن ملک صالح تھا ابن بطوطہ نے اسکی تزک شان، تشرع اور شجاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی زمانہ میں شریف مکہ نے بھی دعوت اسلام کیلئے ایک سیاح شیخ اسمٰعیل کو یہاں بھیجا تھا۔

جاوہ میں بہ نسبت اور جزائر کے اسلام پیچھے پہنچا۔ لیکن اب جاوہ کے مسلمان نہایت ترقی یافتہ حالت میں ہیں۔ حاجی پردا۔ مولانا ابراہیم۔ رادن رحمت۔ مولانا اسحاق۔ شیخ [illegible]۔ شیخ [illegible] ابراہیم۔ یہ لوگ دعاۃ اسلام میں زیادہ نامی گزرے ہیں۔

جاوہ میں اسلام کا بہت چرچا ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں ۳۰۰۳۴ اور سنہ ۱۸۹۳ء میں ۳۳۶۴۴ آدمی عرب جزیرہ جاوہ سے حج کو روانہ ہوئے تھے۔ سنہ ۱۸۸۲ء میں ۱۰۹۱۳ اسلامی مدرسے جزیرہ جاوا میں تھے جن میں ۱۶۲۴۶۷ طلبا دینیات پڑھتے تھے۔ مذہبی ترقی کی ایک مثال یہ ہے کہ تین برس کے بعد یعنی ۱۸۸۵ء میں مدارس کی تعداد ۱۶۷۶۰ ہوگئی اور طلبا کی تعداد ۲۵۵۱۴۸ تک پہنچ گئی۔ اس سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ جاوہ کے مسلمان امور مذہبی میں اور مذہبی تعلیم میں کس درجہ بڑھے ہیں۔ مجمع الجزائر میں مسلمانوں کی خودمختاری قائم نہیں ہے۔ شاہنشاہی تو شاید کبھی تھی لیکن چند روز پہلے تک ان کے اختیارات وسیع تھے۔ جابجا خودمختار ریاستیں بھی تھیں۔ اور جہاں بت پرست یا ہندو راجہ قابض تھے وہاں جہاز رانی کے ذریعہ سے یہ لوگ بہت با اقتدار تھے۔ بادبانی جہاز چلانے میں مسلمان درجہ اول رکھتے تھے۔ اسکے بعد جب یورپ نے ترقی کی تو اسپین یعنی پرتگال کے باشندے پرتگیز نے مجمع الجزائر میں مسلمانوں کا زور بہت کم کر دیا۔ حکومت اور تجارت سب اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لیکن دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے جو مسلمانوں کی روز افزوں ترقی تھی اسکو نہ روک سکے۔ اب مجمع الجزائر پر یورپ کے مختلف عیسائی قوموں کی حکمرانی ہے لیکن یہاں کے اصلی باشندوں کی رغبت دین کے معاملات میں اسلام کی طرف ہے عیسائیت کی طرف نہیں۔ [illegible] کہ مسلمان مبلغوں کے مقابلہ میں عیسائی مشنری بالکل ناکام رہتے ہیں۔

جاوہ ڈچ کی عملداری ہے مسلمانان جاوہ کی زبان ملے ہے [illegible] گورنمنٹ ڈچ کی زبان ہے۔ زباندانی کی وجہ سے تمام بڑے بڑے عہدے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اس سبب سے وہ خوشحال ہیں اور اپنے مذہب کے پھیلانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ڈچ کے ساتھ مسلمان ہی اہلکار، پولیٹکل ایجنٹ، محرر، ترجمان یا سوداگر کی حیثیت سے تمام جزیروں میں جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ اپنے مذہب کو رواج دینے کا موقع پاتے ہیں۔

فصل سیوم

یورپ اور امریکہ مین اسلام

عیسوی مذہب اسلام سے چھ سو برس پہلے کا ہی سلاطین روم کے ذریعہ سے یہ تمام دُنیا مین کم و بیش پہنچ چکا تھا کہ اتنے مین مذہب عیسوی کی موجودہ حالت کی اصلاح کے لیے مذہب اسلام جاری ہوا۔ ابھی صرف ایشیا اور افریقہ مین اسلام پھیلنے پایا تھا کہ دعوت اسلام کی خدمت سلاطین اسلام سے گدایان اسلام کی طرف منتقل ہوگئی۔ یورپ کے عیسائیون نے تعصب کی نظر سے مسلمانون سے نفرت اختیار کی اور یورپ کے محدود حقے مین اسلام کی برائیان اپنے ہمسایون کو سکھاتے رہے شاہان اسلام کو اشاعت اسلام کی رغبت نہ تھی اور گدایان اسلام کو دشمنون کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مسلمانون کے عروج مین یورپ اسلام سے بےبہرہ رہا۔ اسپین مین جو مسلمان گھُسے تھے وہ انقلاب زمانہ سے اس حالت کو پہنچے کہ مع اپنے تمام ساتھیون کے اسپین سے نکالے گئے۔ ترکون کے یونان فتح کرنے پر کچھ اسلام یورپ مین گھُسا اور دعاۃ اسلام کی بدولت یونان خاص کا شمالی حصّہ یعنی قسطنطنیہ کا گرد و نواح کم و بیش مسلمانون سے آباد ہونے پایا تھا کہ یورپ کے عیسائیون کی ملکی ترقی کا زمانہ آیا اور بجاے اسکے کہ اُنکے ملک مین دعاۃ اسلام پہنچتے دعاۃ اسلام کو اپنے ملکی بھائیون کے خیال کو دین عیسوی کے حملون سے بچانے کی فکر ہوئی اور پھر اسکے بعد امریکہ اور اسٹریلیا اور بہت سی نوآبادیان عیسائی سلطنتون نے قایم کین اور ان تمام مقامات پر وہ اپنا ہی مذہب لیتے گئے

اسلام کا عیسائیت سے مقابلہ

جہان عیسائی اور مسلمان واعظ ساتھ ساتھ کام کرتے ہین وہان عیسائیون کو مسلمانون کی ترقی پر سخت حیرت ہی لیکن جہان تنہا عیسائی اپنا اثر ڈال سکتے ہین ظاہر ہی کہ حسب لخواہ وہی کامیاب ہوتے ہین۔ بت پرستی اور خدا شناسی سے عیسائیت کہین اچھی ہی۔ اب عیسائیت دونین صدی پیچھے کی سی نہین ہی بہت زیادہ اُسکی حالت درست ہوگئی ہی۔ جہان اہل اسلام پہنچ نہ سکے وہان یہی غنیمت ہی کہ عیسائی ہی پہنچے اور بندگان خدا کی حالت کچھ تو درست ہوئی۔

اب مذہبی تعصب تہذیب لوگون مین نہین ہی وہ مذہب حق کی تلاش مین ہین اور اسلیے امید ہی کہ مذہبی رسالون کے ذریعہ سے یورپ اور امریکہ مین بھی اسلام ترقی کرے۔ چنانچہ بھائی عبداللہ کوئلم انگلستان مین اور محمد رسل وب یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ مین جو کام کر رہے ہین اُس سے ان ممالک مین اشاعت اسلام کی اُمید کی جاتی ہی۔

انگلستان کا ملک بلاد اسلام سے اتنا دور ہے کہ پہلے وہان کبھی مسلمان نہین گئے۔ یون سلطان سلیمان صاحبقران سے انگلستان نے اسپین والون کے مقابلہ مین ایک مرتبہ مدد چاہی تھی مین وہ محض ایک پولٹیکل بات تھی۔ انگریزون کی قوم کو مسلمانون کی قوم سے کبھی ملنے کا اتفاق نہین ہوا۔

ترکی اور مصر کے مسلمان پھر مابعد زمانہ مین انگلستان آتے جاتے رہے لیکن سیاح یا مسافرانہ طور پر۔ کبھی مذہبی گفتگو نہین ہوئی اور نہ تبدیل خیالات کی نوبت کبھی آئی۔

ہندوستان کی حکومت سے اہل انگلستان کو مسلمانون کے قواعد مذہبی یا رسم و رواج سے آگاہی حاصل کرنے کا اچھا موقع حاصل ہوا اور ہندوستان کے سفر نے عدن اور مصر کے بندرگاہون پر بھی مسلمانون سے ملنے جلنے کا موقع دیا۔ افریقہ کے سواحل پر جو انگریزی عملداریان ہین گو وہ اور یورپین قومون سے کم ہین۔ لیکن پھر بھی مسلمانون کے مذہب سے آگاہ ہونے کے لیے وہ اچھی جگہ ہین۔ ہمارے نزدیک تو ہندوستان اور ترکی کے مسلمانون سے کہین زیادہ مذہبی پابندی مراکو اور اسکے گرد و نواح کے مسلمانون مین ہے۔

کچھ دنون سے ہند کے مسلمانون کے بچے حصول علم کے لیے انگلستان جانے لگے ہین لیکن انکا انگلستان جانا ایک ایسے اہم اور محدود کام کے لیے ہوتا ہے کہ یہ مذہبی اثر وہان کچھ بھی پہنچا نہین سکتے اور یون اپنے مذہب سے یہ اتنا واقف بھی نہین ہوتے ہین کہ اگر انسے مذہبی سوال کیے جائین تو کچھ جواب دے سکین۔ غرضکہ کسی قوم کو ایسا موقع کبھی حاصل نہین ہوا کہ وہ مذہب اسلام کی وعظ انگلستان مین سنائے۔

اتفاق سے سنہ ۱۸۸۷ء مین ایک لیورپول (انگلستان) کا عیسائی خود بخود مسلمان ہو گیا۔ کتابون کے مطالعہ سے وہ مسلمان ہوا یا مغربی افریقہ کے مسلمانون کی صحبت سے یا دونون اثر سے ہم اسبارے مین کچھ نہین کہہ سکتے۔ بہرحال جو عیسائی اس طرح مسلمان ہوا اسکو اب شیخ الاسلام ڈبلیو ایچ عبد اللہ کوئلیم یا اختصار کی حالت مین مسٹر کوئلیم کہتے ہین۔ اور اسکی بدولت اب لیورپول مین ایک مسجد ہے ایک اسلام سکول ہے اور مطبع جاری ہے جس سے مذہبی مرغوبات الشیوع پرچے کی بھی اشاعت ہوتی ہے۔ اور کچھ کم دو سو آدمی اسوقت تک مسٹر کوئلیم کے ہم خیال پیدا ہو چکے ہین اور اسپر ہو کر